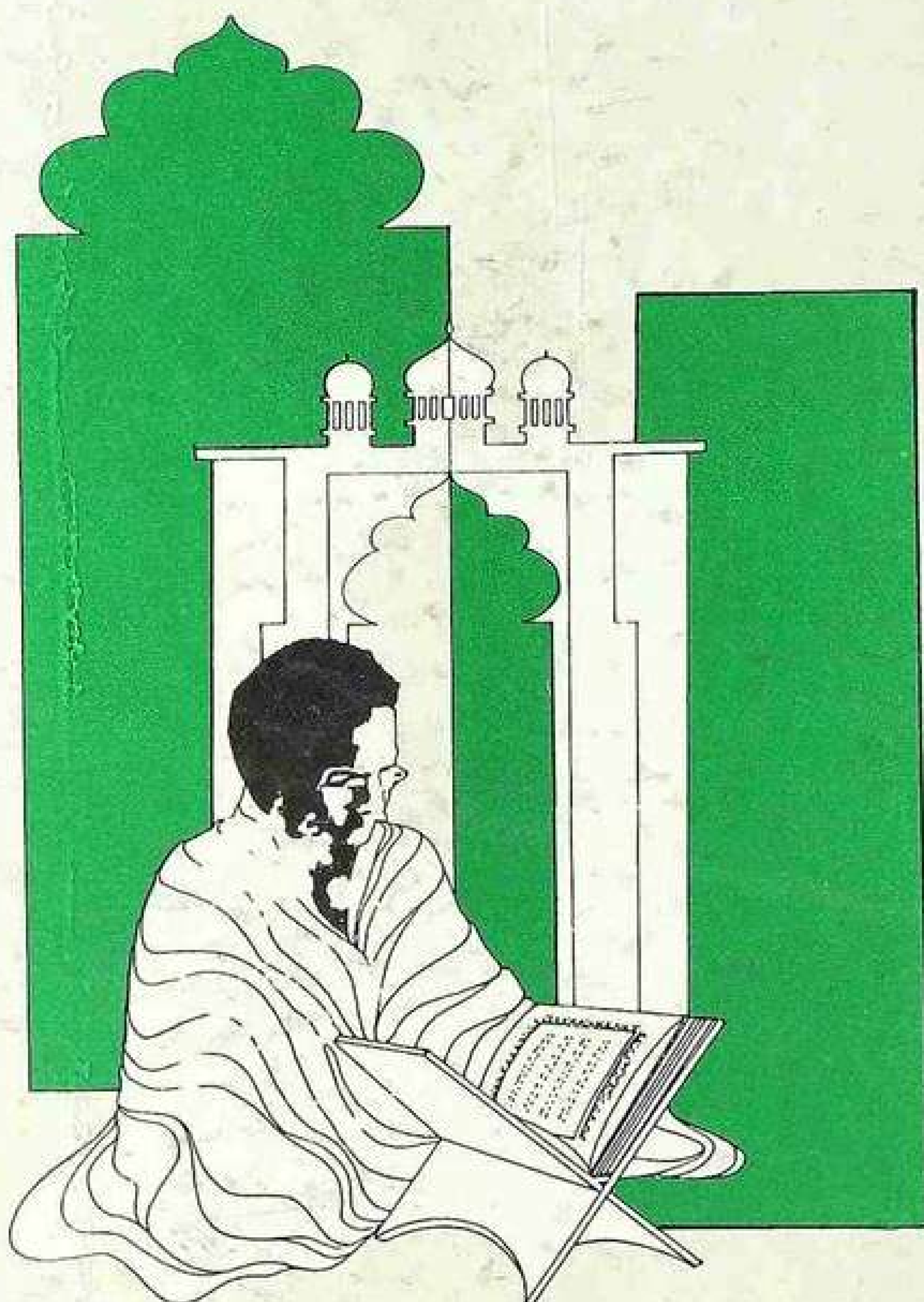
اقبال اور قرآن

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان

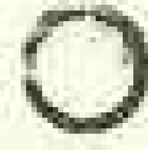


بسم الله الرحمن الرحيم

اقبالؒ اور قرآن

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان

اقبال اکادمی پاکستان



محمد سہیل عمر
ناظم
اقبال اکادمی پاکستان
چھٹی منزل، ایوان اقبال، لاہور
Tel: [+92-42] 6314-510
Fax: [+92-42] 631-4496
Email: iqbalacd@lhr.comsats.net.pk
Website: www.allmaiqbal.com

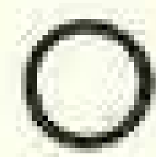
ISBN 969-416-188-6

طبع اوّل:	۱۹۷۷ء
طبع دوم:	۱۹۸۸ء
طبع سوم:	۱۹۹۴ء
طبع چہارم:	۱۹۹۸ء
طبع پنجم	۲۰۰۳ء
مطبع:	سعادت آرٹ پریس۔ لاہور
تعداد:	۵۰۰
قیمت:	۴۰۰ روپے

محلِ فروخت: ۱۱۶ میکلوڈ روڈ۔ لاہور فون ۷۳۵۷۲۱۴

آبروئے ما ز نامِ مصطفٰےؐ است

(صلی اللہ علیہ وسلم)



اُنؐ کے نام

جن کے صدقے میں

یہ کائنات پیدا کی گئی،

اقبالؒ کو ایسا دل حاصل ہوا

اور

راقم الحروف کو ایسی سعادت نصیب ہوئی!

مندرجات

تبصرۂ و ذکریٰ

کلّیاتِ اقبال

قولِ سدید

بفضلہٖ تعالیٰ ۱۹۳۶ء میں راقم الحروف علی گڑھ سے فارغ ہو کر چند ماہ کے بعد ناگپور یونیورسٹی کے ایک کالج میں اردو کا استاد مقرر ہوا اور قریب تین سال کے بعد اس یونیورسٹی میں صدر شعبۂ اردو بھی بنا دیا گیا۔

طالب علمی کے زمانے میں محترم حمید جالندھری (جو بعد میں دار المعلمین کابل میں پروفیسر بھی رہ چکے ہیں اور میرے لیے حقیقی بھائی سے کم نہیں) میرے ہم سبق تھے۔ ان کی وجہ سے مجھے علامہ اقبال سے شغف پیدا ہوا تھا۔ چنانچہ جب میں ناگپور یونیورسٹی میں صدر شعبۂ اردو بنایا گیا تو میں نے میٹرک سے لے کر ایم اے تک ہر کلاس میں علامہ اقبال کے کلام کو داخلِ نصاب کرا دیا اور یہی سعادت مجھے شروع میں کراچی میں اور بعد میں سندھ یونیورسٹی میں بھی حاصل رہی۔ اب عمر کی آخری منزل میں اللہ پاک کے خصوصی انعام کی وجہ سے مجھے قرآن سے متعلق یہ کام عنایت ہوا جو میں نے بحمد اللہ چند ماہ میں مکمل کر لیا۔ کاش یہ کام اس کی بارگاہ میں منظور و مقبول ہو کر میرے لیے ذریعۂ مغفرت بن جائے۔

میرے کام کی تقسیم یہ ہے کہ "تبصرۃ و ذکریٰ" کے ذیل میں قرآن سے متعلق

علامہ اقبال کے خیالات، نظریات اور واقعات درج کردیے گئے ہیں اور "تکمل عنوان" کے تحت ان کے ہر مجموعۂ کلام کے قرآنی مضامین کو حتی الامکان جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ قرآنی آیات کا ترجمہ شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا احمد رضا خاںؒ سے لیا گیا ہے اور بعض مقامات پر خود بھی کردیا ہے۔

آخر میں معذرت خواہ ہوں کہ متعدد مقامات پر "ہم مضمون" اشعار کی "ہم مضمون" آیات کو دہرانا پڑا ہے۔ بہت سی آیات ایسی بھی ہیں جن کی "ہم مضمون" احادیث[1] بھی مل سکتی تھیں لیکن ان کو مجبوراً چھوڑنا پڑا کیونکہ میرا موضوع صرف قرآن تک محدود تھا۔

۲۹۔ نومبر ۶ء　　　احقر: غلام مصطفیٰ خان

اس کتاب میں شیخ غلام علی لاہور کے مطبوعہ "کلیاتِ اقبال، فارسی" (۱۹۷۵ء) اور "کلیاتِ اقبال، اردو (۱۹۷۳ء) کے صفحات درج ہیں۔



---

[1] ۔ "اقبال اور حدیث" مضمون معارفِ اقبال (کراچی ۱۹۷۸ء) میں عرض کردیا گیا ہے۔

تبصرة وذكرى

قرآن سے شغف

علامہ اقبال ایک مکتوب ۱ مورخہ ۱۹۔ جنوری ۱۹۱۵ء میں لکھتے ہیں:

"شخصی عنصر سے مراد وہ اشعار ہیں جن میں مصنف کے ذاتی حالات و اکتسابِ فیض کا اشارہ یا ذکر ہے۔ میں نے یہ لفظ خود ہی وضع کیا تھا۔ اردو زبان میں مروّج نہیں ہے۔ انگریزی میں اس کو اصطلاح Personal Element سے واضح کرتے ہیں"۔ ۱

علامہ اقبال کے اس قول کی روشنی میں "رموزِ بےخودی" کے یہ اشعار (بحضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دیکھیے:

اے ظہورِ تو شبابِ زندگی
جلوہ ات تعبیرِ خوابِ زندگی

اے زمیں از بارگاہت ارجمند
آسماں از بوسہ بامت بلند

شش جہت روشن ز تابِ روئے تو
ترک و تاجیک و عرب ہندوئے تو
از تو بالا پایۂ ایں کائنات
فقر تو سرمایۂ ایں کائنات
در جہاں شمعِ حیات افروختی
بندگاں را خواجگی آموختی!

تا مرا افتاد بر رویت نظر
از اب و امّ گشتۂ محبوب تر
عشق در من آتشے افروخت است
فرصتش بادا کہ جانم سوخت است
نالۂ مانند نَے سامانِ من
آں چراغِ خانۂ ویرانِ من
از غمِ پنہاں نگفتن مشکل است
بادہ در مینا نہفتن مشکل است

اس کے بعد آج کے مسلمانوں کی حالت بیان کی ہے۔ پھر کہتے ہیں:

داستانے گفتم از یارانِ نجد
نکہتے آوردم از بستانِ نجد!
محفل از شمعِ نوا افروختم
قوم را رمزِ حیات آموختم

گر دلم آئینۂ بے جوہر است ۔۔۔ ور بحرفم غیرِ قرآں مضمر است
اے فروغت صبحِ اعصار و دہور ۔۔۔ چشمِ تو بینندۂ ما فی الصدور
پردۂ ناموسِ فکرم چاک کن ۔۔۔ ایں خیاباں را ز خارم پاک کن
تنگ کن رختِ حیات اندر برم ۔۔۔ اہلِ ملت را نگہدار از شرم
سبز کشتِ نابسامانم مکن ۔۔۔ بہرہ گیر از ابرِ نیسانم مکن
خشک گرداں بادہ در انگورِ من ۔۔۔ زہر ریز اندر مئے کافورِ من
روزِ محشر خوار و رسوا کن مرا ۔۔۔ بے نصیب از بوسۂ پا کن مرا
گر دُرِ اسرارِ قرآں سفتہ ام ۔۔۔ با مسلماناں اگر حق گفتہ ام
اے کہ از احسانِ تو ناکس کس است ۔۔۔ یک دعایت مزدِ گفتارم بس است
عرض کن پیشِ خدائے عزوجل ۔۔۔ عشقِ من گردد ہم آغوشِ عمل

آخر کے اشعار میں کس قدر خلوص ہے کہ اگر میں قرآن کے علاوہ کچھ اور کہوں تو مجھے ختم کر دیا جائے اور قوم کو میرے شر سے محفوظ رکھا جائے۔ نیز مجھے قیامت میں رسوا کیا جائے اور اپنی پابوسی سے بھی محروم کر دیا جائے۔ اللہ اللہ! کس قدر اخلاص ہے کہ اہل اللہ کے یہاں بھی اس نوعیت کا اخلاص کمیاب ہے۔

پھر اپنے پدر بزرگوار کے احسان کو یاد کرتے ہیں کہ ان کے ذریعے مجھے آپؐ کا نام معلوم ہوا اور اسی وقت سے ایک آرزو پیدا ہوئی:

از پدر تا نامِ تو آموختم
آتشِ ایں آرزو افروختم

سالہا بودم گرفتارِ شکے
از دماغِ خشکِ من لاینفکے

زندگی را از عمل ساماں نبود — پس مرا ایں آرزو شایاں نبود
شرم از اظہارِ او آید مرا — شفقتِ تو جرأت افزاید مرا
ہست شانِ رحمتت گیتی نواز — آرزو دارم کہ میرم در حجاز

ان اشعار میں اقبال اپنی "گرفتاریٔ شک" (فلسفہ دانی) کا ذکر بھی کرتے ہیں اور دوسرے حالات بھی بیان کرتے ہیں، لیکن سب سے زیادہ امتیازی شان یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سراپا ادب بن کر حجاز میں مرنے کی آرزو کرتے ہیں۔ یہی ان کی اصل آرزو ہے اور یہی ان کی حیاتِ جاودانی کا راز ہے۔

عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور قرآن مجید ہی سے علامہ اقبال کے شخصی عناصر Personal Element کی تعمیر ہوئی ہے اور اسی اجمال کی تفصیل ان اقوال و احوال میں پیش کی جاتی ہے جو مختلف کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں، لیکن شروع میں قرآن سے متعلق علامہ کے تاثرات بھی ملاحظہ فرمالیجیے:

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن [2]

نقشِ قرآں تا دریں عالم نشست — نقشہائے کاہن و پاپا شکست
فاش گویم آنچہ در دل مضمر است — ایں کتابے نیست چیزے دیگر است!
چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود — جاں چو دیگر شد جہاں دیگر شود!
مثلِ حق پنہاں و ہم پیداست ایں — زندہ و پایندہ و گویاست ایں
اندرو تقدیرہائے غرب و شرق — سرعتِ اندیشہ پیدا کن چو برق
با مسلماں گفت، جاں برکف بنہ — ہرچہ از حاجت فزوں داری بدہ [3]

زقرآں پیشِ خود آیئنہ آویز — دگرگوں گشتۂ از خویش بگریز
ترازوے بنہ کردارِ خود را — قیامت ہای پیشیں را برانگیز[۵]

اس قرآن کی بدولت ایک مسلمان کی شان کیا ہوسکتی ہے۔

دو گیتی را صلا از قراتِ اوست
مسلماں لایموت از رکعتِ اوست
نداند کشتۂ ایں عصرِ بے سوز
قیامت ہا کہ در قد قامتِ اوست[۶]

اب وہ اقوال واحوال پیش کیے جاتے ہیں

مولانا سید سلیمان ندوی نے علامہ اقبال کی ابتدائی زندگی کے دو واقعے اس طرح بیان کیے ہیں:

"سفرِ کابل کی واپسی میں قندھار کا ریگستانی میدان طے ہو چکا تھا۔ اور سندھ وبلوچستان کے پہاڑوں پہ ہماری موٹریں دوڑ رہی تھیں۔ شام کا وقت تھا۔ ہم دونوں ایک ہی موٹر میں بیٹھے تھے۔ روحانیات پر گفتگو ہو رہی تھی۔ اربابِ دل کا تذکرہ تھا کہ موصوف نے بڑے تاثر کے ساتھ اپنی زندگی کے دو واقعے بیان کیے۔ میرے خیال میں یہ دونوں واقعے ان کی زندگی کے سارے کارناموں کی اصل بنیاد تھے۔

فرمایا ـــــ جب میں سیالکوٹ میں پڑھتا تھا تو صبح اٹھ کر روزانہ قرآن پاک کی تلاوت کرتا تھا۔ والد مرحوم اپنے اوراد ووظائف سے فرصت پاکر آتے اور مجھ کو دیکھ کر گزر جاتے۔ ایک دن صبح کو وہ میرے پاس سے گزرے تو مسکرا کر فرمایا:

"کبھی فرصت ملی تو میں تم کو ایک بات بتاؤں گا"۔

میں نے دو چار دفعہ بتانے کا تقاضا کیا تو فرمایا:

"جب امتحان دے لو گے، تب"۔

جب امتحان دے چکا اور لاہور سے گھر آیا تو فرمایا: "جب پاس ہو جاؤ گے"۔

جب پاس ہو گیا اور پوچھا تو فرمایا: "بتاؤں گا"۔

ایک دن صبح کو حسبِ دستور قرآن کی تلاوت کر رہا تھا تو وہ میرے پاس آ گئے اور فرمایا:

"بیٹا، کہنا یہ تھا کہ جب تم قرآن پڑھو تو یہ سمجھو کہ قرآن تم ہی پر اُتر رہا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ خود تم سے ہم کلام ہے"۔

ڈاکٹر اقبال کہتے تھے کہ اُن کا یہ فقرہ میرے دل میں اُتر گیا اور اس کی لذت دل میں اب تک محسوس کرتا ہوں۔ یہ تھا وہ تخم جو اقبال کے دل میں بویا گیا اور جس کی تن آور شاخیں پہنائے عالم میں ان کے (موزوں ناموزوں) کلام کی شکل میں پھیلی ہیں۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ باپ نے ایک دن بیٹے سے کہا کہ:

"میں نے تمہارے پڑھانے میں جو محنت کی ہے تم سے اس کا معاوضہ چاہتا ہوں"۔

لائق بیٹے نے بڑے شوق سے پوچھا کہ "وہ کیا ہے؟"

باپ نے کہا: "کسی موقع پر بتاؤں گا"۔

چنانچہ انھوں نے ایک دفعہ کہا کہ "میری محنت کا معاوضہ یہ ہے کہ تم اسلام کی خدمت کرنا"۔

بات ختم ہو گئی۔ ڈاکٹر اقبال کہتے تھے کہ اس کے بعد میں نے لاہور میں

کام شروع کیا۔ ساتھ ہی میری شاعری کا چرچا پھیلا اور نوجوانوں نے اس کو اسلام کا ترانہ بنایا۔ لوگوں نے نظموں کو ذوق و شوق سے پڑھا اور سنا، اور سامعین میں ولولہ پیدا ہونے لگا۔ انہی دنوں میں میرے والد مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ میں ان کو دیکھنے کے لیے لاہور سے آیا کرتا تھا۔ ایک دن میں نے اُن سے پوچھا کہ والد بزرگوار' آپ سے جو میں نے اسلام کی خدمت کا عہد کیا تھا وہ پورا کیا یا نہیں ؟

باپ نے بسترِ مرگ پر شہادت دی کہ "جانِ من، تم نے میری محنت کا معاوضہ ادا کر دیا"۔

کون انکار کر سکتا ہے کہ اقبال نے ساری عمر جو پیغام ہم کو سنایا وہ انہی دو متنوں کی شرح تھی" ؎

یہ بیان مولانا سید سلیمان ندوی کا ہے اور عبداللہ فاروقی لکھتے ہیں :

"علامہ اقبال اپنے مشہور و معروف خطبات میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ صوفیۂ اسلام میں ایک بزرگ کا قول ہے کہ جب تک مومن کے دل پر بھی کتاب (قرآنِ حکیم) کا نزول ویسا ہی نہ ہو جائے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا تھا، اس کا سمجھنا محال ہے ـــــ علامہ موصوف نے یہ تصریح نہیں فرمائی کہ یہ صوفی بزرگ کون تھے لیکن یہ قول معاً ان کی اپنی زندگی کے ایک واقعے کی یاد دلاتا ہے۔ وہ یہ کہ جب اقبال سیالکوٹ میں ابھی زیرِ تعلیم تھے تو وہ صبح کی نماز کے بعد قرآنِ پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ ایک دن اسی دوران میں اُن کے والدِ محترم ان کے پاس آئے اور فرمایا : "جب تک تم یہ نہ سمجھو کہ قرآن تمہارے قلب پر بھی اُسی طرح اترتا ہے جیسا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

قلبِ اقدس پر نازل ہوا تھا، تلاوت کا مزا نہیں۔" اس واقعے کو اور مذکورۃ الصدر قول کے مفہوم کو علامہ نے 'بالِ جبریل' میں اس طرح ادا کیا ہے:

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشاف[۵]

اور علامہ اقبال فرماتے تھے:

"جب میں ایف۔ اے میں پڑھتا تھا تو صبح کی نماز کے بعد قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتا تھا۔ والد صاحب مسجد سے نماز پڑھ کر آتے تو کبھی منزل ختم کر چکا ہوتا، کبھی جاری ہوتی۔ ایک دن آکر پوچھتے ہیں کہ: 'کیا پڑھتے تھے؟'"

مجھے حیرت بھی ہوئی اور غصہ بھی آگیا۔ چھ مہینے ہو گئے اور ہر روز دیکھتے ہیں کہ قرآنِ کریم پڑھتا ہوں، پھر یہ سوال کیسا!

نہایت نرمی سے فرمایا: "میں پوچھتا ہوں کہ کچھ سمجھ میں بھی آتا ہے؟"

اب میرا استعجاب اور غصہ جاتا رہا اور کہا: "کچھ عربی جانتا ہوں، کہیں کہیں سمجھ میں آجاتا ہے۔"

بات ختم ہو گئی۔ کوئی چھ ماہ بعد ایک دن بیٹھ گئے اور فرمایا: 'بیٹا! قرآنِ کریم اس کی سمجھ میں آسکتا ہے جس پر یہ نازل ہوتا ہے۔'

میں حیران تھا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قرآن کریم کسی کی سمجھ میں آہی نہیں سکتا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فرمایا: "یہ تم نے کیسے سمجھ لیا کہ قرآن کریم حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کسی پر نازل ہی نہیں ہو سکتا؟"

میں پھر حیران ہوا تو فرمایا: "انسانیت کو جس معراج پر پہنچانا فطرت کا مقصود

ہے اس کا نمونہ ہمارے سامنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں پیش کر دیا گیا ہے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک ہر نبی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے مختلف مدارج تھے۔ وہ سلسلے گویا Muhammad in the making (تکمیلِ محمدؐ) کی منازل تھے۔ بنیادی اصول ہر جگہ ایک تھا البتہ شعورِ انسانی کے ارتقا کے ساتھ ساتھ فروعات کی تکمیل ہوتی جاتی تھی حتیٰ کہ 'محمدؐ' مکمل ہو گیا اور بابِ نبوت بند ہو گیا۔ انسانیت اپنی معراجِ کبریٰ تک پہنچ گئی۔ اب ہر انسان کے سامنے معراجِ انسانیت کا نمونہ 'محمدؐ' موجود ہے۔ کوئی انسان جتنا محمدیت کے رنگ میں رنگا جاتا ہے اتنا ہی قرآن اس پر نازل ہوتا جاتا ہے۔ یہ مفہوم تھا میرے کہنے کا کہ قرآنِ کریم اس کی سمجھ میں آسکتا ہے جس پر نازل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔"[٩]

رئیس الاطباء حکیم محمد حسن صاحب قرشی لکھتے ہیں:

"قرآنِ حکیم سے ان کو بے حد شغف تھا۔ وہ بچپن سے بلند آواز سے قرآن پڑھنے کے عادی تھے۔ قرآنِ حکیم پڑھتے ہوئے وہ بے حد متاثر معلوم ہوتے تھے۔ آواز بیٹھ جانے کا انہیں سب سے زیادہ قلق یہ تھا کہ وہ قرآنِ حکیم بلند آواز سے نہیں پڑھ سکتے تھے۔ بیماری کے دنوں میں بھی جب کبھی کسی نے قرآنِ حکیم کو خوش الحانی سے پڑھا تو آنسو جاری ہو گئے اور ان پر لرزش و اہتزاز کی کیفیت طاری ہو گئی۔

آپ کلامِ پاک خاص دل سوزی اور شغف کے ساتھ تلاوت کیا کرتے تھے۔ پڑھتے جاتے اور روتے جاتے حتیٰ کہ اوراقِ مصحف تربتر ہو جاتے اور ان کو دھوپ میں سکھایا جاتا۔ آپ کی تلاوت کا خاص قرآنِ پاک

اسلامیہ کالج لاہور کے کتب خانے میں محفوظ ہے اور اس روایت کا
عینی ثبوت فراہم کرتا ہے۔"

رزا جلال الدین بیرسٹر فرماتے ہیں:

"مطالبِ قرآنی پر ان کی نظر ہمیشہ رہتی۔ کلامِ پاک کو پڑھتے تو اس کے ایک ایک لفظ پر غور کرتے بلکہ نماز کے دوران میں جب بہ آوازِ بلند پڑھتے تو وہ آیاتِ قرآنی پر فکر کرتے اور ان سے متاثر ہو کر رو پڑتے۔ ڈاکٹر صاحب کی آواز میں ایک خاص کشش تھی۔ جب وہ قرآن پاک بہ آوازِ بلند پڑھتے تو سننے والوں کا دل پگھل جاتا۔"

اسلام کی تمام تعلیمات کا سرچشمہ قرآن حکیم ہے۔ اقبال نے اپنے پیام میں قرآن کو پڑھنے اور اس سے نورِ ہدایت حاصل کرنے پر بڑا زور دیا ہے۔ ایک خط میں اکبر الہ آبادی کو لکھا تھا:

"واعظِ قرآن بننے کی اہلیت تو مجھ میں نہیں ہے۔ ہاں، اس مطالعے سے اپنا اطمینانِ خاطر روز بروز ترقی کرتا جاتا ہے۔"

مختلف بزرگوں نے فرمایا کہ قرآن پڑھنے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اس کے معنی بھی آتے ہوں۔ علامہ کی بھی یہی رائے تھی۔ نیاز الدین خان کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

"قرآن کثرت سے پڑھنا چاہیے تاکہ قلب محمدی نسبت پیدا کرے۔ اس نسبتِ محمدیہ کی تولید کے لیے یہ ضروری نہیں کہ قرآن کے معنی بھی آتے ہوں۔ خلوصِ دل کے ساتھ محض قرأت کافی ہے۔"[۱]

علامہ اقبال کے ملازم علی بخش کا بیان ہے:

"صبح کی نماز اور قرآن خوانی مدت سے ان کا معمول تھا۔ قرآن بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ آواز ایسی شیریں تھی کہ ان کی زبان سے قرآن سن کر

پتھروں کے دل پانی ہو جاتے تھے۔ ہماری کے زمانے میں قرآن پڑھنا چھوٹ گیا تھا۔ نماز بھی کم پڑھتے تھے۔ موت سے کچھ عرصہ پیشتر مجھ سے کہنے لگے: علی بخش! میرا جی چاہتا ہے کہ آج نماز پڑھوں۔ میں نے کہا: آپ پلنگ پر بیٹھ جایئے میں آپ کو وہیں بیٹھے بیٹھے وضو کرا دیتا ہوں — وضو کر چکے تو میں نے کہا: ڈاکٹر صاحب! میں نے مہر صاحب کو بیٹھے بیٹھے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ خدا جانے کیا بات ہے! کہنے لگے: ہاں مجبوری کی حالت میں یہ بھی جائز ہے۔

جن دنوں ہم بھاٹی دروازے میں رہتے تھے، ایک دفعہ پورے دو مہینے بڑی باقاعدگی سے تہجد کی نماز پڑھتے رہے۔ ان دنوں ان کا عجب حال تھا۔ قرآن اس خوش الحانی کے ساتھ پڑھتے تھے کہ جی چاہتا تھا بس سارے کام کاج چھوڑ کر انہی کے پاس بیٹھا رہوں۔ اس زمانے میں کھانا پینا بھی چھوٹ گیا تھا۔ صرف شام کو تھوڑا سا دودھ پی لیا کرتے تھے۔ خدا جانے اس میں کیا رمز تھی۔"

قومی انحطاط کے اسباب

علامہ اقبال کے قرآنی شغف کے واقعات بہت سبق آموز ہیں اور ان کا جی کڑھتا تھا کہ قوم نے اس نعمت سے صحیح فائدہ حاصل نہیں کیا۔ وہ قوم کے انحطاط کے اسباب بھی بیان کرتے ہیں، مثلاً ۲۔ اپریل ۱۹۱۹ کو لکھتے ہیں:

"میں نے مسلمانوں اور ہندوؤں کی گزشتہ دماغی تاریخ اور موجودہ حالت پر بہت غور کیا ہے جس سے مجھے یقین ہو گیا ہے کہ ان دونوں قوموں کے اطبا کو اپنے مریض کا اصلی مرض اب تک معلوم نہیں ہو سکا۔ میرا عقیدہ

ہے کہ ان کا اصلی مرض قوائے حیات کی ناتوانی اور ضعف ہے اور یہ ضعف زیادہ تر ایک خاص قسم کے لٹریچر کا نتیجہ ہے جو ایشیائی بعض قوموں کی بدنصیبی سے ان میں پیدا ہو گیا ہے۔ جس نقطۂ خیال سے یہ قومیں زندگی پر نگاہ ڈالتی ہیں وہ نقطۂ خیال صدیوں سے مضعف مگر حسین و جمیل ادبیات سے محکم ہو چکا ہے اور اب حالاتِ حاضرہ اس امر کے مقتضی ہیں کہ اس نقطۂ خیال میں اصلاح کی جائے۔"[۱۲]

پھر ۱۰۔ جولائی ۱۹۱۶ء کو لکھتے ہیں:

"حدیث میں آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اُسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔ افسوس کہ مسلمان مردہ ہیں۔ انحطاطِ ملّی نے ان کے تمام قویٰ کو شل کر دیا ہے اور انحطاط کا سب سے بڑا جادو یہ ہے کہ یہ اپنے صید پر ایسا اثر ڈالتا ہے جس سے انحطاط کا مسحور اپنے قاتل کو اپنا مربّی تصوّر کرنے لگ جاتا ہے۔ یہی حال اس وقت مسلمانوں کا ہے۔"[۱۳]

پھر ۱۹۔ جولائی ۱۹۱۶ء کو لکھتے ہیں:

"تصوّف کا سب سے پہلا شاعر عراقی ہے جس نے 'لمعات' میں فصوص الحکم، محی الدین ابن عربی کی تعلیموں کو نظم کیا ہے (جہاں تک مجھے علم ہے فصوص میں سوائے الحاد و زندقہ کے اور کچھ نہیں ——) اور سب سے آخری شاعر حافظ ہے (اگر اُسے صوفی سمجھا جائے)۔ یہ حیرت کی بات ہے کہ تصوّف کی تمام شاعری مسلمانوں کے پولیٹیکل انحطاط کے زمانے میں پیدا ہوئی اور ہونا بھی یہی چاہیے تھا۔ جس قوم میں طاقت و توانائی مفقود ہو جائے جیسا کہ تاتاری یورش کے بعد مسلمانوں میں مفقود ہو گئی، تو پھر اس قوم کا

نقطۂ نگاہ بدل جایا کرتا ہے۔ اُن کے نزدیک ناتوانی ایک حسین و جمیل شئے ہو جاتی ہے اور ترکِ دنیا موجبِ تسکین۔ اس ترکِ دنیا کے پردے میں قومیں اپنی سستی و کاہلی اور اس شکست کو جو ان کو تنازع للبقا میں ہو، چھپایا کرتی ہیں۔"[۱۴]

اسی لیے وہ چاہتے تھے کہ اسلامی مذہبی مسائل کے لیے ایک خصوصی تربیت دی جائے۔ ایک جگہ وہ لکھتے ہیں:

"مذہبی مسائل، بالخصوص اسلامی مذہبی مسائل کے فہم کے لیے ایک خاص تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ افسوس کہ مسلمانوں کی نئی پود اس سے بالکل کوری ہے۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے تعلیم کا تمامتر غیر دینی ہو جانا اس مصیبت کا باعث ہوا ہے اور ہندوؤں کے ہاں تو ایک گونہ مذہب کا وجود ہی ندارد ہے۔"[۱۵]

مولانا عبدالسلام ندوی نے علامہ اقبال کے اس مزاج اور مذاق کے متعلق تفصیل سے لکھا ہے۔ فرماتے ہیں:

"اس بات کا خاص طور پر لحاظ رکھنا چاہیے کہ مذہب کے متعلق ڈاکٹر (اقبال) صاحب نے اپنی تصانیف میں جو خیالات ظاہر کیے ہیں وہ اگرچہ فلسفیانہ ہیں لیکن عملی حیثیت سے وہ مسلمانوں کے لیے صرف عقیدۂ توحید و رسالت اور نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کو کافی سمجھتے تھے جس کے معنی یہ ہیں کہ ایک مسلمان کو مسلمان بننے کے لیے فلسفہ کی ضرورت نہیں بلکہ عمل کی ضرورت ہے۔ چنانچہ ایک ملاقات میں حکیم محسن علی صاحب عرشی[۱۶] نے ان سے کہا: "آپ کے مدراس والے لیکچر بے حد مشکل ہیں۔ اگر اسلام یا قرآن کا منشا وہی ہے جو آپ نے ان لیکچروں میں بیان فرمایا ہے اور

جس کو اس ترقی یافتہ زمانے کے بڑے بڑے اہلِ علم سمجھنے سے قاصر ہیں تو قرنِ اول کے عرب صحرا نشینوں نے اسے کیا سمجھا ہوگا؟"
اس کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے فرمایا۔ "بنی الاسلام علیٰ خمسٍ کسی قوم کی تشکیل و تعمیر کے لیے اسلام کے پانچ ارکانِ مشہورہ کا اجراء و انضباط کافی ہے۔ چنانچہ اس کی محسوس علمی صورت عہدِ سعادت سے بہتر کہیں نظر نہیں آسکتی اور تاریخ کا حافظہ اس حقیقت کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔" ١٤

قرآن سے متعلق حالات کو مولانا عبدالستار ندوی بھی لکھتے ہیں۔ یعنی:
"ڈاکٹر صاحب کے انتقال کے بعد ان کی وصیت کے مطابق ان کی کتابیں اسلامیہ کالج لاہور کی لائبریری کو دے دی گئیں۔ ان کتابوں میں ڈاکٹر صاحب کی تلاوت کا خاص قرآن از روئے وصیت ان کے لختِ جگر جاوید کو ملا اور اس مصحف کے متعلق ڈاکٹر صاحب کے خاص خاص احباب کا بیان ہے کہ وہ بلا ناغہ صبح کے وقت اُس کی تلاوت ایسے ذوق و شوق، ایسے درد و محبت اور ایسے سوز و گداز کے ساتھ کیا کرتے تھے کہ آنسوؤں کا تار بندھ جاتا تھا، روتے جاتے تھے اور پڑھتے جاتے تھے یہاں تک کہ کتابِ عزیز کے ورق بھیگ جاتے۔ جب تلاوت ختم ہو جاتی تو اسے اٹھا کر دھوپ میں رکھ دیتے تاکہ صفحے خشک ہو جائیں۔ مدت العمر تک ان کا یہی دستور رہا حتیٰ کہ زندگی کے آخری دنوں میں جب بیماری کا تسلط بڑھتا گیا اور گلا خراب ہو جانے کی وجہ سے آواز میں پستی لگ گئی تو ڈاکٹروں کے روکنے پر آپ کا یہ طریقِ تلاوت بھی چھوٹ گیا جس کا ان کو نہایت رنج تھا۔" ١٥

آخر عمر میں وہ ایک کتاب قرآن مجید پر لکھنا چاہتے تھے۔ سر راس مسعود کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

"۔۔۔۔ اور اس طرح میرے لیے ممکن ہو سکتا تھا کہ میں قرآن کریم پر عہدِ حاضر کے افکار کی روشنی میں اپنے وہ نوٹ تیار کر لیتا جو عرصہ سے میرے زیرِ غور ہیں۔ لیکن اب تو، نہ معلوم کیوں، ایسا محسوس کرتا ہوں کہ میرا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے گا۔ اگر مجھے حیاتِ مستعار کی بقیہ گھڑیاں وقف کر دینے کا سامان میسر آئے تو میں سمجھتا ہوں قرآنِ کریم کے ان نوٹوں سے بہتر کوئی پیش کش مسلمانانِ عالم کو نہیں کر سکتا۔"

یہ خط ۲۶۔ اپریل ۱۹۳۵ء کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے بعد ۳۰۔ مئی ۱۹۳۵ء کو دوسرے خط میں لکھتے ہیں:

"۔۔۔۔ چراغِ سحر ہوں بجھا چاہتا ہوں۔ تمنّا ہے کہ مرنے سے پہلے قرآنِ کریم سے متعلق اپنے افکار قلم بند کر جاؤں"۔

اعلیٰ حضرت نواب بھوپال سے انھوں نے اس کتاب کے لکھنے کا وعدہ کیا تھا اور وہ اس کو انگریزی زبان میں لکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ۷۔ اگست ۱۹۳۶ء کے ایک خط میں مولانا سید سلیمان ندوی کو لکھتے ہیں:

"انشاء اللہ موسمِ سرما میں وہ انگریزی کتاب لکھنا شروع کروں گا جس کا وعدہ میں نے اعلیٰ حضرت نواب بھوپال سے کر رکھا ہے"۔

لیکن سوال یہ تھا کہ یہ کتاب کس رنگ میں لکھی جائے؟ تفسیر و تشریح یا ابتدائی مطالعے کے لیے ایک مقدمہ؟ بالآخر موجودہ زمانے کی احتجاجی تحریکات کو دیکھ کر اُن کے دل میں یہ خیال روز بروز مستحکم ہوتا گیا کہ اس وقت اسلام کے نظامِ عمرانی کی تشریح و توضیح کی ضرورت ہے، اس لیے وہ چاہتے تھے کہ تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ کی طرح تشکیلِ جدید فقۂ اسلامی پر،

یہ دیکھ کر کہ قرآنِ پاک نے ان مسائل کی رہنمائی کس انداز میں کی ہے، قلم اٹھائیں۔ اس غرض سے انہوں نے یورپ اور مصر کی بعض نئی مطبوعات بھی فراہم کرنا شروع کر دی تھیں، لیکن افسوس کہ اس تصنیف کا کام استقصائے مسائل، ترتیبِ مقدمات اور تقسیمِ مباحث سے آگے نہ بڑھ سکا۔[۱۹]

اب قرآن سے متعلق علامہ اقبال کے حالات "حدیثِ دیگراں" کے ذیل میں عرض کیے جاتے ہیں:

حدیثِ دیگراں

فقیر سید وحید الدین نے "روزگارِ فقیر" (حصہ اول) میں قرآن کے متعلق علامہ اقبال کی زندگی کے کئی واقعات لکھے ہیں:

"فرمایا ــــ ایک مرتبہ فارمن کرسچن کالج لاہور کا سالانہ اجلاس ہو رہا تھا۔ کالج کے پرنسپل ڈاکٹر لوکس نے مجھے بھی اس میں دعوتِ شرکت دی۔ اجلاس کا پروگرام ختم ہونے کے بعد چائے کا بندوبست کیا گیا تھا۔ ہم لوگ چائے پینے بیٹھے تو ڈاکٹر لوکس میرے پاس آئے اور کہنے لگے چائے پی کر چلے نہ جانا، مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔ ہم لوگ چائے پی چکے تو ڈاکٹر لوکس آئے اور مجھے ایک گوشے میں لے گئے اور کہنے لگے: "اقبال! مجھے بتاؤ کہ تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم کا مفہوم نازل ہوا تھا اور چونکہ انہیں صرف عربی زبان آتی تھی، انہوں نے قرآن کریم عربی میں منتقل کر دیا یا یہ عبارت ہی اسی طرح اتری تھی؟"

میں نے کہا: "یہ عبارت ہی اتری تھی"۔

ڈاکٹر لوکس نے حیران ہو کر کہا کہ: "اقبال! تم جیسا پڑھا لکھا آدمی اس بات

پہ یقین رکھتا ہے کہ عبارت ہی اسی طرح اُتری ہے!"
میں نے کہا: "ڈاکٹر کس، یقین! میرا تجربہ ہے، مجھ پر شعر پورا اترتا ہے تو پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) پر عبارت کیوں نہیں پوری اتری ہوگی"۔ [۲۰]

اسی کتاب میں وحید الدین آگے چل کر لکھتے ہیں:
"بعض ایسے لوگ بھی مسلمانوں میں پائے جاتے ہیں جو نہ عربی زبان و ادب میں خاطر خواہ استعداد رکھتے ہیں نہ عربِ قدیم کے علمی سرمائے پر ان کی نگاہ ہے اور نہ قرآن کریم کو ٹھیک طور پر سمجھ سکتے ہیں مگر اپنی اس علمی تہی مایگی کے باوجود قرآن کریم کے ترجمہ اور تفسیر کی کوشش فرماتے ہیں۔ ڈاکٹر (اقبال) صاحب کو اس قسم کی باتوں سے بڑی اذیت ہوتی تھی۔ وہ اپنی متانت و سنجیدگی اور عالی ظرفی کے باوجود اس غم کو چھپا نہ سکے۔ ایک بار فرما ہی دیا: "قرآن کریم اس اعتبار سے بڑا ہی مظلوم صحیفہ ہے کہ جسے دنیا میں اور کوئی کام نہیں ملتا وہ اس کے ترجمہ و تفسیر میں مصروف ہو جاتا ہے، حالانکہ یہ نہایت ہی نازک اور محتاط ذمہ داری ہے"۔ [۲۱]

پھر لکھتے ہیں:
"ڈاکٹر صاحب اپنی میکلوڈ روڈ والی کوٹھی میں قیام فرما تھے۔ اس زمانے میں ڈاکٹر صاحب کی قیام گاہ پر ایک نئے ملاقاتی آئے۔ اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ اتنے میں انھوں نے ڈاکٹر صاحب سے ایک سوال کر دیا۔ کہنے لگے:
"آپ نے مذہب، اقتصادیات، سیاسیات، تاریخ اور فلسفہ وغیرہ

علوم پر جو کتابیں اب تک پڑھی ہیں، ان میں سب سے بلند پایہ اور حکیمانہ کتاب آپ کی نظر سے کونسی گزری ہے؟"

ڈاکٹر صاحب اس سوال کے جواب میں کرسی سے اٹھے اور نووارد ملاقاتی کی طرف ہاتھ کا اشارہ کیا کہ تم ٹھہرو، میں ابھی آتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اندر چلے گئے۔ دو تین منٹ میں واپس آئے تو ان کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی۔ اس کتاب کو انھوں نے اس شخص کے ہاتھوں پہ رکھتے ہوئے فرمایا: "قرآن کریم!"[۲۲]

آگے چل کر وحیدالدین ایک اور واقعہ پروفیسر یوسف سلیم چشتی کے متعلق بھی لکھتے ہیں کہ وہ پہلے فلسفے میں ڈوبے ہوئے تھے:

"علامہ اقبال نے ان کی توجہات کا رخ مذہب کی طرف موڑ دیا اور اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ قرآن کریم فلسفے اور الٰہیات کی کوئی تصنیف نہیں ہے، اس کا مقصد دل کو اطمینان عطا کرنا ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے یہ مشورہ بھی دیا کہ قرآنِ کریم کو اس زاویۂ نگاہ سے پڑھو کہ اللہ تعالیٰ سے میرا کیا رشتہ ہے اور کائنات میں میرا کیا مقام ہے۔ قرآن اس لیے نازل ہوا ہے کہ وہ انسان میں خدا سے ربطِ قلبی کا اعلیٰ شعور پیدا کر دے تاکہ انسان اس ربط کی بدولت مشیتِ ایزدی سے ہم آہنگی پیدا کر سکے۔"[۲۳]

پھر وحیدالدین ایک اور واقعہ لکھتے ہیں:

"ایک دن پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے علامہ سے براہِ راست یہ سوال کیا: "آپ کے فلسفۂ خودی کا ماخذ کیا ہے؟ اور چونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ خودی کا فلسفہ صوفیائے کرام اور قرآنِ کریم سے ماخوذ ہے اس لیے

میں نے خاص طور پر یہ بات آپ سے پوچھی ہے۔"

فرمایا: "ہاں، یہ آیت استحکامِ خودی پر دال ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ

(المائدہ: ۱۰۵)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم پر فرض ہے خودی کی محافظت، اگر تم ہدایت پر ہو۔ تو وہ شخص جو گمراہ ہے، تمہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ تم سبھوں کو اللہ ہی کے پاس واپس جانا ہے اور وہ تمہیں تمہارے اعمال پر مطلع کر دے گا (تاکہ ان کے مطابق جزا و سزا مل سکے)[۲۴]

وحیدالدین اپنی کتاب کے دوسرے حصے میں بھی قرآن کے متعلق واقعات بیان کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"ایک روز میکس پلانک (Max planck) کے نظریہ کوانٹم (Quantum Theory) اور اس کے بعد کی علمی تحقیق کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ ممتاز حسن نے سائنس کی اس دریافت کا ذکر کیا کہ جب بہت سے برقیے مل کر حرکت کرتے ہیں تو ان کا عمل یکساں ہوتا ہے، یعنی اس عمل کے نتائج یکساں ہوتے ہیں، لیکن جب ایک برقیہ اپنی انفرادی حیثیت میں مصروفِ عمل ہو تو یہ ضروری نہیں کہ یکساں حالات میں اور یکساں اسباب کے پیشِ نظر اس برقیے کا ردِ عمل یکساں ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسباب و نتائج کے جس رشتے کی بنیاد پہ سائنس کا سارا کارخانہ قائم ہے خود وہ رشتہ ہی کمزور نظر آتا ہے اور کائنات کی بنیادی ساخت میں کچھ غیر متعین عناصر ایسے ہیں کہ جن کے عمل کے بارے میں کوئی پیشگی

اندازہ کرنا ممکن نہیں۔"

علامہ نے فرمایا : "اب سائنس دانوں پر وہ حقیقت منکشف ہو رہی ہے جس کو قرآنِ کریم نے مختصر طور پر یوں بیان کیا ہے :

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (بقرہ : ۲۰)"

ممتاز حسن، علامہ کے اس جواب سے نہایت متاثر ہوئے اور عرض کیا "واقعی قرآن کریم کی اس حقیقت پر عام مسلمانوں کی نظر نہیں گئی اور سائنس دان اسی خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ وہ خدائے حقیقی و برتر جو قادرِ مطلق ہے، ان اسباب و نتائج کے محرکات اور مسلسل عمل کے سامنے اصولی طور پر مجبور اور بے بس ہے۔" ۲۵

پھر وحید الدین نے یہ واقعات بھی لکھے ہیں :

"ممتاز حسن بیان کرتے ہیں کہ ایک روز آئن سٹائن کے نظریۂ اضافیت کے سلسلے میں روشنی کی رفتار کا ذکر آیا تو میں نے کہا: "عجیب بات ہے کہ اب تک خلا میں روشنی سے زیادہ تیز رفتار اور کوئی چیز دریافت نہیں ہوئی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ روشنی بجائے خود طبیعیاتی نقطۂ نگاہ سے ایک قدرِ مطلق ہے۔"

علامہ نے نہایت متانت سے میرا سوال سنا اور فرمایا: "کیا تمہیں قرآنِ حکیم کی وہ آیت یاد نہیں ؟

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (النور : ۳۵) ۲۶

علامہ کی بہن کو ان کی سسرال والوں نے پریشان کیا اور وہ میکے چلی آئیں، پھر وہ لوگ کسی طرح مصالحت کے لیے آئے۔ علامہ کو یہ مصالحت پسند نہ تھی۔ لیکن "ان کے والد نے جب دیکھا کہ اقبال کسی طرح رضامند نہیں

ہوتے تو انھوں نے خاص انداز میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں والصلح خیر فرمایا ہے۔ اتنا سننا تھا کہ علامہ خاموش ہو گئے "[۲۷]

پھر مصالحت واقعی خیر ثابت ہوئی۔

شیخ اعجاز احمد کو بھی علامہ نے ایک خط میں تلاوتِ قرآن کی تلقین فرمائی ہے:

"قرآن پر میں زیادہ اصرار کرتا ہوں کہ اس کے پڑھنے کے فوائد میرے تجربے میں آ چکے ہیں۔"[۲۸]

مثنویِ رومیؒ (ہست قرآں در زبانِ پہلوی) سے بھی علامہ کو قرآن ہی کی وجہ سے شغف تھا۔ محمد حسین عرشی نے مثنویِ رومیؒ کے مطالعے کے بعد اپنی مشکلات کو حل کرنے کے لیے علامہ اقبال کو خط لکھا۔ علامہ نے ۱۹۔ مارچ ۱۹۳۵ء کو یہ جواب لکھا:

"جناب عرشی صاحب، السلام علیکم!

آپ کا خط ابھی ملا۔ میری صحتِ عامہ تو بہت بہتر ہو گئی ہے مگر آواز پر ابھی خاطر خواہ اثر نہیں ہوا۔ علاجِ برقی ایک سال تک جاری رہے گا۔ دو ماہ کے وقفے کے بعد پھر بھوپال جانا ہو گا۔

آپ اسلام اور اس کے حقائق کے لذت آشنا ہیں۔ مثنویِ رومیؒ کے پڑھنے سے اگر قلب میں گرمیِ شوق پیدا ہو جائے تو اور کیا چاہیے! شوق خود مرشد ہے۔ میں ایک مدت سے مطالعۂ کتب ترک کر چکا ہوں۔ اگر کبھی کچھ پڑھتا ہوں تو صرف قرآن یا مثنویِ رومیؒ۔ افسوس ہے ہم اچھے زمانے میں پیدا نہ ہوئے ؎

کیا غضب ہے کہ اس زمانے میں
ایک بھی صاحبِ سُرور نہیں

بہرحال قرآن اور مثنوی کا مطالعہ جاری رکھیے۔ مجھ سے بھی کبھی کبھی ملتے

رہیے۔ اس واسطے نہیں کہ میں آپ کو کچھ سکھا سکتا ہوں بلکہ اس واسطے کہ ایک ہی قسم کا شوق رکھنے والوں کی صحبت بعض دفعہ ایسے نتائج پیدا کر جاتی ہے جو کسی کے خواب و خیال میں بھی نہیں ہوتے۔ یہ بات زندگی کے پوشیدہ اسرار میں سے ہے جن کو جاننے والے مسلمانانِ ہند کی بدنصیبی سے، اب اس ملک میں پیدا نہیں ہوتے۔ زیادہ کیا عرض کروں!

—— محمد اقبال

محمد حسین عرشی لکھتے ہیں کہ:

"اس کے بعد میں برابر حاضرِ خدمت ہوتا رہا۔ میرے اُن کے مکالمات کا غالب حصہ باریک روحانی، متصوفانہ اور قرآنی مسائل سے متعلق ہوتا۔ میں عموماً سوالات کی ایک فہرست تیار کر کے لے جاتا..... (ایک مرتبہ) حکیم طالب علی صاحب جو اس سے پہلے علامہ سے متعارف نہیں تھے، میرے ساتھ چلنے کو تیار ہو گئے۔ وہاں پہنچنے پر علی بخش نے میرے حاضر ہونے کی اطلاع دی۔ میں حکیم صاحب کی معیت میں اندر پہنچا تو تنہا بیٹھے تھے۔ خیریت پرسی کے بعد گفتگو شروع ہوئی۔ حکیم طالب علی صاحب نے سورہ النجم کے پہلے رکوع کی تشریح دریافت کی۔ علامہ نے اس پر ایک طویل تقریر فرمائی، بالخصوص فکان قاب قوسین او ادنٰی کی تفسیر اپنے رنگ میں عجیب و نادر چیز تھی..... علامہ کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ ناسوت و لاہوت یا عقل و وحی یا عالم بشریت و عالمِ الوہیت کو دو کمان نما دائروں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ بشری عقل کا منتہائے کمال یہ ہے کہ وحیِ سماوی سے مکمل مطابقت حاصل کرے یعنی اس ترقی یافتہ

عقل کے رباب سے بعض خاص اوقات جو نغمہ نکلتا ہے وہ سازِ الہام سے ہم آہنگ ہوتا ہے۔ اس طرح یہ دو کمان کامل انصال کے مقام پر پہنچ جاتے ہیں۔ نوعِ انسان میں انبیا (علیہم السلام) بالعموم اور انبیا میں خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وسلم) بالخصوص اس مقام کے آخری نقطے سے واصل ہوئے۔

"اس کے بعد علامہ نے فرمایا کہ اس تقریر سے یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ قرآن (معاذاللہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف ہے۔ وحیِ الٰہی میں فہمِ بشری کا قطعاً دخل نہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ جرمنی میں ہمارے ایک پروفیسر علمِ ریاضی کے بہت زیادہ مشاق تھے۔ بعض اوقات طلبہ ان سے نہایت مشکل سوال کر بیٹھتے۔ آپ فوراً جواب بتا دیتے۔ طلبہ تشریح پوچھتے تو کہتے: "اس کے لیے دو ہفتوں کی مہلت درکار ہے"۔ ان کے نزدیک جواب دینا آسان تھا لیکن اس کا عمل سمجھانا دیر طلب تھا۔ اسی طرح عقل اور وحی کا تطابق ہر فن کے اہلِ کمال میں پایا جاتا ہے۔"

"میں نے کہا: ایک طرف تو "یسّرنا القرآن للذکر" فرمایا گیا اور اسی قسم کے دوسرے ارشادات "فصلت آیاتہ" اور "فصلناہ علی علم" وغیرہ بھی موجود ہیں اور دوسری طرف بہت سی آیات کو متشابہات کہہ کر ان کے فہم پر وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ (سورہ آلِ عمران: آیت ۷) کی مہر لگا دی۔ ظاہری نگاہ اس میں تضاد دیکھتی ہے۔

"آپ نے فرمایا: اس کو یوں سمجھو۔ ایک دفعہ لندن میں ایک صاحب نے کسی مہمان کے اعزاز میں چند دوستوں کو ضیافت پر مدعو کیا۔ ان میں میں بھی شامل تھا۔ فراغتِ طعام کے بعد مہمانِ عزیز سے تفصیلی تعارف کرایا گیا تو معلوم ہوا کہ آپ ماہرِ تجربیات ہیں۔ میں نے

آپ سے دوبارہ ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ فیصلہ ہوا کہ سیر کو اکٹھے چلیں گے۔ چنانچہ سیر کرتے ہوئے، ہم سمندر کے ساحل پہ پہنچ گئے۔ میں نے ان سے کہا: "آپ اپنے مضمون (تجربات) کے متعلق کچھ فرمائیں۔

" انھوں نے ساحل سے ایک چھوٹا سا سنگ پارہ اٹھا لیا اور اس کی سوانحمری بیان کرنا شروع کر دی۔ مختصر یہ کہ ہم پندرہ دن روزانہ سیر کو جاتے رہے اور وہ اس پارۂ حجر کے رموز و اسرار بیان کرتے رہے۔ اس کے اجزائے اوّلیہ، رنگ و صلابت و صورتِ نوعیہ وغیرہ کے تفصیلی اسباب، تاثیرات و خواص وغیرہ اتنی باتیں بیان کر دیں جو میرے لیے اور اس علم سے ناواقف ہر شخص کے لیے پردۂ خفا میں تھیں یا متشابہ تھیں اور اس شخص کے لیے کہ راسخ فی العلم تھا، مفصل و میسّر تھیں۔ اسی طرح قرآن مجید سارے کا سارا مفصل بھی ہے اور متشابہ بھی۔ جس قدر انسان کا ذوق و وجدان اور اخلاق و روحانیت ترقی کرتے جائیں گے، اس پر قرآن کے مطالب آشکارا ہوتے جائیں گے"۔

اسی طرح کا ایک واقعہ سطح بحر کے ایک پروفیسر کا بھی نقل کیا ہے [۲۹]۔
محمد حسین عرشی آگے چل کر لکھتے ہیں:

"۱۲ اپریل ۱۹۳۵ء وقت چار بجے سہ پہر۔ میں نے سوال کیا: "آیۂ مبارکہ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (جو لوگ ہمارے بارے میں کوشش کرتے ہیں ہم ضرور انہیں اپنی راہیں دکھائیں گے (۲۹:۶۹) سے کیا مراد ہے؟"

علامہ نے فرمایا: "تمام علوم و کمالات اور مقاصدِ عالیہ جو نوعِ انساں کے لیے کسی نہ کسی جہت سے مفید ہوں، ان کے حصول کی سعی جہاد فی سبیل اللہ میں داخل ہے اور اس مشق و مزاولت کے ارتقائی نتائج لنھدینھم کا ظہور ہیں"۔

میں نے عرض کیا: "مولانا رومؒ نے فرمایا ہے:

نطقِ آب و نطقِ باد و نطقِ گِل

ہست محسوسِ حواسِ اہلِ دل

اس سے کیا مراد ہے ؟"

آپ نے فرمایا: "قرآن مجید میں ہے ، زمین و آسماں کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اور کل قد علم صلاتہ و تسبیحہ (ہر مخلوق کو اپنی نماز اور تسبیح کا علم ہے) (۴۰ : ۲۴) ۔ ان آیتوں سے ثابت ہے کہ ہر شے کو علم اس کے حال کے مطابق عطا ہوا ہے۔"

میں نے کہا: "مجھے نطقِ اشیا و عناصر سے انکار نہیں ۔ میرا سوال محسوسِ حواسِ اہلِ دل پر ہے ۔ آپ کی پیش کردہ دوسری آیت کے ساتھ ہی یہ لفظ بھی ہیں ولٰکن لا تفقہون (یعنی ہر شے نمازی اور تسبیح خواں تو ضرور ہے لیکن اے انسانو! تم اس کی سمجھ نہیں رکھتے) پھر اہلِ دل اس نطق کو کس طرح محسوس کرتے ہیں ؟"

آپ نے یہ شعر پڑھا:

ہر کہ عاشق گشت حسنِ ذات را

گشت سید جملہ موجودات را

آپ کی حالت متغیر ہوگئی ۔ آنکھوں میں آنسو آگئے ۔ میں خاموش ہوگیا ۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا: "معرفتِ الٰہی سے کیا مراد ہے ؟"

آپ نے فرمایا: "سید الطائفہ جنید بغدادیؒ کے نزدیک معرفت یا عرفان کا لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب یا مضاف نہیں کرنا چاہیے کیونکہ قرآنِ عزیز میں اس کا استعمال نہیں کیا گیا؛ البتہ علم و ایمان کا ذکر بار بار آتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نہ تو عارف ہے نہ معروف ۔ ہاں عالم و علیم ہے اور معلوم ہے جس پر بہت سی آیتیں شاہد ہیں:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا

اللہ تعالیٰ سے وہی لوگ ڈرتے ہیں جو اس کے بندوں میں علم سے

ممتاز ہیں۔" (۳۵ : ۲۸)

یہاں علما کہا گیا ہے، عرفا نہیں کہا۔"

مجھے صحیح یاد نہیں کہ یہی آیت پڑھی تھی یا کوئی اور آیت پڑھی تھی۔ اس کے بعد لفظ علم پر گفتگو ہوئی۔ فرمایا:

"علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ہمارے اکتسابی معلومات کا ذخیرہ، ہم خود مخلوقِ الٰہی ہیں اور ہمارے اکتسابی آلاتِ علمیہ ہماری مخلوق، یعنی ہمارا علم مخلوق کا مخلوق ہے۔ پس ایسے علم کو علمِ الٰہی سے قطعاً کوئی واسطہ نہیں ہو سکتا۔ ——— دوسرا علم وہ ہے جو خواص کو عطا ہوتا ہے۔ وہ بے منتِ کسب، قلب و روح کے اعمال سے اُبلتا ہے۔"

میں نے عرض کیا: "اُس علم کی کلید کیا ہے؟"

فرمایا: "ارشادِ خداوندی ہے: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا (جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا اس پر اس علم کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں)۔" ۹۱ : ۹

میں نے کہا: "تزکیۂ نفس کا طریقہ کیا ہے؟"

اس پر آپ نے صوفیہ کے بعض مشاغل کی طرف اشارہ کر دیا۔۔۔۔

۱۲- اپریل ۱۹۲۵ء کی ملاقات میں میں نے پوچھا: "اسلام بتمامہٖ قرآن میں محصور ہے یا نہیں؟"

فرمایا: "مفصل کہو۔"

میں نے کہا: "خارج از قرآن، ذخیرۂ احادیث و روایات اور کتبِ فقہ وغیرہ کو شامل کر کے اسلام مکمل ہوتا ہے یا صرف قرآن اس باب میں کفایت کرتا ہے؟"

آپ نے فرمایا: "یہ چیزیں تاریخ اور معاملات پر مشتمل ہیں۔ ان کی بھی ضرورت ہے۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کن ضروریات کے ماتحت وضع کی گئیں۔ لیکن نفسِ اسلام، قرآن مجید میں بکمال و تمام آچکا ہے۔ خدائے تعالیٰ کا منشا دریافت کرنے کے لیے ہمیں قرآن سے باہر

جانے کی ضرورت نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "

۱۴-اپریل ۱۹۳۵ء ۔ میں نے حیات بعد الممات سے متعلق استفسار کیا۔ آپ نے فرمایا:

"حیاتِ اُخروی انسان کے ذوقِ حیات کی شدت پر منحصر ہے ۔ جس قدر کسی شخص میں ذوقِ زندگی زیادہ ہوگا، اتنا ہی اس کا زمانۂ برزخ کم ہوگا۔ شہدا کا ذوقِ زندگی بہت بڑھا ہوا ہے اس لیے ان کے لیے کوئی برزخ نہیں ۔ اِس زندگی سے آنکھ بند کرتے ہی ان کے لیے دوسری زندگی کا دروازہ کُھل جاتا ہے "۔

میں نے عرض کیا: "عام مومنین کے لیے بھی برزخ کا کہیں ذکر نہیں "!

فرمایا: "اس کا سبب بھی ذوقِ حیات ہے ۔ میں نے اس خیال کو اپنے ایک شعر میں بھی ظاہر کیا ہے:

جانے کہ بخشند دیگر نگیرند
انساں بمیرد از بے یقینی

اس کے بعد سلسلۂ گفتگو دوسری جانب مڑ گیا۔ آپ نے فرمایا:

"یورپ سے آتے ہوئے ایک صبح جہاز میں مَیں قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا۔ میرے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا آگئی:

وَارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ

خدایا، حرمِ کعبہ کے اہالی کو پھلوں سے رزق عنایت فرما۔ (۲: ۱۲۶)

اس سے میری طبیعت بے حد متاثر ہوئی ۔ اس دعا کو زبان سے نکلے ہوئے چار ہزار سال گزر گئے ۔ اس کی مقبولیت ایک بدیہی حقیقت بن گئی ہے ۔ تمام اسلامی ممالک ایران، عراق، شام، افغانستان، بیروت، ترکی وغیرہ جو حرمِ کعبہ سے روحانی تعلق رکھتے ہیں پھلوں کے رزق سے معمور ہیں اور غیر اسلامی دنیا یورپ، امریکہ وغیرہ اس نعمتِ خداوندی سے محروم ۔ سبحان اللہ!"

۱۶۔ جنوری ۱۹۳۸ء، تین بجے بعد دوپہر، بمقام جاوید منزل، تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ ملاقات رہی۔ دورانِ گفتگو آپ نے فرمایا:

"علم کے چار ذریعے ہیں اور قرآن مجید نے ان چاروں کی طرف واضح رہنمائی کی ہے۔ مسلمانوں نے ان کی تدوین کی اور دنیائے جدید اس باب میں ہمیشہ مسلمانوں کی منت کش رہے گی۔ پہلا ذریعہ وحی ہے اور وہ ختم ہو چکا۔ دوسرا ذریعہ آثارِ قدیم اور تاریخ ہے جس پر آیاتِ قرآنی متوجہ کر رہی ہیں۔ 'سیروا فی الارض' اس آیت نے علمِ آثار کی بنیاد رکھ دی جس پر مسلم مصنفین نے عالیشان قصر تعمیر کیے۔ ذکرھم بایام اللہ یہ آیتِ مجیدہ تاریخ کا ابتدائی نقطہ ہے جس نے ابنِ خلدون جیسے باکمال محقق پیدا کیے۔ علم کا تیسرا ذریعہ علم النفس ہے جس کا آغاز 'وفی انفسکم افلا تبصرون' سے ہوتا ہے۔ اس کو حضرت جنیدؒ اور ان کے رفقائے اتباع نے کمال تک پہنچایا۔ آخری ذریعہ صحیفۂ فطرت ہے جس پر قرآن مجید کی بےشمار آیات دلالت کر رہی ہیں۔ مثلاً والی الارض کیف سطحت اس علم پر علمائے اندلس نے بہت توجہ مبذول کی۔"

آیاتِ متشابہات، فصلت آیاتہ، راسخون فی العلم وغیرہ آیات کی تطبیق پر حضرت علامہ کی تقریر جو میں پہلے نقل کر آیا ہوں، اسی صحبت میں ہوئی تھی۔ اس تمام تشریحِ علوم، تفصیلِ آیات اور مساعیِ علمائے کرام کا ذکر کرنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ:

"موجودہ دنیا اپنے تمام علم و تہذیب اور صنائع و بدائع سمیت مسلمانوں کی 'مخلوق' ہے۔"

میں نے اس لفظ پر ذرا اظہارِ تعجب کیا۔ آپ نے فرمایا:

"حقیقی خالق بےشک اللہ تعالیٰ ہے لیکن اس کے علاوہ بھی خالق ہو سکتے ہیں جیسا کہ آیۂ احسن الخالقین (سورۂ والتین) سے ظاہر ہے (خدائے پاک تمام دوسرے خالقوں سے احسن ہے)۔

اس کے بعد فرمایا: "قرآن سے پہلے کسی ارضی و سماوی کتاب نے انسان کو اس بلند

مقام پر نہیں پہنچا یا جس کی قرآن نے اطلاع دی۔ یہ نفظ تم قرآن کے سوا کہیں نہ دیکھو گے۔ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۔ آج تک تم جن ارضی و سماوی، مہیب یا مفید ہستیوں کو اپنا معبود سمجھتے رہے ہو وہ سب اور دیگر تمام کائنات تمہاری خدمت کے لیے خلق کی گئی ہے۔ توحید کا یہ مرتبۂ اعلیٰ، ماسوا سے بے پروا کر دینے والا، یہ انسانی خودی کا حقیقی عرفان، قرآن سے پہلے کہیں نظر نہیں آتا۔"[۳۱]

محمد حسین عرشی آگے چل کر لکھتے ہیں:

"ایک دفعہ اسلام یا مسلم کی تعریف میں ایک بلیغ و عمیق تقریر فرمائی جس کو میں مشکل سمجھ سکا۔ اس وقت کا دھندلا سا اجمال دماغ میں موجود ہے۔ کچھ ایسا مفہوم تھا کہ انسان صحیح معنوں میں مسلم اس وقت ہوتا ہے جب قرآن کے فرمائے ہوئے اوامر و نواہی اس کی اپنی خواہش بن جائیں، یعنی وہ یہ نہ سمجھے کہ میں کسی حاکم یا آقا کے حکم و تسلط کے ماتحت فضائلِ اخلاق و عبادات پر کاربند اور ذمائم و قبائحِ نفس سے مجتنب ہوں، بلکہ یہ چیزیں اس کی اپنی تمنا بن کر اس کے عمقِ روح سے اچھلیں۔ قرآن اس کے حق میں ایک تلخ اور شافی دوا نہ رہے بلکہ ایک لذیذ اور زندگی بخش غذا بن جائے۔ منشائے الٰہی اور فطرتِ انسانی میں مغائرت نہ رہے۔ یہی مطلب ہے فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا کا ——— اس پر تاریخ سے بعض مثالیں بھی دیں جو میں اب بالکل بھول گیا ہوں۔"[۳۲]

اسی کتاب "ملفوظاتِ اقبال" میں سید الطاف حسین کے مضمون میں ہے:

"فرمایا: قرآن نے کئی قسم کی جنتیں بیان کی ہیں۔ بعض مادی ہیں اور بعض روحانی۔ مادی جنتوں کے بیان سے تو آپ واقف ہی ہوں گے، مگر بعض مقامات پر روحانی جنتوں کا بھی ذکر ہے۔"

میں نے عرض کیا: "قرآن نے روحانی جنت کی تعریف کس طرح کی ہے؟"

فرمایا: لَا لَغْوٌ فِيهَا وَلَا تَأْثِيمٌ (۵۲ : ۲۳)[۳۳]

قرآن پاک سے متعلق دیگر مسائل پر بھی علامہ اقبال کے نظریات کا مطالعہ حسب ذیل واقعات سے کیا جا سکتا ہے:

قرآن اور دیگر مسائل

خواجہ عبدالحمید اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

"گول میز کانفرنس کے سلسلے میں انگلستان میں ڈاکٹر (اقبال) صاحب کو اکابر اور فضلاء سے تبادلۂ خیال کا موقع ملا۔ ایک بزرگ نے عیسائی پادریوں کا مشہور اور بھونڈا اعتراض اسلام کے خلاف دہرایا اور پوچھا: "کیا یہ سچ ہے کہ اسلام کا عقیدہ ہے کہ عورت کے روح نہیں ہوتی؟"

ڈاکٹر صاحب نے پوچھا: "کیا روح سے آپ کی مراد وہی شے ہے جو آپ لوگوں کے خیال میں جسم سے بالکل علیحدہ اور مختلف ہوتی ہے؟"

معترض صاحب نے کہا: "جی ہاں"۔

انھوں نے جواب دیا: "تو پھر صاحب، اسلام کے مطابق عورت کیا، مرد میں بھی روح نہیں ہے"۔

اس دقیق اور لطیف جواب کو سمجھنے کے لیے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنے فلسفیانہ مضامین میں اس نظریے پر بہت زور دیا ہے کہ روح اور جسم کی تقسیم قرآنی تعلیم کے بالکل خلاف ہے اور یہ پرانے مذاہب اور فلاسفہ کی غلط تعلیم کا نتیجہ ہے۔ قرآن کے مطابق انسان ایک فرد ہے جس میں روحانی اور جسمانی خاصیتیں موجود ہیں۔ لیکن روح اور جسم دو الگ الگ چیزیں موجود نہیں جن سے وہ بنا ہے۔ یہ روح اور جسم کی ہی غلط تقسیم ہے جس کی وجہ سے بیسیوں ناقابلِ حل مسئلے فلسفۂ مذہب میں پیدا ہو چکے ہیں۔ اسلام انسان کو ایک زندہ شخصیت (Spiritual and organic being) تصور کرتا ہے اور یہ تصور قرآن میں نہ صرف اسی ارضی

زندگی کے لیے استعمال ہوتا ہے بلکہ حشر اور حیات بعد الموت کے لیے بھی قائم رہتا ہے۔ چنانچہ حیات بعد الموت میں انسان کے لیے جو جزا اور سزا مقرر ہے جس کا ذکر قرآن میں بار بار آتا ہے، وہ روحانی بھی ہے اور جسمانی بھی۔ ڈاکٹر صاحب نے مندرجہ بالا جواب میں اس مسئلے کو واضح کیا ہے کہ اسلام کے مطابق روح جسم سے کوئی علیحدہ شے نہیں، اس لیے نہ وہ عورت میں پائی جاتی ہے اور نہ مرد میں۔"[۲۴] اسی مضمون میں خواجہ عبدالحمید آگے چل کر لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر صاحب کو سفرِ ہسپانیہ میں معلوم ہوا کہ اس ملک میں قومیت اور وطنیت کی ایک نئی لہر دوڑ رہی تھی۔ ملک میں ایسے نوجوان اور فضلا نکل آئے تھے جو ہفت صد سالہ اسلامی حکومت ہسپانیہ کے کارناموں کو فخریہ بیان کرتے تھے اور اس دور کو اندلس کا بہترین زمانہ کہہ کر یاد کرتے تھے۔

اس تحریک کا نتیجہ تھا کہ مسجدِ قرطبہ کو کیتھولک چرچ کے مختلف فرقوں سے چھین لیا گیا حالانکہ کئی سو سال سے ان فرقوں نے مسجد کے مختلف حصوں میں اپنی عبادت گاہیں بنالی تھیں۔ وطنیت کی اس تحریک کا چونکہ مذہب سے کوئی تعلق نہ تھا اس لیے مسجد کو محکمۂ آثارِ قدیمہ کے حوالے کر دیا گیا۔ اس ضمن میں ڈاکٹر صاحب نے حکمتِ الٰہی کی ایک دلپذیر مثال یہ سنائی کہ مسلمانوں کے اخراج کے بعد جب مسجدِ قرطبہ (جو تعمیری جمالیات کے لحاظ سے دنیا کی نادر عمارتوں میں سے ہے) عیسائی راہبوں کے قبضے میں آئی تو انھوں نے آیاتِ قرآنی پر، جو سنہرے حروف میں مسجد کی دیواروں اور محرابوں پر لکھی ہوئی تھیں، پلستر کرادیا۔ آج قریباً پانچ چھ سو سال کے بعد جب وہ پلستر محکمۂ آثارِ قدیمہ کے حکم سے اکھاڑا جاتا ہے تو وہی نقوش اپنی پرانی شان میں دنیا کے سامنے آتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا یہ فقرہ میرے ذہن میں نقش ہے کہ:

"مسجد اور اس کے نقوش کو دیکھ کر جو لذت قرآن اور اسلام کے مفہوم کے

متعلق میں نے حاصل کی، وہ بیسیوں تفسیروں سے حاصل نہ کر سکا"۔[۲۵]
اوپر گول میز کانفرنس کے سلسلے میں مختلف لوگوں سے تبادلۂ خیال کا ذکر آچکا ہے۔ ایک واقعہ قاضی محمد ظریف نے بھی نقل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"علامہ اقبال نے گول میز کانفرنس سے واپسی پر فرانس کے مشہور فلسفی برگسان سے ملاقات کی۔ اُسے گنٹھیا کی شکایت تھی، اس لیے پہیوں والی کرسی پر بیٹھا تھا اور نوکر اُس کی کرسی کو ضرورت کے وقت اِدھر اُدھر لے جاتا تھا۔ زمان کے متعلق بات چیت ہوئی تو علامہ نے برگسان کو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی:

لا تسبوا الدھر فانّ الدھر ھو اللّٰہ ۔

زمانے کو بُرا نہ کہو۔ بے شک اللہ ہی زمانہ ہے۔

وہ سن کر بے اختیار کرسی سے اچھل پڑا اور ڈاکٹر صاحب سے پوچھنے لگا کہ کیا یہ سچ ہے؟"[۲۶]

ڈاکٹر رضی الدین صدیقی لکھتے ہیں:

"نظریۂ اضافیت اور کوانٹم نظریے نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ کائنات کی ہر شے میں دُوئی پائی جاتی ہے۔ ایک ہی شے کہیں ذرّے کے خواص کا اظہار کرتی ہے اور کہیں موج کے خواص کا۔ مادہ اور توانائی میں کوئی اساسی اختلاف نہیں ہے۔ اس جدید انکشاف نے مادّیت کا خاتمہ کر دیا ہے۔ مادہ پرستوں اور دہریوں کا خدا ہی کی ہستی کے خلاف یہ استدلال تھا کہ ایک غیر مادّی خالق مادّی اشیا کو کس طرح پیدا کر سکتا ہے۔ لیکن اب ہم جانتے ہیں کہ مادہ اور توانائی میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے:

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

خدا آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے (النور: ۳۵)

نظریۂ اضافیت کے اس فلسفیانہ پہلو کی قدر و قیمت اقبال خوب جانتے تھے۔ چنانچہ وہ خطبات (صـ۵۲) میں فرماتے ہیں:

"..... اس طرح ہمیں معلوم ہو گیا کہ قدیم طبیعیات کی مادیت کا سرے سے وجود ہی نہیں۔ نظریۂ اضافیت نیچر کی واقعیت کو معدوم نہیں کرتا بلکہ مادے کے متعلق اس تصور کا خاتمہ کرتا ہے کہ مادہ نیچر میں خود بخود پھیلا پڑا ہے۔ اسی تصور نے قدیم طبیعیات کو مادیت کے غار میں دھکیلا تھا۔ جدید اضافیتی طبیعیات میں مادہ کوئی پائدار شے نہیں ہے جس کی خاصیتیں بدل جائیں بلکہ یہ محض ایک باہمی تعلق رکھنے والے واقعات کے نظام کا نام ہے۔"

انہی خطبات میں ایک اور جگہ (صـ۴۷) اقبال لکھتے ہیں:

"آئن سٹائن نے مادیت پر کاری ضرب لگائی ہے اور اس کے انکشاف نے انسانی خیالات میں ایک وسیع الاثر انقلاب کی بنیادیں رکھی ہیں۔" [۲۷]

کسی معترض نے پروفیسر ظفر احمد صدیقی سے کہا تھا کہ اقبال اس دورِ ترقی میں جنگ کے حامی ہیں۔ علامہ اقبال نے اس کے متعلق پروفیسر موصوف کو یوں لکھا:

"میں جنگ کا حامی نہیں ہوں اور نہ کوئی مسلمان شریعت کے حدودِ معینہ کے ہوتے ہوئے اس کا حامی ہو سکتا ہے۔ قرآن کی تعلیم کی رو سے جہاد یا جنگ کی دو صورتیں ہیں ــــــ محافظانہ اور مصلحانہ ــــــ پہلی صورت میں یعنی اس صورت میں جب کہ مسلمانوں پر ظلم کیا جائے اور ان کو گھروں سے نکالا جائے، مسلمان کو تلوار اٹھانے کی اجازت ہے (نہ کہ حکم)۔ دوسری صورت میں جس میں جہاد کا حکم ہے ۹/ ۲۹ میں بیان ہوئی ہے۔ ان آیات کو غور سے پڑھیے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ وہ چیز جس کو سیموئیل ہور جمعیتِ اقوام کے اجلاس میں Collective Security کہتا ہے، قرآن نے اس کا

اصول کس سادگی اور فصاحت سے بیان کیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جمعیتِ اقوام کی تاریخ یہی ثابت کرتی ہے کہ جب تک اقوام کی خودی قانونِ الٰہی کی پابند نہ ہو، امنِ عالم کی کوئی سبیل نہیں نکل سکتی۔

جنگ کی مندرجہ بالا دو صورتوں کے سوا میں اور کسی جنگ کو نہیں جانتا۔ جوع الارض کی تسکین کے لیے جنگ کرنا حرام ہے ۔ علیٰ ہذا، دین کی اشاعت کے لیے تلوار بھی اٹھانا حرام ہے "۔ [۲۸]

خطبۂ صدارت مسلم کانفرنس منعقدہ لاہور ۱۹۳۲ء میں فرمایا تھا:

"میں یورپ کے پیش کردہ نیشنلزم کے خلاف ہوں، اس لیے کہ مجھے اس تحریک میں مادیت اور الحاد کے جراثیم نظر آرہے ہیں، اور یہ جراثیم میرے نزدیک دورِ حاضر کی انسانیت کے لیے شدید ترین خطرات کا سرچشمہ ہیں۔ اگرچہ حبِ وطن ایک فطری امر ہے، اور اس لیے انسان کی اخلاقی زندگی کا ایک جُز ہے لیکن جو شے سب سے زیادہ ضروری ہے، وہ انسان کا مذہب، اس کا کلچر اور اس کی ملی روایات ہیں۔ یہی وہ چیزیں ہیں جن کے لیے انسانوں کو زندہ رہنا چاہیے اور جن کی خاطر انہیں اپنی جان قربان کرنی چاہیے۔ وہ خطہ زمین جس میں وہ رہتا ہے اور جس کے ساتھ عارضی طور پر اس کی روح وابستہ ہوتی ہے، اس لائق نہیں کہ اسے خدا اور مذہب سے برتر قرار دیا جائے "۔ [۲۹]

آل انڈیا ریڈیو (لاہور) کی استدعا پر یکم جنوری ۱۹۳۸ء کو سالِ نو کے موقع پر یہ پیغام دیا تھا:

"آج زمان و مکاں کی پہنائیاں سمٹ رہی ہیں اور انسان نے فطرت کے اسرار کی نقاب کشائی اور تسخیر میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کی ہے، لیکن اس تمام ترقی کے باوجود استبداد نے جمہوریت، قومیت، اشتراکیت اور فسطائیت اور

نہ جانے کیا کیا نقاب اوڑھ رکھے ہیں۔ ان نقابوں کی آڑ میں دنیا بھر میں قدرِ حریت اور شرفِ انسانیت کی ایسی مٹی پلید ہو رہی ہے کہ تاریخِ عالم کا کوئی تاریک سے تاریک صفحہ بھی اس کی مثال پیش نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔

وحدت صرف ایک ہی معتبر ہے اور وہ بنی نوع انسان کی وحدت ہے جو نسل و زبان و رنگ سے بالاتر ہے۔ جب تک اس نام نہاد جمہوریت، اس ناپاک قوم پرستی اور اس ذلیل ملوکیت کی لعنتوں کو پاش پاش نہ کر دیا جائے گا، جب تک انسان اپنے عمل کے اعتبار سے الخلق عیال اللہ کے اصول کا قائل نہ ہو جائے گا اور جب تک جغرافیائی وطن پرستی اور رنگ و نسل کے اعتبارات کو نہ مٹایا جائے گا، اس وقت تک انسان اس دنیا میں فلاح و سعادت کی زندگی بسر نہ کر سکے گا اور اخوت، حریت اور مساوات کے شاندار الفاظ شرمندۂ معنی نہ ہوں گے۔"[۱۳]

مارچ ۱۹۳۸ میں انھوں نے اپنے ایک مضمون میں لکھا تھا:

"قدیم الایام سے اقوام اوطان کی طرف اور اوطان اقوام کی طرف منسوب ہوتے چلے آتے ہیں۔ ہم سب ہندی ہیں اور ہندی کہلاتے ہیں کیونکہ ہم سب کرۂ ارضی کے اس حصے میں بود و باش رکھتے ہیں جو ہند کے نام سے موسوم ہے۔۔۔۔ وطن محض ایک جغرافیائی اصطلاح ہے اور اس حیثیت سے اسلام سے متصادم نہیں ہوتا۔ ان معنوں میں ہر انسان فطری طور پر اپنے جنم بھوم سے محبت رکھتا ہے اور بقدر اپنی بساط کے اس کے لیے قربانی کرنے کو تیار رہتا ہے۔ مگر زمانۂ حال کے سیاسی لٹریچر میں وطن کا مفہوم محض جغرافیائی نہیں بلکہ وطن ایک اصول ہے ہیئتِ اجتماعیہ انسانیہ کا اور اسی اعتبار سے ایک سیاسی تصور ہے۔ چونکہ اسلام بھی ایک ہیئتِ اجتماعیہ انسانیہ

کا قانون ہے اس لیے جب لفظ وطن کو ایک تصور کے طور پر استعمال کیا جائے تو وہ اسلام سے متصادم ہوتا ہے۔"

یہاں بے محل نہ ہوگا اگر ہم قرآن سے متعلق علامہ اقبال کے نظریات کا مزید ذکر کریں۔ "تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ" یعنی علامہ اقبال کے انگریزی خطبے جو مدراس، حیدرآباد اور علی گڑھ میں دیئے گئے، جناب سید نذیر حسین کی کوشش سے اردو میں منتقل ہو چکے ہیں۔ ان خطبات کے دیباچے میں علامہ اقبال فرماتے ہیں:

"قرآن پاک کا رجحان زیادہ تر اس طرف ہے کہ 'فکر' کے بجائے 'عمل' پر زور دیا جائے۔ یوں بھی بعض طبائع میں قدرتاً یہ صلاحیت نہیں ہوتی کہ واردات باطن کی اس مخصوص نوع کو جو مذہب کے لیے ایمان و یقین کا آخری سہارا ہے ویسے ہی اپنے تجربے میں لائیں جیسے زندگی کے دوسرے احوال اور اس کائنات کو جسے ہم اپنے آپ سے بیگانہ پاتے ہیں اپنے اندر جذب کریں۔ رہا عہدِ حاضر کا انسان سو اُسے محسوس یعنی اس قسم کے فکر کی عادت ہو گئی ہے جس کا تعلق اشیا اور حوادث کی دنیا سے ہے اور یہ وہ عادت ہے جس کی اسلام نے اور نہیں تو اپنے تہذیبی نشوونما کے ابتدائی دور میں حمایت کی۔ لہٰذا وہ ان واردات کا اور بھی اہل نہیں رہا بلکہ انھیں شک و شبے کی نظر سے دیکھتا ہے کیونکہ ان میں وہم والتباس کی پوری پوری گنجائش ہے۔ صحیح قسم کے سلسلہ ہائے تصوف نے تو بے شک ہم مسلمانوں میں مذہبی احوال و واردات کی تشکیل اور راہنمائی میں بڑی قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں لیکن آگے چل کر ان کی نمائندگی جن حضرات کے حصے میں آئی وہ عصرِ حاضر کے ذہن سے بالکل بے خبر ہیں اور اس لیے وہ موجودہ دنیا کے افکار و تجربات سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکے۔ وہ آج بھی انہی طریقوں سے کام لے رہے ہیں جو اُن لوگوں کے لیے وضع کیے گئے تھے جن کا

تہذیبی مطمحِ نظر بعض اہم پہلوؤں کے لحاظ سے ہمارے مطمحِ نظر سے بڑا مختلف تھا۔ قرآنِ پاک کا ارشاد ہے:

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ (لقمان: ۲۸:۳۱)

اس آیت کا اشارہ جس حیاتی وحدت کی طرف ہے اگر آج اُسے تجربے میں لایا جائے تو کسی ایسے منہاج کی ضرورت ہوگی جو عضویاتی اعتبار سے تو زیادہ سخت یعنی شدید بدنی ریاضت کا طالب نہ ہو مگر نفسیاتی اعتبار سے اس ذہن کے قریب تر ہو جو گویا محسوس کا خوگر ہو چکا ہے تاکہ وہ اسے آسانی سے قبول کرلے۔ لیکن پھر جب تک ایسا کوئی منہاج متشکل نہیں ہو جاتا یہ مطالبہ کیا غلط ہے کہ مذہب کی بدولت ہمیں جس قسم کا علم حاصل ہوتا ہے اسے سائنس کی زبان میں سمجھا جائے چنانچہ یہی مطالبہ ہے جسے ان خطبات میں۔۔۔۔ میں نے اسلامی روایاتِ فکر علیٰ ہٰذا ان ترقیات کا لحاظ رکھتے ہوئے جو علم انسانی کے مختلف شعبوں میں حال ہی میں رونما ہوئی ہیں الٰہیاتِ اسلامیہ کی تشکیلِ جدید سے ایک حد تک پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ یوں بھی یہ وقت اس طرح کے کسی کام کے لیے بڑا مساعد ہے۔ قدیم طبیعیات نے خود ہی اپنی بنیادوں کی تنقید کرنا شروع کر دی ہے۔ لہٰذا جس قسم کی مادیت ابتدا ًاس کے لیے ناگزیر تھی بڑی تیزی سے ناپید ہو رہی ہے اور وہ دن دور نہیں کہ مذہب اور سائنس میں ایسی ایسی ہم آہنگیوں کا انکشاف ہو جو سرِ دست ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ بایں ہمہ یاد رکھنا چاہیے کہ فلسفیانہ غور و فکر میں قطعیت کوئی چیز نہیں۔ جیسے جیسے جہانِ علم میں ہمارا قدم آگے بڑھتا ہے اور فکر کے لیے نئے نئے راستے کھل جاتے ہیں کتنے ہی اور (اور شاید ان نظریوں سے جو ان خطبات میں پیش کیے گئے ہیں، زیادہ بہتر) نظریے ہمارے سامنے آتے جائیں گے۔ ہمارا فرض بہر حال یہ ہے کہ فکرِ انسانی

کے نشوونما پر احتیاط سے نظر رکھیں اور اس باب میں آزادی کے ساتھ نقد و تنقید سے کام لیتے رہیں۔"

علامہ اقبال کے ان سات انگریزی خطبات کا مکمل اردو ترجمہ جناب سید نذیر نیازی نے کیا ہے اور جناب ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم نے ان خطبات کا خلاصہ اپنی کتاب "فکرِ اقبال" میں دیا ہے۔ ان کے عنوانات یہ ہیں:

(۱) علم اور روحانی حال و وجدان

(۲) مذہبی وجدان کی فلسفیانہ جانچ

(۳) تصورِ باری تعالیٰ اور دعا کا مفہوم

(۴) نفسِ انسانی۔ مسئلہ اختیار و بقا

(۵) اسلامی ثقافت کی روح

(۶) اسلام کی تعمیر میں اصولِ حرکت

(۷) روحانی وجدان کی حقیقت کا امکان

علامہ لکھتے ہیں:

"ان لیکچروں (خطبات) کے مخاطب زیادہ تر وہ مسلمان ہیں جو مغربی فلسفے سے متاثر ہیں اور اس بات کے خواہشمند ہیں کہ فلسفہ اسلام کو فلسفہ جدید کے الفاظ میں بیان کیا جائے۔ اور اگر پرانے تخیلات میں خامیاں ہیں تو ان کو رفع کیا جائے۔ میرا کام زیادہ تر تعمیری ہے اور اس تعمیر میں میں نے فلسفۂ اسلام کی بہترین روایات کو ملحوظِ خاطر رکھا ہے مگر میں خیال کرتا ہوں کہ اردو خواں دنیا کو شاید ان سے فائدہ نہ پہنچے کیونکہ بہت سی باتوں کا علم میں نے فرض کر لیا ہے کہ پڑھنے والے یا سننے والے کو پہلے سے حاصل ہے۔" [۴۲]

یہاں بطور ضمیمہ علامہ اقبال کے پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالے کا ذکر خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ علامہ

نے پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری کے لیے میونک یونیورسٹی (جرمنی) میں اپنا انگریزی مقالہ[۴۲] The Development of Metaphysics in Persia. پیش کیا تھا۔اس کا ترجمہ جناب میر حسن الدین صاحب نے حیدر آباد دکن سے ۱۹۳۶ء میں شائع کیا تھا۔اس مقالے میں چھ ابواب ہیں:

① فلسفۂ ایران ـــــ اسلام سے قبل

② یونانی ثنویت

③ اسلام میں عقلیت کا عروج و زوال

④ تصوریت اور حقیقت

⑤ تصوف

⑥ ما بعد کا ایرانی تفکر

باب پنجم میں الجیلی کے سلسلے میں علامہ اقبال نے انسانِ کامل سے متعلق بھی بحث کی ہے۔ "مکاتیبِ اقبال حصہ اول" کے آخر میں ڈاکٹر نکلسن کے نام جو مکتوب "سخت کوشی" سے متعلق ہے اس میں لکھتے ہیں:

"وہ (معترض) انسانِ کامل کے متعلق میرے تخیل کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکا۔یہی وجہ ہے کہ اس نے خلطِ مبحث کر کے میرے انسانِ کامل اور جرمن مفکر (نیٹشے) کے فوق الانسان کو ایک ہی چیز فرض کر لیا ہے۔میں نے آج سے تقریباً بیس سال قبل (۱۹۰۷ء میں) انسانِ کامل کے متصوفانہ عقیدے پر قلم اٹھایا تھا۔اور یہ وہ زمانہ ہے جب نہ تو نیٹشے کے عقائد کا غلغلہ میرے کانوں تک پہنچا تھا نہ اس کی کتابیں میری نظروں سے گزری تھیں۔یہ مضمون "انڈین اینٹی کیوری" میں شائع ہوا۔جب ۱۹۰۸ء میں میں نے "ایرانی الٰہیات" پر ایک کتاب لکھی تو اس کتاب میں اس کو شامل کر لیا گیا۔"

یہ کتاب (ایرانی الہیات) وہی ہے جو میونک یونیورسٹی میں پی۔ ایچ۔ڈی کی ڈگری کیلیے پیش کی گئی تھی۔

یہ مقالہ گوکہ شروع میں لکھا گیا تھا لیکن اس کا ذکر ضروری تھا کیونکہ علامہ اقبال کے ذہنی ارتقا کی بنیاد یہیں قائم ہوئی تھی۔



حواشی

۱۔ رسالہ "صحیفہ" لاہور، بابت اکتوبر ۱۹۷۳ء ص ۱۲۷

۲۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم سے علامہ اقبال کے عشق کی تفصیل کے لیے الگ کتاب کی ضرورت ہے۔ چند اشعار یہاں بھی ملاحظہ فرمایئں ؎

در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰؐ است — آبروئے ما ز نامِ مصطفیٰؐ است

قوّتِ قلب و جگر گردد نبیؐ — از خدا محبوب تر گردد نبیؐ

چوں بنامِ مصطفےٰؐ خوانم درود — از خجالت آب می گردد وجود

در جہانِ ذکر و فکرِ انس و جاں — تو صلوٰتِ صبح، تو بانگِ اذاں

مکاتیبِ اقبال بھی دیکھیں (۱/۳۴۹)۔ رسالہ "اسلامی تعلیم" (لاہور، مارچ تا جون ۱۹۷۴ء) کے صہ۶ میں ایک غیر مطبوعہ نعت شائع ہوئی ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎

اے کہ بر دلہا رموزِ عشق آساں کردہ ای
سینہ ہا را از تجلّی یوسفستاں کردہ ای

۳۔ "رموزِ بے خودی"

۴۔ جاوید نامہ

۵۔ ارمغانِ حجاز

۶۔ ایضاً

۷۔ اقبال کے پیغام کا متن اور شرح، رسالہ "جوہر" (جامعہ ملیہ دہلی) کا "اقبال نمبر" جوہرِ اقبال، دسمبر ۱۹۳۸ء۔ ص ۱۹ - ۲۱

۸۔ رسالہ "اقبال" (لاہور، بابت اکتوبر ۱۹۷۲ء تا جنوری ۱۹۷۳ء) ص ۴۹

۹۔ بحوالہ رسالہ "فکر و نظر" (اسلام آباد، اگست ۱۹۷۶ء) ص ۱۱۹

۱۰۔ حکیم محمد حسن قرشی کے بیان سے لے کر یہاں تک پروفیسر محمد طاہر فاروقی کی کتاب "سیرتِ اقبال" (لاہور ۱۹۶۶ء) ص ۹۹۔ ۱۰۰ سے لیا گیا ہے۔

امام احمد بن حنبل نے خواب میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ دیکھا۔ عرض کیا کہ تجھ تک پہنچنے کا اقرب طریقہ کیا ہے؟ جواب ملا کہ قرآن پڑھا کرو۔ پھر عرض کیا کہ سمجھ کر پڑھا جائے یا بغیر سمجھے بھی؟ جواب ملا کہ دونوں طرح۔

۱۱۔ چراغ حسن حسرت، مرتب "اقبال نامہ" (تاج کمپنی لاہور، ت۔ن) ص ۱۸

۱۲۔ رسالہ "صحیفہ" (اکتوبر ۱۹۷۳ء)

۱۳۔ شیخ عطاء اللہ، مرتب "اقبال نامہ" (مکاتیبِ اقبال)

۱۴۔ ایضاً، ۱/۴۴

۱۵۔ علامہ اقبال ایک خطبے میں بھی فرماتے ہیں:

"مجھے رہ رہ کر یہ رنج دہ تجربہ ہوا ہے کہ مسلمان طالب علم جو اپنی قوم کے عمرانی، اخلاقی اور سیاسی تصورات سے نابلد ہے، روحانی طور پر بمنزلہ ایک بے جان لاش کے ہے۔ اور اگر موجودہ صورت حال بیس سال تک اور قائم رہی تو وہ اسلامی روح جو قدیم اسلامی تہذیب کے چند علم برداروں کے فرسودہ قالب میں ابھی تک زندہ ہے، ہماری جماعت کے جسم سے بالکل ہی نکل جائے گی۔ وہ لوگ جنھوں نے تعلیم کا یہ اصل الاصول قائم کیا تھا کہ ہر مسلمان بچے کی تعلیم کا آغاز کلام مجید کی تعلیم سے ہونا چاہیے، وہ ہمارے مقابلے میں ہماری قوم کی ماہیت و نوعیت سے بہت زیادہ واقف تھے" ـــــ مکاتیبِ اقبال (۲/۲۲۳) میں بھی دینیاتی افکار کی توسیع پر زور دیا ہے۔

۱۶۔ محمود نظامی، مرتب "ملفوظاتِ اقبال" (لاہور ۱۹۴۹ء) کے صفحہ ۵۰ میں یہ مضمون محمد حسین عرشی کا ہے۔

۱۷۔ اقبال کامل (لاہور، ۱۹۶۷ء) صفحہ ۶۷ بحوالہ 'البیان' دسمبر ۱۹۳۹ء

۱۸۔ اقبال کامل، ص ۶۸ ۱۹۔ ایضاً ص ۹۵۔ ۹۶

۲۰۔ روزگارِ فقیر (لاہور ۱۹۶۶ء) ۱/۲۰-۲۱۔ اسی کتاب کے صـ۲۲ میں ہے :
"(علامہ اقبال نے کہا) مشہور جرمن شاعر گوئٹے کے متعلق ایک کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ جب اُس نے جرمن زبان میں قرآن حکیم کا ترجمہ پڑھا تو اس نے اپنے بعض دوستوں سے کہا کہ میں یہ کتاب پڑھتا ہوں تو میری روح میرے جسم میں کانپنے لگتی ہے"۔

۲۱۔ ایضاً ۱/۸۰-۸۱

۲۲۔ ایضاً ۱/۹۲-۹۳

۲۳۔ ایضاً ۱/۱۶۹

۲۴۔ ایضاً ص ۱۸۳

۲۵۔ ایضاً ۲/۱۰۰-۱۰۱

۲۶۔ ایضاً ۲/۱۰۱-۱۰۲

۲۷۔ ایضاً ۲/۱۵۵

۲۸۔ ایضاً ۲/۱۷۷۔ ان فوائد کے سلسلے میں "اسرارِ خودی" سے متعلق پروفیسر نکلسن کی رائے بھی یاد آتی ہے کہ "یہ مثنوی زبردست آواز ہے جو مسلمانوں کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور قرآن کی طرف بلاتی ہے"۔ (ایضاً ۲/۱۶۷)

۲۹۔ محمود نظامی، مرتب "ملفوظاتِ اقبال" ص ۴۴-۵۲

۳۰۔ اس آیت میں یہ الفاظ نہیں ہیں بلکہ یہ ہیں :

وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِمَا یَفْعَلُوْنَ (سورۃ النور : آیت ۴۱)

۳۱۔ محمود نظامی، مرتب "ملفوظاتِ اقبال"، ص ۵۵-۶۴

۳۲۔ ایضاً ص ۷۰

۳۳۔ ایضاً ص ۲۴۷۔ تیسرے انگریزی خطبے میں بھی اس پہ بحث ہے۔

۲۴۔ "آثارِ اقبال" (حیدر آباد۔ دکن ۱۹۴۶ء) ص ۷۲-۷۳

۲۵۔ ایضاً ص ۷۷

۲۶۔ "اقبال، قرآن کی روشنی میں"۔ لاہور ۱۹۵۵ء۔ ص ۲۵۱، ۲۵۲، حاشیے۔
مکاتیبِ اقبال (۱/ ۷۳ - ۱۸۵) میں بھی اس حدیث کا ذکر ہے۔

۲۷۔ اقبال کا تصوّرِ زمان ومکان (لاہور ۱۹۷۳ء) ص ۱۱۸-۱۱۹

۲۸۔ مکاتیبِ اقبال، حصہ اوّل، مکتوب نمبر ۱۰۳۔ لیکن خواجہ عبدالوحید نے اپنے مضمون، (ملفوظاتِ اقبال، ص ۲۱۱-۲۱۲) میں لکھا ہے:

"آپ (اقبال) نے یہ بھی فرمایا کہ قرآن میں مسلمانوں کو جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا گیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اشاعت حق کے پیچھے شمشیر کی حمایت ہونی چاہیے۔ اس لیے کہ بغیر طاقت کے امر ونہی کیسے ممکن ہو سکتی ہے؟ اگر امر ونہی کے فرائض مسلمان ادا کرنا چاہتے ہیں تو ان کے ہاتھوں میں تلوار کا ہونا ضروری ہے۔"

پھر مکاتیبِ اقبال، حصہ اوّل کے آخر میں ڈاکٹر نکلسن کے نام ایک طویل مکتوب میں بھی اس موضوع پر مفصل بحث آتی ہے۔

۳۹۔ مولانا ابوالحسن ندوی، "نقوشِ اقبال" (کراچی ۱۹۷۳ء) ص ۲۸۱

۴۰۔ ایضاً ص ۲۸۰

۴۱۔ ایضاً ص ۲۸۱

۴۲۔ مکاتیبِ اقبال ۱/ ۲۱۰

۴۳۔ علامہ اقبال نے لکھا ہے کہ اس یونیورسٹی نے مجھے انگریزی میں مقالہ لکھنے کی اجازت دے دی تھی اور وہاں کے قیام سے بھی مستثنیٰ کر دیا تھا۔ البتہ زبانی امتحان کے لیے تھوڑی سی جرمن سیکھ لی تھی ـــــ دیکھیں: مکاتیبِ اقبال، ۲/ ۲۲۸-۲۲۹

لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ

اسرار و رموز

اسرارِ خودی ——— پہلی اشاعت ۱۹۱۵ء

رموزِ بیخودی ——— پہلی اشاعت ۱۹۱۸ء

"(شاعری سے) مقصود صرف یہ ہے کہ خیالات میں انقلاب پیدا ہو اور بس"۔

(مکاتیب اقبال۔ ۱/۱۰۸)

"جو خیالات میں نے ان مثنویوں (اسرارِ خودی اور رموزِ بیخودی) میں ظاہر کیے ہیں ان کو برابر ۱۹۰۷ء سے ظاہر کر رہا ہوں"۔ (ایضاً - ۱/۱۱۰)

"دونوں کتابیں ۱۹۱۴ء اور ۱۹۱۸ء میں شائع ہوئیں۔ . . . . میں نے مسئلہ خودی کے صرف اس پہلو (اخلاق اور مابعد الطبیعی) کو نمایاں کیا ہے جس کا جاننا اس زمانے کے ہندی مسلمانوں کو میرے خیال میں ضروری ہے اور جس کو ہر آدمی سمجھ سکتا ہے۔ خودی کے متعلق تصوف کے جو دقیق مسائل ہیں ان سے میں نے اعراض کیا ہے"۔ (ایضاً - ۲/۲۳۹)

"عجمی تصوف سے لٹریچر میں دلفریبی اور حسن و چمک پیدا ہوتا ہے مگر ایسا کہ طبائع کو پست کرنے والا ہے۔ اسلامی تصوف دل میں قوت پیدا کرتا ہے اور اس قوت کا اثر لٹریچر پر ہوتا ہے۔ میرا تو یہی عقیدہ ہے کہ مسلمانوں کا لٹریچر تمام ممالکِ اسلامیہ میں قابلِ اصلاح ہے۔

Pessimistic Literature کبھی زندہ نہیں رہ سکا۔ قوم کی زندگی کے لیے اس کا اور اس کے لٹریچر کا Optimistic ہونا ضروری ہے۔ اسرارِ خودی میں حافظ پر جو کچھ لکھا گیا ہے اس کو خارج کر کے اور اشعار لکھے ہیں جن کا عنوان یہ ہے:

"در حقیقت شعر و اصلاحِ ادبیاتِ اسلامیہ" (ایضاً ۲/۵۶)

"غلام قوم مادیات کو روحانیات پر مقدم سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور جب انسان میں خوئے غلامی راسخ ہو جاتی ہے تو وہ ہر ایسی تعلیم سے بیزاری کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد قوتِ نفس اور روحِ انسانی کا ترفع ہے۔ . . . . . خودی خواہ مسولینی کی ہو خواہ ہٹلر کی، قانونِ الٰہی کی پابند ہو جائے تو مسلمان ہو جاتی ہے۔ مسولینی نے حبشہ کو محض جوع الارض کی تسکین کے لیے پامال کیا۔ مسلمانوں نے اپنے عروج کے زمانہ میں حبشہ کی آزادی کو محفوظ رکھا۔ فرق اس قدر ہے کہ پہلی صورت میں خودی کسی قانون کی پابند نہیں۔ دوسری صورت میں قانونِ الٰہی اور اخلاق کی پابند ہے۔ بہر حال حدودِ خودی کے تعین کا نام شریعت ہے اور شریعت کو اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام طریقت ہے۔ جب احکامِ الٰہی خودی میں اس حد تک سرایت کر جائیں کہ خودی کے پرائیویٹ امیال و عواطف باقی نہ رہیں اور صرف رضائے الٰہی اس کا مقصود ہو جائے تو زندگی کی اس کیفیت کو بعض اکابر صوفیائے اسلام نے فنا کہا ہے اور بعض نے اسی کا نام بقا رکھا ہے"۔

(ایضاً۔ ۱/۲۰۱۔ ۲۰۲)

"حقیقی اسلامی خودی میرے نزدیک اپنے ذاتی اور شخصی میلانات، رجحانات و تخیلات کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند ہو جانا ہے، اس طرح پر کہ اس پابندی کے نتائج سے انسان بالکل لاپروا ہو جائے اور محض رضا و تسلیم کو اپنا شعار بنائے۔ یہی اسلامی تصوف کے نزدیک فنا ہے"۔ (ایضاً ۲/۶۰)

اسرارِ خودی

نغمہ ام از زخمہ بے پرواستم
من نوائے شاعرِ فرداستم

اس مثنوی کی قرآنی تلمیحات کی نشان دہی خود علامہ اقبال نے حاشیوں میں کر دی ہے۔ یہاں وہ آیات پوری کی پوری لکھی جاتی ہیں تاکہ مزید وضاحت ہو سکے۔ قرآنی مضامین سے متعلق بھی حوالے پیش کیے جاتے ہیں جن کا ذکر اُن حاشیوں میں نہیں ہے :

صفحہ ۶ میں یہ شعر ہے:

عصرِ من دانندۂ اسرار نیست یوسفِ من بہرِ ایں بازار نیست

یوسف علیہ السلام کے فروخت کیے جانے کا واقعہ سورۂ یوسف (آیت ۲۰) میں اس طرح آتا ہے:

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ

اور بھائیوں نے اسے (یوسف علیہ السلام کو) کھوٹے داموں، گنتی کے روپیوں میں بیچ ڈالا۔

صفحہ ۷ میں یہ شعر آتا ہے:

نا امید استم ز یارانِ قدیم طُورِ من سوزد کہ مے آید کلیم

سورۃ القصص (آیت ۲۹) میں ہے:

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ
الطُّوْرِ نَارًاۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ
مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾

پھر جب موسیٰ نے اپنی میعاد پوری کر دی اور اپنی بیوی کو لے کر چلے، طور کی طرف سے ایک آگ دیکھی، اپنی اہلیہ سے کہا تم ٹھہرو، مجھے طور کی طرف سے ایک آگ نظر پڑی ہے، شاید میں وہاں سے کچھ خبر لاؤں یا تمہارے لیے کوئی آگ کی چنگاری لاؤں کہ تم تاپو۔

صفحہ ۱۲ کا شعر ہے:

پیکرِ ہستی ز آثارِ خودی است　　　ہر چہ می بینی ز اسرارِ خودی است

روزگارِ فقیر میں وحید الدین نے پروفیسر سلیم چشتی کے حوالے سے لفظ خودی کیلیے قرآنی آیت خود علامہ اقبال کی زبانی نقل کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ یہ آیت (المائدہ: ۱۰۵) استحکامِ خودی پر دال ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْۚ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْؕ اِلَى
اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم پر فرض ہے خودی کی محافظت، اگر تم ہدایت پہ ہو۔ تو وہ شخص جو گمراہ ہے، تمہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ تم سبھوں کو اللہ ہی کے پاس واپس جانا ہے اور وہ تمہیں تمہارے اعمال پہ مطلع کر دے گا (تاکہ ان کے مطابق جزا و سزا مل سکے)[۱]

اسی شعر کے ذیل میں دوسرے اشعار ہیں۔ مثلاً

خویشتن را چوں خودی بیدار کرد
آشکارا عالمِ پندار کرد

صد جہاں پوشیدہ اندر ذاتِ او غیرِ او پیداست از اثباتِ او

می کشد از قوتِ بازوے خویش تا شود آگاہ از نیروے خویش

خود فریبی ہائے او عینِ حیات ہمچو گل از خوں وضو عینِ حیات

خودی سے متعلق تفصیل خود علامہ اقبال نے ڈاکٹر نکلسن کی فرمائش پر مرتب کی تھی اور اپنے فلسفے کا ایک اجمالی خاکہ تیار کیا تھا جو ڈاکٹر موصوف نے "اسرارِ خودی" کے انگریزی ترجمے کے ساتھ شائع کیا۔

صفحہ ۱۲ میں یہ شعر ہے:

شعلہ ہائے او صد ابراہیم سوخت تا چراغِ یک محمد بر فروخت

سورۃ الانبیاؑ کی آیات ۵۱ سے ۷۰ میں ابراہیم علیہ السلام کے واقعات ترتیب کے ساتھ آتے ہیں۔ ۶۸ اور ۶۹ نمبر کی آیات ہیں:

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ

"وہ بولے کہ اس (ابراہیمؑ) کو جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تمہیں کرنا ہے ہم نے فرمایا، اے آگ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی ابراہیم پر۔"

ع تا چراغِ یک محمد بر فروخت

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو "تمہارے باپ ابراہیمؑ کا دین" کہا گیا ہے۔ سورۃ الحج (آیت ۷۸) میں ہے:

مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ

'تمہارے باپ ابراہیمؑ کا دین'

علامہ اقبال لکھتے ہیں کہ میرے والد نے فرمایا:

"انسانیت کو جس معراج پر پہنچانا فطرت کا مقصود ہے اس کا نمونہ ہمارے سامنے محمدؐ کی صورت میں پیش کر دیا گیا ہے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک ہر نبی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے مختلف مدارج تھے۔ وہ سلسلے گویا Muhammad in the making (تکمیلِ محمدؐ) کے منازل تھے۔ بنیادی اصول ہر جگہ ایک تھا البتہ شعورِ انسانی کے ارتقا کے ساتھ ساتھ فروعات کی تکمیل ہوتی جاتی تھی حتیٰ کہ "محمدؐ" مکمل ہو گیا اور ہر بابِ نبوت بند ہو گیا۔"[۲]

صفحہ ۱۴ میں ہے:

شعلۂ خود در شرر تقسیم کرد　　جزو پرستی عقل را تعلیم کرد

ہر چیز میں نمو کی قوت رکھی گئی اور یہی اس کی زندگی کی دلیل ہے۔

سورۂ یٰس (آیت ۳۶) میں ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ
وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ

پاک ہے وہ جس نے سب کے جوڑے بنائے، ان سے جنھیں زمین اگاتی ہے اور خود ان کی جانوں سے اور ان چیزوں سے جن کی انھیں خبر نہیں (یہ جوڑے ہر چیز کی نمو کے لیے ہیں)۔

عقل کی جزو پرستی کا ذکر سورۃ المؤمن (آیت ۸۳) میں ہے:

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ

پس جب ان (منکروں) کے پاس ان کے رسول روشن دلائل لائے تو وہ لوگ اسی پر خوش رہے جو ان کے پاس (ناقص عقل والا) علم تھا۔

صفحہ ۱۵ میں شعر ہے:

زندگانی را بقا از مدعاست　　کاروانش را درا از مدعاست

وہ زندگی بے کار ہے جس میں آرزو نہ ہو۔ ہمت اور استقلال کے ساتھ زندگی کی مشکلات کا مقابلہ کرنا چاہیے۔

سورۃ لقمٰن (آیت ۱۷) میں ہے:

وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ

اور استقلال اختیار کر اس پر جو افتاد تجھ پر پڑے۔ بے شک یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

سورۃ آل عمران (آیت ۱۳۹) میں ہے:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

اور نہ سست پڑو اور نہ غم کرو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔

صفحہ ۱۶ میں شعر ہے:

طاقتِ پرواز بخشد خاک را　　خضر باشد موسیٰ ادراک را

یہی آرزو انسان کو زندگی بخشتی ہے اور علم و ادراک کی رہنما بن جاتی ہے۔ سورۃ طٰہٰ (آیت ۶۸) میں ہے:

لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى

خوف نہ کر۔ بے شک تو ہی (برتر) غالب رہے گا۔

موسٰی علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا واقعہ سورۃ الکہف (آیات ۶۵-۸۲) میں آتا ہے۔

صفحہ ۱۷ کا شعر ہے:

علم و فن از پیش خیزانِ حیات　　علم و فن از خانہ زادانِ حیات!

سورۃ طٰہٰ (آیت ۱۱۴) میں علم کے لیے دعا سکھائی گئی ہے (کیونکہ زندگی کے لیے ضروری ہے)۔

رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا

اے رب ! بڑھاتا رہ مجھے علم میں۔

سورۃ البقرہ (آیت ۲۶۹) میں ہے:

مَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا

جس کو حکمت دی گئی تو (گویا) اسے دولتِ کثیر دی گئی۔

صفحہ ۲۰ کا شعر ہے:

آں کہ بر اعدا درِ رحمت کشاد مکہ را پیغامِ لاتثریب داد

سورۃ یوسف (آیت ۹۲) میں ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو ——

—— لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ (آج کے دن تم پر کوئی مواخذہ نہیں) کہہ کر معاف کر دیا تھا۔ رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی الفاظ کہہ کر فتحِ مکہ کے موقع پر سب دشمنوں کو یک لخت معاف فرما دیا تھا۔

صفحہ ۲۲ میں ہے:

محکم از حق شو سوئے خود گام زن لات و عزائے ہوس را سر شکن

لات، عزا اور منات (تینوں) کعبہ کے اندر بت تھے۔ سورۃ النجم (آیات ۱۹ - ۲۰)

میں ہے:

اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۝ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ۝

بھلا تم دیکھو تو لات اور عزیٰ کو اور منات تیسرے پچھلے کو۔

اسی صفحہ میں ہے:

تا خدائے کعبہ بنوازد ترا شرحِ انی جاعل سازد ترا

سورۃ البقرہ (آیت ۳۰) میں ہے:

قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُوْٓا

اَتَجۡعَلُ فِیۡهَا مَنۡ یُّفۡسِدُ فِیۡهَا وَ یَسۡفِکُ الدِّمَآءَ ۚ وَ نَحۡنُ نُسَبِّحُ
بِحَمۡدِکَ وَ نُقَدِّسُ لَکَ ؕ قَالَ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۰﴾

کہا آپ کے رب نے فرشتوں کو، مجھ کو بنانا ہے زمین میں ایک نائب۔ بولے، کیا تو رکھے گا اس میں جو شخص فساد کرے وہاں اور خون؟ اور ہم پڑھتے ہیں تیری خوبیاں اور یاد کرتے ہیں تیری پاک ذات کو۔ فرمایا، مجھ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔

صفحہ ۲۵ میں ہے:

پنجۂ اُو پنجۂ حق می شود ماہ از انگشتِ اُو شق می شود

یہ معجزۂ شق القمر کی طرف اشارہ ہے۔ سورۃ القمر کی پہلی آیت ہے:

اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَ انۡشَقَّ الۡقَمَرُ

پاس آئی قیامت اور شق ہو گیا چاند۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ مکہ کی درخواست پر چاند شق کر کے دکھایا اور یہ واقعہ باہر والوں نے بھی مشاہدہ کیا۔[۴۵]

صفحہ ۲۹ میں ہے:

نعرہ زد اے قوم کذابٌ اشر بے خبر از یوم نحسٍ مستمر

سورۃ القمر کی آیت ۱۹ ہے:

اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا عَلَیۡہِمۡ رِیۡحًا صَرۡصَرًا فِیۡ یَوۡمِ نَحۡسٍ مُّسۡتَمِرٍّ ﴿۱۹﴾

بے شک ہم نے ان پر (قومِ عاد پر) ایک سخت آندھی بھیجی ایسے دن میں جس کی نحوست ان پر ہمیشہ کے لیے رہی۔

اسی سورہ کی آیات ۲۵-۲۶ میں ہے:

ءَاُلۡقِیَ الذِّکۡرُ عَلَیۡہِ مِنۡۢ بَیۡنِنَا بَلۡ ہُوَ کَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۵﴾ سَیَعۡلَمُوۡنَ

غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ۝

(قوم ثمود نے کہا) کیا ہم سب میں سے اس پر ذکر اتارا گیا۔ بلکہ یہ سخت جھوٹا بڑائی مارنے والا ہے (وہ) بہت جلد کل جان جائیں گے، کون تھا بڑا جھوٹا بڑائی مارنے والا۔

صفحہ ۴۲ میں ہے:

راہبِ دیرینہ افلاطوں حکیم　　　از گروہِ گوسفندانِ قدیم

—

گفت سرِّ زندگی در مردن است　　　شمع را صد جلوہ از افسردن است

افلاطون نے اپنے استاد سقراط کی طرح اس بات کا اعتراف کیا کہ انسان کو اشیائے کائنات کا علم حاصل تو ہو سکتا ہے لیکن محض کلیات (general ideas) تصورات (Concepts) اور عالمگیر صداقتوں (Universal truths) کے ذریعے سے، لیکن چونکہ یہ اشیاء ہر وقت تغیر پذیر رہتی ہیں اس لیے ان کا علم حقیقی اور اصلی نہیں (صرف اعیان (Ideas) کا علم حقیقی ہو سکتا ہے)۔ چنانچہ دنیا میں جو کچھ نظر آتا ہے وہ لائقِ اعتبار نہیں۔ گویا افلاطون نے عالمِ موجودات کا انکار اور عالمِ غیر محسوس کا اثبات کیا۔ اس فلسفے کی وجہ سے مسلمانوں میں بے عملی پیدا ہوئی جس کی اقبال نے سخت مذمت کی ہے۔

سورۃ البقر (آیت ۲۹) میں ہے:

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا

وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لیے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

جب ہر چیز انسان کے لیے پیدا کی گئی ہے تو اُسے اس کا برتنا بھی ہے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنا جائز نہیں۔

افلاطون کے مذکورہ بالا خیالات نے ادحدی، بابا فغانی اور محمود شبستری جیسے صوفیہ کو بھی

متاثر کیا اور انھوں نے نفی خودی کے راگ الاپے۔ اسی کا ذکر اقبال نے اس طرح کیا ہے:

تو مہا از سکرِ او مسموم گشت   خفت و از ذوقِ عمل محروم گشت

صفحہ ۲۴ کا شعر ہے:

زندگی، مضمونِ تسخیر است و بس

آرزو افسونِ تسخیر است و بس

انسانی زندگی کی صلاحیتوں کو بیدار کرنے کے لیے اللہ پاک نے سورۃ الجاثیہ (آیت ۱۳) میں یہاں تک فرمادیا ہے:

وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ إِنَّ فِي ذٰلِكَ

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿١٣﴾

اور مسخر کردیا تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب کا سب۔

اس میں فکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

اس آیت میں اللہ پاک نے انسان کو بشارت دی ہے کہ وہ سب کچھ پر، جو آسمانوں کے اندر اور زمین کے اندر ہے، قبضہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس طرح انسانی زندگی کی تمام صلاحیتیں بیدار کی گئی ہیں۔

صفحہ ۲۵ کا شعر ہے:

ہر چہ باشد خوب و زیبا و جمیل   در بیابانِ طلب مارا دلیل

قرآن کی سورۃ الکہف (آیت ۷) میں ہے:

إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ﴿٧﴾

بے شک ہم نے بنایا ہے جو کچھ زمین پر ہے اس کی رونق تاکہ جانچیں لوگوں کو کہ کون ان میں اچھا کرتا ہے کام۔

صفحہ ۲۶ کا شعر ہے:

وائے قومے کز اجل گیرد برات شاعرش وابوسد از ذوقِ حیات

سورۃ الشعراُ (آیت ۲۲۴-۲۲۶) میں ارشاد ہے:

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِىْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾

اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر نالے میں سرگرداں پھرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو خود (نہیں کرتے)۔

علامہ نے بھی بے عمل اور قوم کو بے عمل بنانے والے شاعروں کی مذمت کی ہے۔

صفحہ ۴۱ میں یہ شعر آتا ہے:

تو ہم از بارِ فرائض سر متاب برخوری از عندہٗ حسن المآب۔

سورہ آل عمران (آیت ۱۴) میں ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾

رجھایا ہے لوگوں کو مزوں کی محبت پر، عورتیں اور بیٹے اور ڈھیر جوڑے ہوئے سونے کے اور چاندی کے اور گھوڑے پلے ہوئے اور مویشی اور کھیتی۔ یہ متاع ہے دنیا کی زندگی میں، اور اللہ جو ہے اسی کے پاس ہے اچھا ٹھکانا۔

صفحہ ۴۲ میں ہے:

امتزاجِ ماء و طیں تن پرور است کشتۂ فحشا ہلاکِ منکر است

سورۃ السجدہ (آیات ۷-۸) میں ہے:

الَّذِىْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَىْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷﴾ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿۸﴾

وہ جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی اور پیدائشِ انسان کی ابتدا مٹی سے فرمائی
پھر اس کی نسل رکھی ایک بے قدر پانی کے خلاصے سے۔

یہ پہلے مصرعے کی تلمیح تھی۔ اس کے دوسرے مصرعے کی تلمیح ملاحظہ ہو۔ سورۃ العنکبوت (آیت ۴۵) میں ہے:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ؕ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ ؕ
وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝

بے شک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بُری بات سے اور بے شک اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

اسی تلمیح سے متعلق اسی صفحہ کا یہ شعر بھی ہے:

در کفِ مسلم مثالِ خنجر است   قاتلِ فحشا و بغی و منکر است

صفحہ ۴۲ میں یہ شعر ہے:

تا عصائے لا الٰہ داری بدست   ہر طلسمِ خوف را خواہی شکست

سورۂ یونس کی آیت (۶۲) ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝

سن رکھو، جو لوگ اللہ کی طرف ہیں نہ ڈر ہے اُن پر اور نہ وہ غم کھائیں۔

صفحہ ۴۲ میں شعر ہے:

می کند از ماسوی قطعِ نظر   می نہد ساطور بر حلقِ پسر

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسمٰعیل علیہ السلام کے حلق پر چھری رکھی۔ اس کی تفصیل سورۃ والصّٰفّٰت کی آیت ۱۰۳ میں ہے:

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ

پھر جب دونوں نے حکم مانا اور پچھاڑا (ابراہیم علیہ السلام نے) اُس کو ماتھے

کے بل۔

صفحہ ۴۳ میں ہے:

طاعتے سرمایۂ جمعیتے ربطِ اوراقِ کتاب ملتے

سورۃ الانفال (آیت ۴۶) میں ہے:

وَ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ
رِیْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ

اور اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی اور آپس میں نہ جھگڑو (ورنہ) پھر کمزور ہو جاؤ گے اور جاتی رہے گی تمہاری ہوا، اور صبر کرو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اسی صفحے میں یہ شعر ہے:

دل ز حتّٰی تنفقوا محکم کند زر فزاید اُلفتِ زر کم کند

سورۃ آل عمران کی آیت (۹۲) ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۚ وَمَا تُنْفِقُوْا
مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِهٖ عَلِیْمٌ

ہرگز نہ پہنچو گے نیکی کی حد کو جب تک نہ خرچ کرو اس میں سے جس سے تم محبت رکھتے ہو اور جو چیز خرچ کرو گے سو اللہ کو معلوم ہے۔

صفحہ ۴۴ میں شعر ہے:

تا جہاں باشد جہاں آرا شوی تاجدارِ ملکِ لا یبلٰی شوی

سورۂ طٰہٰ (آیت ۱۲۰) میں ہے:

فَوَسْوَسَ اِلَیْهِ الشَّیْطٰنُ قَالَ یٰاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰی شَجَرَةِ
الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا یَبْلٰی ۝

پھر جی میں ڈالا اُس کے شیطان نے، کہا، اے آدم، میں بتاؤں تجھ کو درخت سدا جینے کا اور بادشاہی جو دست بُردِ زمانہ سے محفوظ رہے۔

اسی صفحہ میں ہے:

نائبِ حق در جہاں بودن خوش است　　بر عناصر حکمراں بودن خوش است

نائبِ حق (خلیفۃ اللہ) کے متعلق صفحہ ۲۳ کی تلمیح ملاحظہ ہو۔

اسی صفحہ کا ایک شعر یہ ہے:

از رموزِ جزو و کل آگہ بود　　در جہاں قائم بامر اللہ بود

سورۃ الرعد (آیت ۲۱) میں ہے:

وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ يَخَافُوْنَ سُوْۗءَ الْحِسَابِ ﴿٢١﴾

اور وہ کہ جوڑتے ہیں جو اللہ نے امر کیا جوڑنا اور ڈرتے ہیں اپنے رب سے اور اندیشہ رکھتے ہیں بُرے حساب کا۔

اور اس آیت کی تلمیح بھی ہو سکتی ہے۔

سورۃ الحج (آیت ۴۱) میں ہے:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿٤١﴾

وہ کہ اگر ہم اُن کو مقدور دیں ملک میں، کھڑی کریں نماز اور دیں زکوٰۃ اور حکم کریں بھلے کام کا اور منع کریں بُرے کام سے اور اللہ کے اختیار ہے آخر ہر کام کا۔

صفحہ ۴۵ میں شعر آتا ہے:

نوعِ انساں را بشیر و ہم نذیر

ہم سپاہی، ہم سپہ گر، ہم امیر

سورۃ المائدہ (آیت ۱۹) میں ہے:

فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

سو آچکا تھا تمہارے پاس خوشی اور ڈر سنانے والا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

سورۃ البقرہ (آیت ۱۱۹) میں بھی ہے:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا

اور ہم نے آپؐ کو بھیجا حق بات لے کر، خوشی اور ڈر سنانے کو۔

دوسرے مصرعے کا تعلق سورۃ والصّٰفّٰت (آیت ۱۷۳) سے ہو سکتا ہے:

وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ

اور بے شک ہمارا لشکر (اہلِ ایمان) ہی غالب آئے گا۔

سورۃ الانفال کی آیت ۶۰ بھی جنگی طاقت سے متعلق ہے۔ صفحہ ۵۴ میں شعر آتا ہے:

مدعائے علم الاسما سے سر سبحان الذی اسرا سے

پہلے مصرعے کی تلمیح سورۃ البقرہ کی آیت ۳۱ ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا

اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام (اشیا کے) نام سکھائے۔

دوسرے مصرعے میں سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت کا اشارہ ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ

پاک ہے اسے جو اپنے بندے (حضورِ انور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) کو راتوں رات لے گیا مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے۔

اسی صفحے میں یہ شعر ہے:

از عصا دست سفیدش محکم است　　قدرتِ کامل بعلمش توام است

موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا ذکر سورۃ طٰہٰ کی آیات ۱۷ تا ۲۱ میں ہے اور "دستِ سفید" (یدِ بیضا) کی تلمیح اسی سورہ کی آیات ۲۲ میں ہے۔

وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَىٰ

(فرمایا اللہ پاک نے) اور اپنا ہاتھ اپنے بازو سے ملا خوب سفید نکلے گا بے کسی مرض کے۔

اسی صفحے میں یہ شعر ہے:

خشک سازد ہیبتِ او نیل را　　می برد از مصر اسرائیل را

سورۂ طٰہٰ (آیت ۷۷، بعد) میں موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعے کا ذکر ہے۔

وَلَقَدْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي فَاضْرِبْ
لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَا تَخَافُ دَرَكًا وَلَا تَخْشَىٰ

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے چل اور ان کے لیے دریا میں سوکھا راستہ نکال دے، تجھے ڈر نہ ہوگا کہ فرعون آلے اور نہ خطرہ۔

اسی صفحے میں ہے:

از قمِ او خیزد اندر گورِ تن　　مردہ جانہا چون صنوبر در چمن

سورۃ المائدہ (آیت ۱۱۰) میں ہے:

وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِي

اور جب (عیسیٰ علیہ السلام) کھڑا کر دیتا مُردوں کو میرے حکم سے۔

اس شعر کے بعد یہ شعر آتا ہے:

ذاتِ اُو توجیہِ ذاتِ عالم است　　　　از جلالِ اُو نجاتِ عالم است

اکثر صوفیہ نے ایک قول کو، جس کو امام غزالیؒ اور ابنِ عربیؒ نے بھی نقل کیا ہے، حدیث قدسی کہا ہے:

کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لا عرف ہ

لیکن اگر یہ قول صوفیہ ہی کا ہے تب بھی سورۃ الذاریات کی یہ آیت (۵۶) اسی کی توجیہ کرتی ہے کہ:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿۵۶﴾

اور میں نے نہیں پیدا کیے جن اور انسان مگر صرف اپنی عبادت کے لیے۔

گویا انسان کی ذات اللہ کی عبادت (اور معرفت) کے لیے پیدا کی گئی ہے اور اللہ کے نیک بندوں ہی کے لیے نجات ہے۔ سورۂ یونس (آیت ۱۰۳) میں ارشاد ہے:

ثُمَّ نُنَجِّي رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا كَذَٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۰۳﴾

پھر ہم اسی طرح بچا دیتے ہیں اپنے رسولوں کو اور جو ایمان لائے، ذمہ ہمارا ہے بچا دیں گے ایمان والوں کو۔

صفحہ ۴۷ کا شعر ہے:

مرسلِ حق کرد نامش بُوتراب　　　　حق یداللہ خواند در اُمّ الکتاب

دوسرے مصرعے میں غالباً سورۃ الفتح (آیت ۱۰) کی تلمیح ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ

بے شک جو لوگ آپؐ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ (ہی) سے بیعت کرتے ہیں اور اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اسد اللہ بھی کہا گیا ہے۔

صفحہ ۴۹ میں یہ شعر ہے:

آزماید صاحبِ قلبِ سلیم　　　زورِ خود را از مہمات عظیم

سورۃ الشعرا (آیات ۸۸ - ۸۹) میں ہے:

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ۝

جس دن نہ کام آئے گا کوئی مال نہ بیٹے، مگر جو آیا اللہ کے پاس قلبِ سلیم لے کر۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کے ساتھ یہ آیتیں ہیں۔

صفحہ ۵۱ کا شعر ہے:

از رموزِ زندگی آگاہ شو　　　ظالم و جاہل ز غیر اللہ شو

سورۃ الاحزاب (آیت ۷۲) میں ہے:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝

بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر، تو انھوں نے اُس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھا لیا۔ بے شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔

اس کے بعد یہ شعر ہے:

چشم و گوش و لب کشا اے ہوشمند
گر نہ بینی راہِ حق بر من بخند

دراصل صوفیہ کے اس شعر میں ترمیم کی گئی ہے:

چشم و گوش و لب ببند اے ہوشمند
گر نہ بینی راہِ حق بر من بخند

یعنی غیر اللہ سے آنکھ، کان اور لب کو بند کر لینے سے اسرارِ الٰہی منکشف ہوتے ہیں۔

علامہ اقبال نے صفحہ ۳۰ میں بھی اس شعر کو اس طرح نظم کیا ہے:

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند
تا رسد فکر تو بر چرخِ بلند

صفحہ ۵۲ میں یہ شعر ہے:

تا کجا خود را شماری ماء و طیں　　　　از گِل خود شعلۂ طور آفریں

سورۃ المومنون (آیات ۱۲-۱۳) میں ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾
ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۱۳﴾

اور ہم نے بنایا ہے آدمی چُنی ہوئی مٹی سے، پھر رکھا اس کو بوند کر کے ایک جمے ٹھہراؤ میں......

صفحہ ۵۶ میں یہ شعر ہے:

گفت با الماس در معدن زغال　　　　اے امینِ جلوہ ہائے لازوال

سورۃ النور کی آیت (۳۵) اس طرح شروع ہوتی ہے:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اللہ پاک آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔

صفحہ ۶۶ کا شعر ہے:

قلب را از صبغۃ اللہ رنگ دہ　　　　عشق را ناموس و نام و ننگ دہ

سورۃ البقرہ کی آیت (۱۳۸) ہے:

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

ہم نے لیا رنگ اللہ کا، اور کس کا رنگ ہے اللہ سے بہتر؟ اور ہم اسی کی بندگی پر ہیں۔

اسی صفحے میں ہے:

خیمہ در میدانِ الا اللہ زدست ۔۔۔ در جہاں شاہد علی الناس آمدست

سورۃ البقرہ (آیت ۱۴۳) میں ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ

عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا

اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو امتِ معتدل، کہ تم ہو بتلانے والے لوگوں پر اور رسول ہو تم پر بتلانے والا۔

سورۃ الحج (آیت ۷۸) میں ہے:

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ

مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ

هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚ

اور جہاد کرو اللہ کے واسطے جو اس کے جہاد کا حق ہے۔ اس نے تم کو پسند کیا اور نہیں رکھی تم پر دین میں کچھ مشکل۔ دین تمہارے باپ ابراہیم کا۔ اس نے نام رکھا تمہارا مسلمان (حکم بردار) پہلے سے اور اس قرآن مجید میں، تاکہ رسول ہو بتانے والا تم پر اور تم ہو بتانے والے لوگوں پر۔

صفحہ ۶۲ میں ہے:

صلح شر گردد چو مقصود است غیر ۔۔۔ گر خدا باشد غرض، جنگ است خیر

سورۃ البقرہ (آیت ۲۱۶) میں ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا

وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ

يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾

حکم ہوا تم پر جنگ کا اور وہ بُری لگتی ہے تم کو اور شاید تم کو بُری لگے ایک چیز اور وہ بہتر ہو تمہارے لیے۔ اور شاید تم کو اچھی لگے ایک چیز اور وہ بُری ہو تمہارے لیے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

سورۃ الانبیاء (آیت ۳۵) میں بھی ہے:

وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ

اور ہم تم کو جانچتے ہیں شر سے اور خیر سے، آزمانے کو اور تم ہماری طرف پھر آؤ گے۔

اسی صفحے میں یہ شعر ہے:

از ہوس آتش بجاں افروختے | تیغ را ھل من مزید آموختے

ھل من مزید (کچھ اور بھی) یہاں بطور محاورہ مستعمل ہے۔ سورۂ ق (آیت ۳۰) میں ہے:

يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُولُ هَلْ مِن مَّزِيدٍ

جس دن ہم کہیں دوزخ کو، تو بھر چکی ہے، اور وہ بولے گی، کچھ اور بھی ہے!

صفحہ ۶۷ میں شعر ہے:

علمِ مسلم کامل از سوزِ دل است | معنئِ اسلام ترک آفل است

سورۃ الانعام کی آیات ۷۷ سے ۹۰ تک میں ابراہیم علیہ السلام کے اُن واقعات کا ذکر ہے جبکہ آپ نے تارے، چاند اور سورج کے چھپنے پر ان سے قطع نظر کرکے اللہ پاک تک پہنچنے کی ہدایت حاصل کی۔ آیت ۷۷ میں لا اُحب الآفلین (مجھے خوش نہیں آتے چھپ جانے والے) مذکورہ واقعات کے سلسلے میں ہے۔

صفحہ ۶۸ میں یہ شعر ہے:

چون ز بندِ آفل ابراہیم رست | در میانِ شعلہ ہا نیکو نشست

جب ابراہیم علیہ السلام نے بتوں سے بیزاری اختیار کی تو اُن بت والوں نے اُن کو آگ میں پھینک دیا۔ سورۃ الانبیاء (آیات ۶۸-۶۹) میں ہے:

قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانْصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ ۝
قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۝

بولے، اس کو جلاؤ اور مدد کرو اپنے ٹھاکروں کی، اگر کچھ کرتے ہو۔ ہم نے کہا اے آگ! ٹھنڈک ہو جا اور آرام ابراہیم پر۔

صفحہ ۶۹ میں شعر ہے:

اے امینِ حکمتِ اُمّ الکتاب! وحدتِ گم گشتۂ خود باز یاب

سورۃ آل عمران (آیت ۱۶۴) میں ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا
مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ
وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝

اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر جو بھیجا اُن میں رسول اُنہی میں کا۔ پڑھتا ہے اُن پر آیتیں اُس کی اور سنوارتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور حکمت اور وہ پہلے سے صریح گمراہ تھے۔

سورۃ الجمعہ (آیت ۲) بھی دیکھیں۔

صفحہ ۷۴ میں شعر آتا ہے:

حرفِ اقرأ حق بما تعلیم کرد رزقِ خویش از دستِ ما تقسیم کرد

سورۃ العلق کی پہلی آیت اور سب سے پہلی وحی اس طرح شروع ہوتی ہے:

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ

پڑھ اپنے رب کے نام سے، جس نے تخلیق فرمائی۔

صفحہ ۷۵، میں شعر ہے:

در دلِ حق سرِ مکنونیم ما　　وارثِ موسیٰ و ہارونیم ما

حق کی بات رکھنے والے موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) بھی تھے۔ سورہ طٰہٰ (آیت ۹۰) میں ہے:

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ۝۹۰

اور کہا تھا ان کو ہارون نے پہلے سے، اے قوم اور کچھ نہیں، تم کو بہکا دیا گیا ہے اس پر۔ اور تمہارا رب رحمٰن ہے، سو میری راہ چلو اور مانو میری بات۔

صفحہ ۷۶، میں ہے:

آیتے بناز آیاتِ مبیں　　تا شود اعناقِ اعدا خاضعیں!

سورۃ الشعراء کی آیت (۴) ہے:

اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ

اگر ہم چاہیں، اتاریں اُن پر آسمان سے ایک نشانی، پھر رہ جائیں اُن کی گردنیں اُس کے آگے نیچی۔

اسی صفحہ (۷۶) میں یہ شعر ہے:

رشتۂ وحدت چو قوم از دست داد　　صد گرہ بر روئے کارِ ما فتاد

سورۃ المومنین (آیت ۵۲) میں ہے:

وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝۵۲

اور یہ لوگ ہیں تمہارے دین کے، سب ایک دین پر اور میں ہوں تمہارا رب، سو مجھ سے ڈرتے رہو۔

اس کے بعد ہے کہ پھر آپس میں پھوٹ ڈال لی۔

سورۃ البقرہ، آیت ۲۱۳، سورۃ الانبیاءُ آیت ۹۲، سورۃ یونس آیت ۱۹ میں بھی ایسا مضمون آتا ہے۔

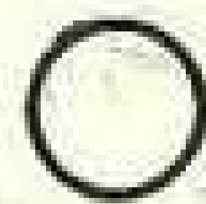
صفحہ ۸۰، کا آخری شعر ہے:

سازم از منتِ گلِ خود پیکرش   ہم صنم او را شوم ہم آزرش

اشارہ ہے ابراہیم علیہ السلام کے والد کی بُت پرستی کا۔ سورۃ الانعام آیت ۷۴ میں ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ

اور جب کہا ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر کو، تو کیا پکڑتا ہے مُورتوں کو خدا؟ میں دیکھتا ہوں تُو اور تیری قوم صریح بھکے ہو۔



حواشی

۱- روزگارِ فقیر - ۱/ ۱۷۹

علامہ اقبال ایک جگہ لکھتے ہیں:

"ہمارے جہاں یہ لفظ (خودی) میں نے استعمال کیا ہے اس سے مراد تشخصِ ذاتی یا احساسِ نفس ہے۔ انگریزی لفظ Individuality کا یہ ترجمہ ہے۔"

(رسالہ "صحیفہ"، لاہور - بابت اکتوبر ۱۹۷۳ء، ص ۳۰)

۲- بحوالہ رسالہ "فکر و نظر" (اسلام آباد، اگست ۱۹۷۶ء) ص ۱۱۹

۳- صفحہ ۲۹ کا شعر ہے:

پختہ چوں گردد جنونِ انتقام
فتنہ انگیزی کند عقلِ غلام

سورۃ البقرہ کی آیت ۲۰۸ سے اس شعر کا مضمون ماخوذ معلوم ہوتا ہے۔ دیکھیں تفسیر مولانا محمود حسنؒ۔

رموزِ بے خُودی

صفحہ ۸۱ کا پہلا شعر ہے:

اے ترا حق خاتمِ اقوام کرد　　　　بر تو ہر آغاز را انجام کرد

سورۃ الاحزاب آیت ۴۰ میں ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۠

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) باپ نہیں کسی کے تمہارے مردوں میں سے، لیکن اللہ کے رسول ہیں اور مُہر سب نبیوں پر۔ اور اللہ سب چیز جانتا ہے۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب نبیوں پر مُہر ہیں۔ گویا آخری نبی ہیں اور اس طرح اُن کی امت بھی آخری ہے۔

سورۃ البقرہ آیت ۱۴۳ میں اس اُمت کو اُمةً وسطاً (معتدل اُمت) اور سورۃ آل عمران آیت ۱۱۰ میں خیر اُمة (سب اُمتوں سے بہتر) کہا گیا ہے۔

صفحہ ۸۲ میں ہے:

سنت کو شم مثلِ خنجر در جہاں

آبِ خودی گیرم از سنگ گراں

سورۃ الانشراح، آیات ۵-۶ میں مکرر ارشاد ہے کہ:

فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝

پس البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

سورۃ الرعد، آیت ۱۱ میں بھی ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ

بے شک اللہ پاک نہیں بدلتا کسی قوم کو جب تک وہ خود اپنے کو نہ بدلے۔

صفحہ ۸۶ کا شعر ہے:

فرد و قوم آئینۂ یک دیگر اند

سلک و گوہر، کہکشاں و اختر اند

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

المؤمن مرأة المؤمن ۝

ایک مومن، دوسرے مومن کا آئینہ ہے۔

اور اسی شعر کے بعد یہ شعر آتا ہے:

فرد می گیرد ز ملت احترام　　ملت از افراد می یابد نظام

سورۃ العصر میں فرد کے لیے ایمان اور عملِ صالح کی تعلیم ہے اور پھر جماعت کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ حق اور صبر کی تلقین ہے:

وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَ
عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۵ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

زمانے کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لو کہ بے شک انسان پر خسارہ ہے مگر جو ایمان لائے اور عمل صالح کیے اور آپس میں تقید کیا حق (دین) کا اور آپس میں وصیت کی صبر کی۔

سورۂ آل عمران کی آخری آیت میں بھی صبر، رابط اور تقویٰ کا حکم ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

اے ایمان والو! ثابت رہو اور مقابلے میں مضبوطی کرو اور مل کر رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے، شاید تم مراد کو پہنچو۔

ایسے ایمان والوں کے لیے سورۃ الکہف آیت ۱۴ میں ارشاد ہے:

وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاْ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ۝

اور گرہ دی اُن کے دلوں پر (ثابت قدم رکھا ان کو) جب کھڑے ہوئے۔ پھر بولے ہمارا رب آسمانوں اور زمین کا ہے۔ نہ پکاریں گے ہم اس کے سوا کسی معبود کو۔ (اگر ایسا ہو تو) ہم نے ضرور حد سے گزری ہوئی بات کہی۔

سورۃ الصف آیت ۴ میں ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝

بے شک، اللہ چاہتا ہے ان کو جو لڑتے ہیں اس کی راہ میں قطار باندھ کر جیسے وہ دیوار ہیں سیسہ پلائی ہوئی۔

سورۂ آل عمران آیت ۱۵۹ میں پھر عزم اور ثابت قدمی کے لیے حکم ہے:

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ

پس جب عزم کر لو تو پھر اللہ پر بھروسہ رکھو۔

بہرحال اجتماعی زندگی کے لیے اعتصام اور مضبوطی پکڑنے کا حکم کئی جگہ ہے۔ مثلاً:

سورۂ آل عمران آیت ۱۰۳ میں ارشاد آتا ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

اور مضبوط پکڑو اللہ کی رسی اور پھوٹ مت ڈالو۔

سورۃ المائدہ آیت ۲ میں ارشاد ہے:

تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

باہم مدد کرو نیکی اور تقویٰ کے کام میں اور نہ مدد کرو ایک دوسرے کی گناہ اور زیادتی میں۔

سورہ محمد آیت ۷ میں مسلمان قوم کی جماعت کے لیے اس طرح بشارت بھی ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ

اے ایمان والو۔ اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔

صفحہ ۹۱ کا شعر ہے:

اہلِ حق را رمزِ توحید از بر است　　در اٰتِی الرَّحْمٰن عَبْدًا مضمر است

سورۂ مریم (آیت ۹۳) میں ہے:

اِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا

کوئی نہیں آسمانوں میں اور زمین میں جو نہ آئے رحمٰن کا بندہ ہو کر۔

اسی آیت کی تلمیح صفحہ ۹۲ کے اس شعر میں بھی ہے:

چوں مقامِ عبدہٗ محکم شود　　کاسۂ دریوزہ جامِ جم شود

صفحہ ۹۲ کا شعر ہے:

لا الٰہ سرمایۂ اسرارِ ما　　رشتہ اش شیرازۂ افکارِ ما

اس سلسلے کی بہت سی آیتیں ہیں۔ مثلاً سورۂ ص آیت ۶۵ میں ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ وَّمَا مِنْ اِلٰہٍ اِلَّا اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ

آپ فرمادیں کہ میں تو یہی ڈرسنانے والا ہوں اور حاکم کوئی نہیں مگر اللہ اکیلا دباؤ والا۔

صفحہ ۹۲ کا شعر ہے:

ما مسلمانیم و اولادِ خلیل از ابیکم گیر اگر خواہی دلیل

سورۃ الحج آیت ۷۸ میں ہے:

مِلَّةَ اَبِيۡكُمۡ اِبۡرٰهِيۡمَ ؕ هُوَ سَمّٰٮكُمُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ۙ

دین تمہارے باپ ابراہیم کا۔ اس نے نام رکھا تمہارا مسلمان۔

صفحہ ۹۳ کا ہی شعر ہے:

ماز نعمتہائے او اخواں شدیم

یک زبان و یک دل و یک جاں شدیم

سورۃ آل عمران آیت ۱۰۳ میں آتا ہے:

وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا ۚ وَاذۡكُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ اِذۡ كُنۡتُمۡ

اَعۡدَآءً فَاَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوۡبِكُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِهٖۤ اِخۡوَانًا

اور مضبوط پکڑو اللہ کی رسی اور پھوٹ مت ڈالو اور یاد کرو نعمت اللہ کی اپنے اوپر۔ جب تھے تم آپس میں دشمن۔ پھر الفت دی تمہارے دلوں میں۔ اب ہو گئے اس کی نعمت سے بھائی۔

صفحہ ۹۴ کا شعر ہے:

مرگ را ساماں ز قطعِ آرزوست زندگانی محکم از لا تقنطوا ست

سورۃ الزمر آیت ۵۳ میں ہے:

قُلۡ يٰعِبَادِىَ الَّذِيۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

يَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِيۡعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ﴿۵۳﴾

آپؐ فرمادیں کہ اے میرے بندو! جنھوں نے زیادتی کی اپنی جانوں پر، نہ آس توڑد اللہ کی رحمت سے۔ بے شک اللہ بخشتا ہے سب گناہ اور وہی ہے معاف کرنے والا مہربان۔

سورۃ الحجر آیت ۵۶ میں ابراہیم علیہ السلام کی زبانی ہے:

قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ۝

(ابراہیم علیہ السلام نے) کہا، اور کون آس توڑے اپنے رب کی رحمت سے مگر جو راہ بھولے ہیں۔

صفحہ ۹۵ میں ہے:

اے کہ در زندانِ غم باشی اسیر | از نبیؐ تعلیمِ لاتحزن بگیر

سورۃ التوبہ آیت ۴۰ میں ہے:

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ

اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ

الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

اگر تم نہ مدد کروگے رسولؐ کی، تو ان کی مدد کی ہے اللہ نے، جس وقت ان کو نکالا کافروں نے دو جان سے۔ جب دونوں تھے غار میں۔ جب وہ (رسولؐ) کہنے لگے اپنے رفیق (حضرت ابوبکرؓ) کو، تو غم نہ کھا، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر اللہ نے اتاری اپنی طرف سے تسکین اُن پر اور مدد کو ان کی بھیجیں وہ فوجیں کہ تم نے نہیں دیکھیں اور نیچے ڈالی بات کافروں کی۔ اور اللہ کی بات ہمیشہ اُوپر ہے۔ اور اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

اسی صفحے میں یہ شعر ہے:

گر خدا داری زغم آزاد شو　　　از خیالِ بیش و کم آزاد شو

اللہ پاک نے کس خوبی سے تسلی دی ہے کہ (سورۃ الزمر، آیت ۳۶)

اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ

کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟

اسی صفحے ۹۵ کا شعر ہے:

قوتِ ایماں حیات افزایدت　　　وردِ لَاخَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ بایدت

سورہ یونس آیت ۶۲ میں ہے:

اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ

سن رکھو، جو لوگ اللہ کی طرف ہیں، نہ ڈر ہے ان پر اور نہ غم کھائیں گے۔

اسی مضمون کی اور آیتیں بھی ہیں۔

اسی صفحے (۹۵) کا ایک اور شعر یہ ہے:

چوں کلیمے سوئے فرعونے رود　　　قلبِ او از لَاتَخَفۡ محکم شود

سورۂ طٰہٰ آیت ۶۸ میں ہے:

قُلۡنَا لَا تَخَفۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡاَعۡلٰی ﴿۶۸﴾

ہم نے کہا، تو نہ ڈر۔ بے شک تو ہی رہے گا اوپر۔

سورۃ البقرہ آیت ۱۵۰ میں بھی ہے:

فَلَا تَخۡشَوۡہُمۡ وَ اخۡشَوۡنِیۡ

پس اُن سے نہ ڈرو، مجھ سے ڈرو۔

صفحہ ۹۶ کا شعر ہے:

ہر کہ رمزِ مصطفٰے فہمیدہ است　　　شرک را در خوف مضمر دیدہ است

سورۃ الاحقاف آیت ۱۳ میں ہے:

الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۱۳﴾

بے شک جنھوں نے کہا کہ رب ہمارا اللہ ہے، پھر ثابت رہے تو نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غم کھائیں گے۔

سورۃ الاحزاب آیت ۱۹ میں ہے:

فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَیْتَهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ تَدُوْرُ اَعْیُنُهُمْ كَالَّذِیْ یُغْشٰی عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَی الْخَیْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَمْ یُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرًا ﴿۱۹﴾

پھر جب ڈر کا وقت آئے تو تم انھیں دیکھو گے تمہاری طرف یوں نظر کرتے ہیں کہ ان کی آنکھیں گھوم رہی ہیں جیسے کسی پر موت چھائی ہو، پھر جب ڈر کا وقت نکل جائے تو تمہیں طعنے دینے لگیں تیز زبانوں سے مالِ غنیمت کے لالچ میں۔ یہ لوگ ایمان لائے ہی نہیں تو اللہ نے ان کے عمل اکارت کر دیے اور یہ اللہ کو آسان ہے۔

یہ آیت جہاد کے سلسلے میں ہے جس میں مشرکوں (منافقوں) کے خوف کا ذکر ہے۔

اوپر کے شعر کی وضاحت صفحہ ۹۹ کے آخری شعر سے بھی ہوتی ہے جو یہ ہے:

خوفِ حق عنوانِ ایماں است و بس
خوفِ غیر از شرکِ پنہاں است و بس

سورۃ المائدہ آیت ۶۹ میں ہے:

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۹﴾

جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور پچھلے دن پر اور عمل کرے نیک، نہ ان پر ڈر ہے اور نہ

وہ غم کھائیں گے۔

صفحہ ۱۰۰ کا پہلا شعر ہے:

تارکِ آفل براہیم خلیلؑ — انبیا را نقشِ پائے او دلیل

آفل کے سلسلے میں دیکھیں صفحہ ۶۷-۶۸ کے اشعار کی تلمیح: اسی صفحے کا شعر ہے:

آں خدائے لم یزل را آیتے — داشت در دل آرزوئے اُمّتے

سورۃ البقرہ آیت ۱۲۸ میں ہے:

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ
وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿۱۲۸﴾

(ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے) اے رب ہمارے! اور کر ہم کو حکم بردار اپنا اور ہماری اولاد میں بھی ایک اُمت حکم بردار اپنی اور بتا ہم کو دستور حج کے اور ہم کو معاف کر۔ تُو ہی ہے اصل معاف کرنے والا مہربان۔

اسی صفحہ (۱۰۰) کا ایک شعر یہ ہے:

جوئے اشک از چشمِ بے خوابش چکید
تا پیامِ طہّرا بیتی شنید

سورۃ البقرہ آیت ۱۲۵ میں ہے:

وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ
السُّجُودِ ﴿۱۲۵﴾

اور کہہ دیا ہم نے ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کو، کہ پاک رکھو گھر میرا، واسطے طواف والوں کے اور رکوع و سجود والوں کے۔

اسی صفحے میں پھر یہ شعر آتا ہے:

بہرِ ما ویرانہ آباد کرد — طائفاں را خانہ بنیاد کرد

سورۂ ابراہیم کی آیت ۳۷ ہے :

رَبَّنَآ اِنِّیۡۤ اَسۡكَنۡتُ مِنۡ ذُرِّيَّتِىۡ بِوَادٍ غَيۡرِ ذِىۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَيۡتِكَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ فَاجۡعَلۡ اَفۡـئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهۡوِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ وَارۡزُقۡهُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمۡ يَشۡكُرُوۡنَ ۝

(ابراہیم علیہ السلام نے کہا) اے رب ہمارے، میں نے بسائی ایک اولاد اپنی میدان میں، جہاں کھیتی نہیں، تیرے ادب والے گھر کے پاس، اے رب ہمارے تاکہ قائم رکھیں نماز۔ سو رکھ بعضے لوگوں کے دل جھکتے ان کی طرف اور روزی دے اُن کے میووں سے، شاید یہ شکر کریں۔

اسی صفحے میں پھر یہ شعر آتا ہے :

تا نہالِ تُب علینا غنچہ بست ۔۔۔ صورتِ کارِ بہارِ ما نشست

مذکورہ بالا شعر (آں خدائے لم یزل را آیتے) کی تلمیح یہاں بھی دیکھی جائے۔ پہلے وہاں پوری آیت آچکی ہے۔

صفحہ ۱۰۱ کا شعر ہے :

از رسالت صد ہزارِ ما یک است ۔۔۔ جزوِ ما از جزوِ ما لاینفک است

سورۃ البقرہ آیت ۲۱۳ میں ہے :

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيۡنَ وَمُنۡذِرِيۡنَ

تھا لوگوں کا دین ایک، پھر بھیجے اللہ نے نبی، خوشی اور ڈر سنانے والے۔

سورۂ یونس آیت ۱۹ میں ہے :

وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخۡتَلَفُوۡا

اور لوگ جو ہیں سو ایک ہی اُمت ہیں اور پیچھے جدا جدا ہوئے۔

سورۃ المائدہ آیت ۴۸ ـــ سورۂ ہود آیت ۱۱۸ ـــ سورۃ النحل آیت ۹۳ ـــ

سورۃ الانبیا آیت ۹۲ ــــ سورۃ المومنون آیت ۵۲ بھی دیکھیں۔
اسی صفحے میں ہے:

آں کہ شانِ اوست یھدی من یرید ٭ از رسالت حلقہ گردِ ما کشید

سورۃ الحج آیت ۱۶ میں ہے:

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ

اور یوں اتارا ہم نے یہ قرآن، کھلی باتیں اور یہ ہے کہ اللہ سوجھ دیتا ہے جس کو چاہے۔

پھر اسی صفحے میں ہے:

ما ز حکمِ نسبتِ او ملتیم ٭ اہلِ عالم را پیامِ رحمتیم

مسلمانوں کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔

سورۃ الانبیا آیت ۱۰۷ میں ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

اور آپ کو جو ہم نے بھیجا تو رحمت بنا کر جہانوں کے لیے۔
اسی صفحے کا شعر ہے:

قلبِ مومن را کتابش قوت است ٭ حکمتش حبل الورید ملّت است

سورۃ الحدید آیت ۲۵ میں ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ
وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ

ہم نے بھیجے ہیں اپنے رسول نشانیاں دے کر اور اُتاری ان کے ساتھ کتاب اور ترازو کہ لوگ قائم رہیں انصاف پر۔
سورۂ ق آیت ۱۶ میں دراصل اللہ پاک نے انسان سے اپنے قرب کا ذکر کیا ہے:

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ۝

اور ہم اس (انسان) سے نزدیک ہیں شاہ رگ سے زیادہ۔

نعر بیں حبل الورید انتہائی قرب کے لیے بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے۔

صفحہ ۱۰۲ کا شعر ہے:

دین فطرت از نبیؐ آموختیم | در رہِ حق مشعلے افروختیم

سورۃ الروم آیت ۳۰ میں ہے:

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا

تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڎ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا

يَعْلَمُوْنَ۝

سو تو سیدھا رکھ اپنا منہ دین پر، ایک طرف کا ہو کر۔ وہی تراش اللہ کی جس پر تراشا لوگوں کو۔ بدلنا نہیں اللہ کے بنائے کو۔ یہی ہے دین سیدھا۔ لیکن بہت لوگ نہیں سمجھتے۔

اسی صفحے کا شعر ہے:

پس خدا برما شریعت ختم کرد | بر رسولِؐ ما رسالت ختم کرد

پہلے مصرعے میں سورۃ المائدہ آیت ۳ کی آیت کی تلمیح ہے کہ:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ ......

آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمہارا اور پورا کیا میں نے تم پر احسان اپنا۔

دوسرے مصرعے میں خاتم النبیینؐ (سورۃ الاحزاب: آیت ۴۰) کی تلمیح ہے جس کا ذکر صفحہ ۸۱ کے شعر (اے ترا حق خاتمِ اقوام کرد) کے ذیل میں آچکا ہے:

صفحہ ۱۰۴ کا شعر ہے:

مرسلان و انبیا آبائے او | اکرم او نزدِ حق اتقائے او

سورۃ الحجرات کی آیت ۱۳ میں ہے:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

بے شک اللہ کے نزدیک وہی عزت والا ہے جس کا تقویٰ بڑا ہے۔

اسی صفحے میں ہے:

نا شکیبِ امتیازات آمدہ　　　　در نہاد او مساوات آمدہ

اس سے پہلی تلمیح کے علاوہ صفحہ ۱۰۱ کے شعر (از رسالت ہمہ ہزار ما یک است) کی تلمیح بھی دیکھیں۔ صفحہ ۱۰۵ کا شعر ہے:

ہمچو سرو آزاد فرزندانِ او　　　　پختہ از قالوا بلیٰ پیمانِ او

سورۃ الاعراف: آیت ۱۷۲ میں ہے:

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ

اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی شَهِدْنَا اَنْ

تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا کُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ﴿۱۷۲﴾

اور (اے محبوبؐ یاد کرو) جب تمہارے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں خود پر گواہ کیا، کیا میں تمہارا رب نہیں؟ سب بولے کیوں نہیں! ہم گواہ ہوئے کہ کہیں قیامت کے دن، کہو کہ ہمیں اس کی خبر نہ تھی۔ صفحہ ۱۰۸ کا شعر ہے:

گفت قاضی فی القصاص آمد حیوٰۃ　　　　زندگی گیرد بایں قانوں ثبات

سورۃ البقرہ: آیت ۱۷۹ میں ہے:

وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ یّٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

اور تم کو قصاص میں ہے زندگی — اے عقل مندو! شاید تم بچتے رہو

اسی صفحے کا شعر ہے

مدعی را تابِ خاموشی نہ ماند آیۂ بالعدلِ والاحسان خواند

سورۃ النحل: آیت ۹۰ میں ارشاد ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٩٠﴾

بے شک اللہ حکم کرتا ہے انصاف کو اور بھلائی کو اور دینے کو ناتے والے کے اور منع کرتا ہے بے حیائی سے اور نامعقول کام کو اور سرکشی کو، تم کو سمجھاتا ہے۔ شاید تم یاد رکھو۔ صفحہ ۱۱۰ کا شعر ہے:

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر معنیٔ ذبحِ عظیم آمد پسر

دراصل ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کی تھی اس کا ذکر ہے۔

سورۃ الصّٰفّٰت: آیت ۱۰۷ میں آتا ہے:

وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ

اور اس کا بدلہ دیا ہم نے ایک جانور ذبح کو بڑا (یعنی بڑے درجے کا جو بہشت سے آیا تھا)۔

علامہ اقبال نے اس آیت کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کیلئے یاد کیا ہے اسی صفحے میں یہ شعر ہے:

درمیانِ اُمتِ کیواں جناب ہمچو حرف قل ھو اللہ در کتاب

یعنی جس طرح قل ھو اللہ (سورۃ الاخلاص) کا درجہ قرآن میں ہے (کہ اس کی تین مرتبہ تلاوت کا ثواب ایک قرآن کی تلاوت کے برابر سمجھا جاتا ہے، اسی طرح اس اُمت میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا مقام خاص الخاص ہے۔

صفحہ ۱۱۱ میں یہ شعر ہے:

تیغ بہر عزتِ دین است و بس　　مقصدِ او حفظِ آئین است و بس

سورۃ النساء: آیت ۷۶ میں ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۚ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا
یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ ۚ
اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا ۟

وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اور جو کافر ہوئے وہ شیطان کی راہ میں جنگ کرتے ہیں۔ پس تم شیطان کے مددگاروں سے جنگ کرو۔ بے شک شیطان کا حیلہ کمزور ہوتا ہے۔

صفحہ ۱۱۴ کا شعر ہے:

عقدۂ قومیتِ مسلم کشود　　از وطن آقائے ما ہجرت نمود

سورۃ التوبہ کی آیت ۲۰ ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجٰھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ ۙ
اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ ؕ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۟

جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑ آئے اور جنگ کی اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے، ان کا درجہ بڑا ہے اللہ کے نزدیک اور وہی پہنچے مراد کو۔

سورۃ الانفال: آیات ۷۲، ۷۴، ۷۵　　النحل: آیت ۴۱　　الحج: آیت ۵۸

النساء: آیات ۹۷۔۱۰۰ وغیرہ میں ہجرت سے متعلق مضامین ہیں۔[۳]

اسی صفحے میں ہے:

آں کہ در قرآں خدا او را ستود　　آں کہ حفظِ جانِ او موعود بود

سورۃ المائدہ: آیت ۶۷ میں ہے:

یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَہٗ ؕ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ

مِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ

اے رسولؐ! آپ پہنچا دیں جو آپ کو نازل کیا گیا آپؐ کے رب سے۔ اور اگر یہ نہ کیا تو کچھ نہ پہنچایا اس کا پیغام، اور اللہ آپؐ کو بچالے گا لوگوں سے۔ اللہ راہ نہیں دیتا منکر قوم کو۔

صفحہ ۱۱۵ کا شعر ہے:

حشر؟ جستند در بئس القرار — تا احلوا قومھم دار البوار

سورہ ابراہیم کی آیات ۲۸-۲۹ میں:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۭ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾

کیا آپؐ نے نہیں دیکھا کہ جنہوں نے بدلہ کیا اللہ کے احسان کا ناشکری (سے) اور اتارا اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں جو دوزخ ہے، داخل ہوں گے اس میں اور برا ٹھکانا ہے۔

صفحہ ۱۱۸ کا شعر ہے:

گرچہ ملت ہم بمیرد مثلِ فرد — از اجل فرماں پذیرد مثلِ فرد

سورۂ یونس: آیت ۴۹ میں ہے:

لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۭ اِذَا جَاۗءَ اَجَلُھُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۴۹﴾

ہر گروہ کا ایک وعدہ (وقت) ہے۔ جب پہنچا ان کا وعدہ (وقت) نہ ڈھیل کریں ایک گھڑی نہ جلدی۔

صفحہ ۱۱۹ کا شعر ہے:

اُمتِ مسلم ز آیاتِ خداست — اصلش از ہنگامۂ قالوا بلیٰ است

سورۃ الاعراف : آیت ۱۷۲ میں ہے :

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ
اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا

اور جب نکالی آپ کے رب نے آدم کے بیٹوں سے ان کی پیٹھ میں سے ان کی اولاد اور اقرار کرایا ان سے ان کی جان پر۔ کیا میں نہیں ہوں رب تمہارا؟ بولے البتہ، ہم قائل ہیں۔

اسی صفحے (۱۱۹) کا شعر ہے :

از اجل ایں قوم بے پرواستے   استوار از نحن نزلنا ستے

سورۃ الحجر : آیت ۹ میں ارشاد ہے :

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۹﴾

بے شک ہم نے اتاری یہ نصیحت (قرآن) اور ہم اس کے نگہبان ہیں۔

یہ آیت دراصل قرآنِ پاک سے تعلق رکھتی ہے لیکن قرآنِ پاک جس قوم کو استقامت عطا فرماتا ہے وہ مسلمان ہیں۔

اسی بات کو فوراً آگے اقبال کہتے ہیں:

ذکر قائم از قیامِ ذاکر است   از دوامِ او دوامِ ذاکر است

پھر یہ شعر آتا ہے :

تا خدا ان یطفئوا فرمودہ است   از فسردن ایں چراغ آسودہ است

سورۃ الصف : آیت ۸ میں ہے :

یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ اللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ
الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸﴾

چاہتے ہیں کہ بجھائیں اللہ کی روشنی اپنے منہ سے۔ اور اللہ کو پوری کرنی ہے اپنی روشنی

اور پڑے بُرا ہیں کافر۔

اسی صفحے (۱۱۹) میں ہے:

حق بروں آوردہ ایں تیغِ اصیل　　　　از نیامِ آرزو ہائے خلیل

سورۃ البقرہ کی آیت ۱۲۸ میں ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کا ذکر ہے۔ صفحہ ۱۰۰ کے شعر میں بھی اس تلمیح کو ملاحظہ فرمائیں۔

پھر اسی صفحے پر ہے:

ما کہ توحیدِ خدا را حجتیم　　　　حافظِ رمزِ کتاب و حکمتیم

سورۂ آلِ عمران: آیت ۱۶۴ اور سورۃ الجمعہ: آیت ۲ کی آیتیں ملاحظہ ہوں جن کا ذکر صفحہ ۹۹ کے شعر کے سلسلے میں اوپر آچکا ہے۔

صفحہ ۱۲۰ کا شعر ہے:

زانکہ ما را فطرتِ ابراہیمی است　　　　ہم بہ مولیٰ نسبتِ ابراہیمی است

سورۃ الحج کی آیت ۷۸ ملاحظہ ہو جس کا ذکر صفحہ ۹۲-۹۳ کے اشعار کے ساتھ آچکا ہے۔

اسی صفحے کا شعر ہے:

در جہاں بانگِ اذاں بود ست و ہست

ملتِ اسلامیاں بود ست و ہست

سورۂ آل عمران: آیت ۱۹ میں ہے:

اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ ۟ وَ مَا اخۡتَلَفَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَہُمُ الۡعِلۡمُ بَغۡیًۢا بَیۡنَہُمۡ ؕ وَ مَنۡ یَّکۡفُرۡ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ فَاِنَّ اللّٰہَ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ ﴿۱۹﴾

بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے اور مخالف نہیں ہوئے کتاب والے مگر جب ان کو معلوم ہو چکا آپس کی ضد سے۔ اور جو کوئی منکر ہو اللہ کے حکموں سے

تو اللہ شتاب لینے والا ہے حساب۔

اسی سورۂ آل عمران کی آیت ۸۵ میں ہے:

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ

وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

اور جو کوئی چاہے سوا اسلام کے اور دین، سو اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا۔

اور وہ آخرت میں خراب ہے۔

صفحہ ۱۲۱ میں شعر آتا ہے:

نسخۂ اسرارِ تکوینِ حیات ‏ ‏ ‏ ‏ بے ثبات از قوتش گیرد ثبات

سورۂ بنی اسرائیل آیت ۹ میں ہے:

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ

الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۝

بے شک یہ قرآن بتاتا ہے وہ راہ جو سب سے سیدھی ہے اور خوشی سناتا ہے

اُن کو جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے کہ ان کو ہے ثواب بڑا۔

اسی صفحے ۱۲۱ میں ہے:

حرفِ اُو را ریب نے ، تبدیل نے ‏ ‏ ‏ ‏ آیہ اش شرمندۂ تاویل نے

سورۃ البقرہ کے شروع ہی میں ہے:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛۚ فِيْهِ

اس کتاب میں کوئی شک نہیں ہے۔

اور سورۂ یونس آیت ۶۴ میں ہے:

لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

نہیں بدلتیں اللہ کی باتیں۔ یہی ہے بڑی مراد۔

صفحہ ۱۲۲ میں ہے:

نوعِ انساں را پیامِ آخریں　　حاملِ اُو رحمۃ للعالمیں

سورۃ المائدہ آیت ۳ میں دین کی تکمیل (یعنی پیامِ آخریں) کا ذکر ہے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ

عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمہارا اور پوری کی تم پر اپنی نعمت اور پسند کیا میں نے تمہارے لیے دین اسلام۔

اور سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۷ میں ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ

اور آپ کو جو ہم نے بھیجا تو رحمت بنا کر تمام جہانوں کے لیے۔

اسی صفحے ۱۲۲ میں ہے:

آنکہ دوشِ کوہ بارش بر نتافت　　سطوتِ اُو زہرۂ گردوں شگافت

اس شعر کی تلمیح (اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ ......) "اسرارِ خودی" کے شعر میں آگئی ہے۔

صفحہ ۱۲۳ کا شعر ہے:

قطع کردی امرِ خود را در زُبُر　　جادہ پیمائی الی شیئٍ نُکُر

سورۃ المؤمنون کی آیتیں ۵۲-۵۳ ہیں:

وَاِنَّ ھٰذِہٖٓ اُمَّتُکُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّاَنَا رَبُّکُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿۵۲﴾ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَھُمْ

بَیْنَھُمْ زُبُرًا ۭ کُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۳﴾

اور یہ لوگ ہیں تمہارے دین کے ــــ سب ایک دین پر۔ اور میں ہوں تمہارا رب سو مجھ سے ڈرتے رہو۔ پھر پھوٹ کر کے بیا اپنا اپنا کام ٹکڑے ٹکڑے۔ ہر فرقہ جو

ان کے پاس ہے اُس پر ریجھ رہے ہیں۔
یہ آیت پہلے مصرعے سے متعلق ہے اور دوسرے مصرعے میں سورۂ قمر کی آیت ۶
کی طرف اشارہ ہے:

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نُّكُرٍ

پس تو ہٹ آ اُن کی طرف سے جس دن پکارے پکارنے والا ایک ان دیکھی
چیز کو (یعنی حساب کو)۔

اسی صفحے ۲۲ ا کا شعر ہے:

از تلاوت بر تو حق دارد کتاب　　　تو ازو کامے کہ می خواہی بیاب

قرآن (کتاب) کے فضائل میں بہت سی آیات ہیں۔ سورۂ بنی اسرائیل آیت ۸۲
میں ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ

اور ہم اتارتے ہیں قرآن میں سے جس سے شفا اور رحمت ہے مومنوں کیلیے۔

صفحہ ۱۲۴ کا شعر ہے:

راہ آبا رو کہ ایں جمعیت است　　　معنیٔ تقلید ضبطِ ملت است

سورہ آل عمران آیت ۱۰۳ میں ارشاد ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ
اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ
بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا

اور مضبوط پکڑو رسّی اللہ کی سب مل کر، اور پھوٹ نہ ڈالو اور یاد کرو احسان اللہ
کا اپنے اوپر، جب تھے تم آپس میں دشمن، پھر الفت دی تمہارے دلوں میں۔
اب ہو گئے اس کے فضل سے بھائی۔

جمعیت اور ضبطِ ملت سے متعلق یہ آیت ہے جو "راہِ آبا" کی "تقلید" سکھاتی ہے۔

اسی صفحہ ۱۲۴ کے آخر میں ہے:

پیکرت دارد اگر جانِ بصیر عبرت از احوالِ اسرائیل گیر

(پانچ اشعار)

سورۃ البقرہ آیت ۶۱ میں ہے:

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۶۱﴾

اور ان (یہودیوں) پر خواری اور ناداری (مال کے باوجود حرص) مقرر کر دی گئی اور خدا کے غضب میں مبتلا ہوئے۔ یہ بدلہ تھا اس کا کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے۔ یہ بدلہ تھا ان کی نافرمانیوں اور حد سے بڑھنے کا۔

صفحہ ۱۲۶ کا شعر ہے:

ما ہمہ خاک و دلِ آگاہ اوست اعتصامش کن کہ حبل اللہ اوست

اس شعر سے متعلقہ آیت پچھلے اشعار میں دی جا چکی ہے۔

صفحہ ۱۲۶ کا ہی شعر ہے:

علمِ حق غیر از شریعت ہیچ نیست

اصلِ سنت جز محبت ہیچ نیست

سورۃ الجاثیہ آیت ۱۸ میں ارشاد ہے:

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ

الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾

پھر ہم نے اس کام (دین) کی شریعت (عمدہ راستہ) پر تمہیں کیا تو اسی راہ چلو اور نادانوں کی خواہشوں کا ساتھ نہ دو۔

صفحہ ۱۲۷ کا شعر ہے:

اے کہ باشی حکمتِ دیں را امیں   با تو گویم نکتہ شرعِ مبیں

سورۂ بنی اسرائیل آیت ۳۹ میں دین کو حکمت کہا گیا ہے:

ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ

یہ ہے کچھ جو وحی کیا تمہارے رب نے تمہاری طرف حکمت کی باتوں کو۔

اسی صفحے میں ہے:

شرع می خواہد کہ چوں آئی بجنگ   شعلہ گردی واشگافی کامِ سنگ

سورۃ التوبہ آیت ۷۳ اور سورۃ التحریم آیت ۹ میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ

اے نبیؐ! آپ جہاد کریں کافروں اور منافقوں پر اور اُن پر سختی کریں۔

صفحہ ۱۲۸ کا شعر ہے:

ہست دینِ مصطفےٰ دینِ حیات   شرعِ اُو تفسیرِ آئینِ حیات

سورۃ النحل آیت ۹۷ میں ارشاد ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ
وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾

جس نے نیک کام کیا، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہے تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی جلائیں گے اور ضرور بدلے میں ان کو دیں گے ان کا بہتر کاموں پر جو وہ کرتے ہیں۔

صفحہ ۱۲۹ کا شعر ہے:

قلب را زیں حرفِ حق گرداں قوی   با عرب درساز تا مسلم شوی

سورۂ فُصِّلَت آیت ۴۴ میں ہے:

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ۖ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ۗ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ۗ

اور اگر ہم اس کو کرتے قرآن عجم کی زبان (اوپری زبان) کا، تو کہتے کہ اس کی باتیں کیوں نہ کھولی گئیں (یعنی عربی میں کیوں نہ بتائی گئیں کہ ہم سمجھ سکتے) کیا کتاب عجمی اور نبیؐ عربی؟ آپؐ فرما دیں کہ وہ (قرآن) ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے۔

عرب کی زبان کو قرآن میں عربی مبین کہا گیا ہے (النحل: ۱۰۳؛ الشعرآء: ۱۹۵) جس میں ہر بات کھول کر بیان کی گئی ہے۔ سورۃ الرعد آیت ۳۷ میں فرمایا:

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا

اور اسی طرح ہم نے اسے عربی حکم اتارا۔

قرآن کو حکم کہا گیا ہے جو عربی (مبین — کھلی ہوئی) زبان میں ہے۔

صفحہ ۱۳۱ کا شعر ہے:

غازیانِ ملّتِ بیضائے او　　　حافظانِ حکمتِ رعنائے او

سورۃ التوبہ آیت ۲۰ میں ارشاد ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے، ان کو بڑا درجہ ہے اللہ کے پاس اور وہی ہیں مراد کو پہنچے۔

آگے کی آیتوں میں ان مجاہدوں کے لیے بشارتیں ہیں۔

اسی صفحے ۱۳۱ کا شعر ہے:

ہم شہیدانے کہ دیں را حجت اند　　　مثلِ انجم در فضائے ملّت اند

سورۃ النسأ آیت ۶۹ میں ہے :

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا

اور جو لوگ حکم میں چلتے ہیں اللہ کے اور رسولؐ کے، سو اُن کے ساتھ ہیں جن کو اللہ نے نوازا (یعنی وہ لوگ) نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بخت ہیں اور خوب ہے ان کی رفاقت۔

سورۃ الحدید آیت ۱۹ میں ہے:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ

اور جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر وہی ہیں صدیق اور شہید (گواہ) اپنے رب کے یہاں۔ ان کے لیے ان کا ثواب اور ان کا نور ہے۔

صفحہ ۱۳۲ کا شعر ہے :

فطرتِ مسلم سراپا شفقت است　　　در جہاں دست و زبانش رحمت است

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ارشاد ہے :

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ　　　(سورۃ الانبیأ : ۱۰۷)

تو اُن کی امت بھی سراپا شفقت و رحمت ہونی چاہیے۔

اسی کے آگے شعر ہے :

آنکہ مہتاب از سر انگشتش دو نیم　　　رحمتِ او عام و اخلاقش عظیم

سورۃ القمر آیت ۱ میں　وَانْشَقَّ الْقَمَرُ　(اور شق ہو گیا چاند) مذکور ہے اور رحمتِ عام کا ذکر اوپر آگیا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سورۃ القلم آیت ۴ میں ارشاد ہے :

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۝

اور بے شک آپ کے اخلاق بڑی شان والے ہیں۔

صفحہ ۱۳۵ میں ہے:

قوم را ربط و نظام از مرکزے　　روزگارش را دوام از مرکزے

یہاں کعبہ کے متعلق کہا گیا ہے جیسا کہ سورۃ المائدہ آیت ۹۷ میں ہے:

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ

اللہ نے ادب والے گھر کو لوگوں کے قیام کا باعث کیا۔

اسی صفحے میں ہے:

در جہاں جانِ امم جمعیت است　　در نگر سرِّ حرم جمعیّت است

صفحہ ۱۲۴ کے شعر کے ساتھ جمعیّت سے متعلق آیتِ مبارکہ کا ذکر آ چکا ہے۔

صفحہ ۱۳۶ کا شعر ہے:

عبرتے اے مسلمِ روشن ضمیر　　از مآلِ امتِ موسیٰ بگیر

پچھلے صفحوں میں (عبرت از احوالِ اسرائیل گیر) سے متعلق آیت ملاحظہ فرمائیں۔

صفحہ ۱۳۹ کا شعر ہے:

می ندانی آیۂ امّ الکتاب　　امّتِ عادل ترا آمد خطاب

سورۃ البقرہ کی آیت ۱۴۳ ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ

عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا

اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو اُمّتِ عادل (معتدل) کہ تم ہو شاہد (بتلانے والے) لوگوں پر اور رسولؐ ہوں تم پر شاہد (بتانے والے)۔

اسی صفحے ۱۳۹ کا شعر ہے:

اُمیے پاک از ھوای گفت ارُاد   شرحِ رمزِ ماغویٰ گفت ارُاد

سورۃ النجم کی آیت ۳ ہے:

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بولتے اپنی ہوا (خواہش) سے۔

اسی سورۃ کی آیت ۲ ہے:

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى

بہکے نہیں تمہارے صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) اور نہ بے راہ چلے۔

صفحہ ۱۴۰ کا شعر ہے:

جلوہ در تاریکیٔ ایام کن   آنچہ بر تو کامل آمد عام کن

سورۃ المائدہ کی آیت ۳ ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ

لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔

آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمہارا اور پورا کیا میں نے تم پر احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے دین اسلام۔

اسی صفحے ۱۴۰ کا آخری شعر ہے:

حرفِ حق از حضرتِ ما بردۂ   پس چرا با دیگراں نسپردۂ

دین کے لیے تبلیغ ضروری ہے۔ سورۃ الانعام آیت ۱۹ میں ارشاد ہے:

قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ۖ قُلِ اللّٰهُ ۖ شَهِيْدٌ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۚ

وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ

آپ کہیے کس چیز کی بڑی گواہی؟ کہیے، اللہ گواہ ہے میرے اور تمہارے بیچ اور اترا ہے مجھ پر قرآن کہ تم کو اس سے خبردار کر دوں اور (اس کو)

جس کو یہ پہنچے۔

صفحہ ۱۴۱ کا شعر ہے:

اے کہ با نادیدہ پیماں بستۂ ہمچو سیل از قیدِ ساحل رستۂ

سورۃ البقرہ کے شروع ہی میں،

یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ

جو یقین رکھتے ہیں بن دیکھا

کا بیان آتا ہے۔

صفحہ ۱۴۲ میں ہے:

غایتش توسیعِ ذاتِ مسلم است امتحانِ ممکناتِ مسلم است

مسلمان کی خفتہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے کا پیام سورۃ الجاثیہ آیت ۱۳ میں ملتا ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ

اور مسخر کر دیے تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہے سب کا سب۔ اس کی طرف سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلیے جو فکر کرتے ہیں۔

سورۃ لقمٰن آیت ۲۰ میں بھی اسی طرح کا مضمون آتا ہے۔

صفحہ ۱۴۳ کا شعر ہے:

چشم خود بکشا در اشیا نگر نشّہ زیرِ پردۂ صہبا نگر

اشیائے عالم پر غور و فکر کی دعوت قرآن پاک میں اکثر مقامات پر دی گئی ہے مثلاً سورۃ النحل آیت ۸۹ میں ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ
هُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۚ

اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور بشارت مسلمانوں کے لیے۔

اسی صفحہ ۴۳ میں ہے:

تو کہ مقصودِ خطابِ انظری   پس چرا ایں راہ چوں کوراں بری

قرآن پاک میں اکثر مقامات پر دیکھنے اور سمجھنے کا پیام ملتا ہے۔ مثلاً سورۃ الروم آیت ۵۰ میں ہے:

فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

پس اللہ کی رحمت کے آثار دیکھو کیونکر وہ زمین کو زندہ کرتا ہے اس کی موت کے بعد۔

سورہ یونس آیت ۱۰۱ میں ہے:

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

آپ فرمادیں کہ دیکھو کیا کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔

صفحہ ۴۴ کا آخری شعر ہے:

علمِ اسما اعتبارِ آدم است   حکمتِ اشیا حصارِ آدم است

"اسرارِ خودی" صفحہ ۴۵ میں اس آیت کا ذکر آچکا ہے یعنی:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا

اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام (اشیا) کے نام سکھلائے۔

صفحہ ۴۷ میں ہے:

قوم روشن از سوادِ سرگزشت   خودشناس آمد زیادِ سرگزشت

سورۂ آل عمران آیت ۱۴۰ میں ہے:

اِنۡ یَّمۡسَسۡکُمۡ قَرۡحٌ فَقَدۡ مَسَّ الۡقَوۡمَ قَرۡحٌ مِّثۡلُهٗ ؕ وَتِلۡكَ
الۡاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیۡنَ النَّاسِ ۚ وَلِیَعۡلَمَ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا
وَیَتَّخِذَ مِنۡکُمۡ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۴۰﴾

اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف پا چکے ہیں اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لیے باریکیاں رکھی ہیں اور اس لیے کہ اللہ پہچان کرا دے ایمان والوں کی اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے اور اللہ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو۔

زمانے کی تاریخ کا مطالعہ کرنے کا پیام ہے۔ اسی طرح سورۃ العصر بھی تاریخ کا مطالعہ کرنے کا سبق دیتی ہے کہ:

وَالۡعَصۡرِ ۙ﴿۱﴾ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ۙ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ﴿۳﴾

زمانے (کی تاریخ) کی قسم! بے شک (عام) انسان ٹوٹے میں ہے مگر جو ایمان لائے اور عمل صالح کیے اور آپس میں تقید کیا سچے دین کا اور آپس میں تقید کیا صبر کا۔

اس سورۃ میں فرد کے لیے ایمان اور عملِ صالح کی ہدایت ہے اور اجتماعی زندگی کے لیے حق اور صبر کی تلقین ہے اور اگر ایسا نہ کیا جائے گا تو خسران ہی خسران ہے۔

اقبال نے (تاریخ کے متعلق) کہا، صفحہ ۱۴۷:

ایں ترا از خویشتن آگہ کند   آشنائے کار و مرد رہ کند

اور اس کے بعد والے صفحہ ۱۴۸ میں بھی کہا ہے:

ضبط کن تاریخ را، پایندہ شو   از نفسہائے رمیدہ زندہ شو

صفحہ ۱۴۹ کا شعر ہے:

پوششِ عریانیٔ مرداں زن است　　　حسنِ دلجو عشق را پیراہن است

سورۃ البقرہ آیت ۱۸۷ میں ہے:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ

وہ پوشاک ہیں تمہاری اور تم پوشاک ہو ان کی۔

صفحہ ۱۵۰ کا شعر ہے:

گفت آں مقصودِ حرفِ کُن فکاں　　　زیرِ پائے امہات آمد جناں

سورۃ یٰس کی آیت ۸۲ میں ہے:

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ

اس کا حکم یہی ہے۔ جب چاہے کسی چیز کو کہ کہے اس کو ہو جا، وہ ہو جائے۔

دوسرے مصرعے میں مشہور حدیث کی تلمیح ہے کہ جنت ماں کے قدموں میں ہے۔

؎ کہتے ہیں ماں کے پاؤں کے نیچے بہشت ہے

صفحہ ۱۵۲ کا شعر ہے:

بانوئے آں تاجدارِ ھل اتیٰ　　　مرتضیٰ مشکل کشا شیرِ خدا

سورۃ الدھر آیت ۸ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے گھر والوں کے حق میں یہ آیت یادگار ہے:

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰي حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا

اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو۔

حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ بیمار ہوئے تو ان کے والدینؓ نے ان کی صحت کیلیے تین روزوں کی نذر مانی تھی۔ صحت پر ان بزرگوںؓ نے روزے رکھے اور تین صاع جَو کے ایک یہودی سے لے کر آئے۔ حضرت فاطمہؓ نے ایک ایک صاع تینوں دن پکایا لیکن جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھیں تو ایک روز مسکین کو، ایک روز یتیم کو اور ایک روز

اہیہ کو (اُن کے مانگنے پر) وہ روٹیاں دے دیں اور خود پانی سے افطار کر لیا۔

صفحہ ۱۵۴ کا شعر ہے:

کودکِ ما چوں لب از شیر تو شست
لا الہ آموختی او را نخست!

بچہ ابھی شیر خوار ہی ہوتا ہے کہ اس کی ماں اس کو اللہ اللہ سکھاتی ہے، اسی لیے اللہ پاک نے اپنی عبادت کے بعد ہی والدین کے ساتھ نیکی کا حکم دیا ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل آیت ۲۳ میں ہے:

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا

اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

صفحہ ۱۵۶ کا شعر ہے:

ہمتِ او کشتِ ملت را چو ابر ثانیِ اسلام و غار و بدر و قبر

یہ شعر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل سے متعلق ہے۔ غارِ ثور کے بارے میں سورۃ التوبہ آیت ۴۰ میں ارشاد ہے:

اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ہُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْہَا وَجَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی وَکَلِمَۃُ اللّٰہِ ہِیَ الْعُلْیَا وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۝

اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر (ہجرت کے لیے) جانا ہوا صرف دو جان سے، جب وہ

دونوں غار (ثور) میں تھے۔ جب اپنے دوست (ابو بکرؓ) سے فرماتے تھے، غم نہ کھا۔ بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو اللہ نے اس پر اپنا سکینہ (قلبی اطمینان) اتارا اور اُن فوجوں سے اس کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں اور کافروں کی بات نیچے ڈالی۔ اللہ ہی کا بول بالا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے

صفحہ ۱۵ کے شعر کے ساتھ بھی یہ تلمیح آ چکی ہے۔

صفحہ ۵۷ کا شعر ہے:

رنگِ اُو بر کن مثالِ او شوی　　　　در جہاں عکسِ جمالِ او شوی

پہلے مصرعے میں صِبغۃ اللہ (سورۃ البقرہ، آیت ۱۳۸) کا ذکر ہے جس کی تلمیح "اسرارِ خودی" کے صفحہ ۱۲ کے شعر میں آ چکی ہے۔ دوسرے مصرعے میں اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورۃ النور، آیت ۳۵) کی تلمیح بیان ہوئی ہے۔

اسی صفحے میں ہے:

لذتِ ایماں فزاید در عمل　　　　مردہ آں ایماں کہ ناید در عمل

قرآن پاک میں بکثرت مقامات ایسے ہیں جہاں اٰمنوا کے ساتھ ساتھ عملوا الصّٰلحٰت کا ذکر ہے۔ صفحہ ۵۸ کا شعر ہے:

مسلم استی بے نیاز از غیر شو　　　　اہلِ عالم را سراپا خیر شو

پہلے مصرعے کی تلمیح سورۃ المؤمن آیت ۶۰ میں ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ

اور تمہارے رب نے فرمایا کہ مجھ سے مانگو، میں قبول کر دوں گا (یعنی دوں گا)۔ اس لیے غیر اللہ سے مانگنا مسلمان کی شان کے خلاف ہے۔

اور دوسرے مصرعے سے متعلق دیکھیں کہ جب مسلمان کے لیے اللہ کے یہاں خیر ہی خیر ہے تو مسلمان بھی اہلِ عالم کے لیے خیر ہے۔

سورۃ النحل آیت ۹۵ میں ہے:

اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰہِ ھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

بے شک جو اللہ کے یہاں ہے وہی بہتر ہے تمہارے لیے، اگر تم جانتے ہو۔

صفحہ ۱۶۰ کا شعر ہے:

آں نگاہش سرِ ما زاغ البصر　　سوئے قوم خویش باز آید اگر

سورۃ النجم آیت ۱۷ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معراج شریف کے سلسلے میں ہے کہ آپؐ اللہ پاک کے بالکل قریب پہنچ گئے لیکن:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی

(آپ کی) آنکھ نہ کسی طرف پھری، نہ حد سے بڑھی۔

صفحہ ۱۶۱ کا شعر ہے:

از پیامِ مصطفیٰؐ آگاہ شو　　فارغ از اربابِ دون اللہ شو

سورۃ آل عمران آیت ۶۴ میں ہے:

قُلْ یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝

آپ فرما دیں، اے کتاب والو! آؤ ایک سیدھی بات پر --- ہمارے تمہارے درمیان کی، کہ بندگی نہ کریں مگر اللہ کی اور شریک نہ ٹھہرائیں اس کی کوئی چیز اور نہ پکڑیں آپس میں ایک ایک کو رب سوا اللہ کے۔ پھر اگر وہ قبول نہ رکھیں تو آپ فرما دیں کہ شاہد رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

صفحہ ۱۶۲ کا شعر ہے:

قومِ تو از رنگ و خوں بالاتر است　　قیمتِ یک اسودش صد احمر است

مسلمانوں میں رنگ اور نسل سے کوئی تفرق نہیں ہے۔ سورۃ الحجرات آیت ۱۱
میں ارشاد ہے:

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ

لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے بنا دیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔ بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

اسی صفحہ ۱۶۲ میں ہے:

ملتِ ما شانِ ابراہیمی است　　شہدِ ما ایمانِ ابراہیمی است

سورۃ الحج کی یہ آیت ۷۸ ہے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ　　تمہارے باپ ابراہیمؑ کا دین۔

صفحہ ۱۶۲ کا شعر ہے:

امتِ او مثلِ او نورِ حق است　　ہستیٔ ما از وجودش مشتق است

سورۃ المائدہ آیات ۱۵-۱۶ میں ہے:

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ یَّھْدِیْ بِہِ

اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَہٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ یُخْرِجُھُمْ مِّنَ

الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِہٖ وَ یَھْدِیْھِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔
اللہ اس سے ہدایت دیتا ہے اسے جو اللہ کی مرضی پر چلا سلامتی کے راستے۔

اور انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اپنے حکم سے اور انہیں سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

صفحہ ۱۶۴ میں ہے:

خرقۂ لا تحزنوا اندر برش　　　انتم الاعلون تاجے بر سرش

سورۂ آل عمران آیت ۱۳۹ میں ہے:

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝

اور سستی نہ کرو اور غم نہ کھاؤ۔ تم ہی غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

اسی صفحے ۱۶۴ میں ہے:

می کشند بارِ دو عالم دوشِ او　　　بحر و بر پروردۂ آغوشِ او

سورۃ الاحزاب کی آیت ۷۲ کی تلمیح ہے جس کا ذکر "اسرارِ خودی" کے صفحہ ۱۵ والے شعر میں آ چکا ہے۔

اسی صفحے ۱۶۴ میں ہے:

پیشِ باطل تیغ و پیشِ حق سپر　　　امر و نہیِ او عیارِ خیر و شر

سورۃ الفتح آیت ۲۹ میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں کا ذکر ہے کہ

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے (جو ہیں وہ) کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔

صفحہ ۱۶۵ میں شعر ہے:

عفو و عدل و بذل و احسانش عظیم
ہم بقہر اندر مزاجِ او کریم

دراصل حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ شان تھی کہ وہ ہر موقع پر نرم مزاج تھے۔

سورۂ آل عمران آیت ۱۵۹ میں ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ

پس اللہ کی رحمت کے سبب سے تم ان کے لیے نرم دل ہوئے اور اگر تم مزاج کے اکھڑ اور دل کے سخت ہوتے تو یہ لوگ تمہارے پاس سے تتر بتر ہو گئے ہوتے۔

بخاری شریف میں بھی حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت مزاج نہ تھے اور نہ کو سنا دینے والے تھے۔ کوئی بات عتاب کی ہوتی تو یوں فرماتے۔ ''فلاں شخص کو کیا ہو گیا ہے اس کی پیشانی کو خاک لگ جائے'' (گویا وہ سجدہ شکر ادا کرے۔ یہ بھی ایک دعا بن گئی)۔

صفحہ ۱۶۶ میں ہے:

اے ظہورِ تو شبابِ زندگی جلوہ ات تعبیرِ خوابِ زندگی

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی وجہ سے انسانی زندگی کو مکمل رہبری حاصل ہوئی۔

سورہ المائدہ آیت ۳ میں ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ

وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

آج میں پورا کر چکا تم کو دین تمہارا اور پوری کی تم پر میں نے اپنی نعمت اور پسند کیا میں نے تمہارے لیے دین اسلام۔

اسی صفحہ میں ہے:

شمس بہت روشن زتاب روئے تو ترک و تاجیک و عرب ہندوئے تو

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تمام روئے زمین کے لیے رسول بن کر تشریف

لائے۔

سورۂ سبا آیت ۲۸ میں ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور آپ کو جو ہم نے بھیجا تو سارے لوگوں کے واسطے خوشی اور ڈر سنانے کو۔ لیکن بہت لوگ نہیں سمجھتے۔

سورۂ الاعراف (آیت ۱۵۸) میں کچھ ایسا ہی مضمون آتا ہے۔

صفحہ ۱۶۸ میں ہے:

اے فروغت صبحِ اعصار و دہور　　چشمِ تو بینندۂ ما فی الصدور

دراصل اللہ پاک ہی دلوں کا حال جانتا ہے اور وہی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا سکتا ہے۔

سورۃ العنکبوت آیت ۱۰ میں ہے:

اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ۝

کیا اللہ خوب نہیں جانتا جو کچھ جہان بھر کے دلوں میں ہے!

صفحہ ۱۷۰ میں ہے:

ہست شانِ رحمتت گیتی نواز　　آرزو دارم کہ میرم در حجاز

سورۂ الانبیا آیت ۱۰۷ میں ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

اور آپ کو جو ہم نے بھیجا تو رحمت بنا کر تمام جہانوں کے لیے۔

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو　　زانکہ از خاکش بروید آرزو

یا ز نورِ مصطفیٰ اورا بہاست　　یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ است

(جاوید نامہ)

حواشی

۱- اسی صفحے میں ہے: اسود از توحید احمر می شود۔ حجۃ الوداع کا خطبہ اس کے لیے دیکھیں۔

۲- صفحہ ۱۱۱ میں یہ شعر ہے:

سرِ ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ بود — یعنی آں اجمال را تفصیل بود

اور بالِ جبریل میں یہ شعر ہے:

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؓ ابتدا ہے اسمٰعیلؑ

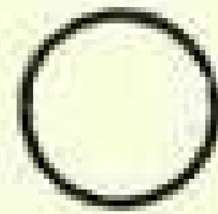
۳- ہجرت سے متعلق صفحہ ۱۱۴ میں بھی اشعار ہیں۔ مثلاً

قصہ گویاں حق ز ما پوشیدہ اند — معنیِ ہجرت غلط فہمیدہ اند

ہجرت آئینِ حیاتِ مسلم است — ایں ز اسبابِ ثباتِ مسلم است

پیامِ مشرق

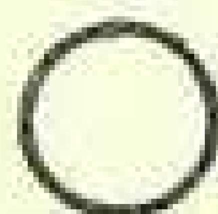
پہلی اشاعت: ۱۹۲۳ء



"مشرق اور بالخصوص اسلامی مشرق نے صدیوں کی مسلسل نیند کے بعد آنکھ کھولی ہے مگر اقوامِ مشرق کو یہ محسوس کر لینا چاہیے کہ زندگی اپنے حوالی میں کسی قسم کا انقلاب پیدا نہیں کر سکتی جب تک کہ پہلے اس کی اندرونی گہرائیوں میں انقلاب نہ ہو اور کوئی نئی دنیا خارجی وجود اختیار نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کا وجود پہلے انسانوں کے ضمیر میں متشکل نہ ہو۔ فطرت کا یہ اٹل قانون جس کو قرآن نے اِنَّ اللہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ کے سادہ اور بلیغ الفاظ میں بیان کیا ہے، زندگی کے فردی اور اجتماعی دونوں پہلوؤں پر حاوی ہے اور میں نے اپنی فارسی تصانیف میں اسی صداقت کو مدِ نظر رکھنے کی کوشش کی ہے۔"

اقبالؒ

دیباچہ 'پیامِ مشرق'



پیامِ مشرق

صفحہ ۱۰۸ کا شعر ہے:

زندگی جہد است و استحقاق نیست　　جز بعلمِ انفس و آفاق نیست

سورۃ العنکبوت آیت ۶۰ میں ارشاد ہے:

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ

اور جس نے (اللہ کے لیے) کوشش کی تو وہ اپنے ہی بھلے کے لیے کوشش کرتا ہے۔

سورۃ الانعام: آیت ۱۶۴ میں ہے:

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ

اور جو کوئی کمائے وہ اسی کے ذمے ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔

سورۃ الاعراف: آیت ۱۰ میں ہے:

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ

اور بے شک ہم نے تم کو زمین میں جما دیا اور تمہارے لیے اس میں زندگی کے اسباب بنائے۔ تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔

سورۃ فصلت: آیت ۵۳ میں ارشاد ہے:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ

اب ہم دکھائیں گے اپنی نشانیاں آفاق میں اور ان کی جانوں میں، حتیٰ کہ کھل جائے ان پر کہ یہ ٹھیک ہے۔

صفحہ ۱۹ میں ہے:

گفت حکمت را خدا خیرِ کثیر — ہر کجا ایں خیر را بینی بگیر

سورۃ البقرہ: آیت ۲۶۹ میں ہے:

يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ
اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۭ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾

وہ دیتا ہے حکمت (سمجھ) جس کو چاہے اور جس کو حکمت ملی، خیرِ کثیر ملی اور وہی سمجھیں جن کو عقل ہے۔

اسی صفحہ میں ہے:

گرچہ عینِ ذات را بے پردہ دید — ربِ زدنی از زبانِ او چکید

سورۃ طٰہٰ: آیت ۱۱۴ میں یہ دعا آتی ہے:

رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا

میرے رب مجھے علم زیادہ دے۔

اسی صفحہ میں ہے:

علم اشیا علّم الاسماستے — ہم عصا و ہم یدِ بیضاستے

سورۃ البقرہ: آیت ۳۱ میں ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ
بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

اور سکھائے آدمؑ کو نام سارے، پھر وہ دکھائے فرشتوں کو، کہا بتاؤ مجھ کو نام ان کے، اگر ہو تم سچے۔

سورۂ طٰہٰ کی آیات ۱۸-۲۳ میں عصا اور یدِ بیضا کا ذکر ہے۔ (اوپر بھی ان کا ذکر آچکا ہے)۔

اسی صفحہ (۱۹) میں ہے:

علم و دولت نظمِ کارِ ملت است   علم و دولت اعتبارِ ملت است

سورۃ الاعراف: آیت ۵۲ میں ہے:

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً
لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ

اور ہم نے ان کو پہنچا دی ہے کتاب جو کھول کر ہم نے بیان کی ہے علم سے "متعلق" وہ ہدایت اور رحمت ہے ایمان والوں کے لیے۔

اور سورۂ محمد: آیت ۳۸ میں ہے:

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَمِنْكُمْ
مَّنْ يَّبْخَلُ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاللّٰهُ
الْغَنِىُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا
غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ

سنتے ہو تم لوگ؟ تم کو بلاتے ہیں کہ خرچ کرو اللہ کی راہ میں۔ پھر تم میں کوئی ہے کہ بخل کرتا ہے اور جو کوئی بخل کرے گا تو بخل کرے گا خود کے لیے۔ اور اللہ

بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو۔ اور اگر تم پھر جاؤ گے تو وہ بدل لے گا کوئی لوگ سوا تمہارے، پھر وہ نہ ہوں گے تمہاری طرح کے۔

اس طرح بے شک علم اور مال دونوں ملت کے لیے ضروری ہوئے۔

صفحہ ۲۰ میں شعر ہے:

در ہجومِ کارہائے ملک و دیں　　　با دلِ خود یک نفس خلوت گزیں

سورۃ الحشر: آیت ۱۸ میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٨﴾

اے ایمان والو، ڈرتے رہو اللہ سے اور چاہیے دیکھ لے ہر نفس کہ کیا بھیجا ہے کل کے واسطے۔ اور ڈرتے رہو اللہ سے۔ بے شک اللہ کو خبر ہے جو کرتے ہو۔

یہاں غور و فکر اور محاسبہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

اسی صفحہ (۲۰) میں شعر ہے:

آں مسلماناں کہ میری کردہ اند　　　در شہنشاہی فقیری کردہ اند

سورۃ النور: آیت ۵۵ میں ہے:

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۚ وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٥٥﴾

اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ضرور انہیں

زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی۔ اور ضرور ان کے لیے جما دے گا ان کا وہ دین جو ان کے لیے پسند فرمایا ہے اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ میری عبادت کریں، میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں اور جو اس کے بعد ناشکری کرے تو وہی فاسق ہیں۔

ایمان اور عمل صالح والوں ہی کے لیے حکومت ہے اور یہی وہ چیز ہے جس سے ایک شہنشاہ بھی معمولی انسان بن کر، شہنشاہ سے زیادہ، فقیر کا مزاج حاصل کر سکتا ہے۔

اسی صفحہ میں ہے:

ہر کہ عشقِ مصطفیٰ سامانِ اوست
بحر و بر در گوشۂ دامانِ اوست

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی افضلیت حاصل ہے۔ سورۃ اللیل: آیات ۱۷-۲۱ میں ان کے متعلق ہے:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۝ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ۝
وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى ۝ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ
رَبِّهِ الْأَعْلَى ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضَى ۝

اور (دوزخ کی آگ کو) اس سے بہت دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے، جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔ وہ صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے۔ اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کرنے کا یہ انعام ہے۔

صفحہ ۲۵ میں ہے:

شہیدِ نازِ او بزمِ وجود است   نیاز اندر نہادِ ہست و بود است

نمی بینی کہ از مہرِ فلک تاب بسیمائے سحر داغِ سجُود است

اللہ الصمد (اللہ بے نیاز ہے) اور تمام عالم اس کا محتاج ہے۔

سورۂ فاطر: آیت ۱۵ میں ہے:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ

اے لوگو! تم ہو محتاج اللہ کی طرف اور اللہ وہی ہے بے پرواسب خوبیوں والا۔

آسمانوں اور زمین میں جو چیز بھی ہے وہ اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔ ایسی آیتیں متعدد ہیں۔

سورۂ جمعہ: آیت ۱ میں ہے:

يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ

اللہ کی تسبیح کرتا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے اس کی جو بادشاہ، پاک ذات، زبردست، حکمت والا ہے۔

اور سورۃ الحج: آیت ۱۸ میں ہے:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ کو سجدہ کرتے ہیں جو کوئی آسمان میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے اور سورج اور چاند تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت آدمی؟

صفحہ ۲۶ میں ہے:

بہ برگِ لالہ رنگ آمیزیٔ عشق بجانِ ما بلا انگیزیٔ عشق

اگر ایں خاکداں را واشگافی درونش بنگری خوں ریزیٔ عشق

اللہ پاک ہی ہر چیز میں نشوونما کی صلاحیت عطا فرماتا ہے:

سورۃ الواقعہ: آیت ۶۲ میں ہے:

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾

اور بے شک تم جان چکے ہو پہلی نشاۃ (اٹھان) پھر کیوں نہیں سوچتے؟

سورۃ ہود: آیت ۶۱ میں ہے:

هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا

اسی نے اٹھایا تم کو زمین سے اور بسایا تم کو اس میں۔

چنانچہ اٹھنے اور بڑھنے کی صلاحیت ہر چیز میں رکھی گئی ہے۔

صفحہ ۲۷ میں شعر ہے:

برآید آرزو یا برنیاید　　　شہیدِ سوز و سازِ آرزویم

سورۃ البقرہ: آیت ۳۶ میں ہے:

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۪ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾

پس شیطان نے جنت سے انہیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے ان کو خارج کرا دیا اور ہم نے فرمایا، نیچے اترو۔ آپس میں ایک تمہارا دوسرے کا دشمن ہے اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے۔

اس آیت میں متاعٌ الیٰ حین سے "سوز و سازِ آرزو" کی طرف اشارہ ہے۔

صفحہ ۲۸ میں شعر ہے:

کہن را نو کن و طرحِ دگر ریز
دلِ ما برشکن بر دیدہ زود ش

سورۃ الرعد : آیت ۱۱ میں ہے :

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

بے شک اللہ نہیں بدلتا کسی قوم کو جب تک وہ نہ بدلیں جو ان کے جی میں ہے۔

صفحہ ۲۸ ہی میں ہے :

نوائے عشق را ساز است آدم   گشاید راز و خود راز است آدم

جہاں او آفرید، ایں خوب تر ساخت   مگر با ایزد انباز است آدم

سورہ یونس : آیت ۴ میں ہے :

اِنَّهٗ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ

بے شک وہی پہلی بار بناتا ہے، پھر فنا کے بعد دوبارہ بنائے گا تاکہ اُن کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے، انصاف کا صلہ دے۔

اچھے کام (عملِ صالح) ہی سے انسان اپنی دنیا تعمیر کرتا ہے اور ایسی دنیا ہی "خوب تر" اس کے لیے اور سب کے لیے بن جاتی ہے۔

سورۃ الانعام : آیت ۱۶۶ میں ہے :

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَكُمْ
فِیْ مَآ اٰتٰىكُمْ

اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں نائب کیا اور تم میں ایک دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ تمہیں آزمائے اس چیز میں جو تمہیں عطا کی۔

صفحہ ۲۹ کا شعر ہے :

یکے خود را بسوزِ خویشتن سوز
طوافِ آتشِ بیگانہ تا کے

دوسروں کی محتاجی سے خود کو بچانا چاہیے اور اپنی خفتہ صلاحیتوں کو بروئے کار لانا چاہیے۔ انسان خدا کا نائب ہے اور اُس کی فطرت، فطرتِ الٰہی کے مطابق ہے۔

سورۃ الروم: آیت ۳۰ میں ہے:

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ۚ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ

اللہ کی تراش وہی ہے جس پر تراشا لوگوں کو۔ اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں۔

چنانچہ انسان کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے فکر و عمل سے حالات اور حقائق پر قابو پائے اور دوسروں کا محتاج نہ بنے۔

صفحہ ۲۹ میں ہے:

تنے پیدا کن از مشتِ غبارے تنے محکم تر از سنگیں حصارے

درونِ او دلِ درد آشنائے چو جوئے در کنارِ کوہسارے

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم دلی کا ذکر سورۂ آلِ عمران: آیت ۱۵۹ میں ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ

پس یہ اللہ کی رحمت ہے کہ آپ رحمدل ملے ان کو اور اگر آپ سخت کلام اور سخت دل ہوتے تو وہ منتشر ہو جاتے آپ کے گرد سے۔

صفحہ ۳۰ میں ہے:

ز آب و گل خدا خوش پیکرے ساخت
جہانے از ارم زیبا ترے ساخت
ولے ساقی بآں آتش کہ دارد
ز خاکِ من جہانِ دیگرے ساخت

دنیا کو اللہ پاک نے کیسا "زیباتر" بنایا ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۱۶۴ میں ہے:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ
وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ
اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا
وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ
الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

بے شک آسمانوں اور زمین کے بنانے اور رات اور دن کے اختلاف میں اور کشتیوں میں جو دریاؤں میں اُن چیزوں کو لے کر چلتی ہیں جن سے لوگوں کو نفع ہوتا ہے اور اس پانی میں جو اللہ ابر سے اتارتا ہے اور جس سے زمین کو زندہ کرتا ہے اس کی موت کے بعد اور اس میں پھیلا دیتا ہے ہر طرح کے جاندار اور ہواؤں کے پلٹانے میں اور بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان مطیع ہیں ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔

اس دنیا کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے "علم و حکمت" کی تعلیم سے ایک اور دنیا بنا دیا۔ علامہ اقبالؒ نے اپنے پانچویں خطبے میں اسلامی ثقافت کی روح کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

"۔۔۔۔ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی، قدیم اور جدید دنیا کے درمیان ایک واسطے کی حیثیت رکھتی ہے۔ اپنے سرچشمہ وحی کے اعتبار سے آپؐ کا تعلق دنیائے قدیم سے ہے لیکن بہ اعتبار اس کی روح کے آپؐ جدید دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ آپؐ ہی کا وجودِ گرامی ہے کہ زندگی پہ

علم اور حکمت کے وہ سرچشمے منکشف ہوئے جو اس کے آئندہ رُخ
کے عین مطابق تھے۔ لہٰذا اسلام کا ظہور استقرائی عقل کا ظہور ہے۔۔۔۔"

قطعۂ مذکورہ بالا میں ساقی سے مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنھوں نے (آلِ عمران: آیت ۱۶۴) اللہ کی آیات کی تلاوت فرمائی، لوگوں کا تزکیہ فرمایا اور کتاب (قرآن) اور حکمت سکھائی۔

اسی صفحہ (۲۰) میں ہے:

بہ یزداں روزِ محشر برہمن گفت فروغِ زندگی تابِ شرر بود
ولیکن گر نہ رنجی با تو گویم صنم از آدمی پائندہ تر بود

پتھر کے بت بے شک انسان سے زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔

سورۃ النسأ: آیت ۲۸ میں ہے:

وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا

اور انسان بنایا گیا کمزور۔

لیکن فضیلت اسی ضعیف انسان کو ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۷۰ میں ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴿۷۰﴾

اور البتہ ہم نے آدم کی اولاد کو بزرگی دی اور ان کو مسلّط کر دیا خشکی اور تری پر اور ان کو روزی دی اچھی اچھی چیزوں سے اور ان کو بڑی فضیلت دی بہتوں پر جن کو ہم نے پیدا کیا ہے۔

علامہ اقبال نے اس مقام پہ بت کی مضبوطی اور پختگی کو سراہا ہے کہ بت بھی مضبوط اور مستحکم ہیں لیکن انسان اُن کے مقابلے میں ویسا بھی نہیں ہے، ورنہ حقیقت میں کافر تو اُس دن مٹی ہی ہونے کی آرزو کرے گا۔

سورۃ النباء کی آخری آیت ہے:

وَیَقُوْلُ الْکٰفِرُ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا

اور کہے گا کافر کہ کاش میں مٹی ہوتا (تاکہ عذاب میں گرفتار نہ ہوتا)۔

اسی صفحہ میں ہے:

گذشتی تیز گام اے اخترِ صبح | مگر از خواب ما بیزار رفتی
من از ناآگہی گم کردہ راہم | تو بیدار آمدی بیدار رفتی

ابراہیم علیہ السلام نے تارے، چاند اور سورج کے چھپ جانے پر ان کی ربوبیت سے انکار کیا تھا (سورۃ الانعام: آیات ۷۶-۷۸)۔ یہاں اقبال نے تارے کی بیداری اور اس کے مقابلے میں انسان کے سو رہنے کا مقابلہ کیا ہے اور اس کی بیداری سے سبق حاصل کرنے کا سبق دیا ہے کیونکہ وہ ہر چیز کی بیداری اور زندگی کو سراہتے ہیں اور سکون اور بے عملی سے نفرت کرتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے:

من استوی یوماہ فھو مغبون ٥

جس شخص کے دو دن یکساں گزر جائیں وہ بڑے گھاٹے میں ہے۔

صفحہ ۱۳ میں ہے:

تہی از ہاے و ہو میخانہ بودے | گلِ ما از شرر بیگانہ بودے
نبودے عشق و ایں ہنگامۂ عشق | اگر دل چوں خرد فرزانہ بودے

سورۂ محمد: آیت ۲۱ میں ہے:

فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ

پھر جب عزم ہو کام کا تو اگر سچے رہیں اللہ سے تو ان کا بھلا ہے۔

اللہ پاک کے حکم کے مطابق عزم ہو تو کامیابی ہی کامیابی ہے خواہ عقل اس

منسکل کی بھیانک شکل ہی دکھلاتی رہے۔

صفحہ ۲۱ میں ہے:

چہ لذت، یارب اندر ہست و بود است
دلِ ہر ذرہ در جوشِ نمود است
شگافد شاخ را چوں غنچۂ گل
تبسم ریز از ذوقِ وجود است

ہر چیز کی تخلیق اور تشکیل سے جوشِ نمود کا ثبوت ملتا ہے۔

سورۃ النحل: آیت ۷۸ میں ہے:

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

اور اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے نکالا، تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل بنا دیے تاکہ تم شکر کرو۔

سورۃ ابراہیم (آیات ۳۲-۳۴) میں بھی مختلف چیزوں کی نشوونما اور انسان پہ انعامات کا ذکر ہے۔

صفحہ ۳۲ کا شعر ہے:

مسلماں! مرا حرفے است دردل | کہ روشن تر ز جانِ جبرئیلؑ است
نہانش دارم از آزر نہاداں | کہ ایں سرے ز اسرارِ خلیلؑ است

ابراہیم علیہ السلام نے ڈوبنے والی اور زوال پذیر چیزوں کی ربوبیت سے انکار کرکے یہ فرمایا۔ سورۃ الانعام: آیت ۸۰۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ

بے شک میں نے اپنا رخ کیا اسی کی طرف جس نے بنائے آسمان اور زمین
ایک طرف کا ہو کر اور میں نہیں شرک کرنے والوں میں سے۔
یعنی غیر اللہ سے ہٹ کر صرف اللہ کے آگے سر جھکانا مسلمان کا مسلک ہے۔

اسی صفحہ ۳۲ میں ہے:

دمادم آرزو ہا آفرینی
مگر کارے نہ داری اے دل بے دل!

اللہ پاک خود ہمہ وقت مصروفِ کار ہے۔

سورۃ الرحمٰن: آیت ۲۹ میں ہے:

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ

وہ ہر دن ایک دھندے میں ہے۔

جب اللہ ہر دن مصروفِ کار ہے تو اس کے نائب اور جانشین کا بے کار بیٹھنا خود اس کے منصب کے منافی ہے۔

صفحہ ۳۲ میں ہے:

رہے در سینۂ انجم کشائی
ولے از خویشتن ناآشنائی
یکے بر خود کشا چوں دانہ چشمے
کہ از زیرِ زمیں نخلے بر آئی

سورۃ الذٰریٰت: آیات ۲۰۔۲۱ میں ارشاد ہے:

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ ۝ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کو اور خود تمہارے اندر (بھی)۔ کیا تم کو سوجھ نہیں؟

گویا انسان اپنے باطن کو دیکھے اور اپنی صلاحیتوں کا جائزہ لے۔

اسی صفحہ ۳۲ کا شعر ہے:

بر آور ہر چہ اندر سینہ داری سرودے، نالۂ، آہے، فغانے
سکوت اور جمود کو دور کر کے زندگی اور عمل کا ثبوت دینا چاہیے۔

سورۃ الانفال: آیت ۴۲ میں ہے:

لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ

تاکہ جسے ہلاک ہونا ہے اتمامِ حجت کے بعد ہلاک ہو اور جسے زندہ رہنا ہے وہ بھی دلائل و براہین کے ساتھ زندہ رہے۔

صفحہ ۴۳ ہی میں ہے:

بمیری گر بہ تن جانے نہ داری وگر جانے بہ تن داری نمیری
عمل کرنے والا شخص مرتا نہیں ہے۔ انسانی زندگی بے مقصد نہیں ہے۔

سورۃ الدخان: آیت ۳۸ میں ہے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾

اور ہم نے نہیں پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل کے طور پر۔

صفحہ ۴۴ کا شعر ہے:

من آں پروانہ را پروانہ دانم
کہ جانش سخت کوش و شعلہ نوش است

مشکلات کا مقابلہ کرنا ہی زندگی کی علامت ہے۔ عمل ہی کے لیے اور اچھے عمل ہی کے لیے انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔

سورۃ الملک: آیت ۲ میں ہے:

الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ
عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۝

وہی ذات ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تم کو آزمائے کہ تم میں کون اچھے عمل کرنے والا ہے اور وہ غالب بخشنے والا ہے۔

صفحہ ۲۵ کا شعر ہے:

خودی تعمیر کن در پیکرِ خویش چو ابراہیمؑ معمارِ حرم شو

اس سے پہلے شعر والی آیت ملاحظہ ہو جس میں اچھے عمل کی خاطر انسان کی تخلیق کا ذکر کیا گیا ہے۔ بہرحال انسان کو اپنے مقام کے مطابق عمل پیش کرنا چاہیے۔

حرم کے متعلق سورۃ البقرہ: آیت ۱۲۷ میں ہے:

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ

اور جب اٹھاتا تھا ابراہیمؑ اس گھر کی نیویں اور اسمٰعیلؑ۔

اور سورۃ المائدہ: آیت ۹۷ میں ہے:

جَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَۃَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ

اللہ نے ادب والے گھر کعبہ کو لوگوں کے قیام کا باعث کیا۔

صفحہ ۳۶ میں ہے:

تو این جنگ از کنارِ عرصہ بینی بمیر اندر نبرد و زندہ تر شو

اللہ پاک کی مرضی کے لیے جان دینے والے زندہ ہی رہیں گے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۱۵۴ میں ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

اور مت کہو جو مارا جائے اللہ کی راہ میں کہ وہ مُردے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔

صفحہ ۳۶ ہی کا شعر ہے:

دلیکن من ندانم گوہرم چیست　　نگاہم برتر از گردوں، تنم خاک

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی معراج سے انسانیت کی انتہائی رفعت اور بلندی کا ایک اعلیٰ ترین نمونہ پیش فرمایا ہے کہ خاکی نژاد ہونے کے باوجود اللہ پاک سے اتنے قریب ہو گئے کہ دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم

سورۃ النجم: آیت ۸ میں ہے:

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ

پھر رہ گیا فرق دو کمانوں کا فاصلہ بلکہ اس سے بھی نزدیک۔

اسی سورہ کے بعد کی آیات نمبر ۱۸ تک ملاحظہ ہوں۔

صفحہ ۲۷ کا شعر ہے:

اگر امروزِ تو تصویرِ دوش است　　بخاکِ تو شرارِ زندگی نیست

سکوت اور جمود توڑنے کے لیے کہا گیا ہے جس کے لیے اوپر صفحات ۳۰-۳۱-۳۲ کے اشعار کی آیتیں ملاحظہ ہوں۔

صفحہ ۲۷ ہی کا شعر ہے:

دل از ذوقِ تپش دل بود لیکن　　چو یک دم از تپش افتاد گل شد

اوپر والے شعر کا مضمون دیکھیں جو سکوت اور جمود کے خلاف ہے۔ صفحہ ۳۹ میں ہے:

من ایں مے چوں مغانِ دور پیشیں
زچشمِ مستِ ساقی وام کردم

دوسرا مصرع عراقی کے مصرع کی ترمیم ہے: ع
زچشمِ مستِ ساقی وام کردند

صفحہ ۴۰ میں ہے:

قدم در جستجوے آدمے زن　　خدا ہم در تلاشِ آدمے ہست

جس آدم کو اللہ نے اپنا نائب اور خلیفہ بنایا تھا وہ آدم (انسان) اپنے منصب اور شان کے مطابق عمل کیوں نہیں کرتا ؟ رومی نے بھی کہا تھا:

دی شیخ با چراغ ہمی گشت گردِ شہر

کز دام و دد ملولم و انسانم آرزوست

زیں ہمرہانِ سست عناصر دلم گرفت

شیرِ خدا و رستمِ دستانم آرزوست

گفتم کہ یافت می نشود جستہ ایم ما

گفت آنکہ یافت می نشود آنم آرزوست

اوپر کئی آیتیں ایسے انسان کے منصب سے متعلق آچکی ہیں۔

صفحہ ۱۴۱ کا شعر ہے:

عمل خواہی؟ یقیں را پختہ تر کن　　یکے جوے و یکے بین و یکے باش

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کا بھی یہاں مقصد ہے۔ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ (الزمر: ۶)؛ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً (البقرہ: ۲۱۳)؛ اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً (الانبیاء: ۹۲) وغیرہ کا یہی پیام ہے۔

اسی صفحہ ۱۴۱ میں ہے:

بخود باز آ، خودی را پختہ تر گیر　　اگر گیری، پس از مُردن نمیری

خود کو پہچاننا اور اپنے منصب کے مطابق عمل کرنا انسان کو دوامی زندگی بخشتا ہے۔
صفحہ ۳۳ سے متعلق آیتیں دیکھیں۔

صفحہ ۱۴۲ میں ہے:

خرد آتش فروزد، دل بسوزد　　ہمیں تفسیر نمرود و خلیلؑ است

"بانگِ درا" میں بھی ہے:

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق

عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

اللہ کے حکم کے آگے وہ عقل جو مشکلات کی بھیانک شکل دکھلائے بالکل مردود ہے۔ تسلیم و رضا کا تقاضا یہی ہے جیسا کہ سورۃ الصّٰفّٰت: آیت ۱۰۳ میں ہے:

فَلَمَّآ اَسۡلَمَا وَتَلَّهٗ لِلۡجَبِيۡنِ

پھر جب دونوں نے حکم مانا اور پچھاڑا اس کو (اسمٰعیل علیہ السلام کو) ماتھے کے بل۔

صفحہ ۴۳ کا شعر ہے:

ببیں ایں نوائے سادۂ کیست کسے در سینہ می گوید کہ استم

سورۃ الحجر: آیت ۲۹ اور سورہ ص: آیت ۷۲ میں ہے:

فَاِذَا سَوَّيۡتُهٗ وَنَفَخۡتُ فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِىۡ فَقَعُوۡا لَهٗ سٰجِدِيۡنَ

پھر جب ٹھیک کروں اس کو اور پھونک دوں اس میں اپنی روح سے تو گر پڑیو اس کے سجدے میں۔

انسان کے پتلے میں اللہ کی روح پھونکی گئی ہے اس لیے اُسے بھی بقا حاصل ہو سکتی ہے۔

صفحہ ۴۴ میں ہے:

بہ بزمِ ہمنوایاں آنچناں زی کہ گلشن بر تو خلوت خانہ گردد

دنیا میں رہ کر خدا سے قریب ہونا یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو ملحوظ رکھنا اسلام سکھاتا ہے۔ وہ رہبانیت نہیں سکھاتا۔

سورۃ البقرہ: آیت ۲۹ میں ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا

وہی ہے جس نے بنایا تمہارے واسطے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔
تو جب سب کچھ انسان کے لیے بنایا گیا ہے تو کیا یہ بات اسے زیب دیتی ہے کہ
سب سے منہ موڑ کر گوشہ نشین راہب بن جائے۔

پھر سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۲۳ میں اللہ پاک کی عبادت کے ساتھ ہی والدین
کے حقوق کا ذکر ہے۔ پھر آگے ذوی القربیٰ، مساکین اور ابن السبیل کے حقوق کا حکم
آتا ہے۔ یہ حقوق ایک راہب ادا نہیں کر سکتا۔

صفحہ ۴۵ میں ہے:

بدریا غلط و باموجش در آویز — حیاتِ جاوداں اندر ستیز است

مشکلات کا مقابلہ کرنا اور تن آسانیوں سے بھاگنا عین زندگی بلکہ زندگیِ جاوداں یہی
ہے۔ اللہ پاک کو سب کچھ قوت حاصل ہے۔

اَنَّ الْقُوَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا (البقرہ: ۱۶۵)

اللہ پاک کی پکڑ بھی بہت سخت ہے۔

اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ (البروج: ۱۲)

اور اللہ سخت ہے لڑائی والا اور سخت سزا دینے والا۔

وَاللّٰہُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْکِیْلًا (النساء: ۸۴)

یہی اوصاف اللہ کے نائب اور خلیفہ میں بھی ہونے چاہییں۔

صفحہ ۵۴ ہی میں ہے:

نہ مختارم تواں گفتن نہ مجبور — کہ خاکِ زندہ ام در انقلابم

سورۃ الانبیا: آیت ۳۵ میں ہے:

کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ ؕ وَنَبْلُوْکُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَیْرِ

فِتْنَةً وَاِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ

ہر نفس کو چکھنی ہے موت اور ہم تجھ کو جانچتے ہیں برائی سے اور بھلائی سے، آزمانے کو۔ اور ہماری طرف پھر آؤ گے۔

سورۃ الاعلیٰ: آیت ۳ میں ہے:

وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی

اور وہ جس نے مقدر کیا اور پھر ہدایت دی۔

تقدیر تو ہے لیکن ہدایت بھی ہے۔

اسی صفحہ ۴۵ میں ہے:

من از ذوقِ سفر آنگونہ مستم
که منزل پیشِ من جز سنگِ رہ نیست

مقصد کے حصول سے زیادہ مسلسل کوشش اور جدوجہد کو اپنا مقصد بنانا چاہیے تاکہ زندہ ہونے کا ثبوت پیش ہو سکے۔ کوشش اپنی ہو اور نتیجہ اللہ کے سپرد ہو۔ یہی اصل توکل ہے۔

سورۂ آلِ عمران: آیت ۱۵۹ میں ہے:

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِیْنَ

پس جب تو عزم کرلے تو اللہ پر بھروسا کر۔ بے شک اللہ (اپنے) بھروسا کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

صفحہ ۴۶ میں ہے:

بہ زر خود را مسنج اے بندۂ زر — کہ زر از گوشۂ چشمِ تو زر شد

انسان کے لیے ہر چیز بنائی گئی ہے اور اسی نے ہر چیز کی قدر و قیمت مقدر کی ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۲۹ میں ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا

وہی ہے جس نے تمہارے لیے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب پیدا کیا۔

پھر سورۃ الاعراف: آیت ۱۰ میں ہے:

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۟

اور ہم نے تم کو زمین میں رہنے اور تصرف کرنے کے لیے جگہ دی اور اُسی میں تمہارے لیے زندگی کے سامان مہیا کیے۔ تم بہت کم شکر کرتے ہو۔

زندگی کے سامان مہیا کیے جو مختلف ہیں۔ اسی لیے ہر چیز کی قدر و قیمت میں بھی اختلاف پیدا ہوا۔

صفحہ ۸۴ میں ہے:

بچشمِ ما چمن یک موجِ رنگ است
کہ می داند بچشمِ بلبلاں چیست

سورۃ البقرہ: آیت ۱۱۵ میں ہے:

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۟

اور اللہ ہی کے لیے مشرق اور مغرب ہے۔ پس تم جدھر بھی رخ کرو اُدھر خدا کی ذات ہے۔ بے شک اللہ گنجائش والا ہے سب خبر رکھتا۔

صفحہ ۸۴ ہی میں ہے:

تو خورشیدی و من سیارۂ تو — سراپا نورم از نظارۂ تو
ز آغوشِ تو دورم ناتمامم — تو قرآنی و من سیپارۂ تو

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورۃ النور : آیت ۳۵) کے علاوہ سورۃ الحجر : ۲۹؛
اور سورۂ ص : آیت ۷۲، ملاحظہ ہو جن کی آیت ہے :
فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ
پھر جب ٹھیک کر دوں اس کو اور پھونک دوں اس میں اپنی روح
سے تو گر پڑیو اس کے سجدے میں۔
جزو کا تعلق کل سے ہے۔
صفحہ ۴۹ میں ہے :
مرا صاحب دلے ایں نکتہ آموخت زمنزل جادۂ پیچیدہ خوشتر
مشکلات کا مقابلہ کرنا اور دقتوں کو لبیک کہنا ایک جگہ منزل کرنے سے بہتر ہے۔
سورۂ آل عمران : آیت ۱۳۹ میں ہے :
وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾
اور نہ ہمت ہارو اور نہ غم کرو۔ تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن رہے۔
صفحہ ۴۹ ہی کا شعر ہے :
حریمش آفتاب و ماہ و انجم دلِ آدم درِ نکشادۂ او !
ہر جگہ اللہ کا جلوہ موجود ہے اور ہر جگہ اس کا ذکر ہے لیکن افسوس کہ انسان
انسان ہو کر اسے یاد نہیں کرتا۔
قرآنِ پاک میں متعدد مقامات پر ہے کہ ہر چیز اس کا ذکر کرتی ہے۔ مثلاً سورۃ الحشر
آیت ۲۴ میں ہے۔
يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾
اس کی تسبیح کرتی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی
ہے غالب، حکمت والا۔

صفحہ ۵۰ میں ہے:

زانجم تا بہ انجم صد جہاں بود | خرد ہر جا کہ پر زد آسماں بود
ولیکن چوں بخود نگریستم من | کرانِ بیکراں در من نہاں بود

سورۃ الذاریت: آیات ۲۰۔۲۱ میں ہے:

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ﴿٢٠﴾ وَفِي أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٢١﴾

یقین لانے والوں کے لیے زمین میں (خدا کی قدرت کی) بہت نشانیاں ہیں اور خود تمہاری جانوں میں بھی، کیا تم نہیں دیکھتے؟

صفحہ ۵۰ ہی میں ہے:

بپائے خود مزن زنجیرِ تقدیر | تہِ ایں گنبدِ گرداں رہے ہست

صفحہ ۴۸ والی آیت (سورۃ الاعلیٰ: ۳) ملاحظہ ہو۔

صفحہ ۵۱ میں ہے:

نوا در سازِ جاں از زخمۂ تو | چساں در جانی و از جاں برونی؟
چراغم، با تو سوزم بے تو میرم | تو اے بیچونِ من بے من چگونی؟

سورۃ الاعراف: آیت ۵۴ میں ہے:

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ ۗ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٥٤﴾

بے شک تمہارا پروردگار اللہ ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین چھ دن میں، پھر قائم ہوگیا عرش پر، اڑھاتا ہے رات پر دن، اس کے پیچھے لگا آتا ہے دوڑتا ہے، اور سورج اور چاند اور تارے، کام لگے اس کے

حکم پر۔ سن لو، اسی کا کام ہے بنانا اور حکم فرمانا۔ بڑی برکت اللہ کی جو پروردگار ہے سارے جہانوں کا۔

صفحہ ۵۲ کا شعر ہے:

تلاشِ او کنی جز خود نہ بینی تلاشِ خود کنی جز او نیابی

اس کو دیکھنا ہو تو خود اپنے نفس کو دیکھو۔ سورۃ الذاریت کی آیتیں ۲۰-۲۱، آچکی ہیں، یعنی:

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ﴿٢٠﴾ وَفِي أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٢١﴾

یقین لانے والوں کے لیے زمین میں (خدا کی قدرت کی) بہت نشانیاں ہیں اور خود تمہاری جانوں میں بھی، کیا تم نہیں دیکھتے؟

صفحہ ۵۲ ہی میں ہے:

تمیزِ رنگ و بو بر ما حرام است کہ ما پروردۂ یک نو بہاریم

سورۃ الحجرات: آیت ۱۳ میں ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ
لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿١٣﴾

اے آدمیو، ہم نے تم کو بنایا ایک نر اور مادہ سے اور رکھیں تمہاری ذاتیں اور گوتیں تاکہ آپس کی پہچان ہو۔ بے شک عزت اللہ کے یہاں اسی کو بڑائی ہے جس کا تقویٰ بڑا۔ بے شک اللہ سب جانتا ہے خبردار۔

صفحہ ۵۳ کا شعر ہے:

نہاں در سینۂ ما عالمے ہست بخاکِ ما دلے، در دل غمے ہست

سورۃ ق: آیت ۳۷ میں ہے:

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ﴿٣٧﴾

بے شک اس میں سوچنے کی جگہ ہے اس کو جس کے پاس دل ہے یا لگائے کان، دل لگا کر (متوجہ ہو کر)۔

صفحہ ۵۳ ہی میں ہے:

برون از شاخ بینی خار و گل را — درونِ او نہ گل پیدا نہ خار است

اصل چیز عمل ہے۔

سورۃ العصر ہے:

وَالْعَصْرِ ۙ﴿۱﴾ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۙ﴿۲﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾

زمانے کی قسم! بے شک انسان پر ٹوٹا ہے، مگر جو یقین لائے اور کیے صالح عمل اور آپس میں تقید کیا حق کا اور آپس میں تقید کیا صبر کا۔

صفحہ ۵۴ میں ہے:

دریں دریا چو موجِ بیقرارم — اگر بر خود نہ پیچم نیستم من

زندگی کا تقاضا ہے کہ ہاتھ پاؤں توڑ کر نہ بیٹھا جائے بلکہ ہر وقت عمل کے لیے بیقرار رہا جائے۔

سورۃ الانعام: آیت ۱۶۶ میں ہے:

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ

اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں نائب کیا اور تم میں ایک دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ تمہیں آزمائے اس میں جو تمہیں عطا کی۔

یعنی انسان کو اللہ نے اپنا جانشین اور خلیفہ اسی لیے بنایا ہے کہ وہ اپنے منصب کے مطابق عمل پیش کرے۔

صفحہ ۵۴ ہی میں ہے:

بچندیں جلوہ در زیرِ نقابی
نگاہِ شوقِ ما را برنتابی

صفحہ ۴۸ کی تلمیحات دیکھیں۔

صفحہ ۵۵ میں ہے:

بیا اے عشق اے رمزِ دلِ ما!
بیا اے کشتِ ما، اے حاصلِ ما!

کہن گشتند ایں خاکی نہاداں
دگر آدم بنا کن از گلِ ما

سورۃ الحج: آیت ۳۲ میں ہے:

وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ﴿٣٢﴾

اور جو شخص شعائرِ الٰہی کا احترام کرتا ہے اس کا طریقِ عمل، قلب کے لیے تقویٰ کا نتیجہ ہے۔

تقویٰ دراصل ضمیر کے اس احساس کا نام ہے جس کی بنا پر ہر کام میں خدا کے حکم کے مطابق عمل کرنے کی شدید رغبت اور اس کی مخالفت سے شدید نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ گویا تقویٰ جو اقبال کی زبان میں عشق ہے، ایک ایسی ایجابی صفت ہے جو پہلے دل سے تعلق رکھتی ہے پھر تمام جوارح وغیرہ سے --- اور اسی سے بیداری پیدا ہوتی ہے جو انسان کو عملِ پیہم کے لیے آمادہ کرتی ہے۔

صفحہ ۵۶ کا شعر ہے:

کمالِ زندگی خواہی؟ بیاموز
کشادن چشم و جز بر خود نہ بستن

خود کو پہچاننا اور اپنے منصب کے مطابق عمل کرنا اصل زندگی ہے۔

صفحہ ۵۳ کی آیت ملاحظہ ہو۔

صفحہ ۵۷ میں ہے:

اگر بیمے نہ داری بحر صحراست
اگر ترسی بہر موجش نہنگ است

سورہ لقمٰن: آیت ۲۰ میں ہے:

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا
فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے مسخر کر دیا تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور پھر دیں تم کو اپنی نعمتیں کھُلی اور چھُپی۔

اسی لیے بحر و بر، زمین و آسمان تمام کو تسخیر کرنا انسان کا منصب ہے۔

صفحہ ۵۷ ہی میں ہے:

چناں بینم چو بر دل دیدہ بندم | کہ جانم دیگر است و دیگرم من

اپنے دل پر نگاہ کرنا اور اپنی خفتہ صلاحیتوں کا اندازہ کرنا بہت بڑی آگاہی ہے

صفحہ ۵۵ - ۵۷ کی آیات ملاحظہ ہوں۔

صفحہ ۵۸ میں ہے:

چو در جنت خرامیدم پس از مرگ | بچشم ایں زمین و آسماں بود
نکے باجانِ حیرانم در آویخت | جہاں بود آں کہ تصویرِ جہاں بود

یہ دنیا صرف دھوکا (وہم) معلوم ہوگی۔ سورۂ آل عمران: آیت ۵۸ اور سورۃ الحدید آیت ۲۰ میں ہے:

وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ

اور دنیا کی زندگی تو یہی ہے جنس دغا (دھوکا) والی۔

اسی لیے عقبیٰ میں یہ دنیا محض تصویر نظر آئی۔

صفحہ ۵۹ میں ہے:

تراشش از تیشۂ خود جادہ خویش | براہِ دیگراں رفتن عذاب است

گر از دستِ تو کارِ نادر آید گنہ ہے ہم اگر باشد ثواب است

دوسروں کی راہ پر چلنا اور خود اپنے لیے کوئی راہ متعین نہ کرنا بھی غفلت اور موت کی نشانی ہے۔

صفحہ ۲۹، ۳۲، ۵۲ والی آیتیں ملاحظہ ہوں۔

صفحہ ۶۰ کا شعر ہے:

بیا با شاہدِ فطرت نظر باز چرا در گوشۂ خلوت گزینی

فطرت چاہتی ہے کہ نشو ونما اور تغیر قائم رہے۔

صفحہ ۲۹ اور ۳۰ کی تلمیحات دیکھیں۔

صفحہ ۶۰ میں ہے:

ز آغازِ خودی کس را خبر نیست خودی در حلقۂ شام و سحر نیست

ز خضر ایں نکتۂ نادر شنیدم کہ بحر از موجِ خود دیرینہ تر نیست

یعنی خودی انسان کے ساتھ ہی پیدا ہوتی ہے۔

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"..... اس (خودی) سے مراد تشخصِ ذاتی یا احساسِ نفس ہے۔ انگریزی لفظ Individuality کا یہ ترجمہ ہے۔ ہماری زبان میں اس مفہوم کو ادا کرنے کے لیے، جہاں تک مجھے علم ہے، کوئی ایسا لفظ نہیں جو شعر میں کام دے سکے۔ تشخص یا تعین وغیرہ ایسے الفاظ ہیں جن کا یہ مفہوم ہے مگر یہ دونوں الفاظ شعر کے لیے موزوں نہیں۔ انا یا انانیت بھی ایسے ہی الفاظ ہیں....."[۱]

صفحہ ۳۴ کی آیات ملاحظہ ہوں:

صفحہ ۶۱ میں ہے:

دلا رمزِ حیات از غنچہ دریاب — حقیقت در مجازش بے حجاب است
زخاکِ تیرہ می روید و لیکن — نگاہش بر شعاعِ آفتاب است

سورۃ الجاثیہ : آیات ۳-۵ میں ہے :

اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۝ وَفِیْ خَلْقِكُمْ وَمَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ
اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ۝ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ
مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ
یَّعْقِلُوْنَ ۝

بے شک آسمانوں میں اور زمین میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لیے اور تمہارے بنانے میں اور جتنے بکھیرتا ہے جانور (اُن میں بھی) نشانیاں ہیں یقین رکھنے والوں کے لیے اور بدلنے میں رات دن کے اور جو اُتاری ہے اللہ نے آسمان سے روزی پھر جلایا اُس سے زمین کو اُس کی موت کے بعد اور بدلنے میں ہواؤں کے ، نشانیاں ہیں اُن کے لیے جو عقل رکھتے ہیں۔

صفحہ ۶۲ میں ہے :

دلِ من رازدانِ جسم و جان است — نہ پنداری اجل بر من گران است
چہ غم گر یک جہاں گم شد ز چشمم — ہنوز اندر ضمیرم صد جہان است

انسان اپنے عمل کے لیے بہت سے جہان رکھتا ہے اور ایک مقصد سے دوسرے مقصد کی طرف دوڑتا ہے۔

سورۃ الرحمٰن : آیت ۲۹ میں ہے :

كُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ

وہ ہر دن ایک دھندے میں ہے۔

جب خدا ہر وقت مصروفِ عمل ہے تو اُس کے نائب کو بھی اسی طرح مصروفِ عمل

ہونا چاہیے۔ کیونکہ سورۃ الروم: آیت ۳۰ میں ہے:

فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا

اللہ کی تراشش وہی ہے جس پر تراشا لوگوں کو۔

صفحہ ۶۳ میں ہے:

جہاں یک نغمہ زارِ آرزوئے　　بم و زیرش ز تارِ آرزوئے

بچشمم ہرچہ ہست و بود و باشد　　دمے از روزگارِ آرزوئے

ہر چیز بڑھنے اور اُگنے کی طرف مائل ہے۔ صفحہ ۶۰ کی آیتیں دیکھیں۔

صفحہ ۶۴ کا شعر ہے:

دوامِ ما ز سوزِ ناتمام است　　چو ماہی جز تپیدن بر ما حرام است

اس کے لیے بھی صفحہ ۶۰ کی آیت دیکھیں۔

اسی صفحہ پر ہے:

حکیماں گرچہ صد پیکر شکستند　　مقیم سومناتِ بود و ہستند

چساں افرشتہ و یزداں بگیرند　　ہنوز آدم بفتراکے نہ بستند

فلسفیوں نے ہنوز آدم کو بھی نہیں پہچانا۔ انسان کی خفتہ صلاحیتوں کا ادراک فلسفیوں کو نصیب نہیں ہوا۔ صفحہ ۲۸ کی آیت دیکھیں۔

صفحہ ۶۵ میں ہے:

ہزاراں سال با فطرت نشستم　　باو پیوستم و از خود گسستم

و لیکن سرگذشتم ایں دو حرف ست　　تراشیدم، پرستیدم، شکستم

علامہ اقبال ایک خط میں لکھتے ہیں:

"ہمارے صوفیہ کی کتابوں میں اس امر پر ایک عجیب و غریب بحث موجود ہے کہ گسستن اچھا ہے یا پیوستن، اور صوفیہ کا اس میں اختلاف ہے

اسلامی تصوّف کا دار و مدار گسستن پہ ہے۔ تصوفِ وجودیہ کا پیوستن با فنا پر.....[۲۶]

فطرت نے مجھے پیدا کیا، مجھے اپنایا، پھر توڑ دیا۔

سورۃ الروم: آیت ۱۱ میں ہے:

اَللّٰہُ یَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ یُعِیۡدُہٗ ثُمَّ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ

اللہ بناتا ہے پہلی بار، پھر اس کو دہرائے گا، پھر اسی کی طرف پھر جاؤ گے۔

صفحہ ۶۶ میں ہے:

درونم جلوہ افکار ایں چیست! بروںِ من ہمہ اسرار ایں چیست!
بفرما اے حکیمِ نکتہ پرداز بدن آسودہ، جاں سیار ایں چیست!

فلسفی کا صرف دماغ کام کرتا رہتا ہے۔ گویا اُس کی جان سیر کرتی رہتی ہے اور بدن (عمل) بے کار پڑا رہتا ہے۔ ایسے لوگ دراصل قیاس کی دنیا میں رہتے ہیں۔

سورہ یونس: آیت ۶۶ میں ہے:

اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰہِ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَمَا یَتَّبِعُ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ شُرَکَآءَ ؕ اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنۡ ہُمۡ اِلَّا یَخۡرُصُوۡنَ ﴿۶۶﴾

یاد رکھو کہ جتنے کچھ آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں یہ سب اللہ ہی کے ہیں اور جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسرے شرکاء کی عبادت کر رہے ہیں، کس چیز کا اتباع کر رہے ہیں، محض بے سند خیال کا اتباع کر رہے ہیں اور محض قیاسی باتیں کر رہے ہیں۔

اسی صفحہ (۶۶) میں ہے:

دلا دریوزۂ مہتاب تا کے! شبِ خود را برافروز از دمِ خویش

دوسروں کی محتاجی سے دور رہنا چاہیے اور اپنے خدا کے فضل سے اپنے اندر قدرت پیدا کرنا چاہیے۔

سورۂ ہود: آیت ۱۰۱ میں ہے:

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ
عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ
شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿۱۰۱﴾

اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن انھوں نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا، سو اُن کے وہ معبود جن کو وہ خدا کو چھوڑ کر پوجتے تھے، ان کو کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے جب آپؐ کے رب کا حکم آ پہنچا اور الٹا ان کو نقصان پہنچایا۔

صفحہ ۷۶ کا شعر ہے:

چہ غم داری، حبابِ دل زدم نیست
کہ دل در حلقۂ بود و عدم نیست

سورۃ الشعراء: آیات ۸۸-۸۹ میں ہے:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۹﴾

جس دن کہ نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد مگر ہاں جو اللہ کے پاس پاک دل لے کر آئے (گویا پاک دل ہی آخرت میں کام دے سکے گا)۔

صفحہ ۹۶ میں ہے:

پرد ہر ذرہ سوئے منزلِ دوست   نشانِ راہ از ریگِ رواں گیر

سورۃ الحدید: آیت ۴ میں ہے:

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ

اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو۔

اور سورۂ فصلت : آیت ۵۴ میں ہے :

اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ

یاد رکھو، بے شک وہ احاطہ کیے ہوئے ہے ہر چیز کو۔

صفحہ ۶۹ ہی میں ہے :

ضمیرِ کن فکاں غیر از تو کس نیست
نشانِ بے نشاں غیر از تو کس نیست

سورۃ البقرہ : آیت ۲۹ میں ہے :

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا

وہی ذات ہے جس نے تمہارے لیے پیدا کیا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

صفحہ ۷۱ میں ہے :

دل از نورِ خرد کردم ضیا گیر — خرد را بر عیارِ دل زدم من

سورۃ الزمر : آیت ۲۲ میں ہے :

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَیْلٌ
لِّلْقٰسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝۲۲

سو جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا اور وہ اپنے پروردگار کے نور پر ہے، کیا وہ شخص اور اہلِ قساوت برابر ہیں؟ سو جن لوگوں کے دل خدا کے ذکر سے متاثر نہیں ہوتے اُن کے لیے بڑی خرابی ہے۔ یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

صفحہ ۷۳ کا شعر ہے :

ز شاخِ آرزو بر خوردہ ام من — بہ رازِ زندگی پے بردہ ام من

اقبال نے آرزو اور عمل کی تعلیم دی ہے۔

سورۃ الانعام: آیت ۱۶۴ میں ہے:

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا

اور جو شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے وہ اُسی پر رہتا ہے۔

سورۃ العنکبوت: آیت ۶ میں ہے:

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ

اور جو شخص محنت کرتا ہے وہ اپنے ہی لیے محنت کرتا ہے۔

صفحہ ۴۷ میں ہے:

ولیکن من نہ رانم کشتیِ خویش

بہ دریائے کہ موجش بے نہنگ است

یعنی جس جگہ مشکلات کا مقابلہ نہیں ہے، وہاں میں نہیں جاتا۔

صفحہ ۵۴ کی آیتیں دیکھیے۔

صفحہ ۴۷ ہی میں ہے:

بگیر امروز را محکم کہ فردا　　ہنوز اندر ضمیرِ روزگار است

سورۃ الحشر: آیت ۱۸ میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ بھال کر لے کہ کل

کے واسطے اُس نے کیا بھیجا ہے۔

صفحہ ۵۷ میں ہے:

بہ پرواز آ و شاہینی بیاموز

تلاشِ دانہ در خاشاک تا کے!

سورۃ الروم: آیت ۳۰ میں ہے:

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا

پس یک سُو ہو کر اپنا رخ اُس دین کی طرف رکھو۔ خدا کی دی ہوئی قابلیت کا اتباع کرو جس پہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ (بلندی اور رفعت یہی دین سکھاتا ہے)۔

صفحہ ۷۱ کا شعر ہے:

نفس دارد و لیکن جاں ندارد   کسے کو بر مرادِ دیگراں زیست

صفحہ ۱۶ کی آیت دیکھیں۔

اسی صفحہ میں ہے:

دلے پیشم از درونِ خود نہ بیداری

کہ در جانِ تو چیزے دیدنی ہست

صفحہ ۵۲ کی آیت دیکھیں۔

صفحہ ۷۸ میں ہے:

بہر دل عشق رنگِ تازہ بر کرد   گہے با سنگ گہ با شیشہ سر کرد

ترا از خود ربود و چشمِ تر داد   مرا با خویشتن نزدیک تر کرد

سورۃ البلد: آیت ۴ میں ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ

ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا۔

اسی مشقت کی وجہ سے اُس میں گوناگوں کیفیات پیدا ہوتی ہیں۔ تاہم یہ مشقت اُس کے لیے مشکلات کا مقابلہ کرنے کی ایک دعوت ہے۔

صفحہ ۸۷ کی بیت ہے:

ہنوز از بندِ آب و گل نہ رستی | تو گوئی رومی و افغانیم من!
من اوّل آدم بے رنگ و بویم | ازاں پس ہندی و تورانیم من!

سورۃ الحجرات: آیت ۱۳ میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ

لِتَعَارَفُوْا ۚ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا، تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ اللہ کے نزدیک تم میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ اللہ خوب جاننے والا پورا خبردار ہے۔

صفحہ ۷۹ کا شعر ہے:

مرا ذوقِ سخن خوں در جگر کرد | غبارِ راہ را مشتِ شرر کرد

صفحہ ۷۸ کی آیت دیکھیں۔

صفحہ ۸۵ میں ہے:

نعرہ زد عشق کہ خونیں جگرے پیدا شد
حسن لرزید کہ صاحب نظرے پیدا شد

سورۃ الذاریات: آیت ۵۶ میں ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾

اور میں نے جنّ اور آدمی پیدا کیے ہیں سو اپنی ہی بندگی کے لیے۔

یعنی جنّ اور انسان کو یہ بات زیبا نہیں کہ وہ غیر اللہ کے آگے سر جھکائے اس لیے وہ غیر اللہ کو خاطر میں نہیں لاتا۔ ایمان اور عملِ صالح پر کاربند ہوتا ہے، صاحب نظر

ہوتا ہے۔

اسی سورۃ الذاریت: آیات ۲۰-۲۱ میں ارشاد ہے:

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ﴿٢٠﴾ وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٢١﴾

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کے لیے اور خود تمہارے اندر۔ کیا تم نہیں دیکھتے؟

صفحہ ۸۵ ہی میں ہے:

زندگی گفت کہ در خاک تپیدم ہمہ عمر
تا ازیں گنبدِ دیرینہ درے پیدا شد

اللہ کے لیے زندہ رہنا اور اس کی راہ میں مرنا عین زندگی ہے جو ایک مومن کو زیبا ہے۔

سورۃ الحجرات: آیت ۱۵ میں ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا
بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿١٥﴾

بے شک ایمان والے وہ ہیں جو یقین لائے اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر۔ پھر شبہہ نہ لائے اور لڑائی کی اللہ کی راہ میں، اپنے مال اور جان سے وہ جو ہیں وہی ہیں سچے۔

اسی صفحہ میں ہے:

نوری ناداں نیم، سجدہ بآدم برم!
او بہ نہاد است خاک، من بہ نژاد آذرم!

سورۃ الاعراف: آیت ۱۲، نیز سورہ ص: آیت ۷۶ میں ہے:

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ

(شیطان) بولا، میں اُس (انسان) سے بہتر ہوں، مجھ کو تو نے آگ سے بنایا اور اُس کو خاک سے بنایا۔

صفحہ ۸۶ میں ہے:

زندگی سوز و ساز، بہ ز سکونِ دوام   فاختہ شاہیں شود از تپشِ زیرِ دام

انسان عمل کے لیے پیدا کیا گیا ہے، ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔

صفحہ ۶۹، ۷۴، ۸۰ کی آیات دیکھیں۔

صفحہ ۸۰ کا شعر ہے:

ہمہ سوزِ ناتمامم، ہمہ دردِ آرزویم
بگماں دہم یقیں را کہ شہیدِ جستجویم

انسان میں عمل کے لیے تڑپ اور درد ہونا چاہیے، صفحہ ۷۴ و ۵۵ کی آیات کے علاوہ سورۃ المدثر کی آیت (۴۵) ملاحظہ ہو جہاں دوزخیوں میں ایسے بھی مذکور ہیں جو کہیں گے کہ ہم بے مقصد مشغلے میں زندگی گزارتے تھے:

وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ

اور (فضول) مشغلے میں رہنے والوں کے ساتھ ہم بھی (فضول) مشغلے میں پڑے رہتے تھے۔ (گویا صحیح عمل سے کوئی تعلق نہ تھا)۔

صفحہ ۸۸ میں ہے:

من بہ زمیں در شدم، من بفلک بر شدم
بستۂ جادوئے من ذرہ و مہرِ منیر

انسان نے زمین پر بھی قبضہ کیا۔

سورہ لقمٰن : آیت ۲۰ میں ہے:

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا
فِى الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے مسخر کر دیا تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور بھر دیں تم کو اپنی نعمتیں کھلی اور چھپی ؟

اور انسان نے عرش تک رسائی حاصل کی ۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے اتنے قریب ہوئے کہ :

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (سورۃ النجم : ۹)

پھر رہ گیا فرق دو کمان کا میانہ یا اس سے بھی نزدیک ۔

نظم " نوائے وقت " (صفحہ ۸۹) کے متعلق ڈاکٹر رضی الدین صدیقی لکھتے ہیں کہ :

" وہ اقبال کے تصورِ زمان کو بہت اچھی طرح پیش کرتی ہے ۔ طبیعیاتی وقت جو زمان و مکان سلسلہ کی ایک سمت ہے ، اضافی ہے ۔ لیکن اصل زمان کو قرآن کریم نے وحدت اور کلیت قرار دے کر تقدیر کے نام سے موسوم فرمایا ہے ۔ تقدیر محض زمان کا نام ہے جبکہ اس کو امکانات کے ظہور سے پہلے دیکھا جائے ۔ . . . . (اور) جبکہ اس کو تواتر کے قید و بند سے آزاد کر دیا جائے ۔ یہ وقت جو تقدیر ہے ، حقیقی ہے اور تمام اشیا کی جان ہے ۔ یہ وقت محض یکساں آنات کا اعادہ نہیں بلکہ اس کا ہر لمحہ بالکل جداگانہ ہے اور اس سے نئی اور انوکھی اشیا کی تخلیق ہوتی ہے ۔ حقیقی وقت میں وجود رکھنا معمولی (تسلسلی) وقت کی جکڑ بندیوں سے آزادی کے مترادف ہے ۔ حقیقت میں موجود رہ کر ہم تسلسلی وقت کو لمحہ بہ لمحہ تخلیق کرتے ہیں اور یہ تخلیق بالکل آزادانہ اور غیر مقلدانہ ہوتی ہے ۔ وقت کی اس آزاد

تخلیقی حرکت پر زندگی کی ساری جدوجہد کا دارومدار ہے۔"[۴]

سورۃ القمر: آیت ۴۹ میں ہے:

اِنَّا كُلَّ شَىْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ[۲]

ہم نے ہر چیز کو ٹھہرا کر (اندازے پر) پیدا کیا۔

اس آیت کی تفسیر میں اوپر ڈاکٹر رضی الدین صدیقی کا بیان مذکور رہوا۔

صفحہ ۹۴ میں ہے:

اگر ز رمزِ حیاتِ آگہی، مجوے و مگیر
دلے کہ از خلشِ خارِ آرزو پاک است

وہ دل ہی کیا جو آرزو سے خالی ہو۔

صفحات ۸۷، ۸۵، ۸۶ کی آیات ملاحظہ ہوں۔

صفحہ ۹۶ میں ہے:

خنک انساں کہ جانش بیقرار است — سوارِ راہوارِ روزگار است
قبائے زندگی بر قامتش راست — کہ او نو آفرین و تازہ کار است

انہی صفحات ۸۷، ۸۵، ۸۶ کی آیات ملاحظہ ہوں۔

صفحہ ۹۷ میں ہے:

عشق نے علم سے کہا:

ز افسونِ تو دریا شعلہ زار است — ہوا آتش گذار و زہر دار است
چو با من یار بودی، نور بودی — بریدی از من و نورِ تو نار است
بہ خلوت خانۂ لاہوت زادی
و لیکن در نخِ شیطاں فتادی

اقبال کے نزدیک وہ علم، وہ عقل اور وہ فلسفہ مردود ہے جو عمل کے لیے آمادہ نہ کر سکے

اسی عمل کے جذبے کو وہ عشق کہتے ہیں۔ صفحہ ۵۵ کی آیت کے ساتھ اس کی تفصیل آ چکی ہے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (م ۱۰۳۴ھ) نے بھی فرمایا ہے کہ وہ علم بے کار ہے جس پر عمل نہ ہو اور وہ عمل بے کار ہے جس میں اخلاص نہ ہو۔[۵]

صفحہ ۱۰۰ میں ہے:

بیشِ تو نزدِ ما کمے
سالِ تو بیشِ ما دمے

اے بکنارِ تو یمے
ساختۂ بہ شبنمے

ما بتلاشِ عالمے
می نگریم و می رویم

نظم "سرودِ انجم" کے یہ اشعار ہیں کہ انسان نے چھوٹی چھوٹی چیزوں پہ اکتفا کر لیا ہے حالانکہ وہ بڑے بڑے کاموں کے لیے پیدا کیا گیا تھا۔ وہ اللہ کا خلیفہ اور نائب ہے اسے اپنے منصب کے مطابق کارنامے انجام دینے تھے۔

سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۷۰ میں ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا۠ (۷۰)

اور البتہ ہم نے آدم کی اولاد کو بزرگی دی اور ان کو مسلط کر دیا خشکی اور تری میں اور ان کو روزی دی اچھی اچھی چیزوں سے اور ان کو بڑی فضیلت دی بہتوں پر جن کو ہم نے پیدا کیا ہے۔

صفحہ ۱۰۳ کا شعر ہے:

ز دستِ کسے طعمۂ خود مگیر
نکو باش و پندِ نکویاں پذیر

اس نظم میں باز کی نصیحت اپنے بچے کے لیے ہے اور یہ نصیحت ایک انسان کے لیے بھی ہے کہ وہ کسی کا محتاج نہ بنے۔

صفحات ۵۵، ۶۰، ۶۵ کی آیات دیکھیں۔

صفحہ ۱۰۴ میں ہے:

تپش می کند زندہ تر زندگی را　　　تپش می دہد بال و پر زندگی را

جب تک تڑپ اور بے قراری نہ ہو، زندگی نہیں ہے۔

صفحات ۲۶، ۲۷، ۲۸ کی آیات دیکھیں۔

صفحہ ۱۰۶ میں ہے:

بوعلی اندر غبارِ ناقہ گم　　　دستِ رومی پردۂ محمل گرفت

فلسفی صرف سوچتا رہ جاتا ہے اور عاشق اپنے مقصد تک پہنچ جاتا ہے۔

سورۃ النساء: آیت ۹۵ میں ہے:

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجٰهِدِينَ
بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِينَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ
الْحُسْنٰى وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجٰهِدِينَ عَلَى الْقٰعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿۹۵﴾

برابر نہیں بیٹھنے والے مسلمان جن کو بدن کا نقصان نہیں، اور لڑنے والے اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے۔ اللہ نے بڑائی دی لڑنے والوں کو اپنے مال اور جان سے، ان پر جو بیٹھتے ہیں، درجے میں۔ اور سب کو وعدہ دیا اللہ نے خوبی کا۔ اور زیادہ کیا اللہ نے لڑنے والوں کو بیٹھنے والوں سے، بڑے ثواب میں۔

"کرمکِ شب تاب" (جگنو) کا سوز بھی اقبال کو پسند ہے۔ صفحہ ۱۰۷ میں ہے:

در تیرہ شباں مشعلِ مرغانِ شب استی
آں سوز چہ سوز است کہ در تاب و تب استی
گرمِ طلب استی

"سرگرمِ عمل" ہونا ہی زندگی ہے۔
صفحہ ۲۸، ۲۹ کی آیات دیکھیں۔
صفحہ ۱۰۹ میں ہے:

(حدی) ناقۂ سیارِ من
آہوئے تا تارِ من

تیز ترک گام زن، منزلِ ما دور نیست

اوپر والے صفحات کی آیات یہاں بھی ملحوظ رہیں۔

"محاورہ ما بین خدا و انسان" (صفحہ ۱۱۴) میں انسانی صلاحیتوں اور کارگزاریوں کا ذکر ہے۔

انسان کہتا ہے:

تو شب آفریدی چراغ آفریدم　　سفال آفریدی ایاغ آفریدم
بیابان و کہسار و راغ آفریدی　　خیابان و گلزار و باغ آفریدم
من آنم کہ از سنگ آئینہ سازم
من آنم کہ از زہر نوشینہ سازم

سورۂ ابراہیم: آیات ۳۲-۳۴ میں اللہ پاک نے اپنی "انسان نوازی" کا ذکر اس طرح کیا ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ
السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ
لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾
وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآىِٕبَیْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ
وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ
اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾

اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین بنائی اور آسمان سے پانی اتارا تو اس سے کچھ پھل تمہارے کھانے کو پیدا کیے اور تمہارے لیے کشتی کو مسخر کیا کہ اس کے حکم سے دریا میں چلے اور تمہارے لیے ندیاں مسخر کیں اور تمہارے لیے سورج اور چاند مسخر کیے جو برابر چل رہے ہیں اور تمہارے لیے رات اور دن مسخر کیے اور تمہیں بہت کچھ منہ مانگا دیا اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کر سکو گے ۔ بے شک آدمی بڑا ظالم بڑا ناشکرا ہے۔

صفحہ ۱۶۱ کا شعر ہے:

انداں مے فشاں قطرۂ برکشیری | کہ خاکسترش آفریند شرارے

اہلِ کشمیر کو ان کے سرمایہ داروں نے مفلس بنا دیا ہے۔ انہیں چاہیے کہ بیدار ہوں۔

سورۃ النسآء: آیت ۲۹ میں ہے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ

اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۫ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال غلط طریقے سے نہ کھاؤ۔ لین دین (مفاد و نفع) آپس کی رضامندی سے ہو اور اپنے آپ کو (یا باہم) قتل نہ کرو۔

صفحہ ۱۷۱ میں ہے:

زد بانگ کہ شاہینم و کارم بہ زمیں چیست

صحراست کہ دریاست تہِ بال و پرِ ماست

مسلمان جس کو شاہین سے تشبیہ دی جاتی ہے آسمانوں اور زمین کے اندر تک کی تمام چیزوں کو مسخر کر سکتا ہے اور ہر چیز پر غالب ہو سکتا ہے۔

سورۃ الجاثیہ: آیت ۱۳ میں ہے:

وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۱۳﴾

اور تمہارے لیے مسخر کیا جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے سب کا سب اپنے حکم سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کیلیے۔

اور سورۃ المائدہ: آیت ۵۶ میں ہے:

فَإِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُونَ

تو بے شک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔

اور جو اللہ کو، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ایمان والوں کو اپنا دوست بنائے

"کرمکِ شب تاب" کہتا ہے: صفحہ ۱۱۷:

اگر شب تیرہ تراز چشمِ آہو ست   خود افروزم چراغِ راہِ خویشم

خود اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانا چاہیے۔ اسی قسم کا مضمون اس سے پہلے والے شعر میں ملتا ہے۔

صفحہ ۱۱۸ میں ہے:

شدم بحضرتِ یزداں، گذشتم از مہ و مہر
کہ در جہانِ تو یک ذرہ آشنایم نیست
جہاں تہی ز دل و مشتِ خاکِ من ہمہ دل
چمن خوش است ولے در خورِ نوایم نیست
تبسمے بہ لب اور سید و ہیچ نگفت

میں سراپا دل یعنی سراپا آرزو ہوں۔ صفحات ۲۶، ۲۷، ۲۸ کی آیات دیکھیں۔ عشق کی کیفیات بتائی ہیں۔ صفحہ ۱۲۲: کہ

از جلوۂ علم بے نیازم سوزم، گریم، تپم، گدازم[۹۶]

عشق (دُھن، لگن) انسان کو اسی طرح بے قرار بنا دیتا ہے یعنی عمل کے لیے تڑپ پیدا کر دیتا ہے۔ اس سے پہلے شعر والی آیات یہاں بھی دیکھیں۔

صفحہ ۱۲۳ میں ہے:

ع اگر خواہی حیات، اندر خطر زی

زندگی نام ہی مشکلات کا مقابلہ کرنے کا ہے۔

سورۃ البلد: آیت ۴ میں ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ

بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

صفحہ ۱۲۴ کا شعر ہے:

ہست ایں میکدہ و دعوتِ عام است ایں جا
قسمتِ بادہ باندازۂ جام است ایں جا

یہ دنیا عمل والوں کی ہے۔ جو جتنا کرے گا اتنا ہی پائے گا۔

سورۃ الزلزال: آیات ۷۔۸ میں ہے:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ
يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝

پس جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے گا اُسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے گا اسے دیکھے گا۔

صفحہ ۱۲۵ میں ہے:

گفتم کہ شوقِ سیر نبرد کش بہ منزلے
گفتا کہ منزلش بہ ہمیں شوق مضمر است

یعنی کوشش کرنا ہی مقصد ہونا چاہیے۔ مقصد حاصل کرنا مقصد نہیں ہے۔
صفحہ ۴۵ کی آیت (آل عمران : ۱۵۹) دیکھیں۔

صفحہ ۱۲۷ کا شعر ہے:

زشرر ستارہ جویم، زستارہ آفتابے
سرِ منزلے نہ دارم کہ بمیرم از قرارے

اس سے پہلے والے شعر کی آیت یہاں کے لیے بھی کافی ہے۔

صفحہ ۱۲۸ میں ہے:

؎ ہستم اگر می روم، اگر نہ روم نیستم!

میرا حرکت کرنا (عمل) ہی زندگی کی دلیل ہے۔ مردہ شخص حرکت نہیں کرتا۔ حرکت اور عمل ہی سے کامیابی ہے۔

سورۃ النجم: آیت ۳۹ میں ہے:

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی

انسان نہ پائے گا مگر وہ جو کوشش کی۔

صفحہ ۱۲۹ کا شعر ہے:

طارق چو بر کنارہ اندلس سفینہ سوخت
گفتند کارِ تو بہ نگاہِ خرد خطاست

طارق نے سفینہ جلا دینے کے بعد لوگوں سے خطاب کیا:

یا ایھا الناس این المفر، البحر من ورائکم والعدو امامکم ولیس لکم واللہ الا الصدق والصبر ٥

اے لوگو! راہِ فرار کوئی نہیں۔ سمندر تمہارے پیچھے اور دشمن تمہارے سامنے ہے۔ خدا کی قسم! اب صبر و ثبات اور مجاہدانہ ذوق و شوق کے سوا

تمہارا کوئی ساتھی نہیں۔

اقبال کے اسی قطعے کا آخری مصرع یہ ہے:

ع ہر ملک ملکِ ماست کہ ملکِ خدائے ماست

صفحہ ۱۲۹ اہی میں ہے:

ہر ملک ملکِ است کہ ملکِ خدائے ماست

ایسی آیتیں متعدد ہیں۔

سورہ آل عمران: آیت ۲۶ میں ہے:

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ
مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِكَ الْخَیْرُ
اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۶﴾

آپ عرض کریں کہ اے اللہ، ملک کے مالک، تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔ ساری بھلائی تیرے ہاتھ ہے۔ بے شک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔

سورۃ الزخرف: آیت ۸۵ میں ہے:

وَتَبٰرَكَ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا

اور بڑی برکت والا ہے وہ کہ اسی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔

صفحہ ۱۳۰ کا شعر ہے:

زی بحرِ بیکرانہ چہ مستانہ می رود
درخود یگانہ از ہمہ بیگانہ می رود

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم، تمام پیغمبروں (علیہم السلام) کی طرح، اللہ پاک کے یہاں سے پیام لے کر آئے لیکن صرف ان کو یگانہ بنایا گیا کہ ان کے ہاتھوں دین کی تکمیل ہوئی اور صرف ان کو رحمۃ للعالمین بنایا گیا۔

سورۃ الانبیاء: آیت ۱۰۷ میں ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ

اور ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر رحمت بنا کر تمام جہانوں کے لیے۔

اقبال نے اس شعر والی نظم "جوئے آب" کو گوئٹے کی نظم "نغمہ محمدؐ" کا ایک آزاد ترجمہ کہا ہے۔

اقبال نے بہشت کے متعلق کہا ہے (صفحہ ۱۳۲):

ع که یزداں دارد و شیطاں نہ دارد

دراصل حق و باطل کے ٹکراؤ ہی سے حق کی قدر ہوتی ہے۔ بہشت میں یہ چیز کہاں؟

سورۃ الکہف: آیات ۱۰۷-۱۰۸ میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتْ لَھُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْھَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾

بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے، فردوس کے باغ ان کی مہمانی ہے۔ وہ ہمیشہ انہی میں رہیں گے، ان سے جگہ بدلنا نہ چاہیں گے۔

صفحہ ۱۳۳ میں ہے:

عشق است کہ در جانت ہر کیفیت انگیزد

از تاب و تبِ رومی تا حیرتِ فارابی

صفحہ ۵۴، ۵۵ اور ۱۰۶ کی آیتیں دیکھیں۔

صفحہ ۱۴۲ کا شعر ہے:

گردِ راہیم و لے ذوقِ طلب جوہرِ ماست
بندگی باہمہ جبروتِ خدائی مفروش

اللہ سے عاجزی ہی مانگنا چاہیے۔

سورۃ الاعراف: آیت ۵۵ میں ہے:

اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝

اپنے رب سے مانگو گڑگڑاتے اور آہستہ۔ بے شک حد سے بڑھنے والے اُسے پسند نہیں۔

اسی صفحہ میں ہے:

ع آدم از بے بصری، بندگیِ آدم کرد

انسان کو صرف اللہ کے آگے جھکنا سکھایا گیا تھا لیکن وہ غیر اللہ کے آگے جھکنے لگا اور خود اپنی توہین کرنے لگا۔

سورۃ القصص: آیت ۸۸ میں ہے:

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ

اور اللہ کے ساتھ دوسرے خدا کو نہ پوج۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔

صفحہ ۱۴۵ کا شعر ہے:

آں سنت کوشش چیست کہ گیرد ز سنگ آب
محتاجِ خضر مثلِ سکندر نمی شود

سورۃ البقرہ: آیت ۶۰ میں ہے:

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۚ

اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا تو ہم نے فرمایا،
اس پتھر پر اپنا عصا مارو۔ فوراً اس میں سے بارہ چشمے بہ نکلے۔

صفحہ ۱۳۵ ہی میں ہے:

گریز از طرزِ جمہوری، غلامِ پختہ کارے شو
کہ از مغزِ دو صد خر فکرِ انسانے نمی آید

پختہ کار غلام (اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا) بن جانا ہزاروں جمہوریتوں
سے کہیں افضل ہے جہاں صرف پارٹی بازی اور نفسا نفسی ہوتی ہے۔

سورۃ الحجرات: آیت ۱۴ میں ہے:

وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْــٴًـا

اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کروگے تو
اللہ تمہارے کسی عمل کا تمہیں نقصان نہ دے گا۔

صفحہ ۱۳۶ میں ہے:

حدیثِ عشق بہ اہلِ ہوس چہ می گوئی
بچشمِ مور مکش سرمۂ سلیمانی!

مغرب والوں کو تبلیغ کرنے سے کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا۔ وہ ہوا و ہوس اور
وطنیت کے بتوں کی زیادہ پوجا کرتے ہیں۔

سورۃ القصص: آیت ۵۰ میں ہے:

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ

اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اپنی خواہش کی پیروی کرے
اللہ کی ہدایت سے جدا۔

صفحہ ۱۳۷ میں ہے:

ع درین خانہ جز من متاعے کجاست

یہ بات غنی کاشمیری نے اپنے لیے کہی تھی، لیکن انسان کے لیے بھی صادق آتی ہے کیونکہ اسی کے لیے یہ دنیا بنائی گئی ہے۔

سورہ بنی اسرائیل: آیت ۷۰ میں ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝

اور بے شک ہم نے برتری دی آدم کی اولاد کو اور خشکی و تری میں اس کو سوار کر دیا اور عمدہ اور پاک چیزوں کی ان کو روزی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر ان کو فضیلت دی۔

سورۃ البقرہ: آیت ۳۰ میں ہے:

قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ

کہا آپؐ کے رب نے فرشتوں کو، مجھ کو بنانا ہے زمین میں ایک نائب۔ اللہ کا نائب (جانشین۔ خلیفہ) ہی اس دنیا کو برتنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

صفحہ ۱۳۸ کا شعر ہے:

اُمّتے بود کہ ما از اثرِ حکمتِ اُو

واقف از سِرّ نہاں خانہ تقدیر شدیم

سورۃ الاعراف: آیت ۵۸ میں ہے:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝

آپ فرمادیں، اے لوگو، میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں کہ

آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کو ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جلائے اور مارے۔ تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولؐ بے پڑھے، غیب کی باتیں بتلانے والے پر جو اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی غلامی اختیار کرو کہ تم راہ پاؤ۔

صفحہ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ نظم "عشق":

آں حرفِ دل فروز کہ راز است و راز نیست
من فاش گویمت کہ شنید؟ از کجا شنید؟
دزدید ز آسماں و بہ گل گفت شبنمش
بلبل ز گل شنید و ز بلبل صبا شنید

یعنی ہر جگہ عشق کارفرما ہے۔

سورۃ الملک: آیت ۲ میں ہے:

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ

وہی ذات ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تم کو آزمائے کہ تم میں کون اچھے عمل کرنے والا ہے اور وہ غالب بخشنے والا ہے۔

سورۂ ہود: آیت ۶۱ میں ہے:

هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا

اسی نے اٹھایا تم کو زمین سے اور بسایا تم کو اس میں۔

ہر تخلیق نہ صرف اپنے خالق کے وجود کا ثبوت پیش کرتی ہے بلکہ خود اس کا پیدا ہونا بھی ایک حرکت اور عمل کی غمازی کرتا ہے جسے عشق سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

انسان جو "تہذیب" کا دعوی دار ہے "جنگ" (جو نفس و ہوا کے لیے ہو) کے وقت

درندہ نظر آتا ہے۔ صفحہ ۱۴۰ کا شعر ہے:

دیدم چو جنگ پردہ ناموسِ اُو درید

جز "یسفک الدما"، "خصیم" "مبین" نبود!

یہ وہ انسان ہے جس کے متعلق فرشتوں نے بھی اللہ پاک سے کہا تھا:

قَالُوٓا اَتَجۡعَلُ فِیۡهَا مَنۡ یُّفۡسِدُ فِیۡهَا وَیَسۡفِكُ الدِّمَآءَ ۚ (سورۃ البقرہ: ۳۰)

وہ بولے کیا ایسے کو (اپنا نائب) بنائے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خون ریزیاں کرے گا؟

سورۃ النحل: آیت ۴ میں ہے:

خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیۡمٌ مُّبِیۡنٌ ۝

(اللہ نے) انسان کو پیدا کیا نطفہ سے، تو اسی لیے وہ کھلا جھگڑالو ہے

صفحہ ۱۴۳ میں ہے:

بہ علم غرّہ مشو، کارِ مے کشی دِگر است

فقیہِ شہر گریبان و آستیں آلود

خواہ مخواہ اپنی علمیت کا ڈھنڈورا پیٹنا اور صحیح بات کی تہ تک نہ پہنچنا علم نہیں ہے۔

سورۂ آل عمران: آیت ۶۶ میں اہلِ کتاب کو فرمایا گیا ہے:

فَلِمَ تُحَآجُّوۡنَ فِیۡمَا لَیۡسَ لَكُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ ؕ وَاللّٰهُ یَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝

پس ایسی بات میں کیوں جھگڑتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے؟

سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۳۶ میں ہے:

وَلَا تَقۡفُ مَا لَیۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ ؕ اِنَّ السَّمۡعَ وَالۡبَصَرَ وَالۡفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ

عَنْهُ مَسْئُوْلًا (۵)

اور اس بات کے پیچھے مت پڑ جس کا تجھے علم نہیں۔ بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہونا ہے (کہ تم نے ان سے کیا کام لیا)۔

صفحہ ۱۴۵ کا شعر ہے:

خرد افزود مرا درسِ حکیمانِ فرنگ
سینہ افروخت مرا صحبتِ صاحب نظراں

مغربی فلسفیوں سے وہم و گمان والی عقل کو ترقی ہوتی ہے اور "صاحب نظر" لوگوں کی صحبت میں سینے میں عمل کے لیے گرمی پیدا ہوتی ہے۔

سورۃ الفتح کی آخری آیت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھنے والوں کے لیے کہا گیا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے (اصحابؓ) کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔

حق کے لیے سینہ سپر ہونا اور ہر قربانی کے لیے تیار رہنا دراصل ان اصحاب کا شیوہ تھا۔ صحیح "صاحبِ نظر" لوگ وہی تھے۔

صفحہ ۱۴۶ میں ہے:

بہ نوریاں زمن پا بہ گِل پیامے گوے
حذر ز مشتِ غبارے کہ خویشتن نگر است!

فرشتے، انسان کی خودنگری سے محروم ہیں۔ انسان اللہ کا نائب ہے اس لیے اس کے منصب کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے منصب کے مطابق ہی عمل پیش کرے۔

سورۃ الانعام: آیت ۱۶۶ میں ہے:

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَٰٓئِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَآ ءَاتَىٰكُمْ

اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں نائب کیا اور تم میں ایک کو دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ تمہیں آزمائے اس چیز میں جو تمہیں عطا کی۔

صفحہ ۱۴۶ ہی میں ہے:

نوازیم و بہ بزمِ بہاری سوزیم
شرر بہ مشتِ پرِ ما زنالۂ سحر است

سورۃ المزمل: آیت ۶ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سحر خیزی کا ذکر ہے جس سے امت کو سبق دیا ہے:

إِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْـًٔا وَأَقْوَمُ قِيلًا

بے شک رات کا اٹھنا خوب موثر ہے کچلنے میں (نفس کے) اور بات خوب ٹھیک نکلتی ہے۔

صفحہ ۱۴۷ میں ہے:

ع بہ کیشِ زندہ دلاں زندگی جفا طلبی است

مشکلات کا مقابلہ کرنا عین زندگی ہے۔

سورۃ البلد: آیت ۴ میں ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي كَبَدٍ

ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا۔

صفحہ ۱۴۶ کی آیت بھی دیکھیں، یعنی سورۃ الانعام کی آیت ۱۶۶۔

صفحہ ۱۴۸ کا شعر ہے:

چو موج ساز وجودم زسیل بے پرواست
گماں مبر کہ دریں بحر ساحلے جویم

طوفان کی پروا نہیں اور ساحل کی تلاش نہیں۔ صرف مشکلات کو دعوت دینا انسان کی زندگی ہے۔ صفحہ ۱۴۷ کی آیت دیکھیں۔

صفحہ ۱۴۹ میں ہے:

گرچہ متاعِ عشق را، عقل بہائے کم نہد
من نہ دہم بہ تختِ جم، آہِ جگر گداز را

عشق ہی صحیح راہ پر لے چلتا ہے کیونکہ وہ عملِ صالح کے لیے ولولہ پیدا کرتا ہے۔ ایسے عشق کے سامنے اس عقل کی کوئی حیثیت نہیں جو صرف سوچنا سکھاتی ہے اور مشکلات کی بھیانک شکل دکھا کر انسان کو عمل سے روک دیتی ہے جسے ضلالت کہتے ہیں۔ اہلِ ضلالت کی مذمت قرآن پاک میں اس طرح ہے:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ
وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿١٦﴾ (البقرہ: ۱۶)

یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی تو ان کا سودا کچھ نفع نہ لایا اور وہ سودے کی راہ جانتے ہی نہ تھے۔

صفحہ ۱۵۱ کا شعر ہے:

بچشمِ عشق نگر تا سراغِ او گیری
جہاں بچشمِ خرد سیمیا و نیرنگ است

اس کے لیے اوپر والی آیت دیکھیں۔

صفحہ ۱۵۳ میں ہے:

رمزِ حیات جوئی؟ جز در تپش نیابی　　در قلزم آرمیدن ننگ است آبِ جو را

صفحہ ۷۸ کی آیت دیکھیں۔

صفحہ ۱۵۴ کا شعر ہے:

از نالہ برگلستاں آشوبِ محشر آور

تادم بہ سینہ بشکند مگذار ہاے وہو را

سورۃ الحجر: آیت ۹۴ میں ہے:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ

پس علانیہ کہہ دو جس بات کا تمہیں حکم ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو (یعنی مشرکوں کی ملامت کی پروا نہ کرو)۔

صفحہ ۱۵۴ ہی میں ہے:

ع جرمِ ما از دانہ، تقصیرِ او از سجدہ

سورۃ البقرہ: آیات ۳۴ تا ۳۶ میں یہ واقعات ہیں:

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَ
اسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَ قُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ
وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۪ وَلَا تَقْرَبَا
هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ
عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۪ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ
لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝

اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے کہ منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔ اور ہم نے کہا ’اے آدم! تو اور تیری بیوی اس جنت میں رہو اور کھاؤ اس میں سے بے روک ٹوک جہاں تمہارا جی چاہے مگر اس پیڑ کے پاس

نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں ہو جاؤ گے۔ تو شیطان نے اس سے (جنت سے) انہیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کر دیا اور ہم نے کہا، نیچے اترو، آپس میں ایک تمہارا دوسرے کا دشمن اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے۔

صفحہ ۱۵۵ میں ہے:

خوشا آنکہ رختِ خرد را شعلۂ مے سوخت
مثالِ لالہ متاعے ز آتشے اندوخت

مبارک ہیں وہ لوگ جنھوں نے عقل سے گزر کر عشق کو خریدا۔

صفحہ ۱۴۹ کی آیت دیکھیں۔

صفحہ ۱۵۶ کا شعر ہے:

فرو قبیلۂ آں پختہ کار باد کہ گفت
چراغِ راہِ حیات است جلوۂ امید

امید ہی زندگی کو زندگی بخشتی ہے۔ مایوسی اور قنوطیت سے بے عملی پیدا ہوتی ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کے سلسلے میں سورۃ الحجر: آیات ۵۵-۵۶ میں ہے:

قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿۵۶﴾

(فرشتوں نے) کہا، ہم نے آپ کو سچی بشارت دی ہے۔ آپ ناامید نہ ہوں۔ کہا (ابراہیم علیہ السلام نے)، اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہوگا۔ مگر وہی جو گمراہ ہوئے۔

صفحہ ۱۵۷ میں ہے:

گفتند لب ببند و ز اسرارِ ما مگو　　گفتم کہ خیر! نعرۂ تکبیرم آرزو ست

اسلام اور قرآن کی تعلیم کا خلاصہ اس بلاغت کے ساتھ اس شعر میں دیا ہے کہ اس کا جواب نہیں، یعنی اللہ پاک کے تمام اسرار کا خلاصہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔ غیر اللہ سے جب تک انسان بغاوت نہ کرے وہ اللہ کا بندہ نہیں ہو سکتا۔

سورۃ القصص: آیت ۸۸ میں ہے:

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

اور اللہ کے ساتھ دوسرے خدا (دوسری طاقت) کو نہ پوج۔ اس کے سوا کوئی خدا (طاقت) نہیں۔

صفحہ ۱۵۷ میں ہے:

ع　گر نگاہِ تو دو بین است ندیدن آموز

اگر تو غیر اللہ کو بھی دیکھتا ہے تو آنکھیں ہی بند کر لینا بہتر ہے۔ اوپر کی آیت اس کے لیے بھی کافی ہے۔

صفحہ ۱۵۸ کا شعر ہے:

تا کجا در تہِ بالِ دگراں می باشی

در ہوائے چمن آزادہ پریدن آموز

غیر اللہ کا محتاج ہونا اللہ کے بندے کو زیبا نہیں۔ وہی اوپر والی آیت اس کے لیے بھی کافی ہے۔

صفحہ ۱۵۹ میں ہے:

ع　تو دل گرفتہ نہ باشی کہ عشق تنہا نیست

سورۃ الشعرآء: آیات ۸۸-۸۹ میں ہے:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۹﴾

جس دن کہ نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد، مگر ہاں جو اللہ کے پاس پاک دل لے کر آئے (یہ پاک دل، عشق و عمل والا ہوتا ہے)۔

صفحہ ۱۶۰ میں ہے:

گر بجود محکم شوی سیلِ بلا انگیز، چیست
مثلِ گوہر در دلِ دریا نشستن می تواں

سورۂ آل عمران: آیت ۲۰۰ میں ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱصۡبِرُواْ وَصَابِرُواْ وَرَابِطُواْ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُونَ ﴿٢٠٠﴾

اے ایمان والو! صبر کرو اور صبر میں دشمن سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اس اُمید پر کہ کامیاب ہو۔[۵۸]

صفحہ ۱۶۰ ہی میں ہے:

من فقیرِ بے نیازم مشربم این است و بس
مومیائی خواستن نتواں، شکستن می تواں

"بانگِ درا" میں بھی کہا ہے:

مومیائی کی گدائی سے تو بہتر ہے شکست
مورِ بے پر، حاجتے پیشِ سلیمانے مبر

غیر اللہ کا محتاج ہونے سے بہتر ہے کہ ختم ہو جائے۔ مومن کے لیے اللہ کافی ہے۔

سورۃ الاحزاب: آیت ۳ میں ہے:

وَتَوَكَّلۡ عَلَى ٱللَّهِۚ وَكَفَىٰ بِٱللَّهِ وَكِيلٗا ﴿٣﴾

اور اللہ پر بھروسہ کرو اور اللہ کافی ہے کام بنانے والا۔

سورۃ الاعراف : آیت ۱۹۴ میں ہے :

اِنَّ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمۡثَالُکُمۡ فَادۡعُوۡہُمۡ فَلۡیَسۡتَجِیۡبُوۡا لَکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۱۹۴﴾

بے شک جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہارے ہی جیسے بندے ہیں۔ سو اگر تم سچے ہو تو تم انہیں پکارو۔ پھر ان کو چاہیے تمہیں جواب دیں۔

صفحہ ۱۶۱ کا شعر ہے:

در عشق و ہوسناکی دانی کہ تفاوت چیست

آں تیشۂ فرہادے ، ایں حیلۂ پرویزے

عشق محض مشکلات کی دعوت دیتا ہے۔

سورۂ آل عمران : آیت ۱۳۹ میں ہے :

وَلَا تَہِنُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۳۹﴾

اور نہ ہمت ہارو اور نہ غم کرو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن رہے۔

صفحہ ۱۶۳ میں ہے:

نشانِ راہ ز عقلِ ہزار حیلہ مپرس

بیا کہ عشق کمالے زیک فنی دارد

صفحہ ۹۴ کی آیت دیکھیں۔

صفحہ ۱۶۴ کا شعر ہے:

نہ با مروز اسیرم ، نہ بہ فردا نہ بہ دوش

نہ نشیبے ، نہ فرازے ، نہ مقامے دارد

اسلام کسی زمانے اور کسی مقام تک محدود نہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہے ، ہمیشہ رہے گا

سب کا تھا اور سب کے لیے ہے۔ زمان و مکان کا پابند نہیں۔

سورۂ آل عمران: آیت ۱۹ میں ہے:

ان الدین عند اللہ الاسلام ٥

بے شک اللہ کے ہاں اسلام ہی دین ہے۔

اسی سورۃ: آیت ۸۵ میں ہے:

وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ

وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝

اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں میں سے ہے۔

اسی صفحہ میں ہے:

بشاخِ زندگی ما نمے ز تشنہ لبی است

تلاشِ چشمۂ حیواں دلیلِ کم طلبی است

پیاسا ہونا پیاس بجھانے سے بہتر ہے اور مقصد کے حصول کے لیے کوشش کرنا کم طلبی ہے بلکہ کوشش ہی کو اپنا مقصد بنانا چاہیے، جیسا کہ ارشاد ہے:

السعی منی والاتمام من اللہ ٥

کوشش میرا کام ہے اور انجام کو پہنچانا خدا کا کام ہے۔

سورۃ النجم: آیت ۳۹ میں ہے:

وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ۝

اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر جو اس نے کوشش کی۔

سورۃ الانشرح: آیات ۵-۶ میں بھی ہے:

إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔

صفحہ ۱۶۵ میں ہے:

نہالِ تُرک زبرقِ فرنگ بار آورد

ظہورِ مصطفوی را بہانہ بولہبی است

"بانگِ درا": صفحہ ۲۶۸ میں بھی ہے کہ:

اگر عثمانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے!

کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

سورۃ البقرہ: آیت ۲۵۸ میں ہے:

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ

اللہ والی ہے مسلمانوں کا، انھیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

صفحہ ۱۶۶ میں ہے:

در دشتِ جنونِ من جبریل زبوں صیدے

یزداں بہ کمند آور اے ہمتِ مردانہ

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی رفعت کی انتہا اپنی معراج میں بتادی کہ اللہ سے کس قدر قریب ہوا جا سکتا ہے۔

سورۃ النجم: آیت ۹ میں ہے:

فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی

پس اس جلوہ اور اس محبوبؐ میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔ (سورۃ النجم کی ابتدائی اٹھارہ آیتوں میں معراج شریف کی تفصیل ہے)

صفحہ ۱۶۶ ہی میں ہے:

در جہاں است جہاں در دلِ ماست

لب فرو بند کہ ایں عقدہ، کشودن نتواں!

سورۂ ق: آیت ۳۳ میں قلبِ منیب والوں کے لیے بشارت ہے:

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِۨ ﴿۳۳﴾

جو رحمٰن سے بے دیکھے ڈرتا ہے (اور جو) رجوع کرتا ہوا دل لایا۔

اس شعر سے پہلے ہی یہ مصرع ہے:

ع بے تو بودن نتواں، با تو بنودن نتواں

صفحہ ۱۶۷ میں ہے:

اسرارِ ازل جوئی؟ بر خود نظرے وا کن
یکتائی و بسیاری، پنہانی و پیدائی

سورۃ الذاریات: آیات ۲۰-۲۱ میں ہے:

وَفِي الْأَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کو اور خود تم میں، تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں؟ (زمین میں جو نشانیاں ہیں وہ اللہ پاک کی قدرت اور حکمت پر دلالت کرتی ہیں اور تمہاری پیدائش میں اور تمہارے تغیرات میں اور تمہارے ظاہر و باطن میں اللہ پاک کی قدرت کے عجائب و غرائب موجود ہیں)

صفحہ ۱۶۸ کا شعر ہے:

ہم با خود و ہم با او، ہجراں کہ وصال است ایں؟
اے عقل چہ می گوئی؟ اے عشق چہ فرمائی؟

سورۃ الحدید: آیت ۴ میں ہے:

ۭ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴﴾

اور وہ تمہارے ساتھ ہے، تم کہیں ہو اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے

(عقل یہ بات تسلیم کرے یا نہ کرے، عشق تو تسلیم کرتا ہے)۔

صفحہ ۱۷۰ کا شعر ہے:

بگذر از عقل و در آویز بموجِ یمِ عشق
کہ در آں جوئے تنک مایہ گہر پیدا نیست

عقل میں تنگی ہے اور عشق میں بڑی فراخی ہے۔ عشق کسی مشکل کو مشکل نہیں سمجھتا۔ صفحہ ۴۹ کی آیت دیکھیں۔

صفحہ ۱۷۱ میں ہے:

زندگیٔ رہرواں در تگ و تاز است و بس
قافلۂ موج را جادہ و منزل کجاست

صفحہ ۱۶۴ کی آیت دیکھیں۔

صفحہ ۱۷۲ میں ہے:

غافل ترے زمردِ مسلماں نہ دیدہ ام
دل درمیانِ سینہ و بیگانۂ دل است

مسلمان کے لیے تو اللہ پاک نے یہاں تک فرمایا ہے، جیسا کہ سورۃ المجادلہ: آیت ۲۲ میں ارشاد ہے کہ:

أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ

یہ وہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی روح سے ان کی مدد فرمائی۔

صفحہ ۱۷۲ ہی میں ہے:

در رہِ عشق فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست
یدِ بیضائے کلیمے بہ سیاہے بخشند

سورۃ الحجرات: آیت ۱۳ میں ہے:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

بے شک عزت اللہ کے نزدیک اُس کی بڑی ہے جس کا تقویٰ بڑا ہے (یعنی نسلی فضیلت کوئی چیز نہیں)۔

کہا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام سانولے رنگ کے تھے (لیکن یہ کوئی مستند بات معلوم نہیں ہوتی)۔ بہر حال یدِ بیضا بھی اُن کا ایک معجزہ تھا۔ (طٰہٰ: ۲۲ میں دیکھیں)

صفحہ ۱۷۳ کا شعر ہے:

تو بر نخلِ کلیمے بے محابا شعلہ می ریزی
تو بر شمعِ یتیمے صورتِ پروانہ می آئی

سورۂ طٰہٰ: آیت ۱۰ میں ہے:

اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴿۱۰﴾

جب اُس (موسیٰ علیہ السلام) نے ایک آگ دیکھی تو اپنی اہلیہ سے کہا ٹھہرو مجھے ایک آگ نظر پڑی ہے۔ شاید میں تمہارے لیے اس میں سے کوئی چنگاری لاؤں یا آگ پر (آگ کے ذریعے) راستہ پاؤں۔

سورۃ الکہف: آیت ۷۷-۸۲ میں یتیموں کی دیوار کا ذکر ہے جس کی حفاظت کی گئی۔

"بانگِ درا": صفحہ ۲۵۶ میں بھی دیوارِ یتیم کا ذکر ہے۔

صفحہ ۱۷۴ میں ہے:

مثلِ آئینہ مشو محوِ جمالِ دگراں　　از دل و دیدہ فرو شوئے خیالِ دگراں

دوسروں کو نہ دیکھو۔ خود اپنے کو دیکھو۔

صفحہ ۱۷۶ کی آیت دیکھیں۔

صفحہ ۱۷۵ کا شعر ہے:

اے کہ نزدیک تر از جانی و پنہاں زنگہ

ہجرِ تو خوشترم آید ز وصالِ دگراں!

سورۂ ق: آیت ۱۶ میں ہے:

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿۱۶﴾

اور ہم اُس سے اُس کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں۔

بندے سے اللہ اتنا زیادہ قریب ہے، پھر بھی بندہ اس کو دیکھنا نہیں چاہتا۔

اسی صفحہ میں ہے:

ہزار خیبر و صد گونہ اژدر است ایں جا

نہ ہر کہ نانِ جویں خورد حیدری داند

ایمان اصل قوت ہے۔ امیری غریبی کوئی چیز نہیں۔

سورۃ المنافقون: آیت ۸ میں ہے:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۸﴾

اور عزت اللہ کی ہے اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اور ایمان والوں کی، لیکن منافق نہیں سمجھتے۔

بانگِ درا: صفحہ ۲۵۲ میں بھی کہا ہے:

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر

کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری

صفحہ ۱۷۵ ہی میں ہے:

فرنگ شیشہ گری کرد و جام و مینا ریخت بحیرتم کہ ہمیں شیشہ را پری داند

سورۃ المجادلہ : آیت ۱۹ میں ہے:

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ

اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

ان پر شیطان غالب آ گیا تو انہیں اللہ کی یاد بھلا دی۔ وہ شیطان کی جماعت ہے۔ یاد رکھو، شیطان کی جماعت ہی نقصان اٹھانے والی ہے۔

صفحہ ۷۶ کا شعر ہے:

چو گویمت ز مسلمانِ نامسلمانے

جز ایں کہ پورِ خلیلؑ است و آزری داند

سورۃ الحج: آیت ۷۸ میں ہے:

مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ۬ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا

تمہارے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کا دین، اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے، اگلی کتابوں میں اور اس قرآن میں (گویا اب ہم تو نام کے مسلمان ہیں کہ مسلمان ہو کر بت تراشی کرتے ہیں)۔

صفحہ ۷۷ میں ہے:

عشق در صحبتِ میخانہ بگفتار آید

زانکہ در دیر و حرم محرمِ اسرارش نیست

دیر و حرم والوں نے عشق چھوڑ دیا ہے۔ اب میخانے ہی میں عشق اور جوش والے نظر آتے ہیں۔ جن سے اس عشق کی توقع تھی، انھوں نے اسے پسِ پشت ڈال دیا ہے۔

اُوپر والی آیت اس کے لیے بھی مناسب ہے۔

صفحہ ۷۷ ہی میں ہے:

کسے کہ زخمہ رساند بتارِ سازِ حیات　　　ز من بگیر کہ آں بندہ محرمِ راز است

جو شخص جوشش اور ولولہ پیدا کر دے اور عمل کے لیے آمادہ کر دے، وہ اصل وہی محرمِ راز ہے، کیونکہ دنیا بے کار نہیں بنائی گئی ہے:

سورۃ الانبیا: آیت ۱۶ اور سورۃ الدخان: آیت ۳۸ میں ہے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ۝

اور ہم نے نہیں بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، کھیل کے طور پہ۔

صفحہ ۱۸۰ کا شعر ہے:

با نوریاں بگو کہ زعقلِ بلند دست
ما خاکیاں بدوشِ ثریا سوارہ ایم

اللہ پاک نے انسان کو "عقلِ بلند دست" کی بدولت مسجودِ ملائک بنا دیا اور اپنا خلیفہ مقرر کیا۔

صفحہ ۱۸۲ کی آیتیں دیکھیں۔

اس "عقلِ بلند دست" کو بالِ جبریل: غزل ۱۵ میں دانشِ نورانی سے تعبیر کیا ہے:

اک دانشِ نورانی، اک دانشِ برہانی
ہے دانشِ برہانی، حیرت کی فراوانی

صفحہ ۱۷۹ میں ہے:

تپش است زندگانی، تپش است جاودانی
ہمہ ذرہ ہائے خاکم دلِ بیقرار بادا

سورۃ الرحمٰن: آیت ۲۹ میں اللہ پاک نے خود اپنے متعلق فرمایا ہے:

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِىْ شَاْنٍ۝ وہ ہر دن ایک دھندے میں ہے۔

سورۃ البقرہ : آیت ۲۵۵ میں بھی ہے :

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ

اسے نہ اونگھ آئے اور نہ نیند۔

اسی طرح اس کے خلیفہ کے اوصاف ہونے چاہییں۔

صفحہ ۱۸۰ میں ہے :

نظرِ تو ہمہ تقصیر و خرد کوتاہی — نہ رسی جز بہ تقاضائے کلیم اللّٰہی

موسیٰ علیہ السلام نے (سورۃ الاعراف : ۱۴۳) اللہ پاک سے عرض کی :

قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى

الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ۚ

عرض کی، اے رب میرے! مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔ فرمایا، تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا، ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ، یہ اگر اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔ (موسیٰ علیہ السلام جیسا تقاضا ہو تو دیدارِ الٰہی یعنی مقصد حاصل ہو سکتا ہے)۔

صفحہ ۱۸۱ کا شعر ہے :

اے مسلماں دگر اعجازِ سلیماں آموز

دیدہ بر خاتمِ تو اہرمنے نیست کہ نیست

سورۃ الانبیاء میں سلیمان علیہ السلام کے لیے مسخر ہونے والوں میں پہاڑ (آیت ۷۹) تیز ہوا (آیت ۸۱) اور اہرمن (شیطان) بھی تھے۔ آیت ۸۲ میں اہرمن سے متعلق ارشاد ہے :

وَمِنَ الشَّیٰطِیْنِ مَنْ یَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَیَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِیْنَ ۙ

اور شیطانوں میں سے (مسخر تھے) جو اس کے لیے غوطہ لگاتے (جواہرات

نکالنے کے لیے) اور اس کے سوا دوسرے کام کرتے اور ہم انہیں روکے ہوئے تھے۔

صفحہ ۸۲ امیں ہے:

دریں رباطِ کہن چشم عافیت داری؟
ترا بہ کشمکشِ زندگی نگاہے نیست

صفحہ ۹۱،۷ کی آیات دیکھیں۔

صفحہ ۱۸۱ ہی میں ہے:

شعلہ در آغوش دارد عشقِ بے پروائے من!
بر نخیزد یک شرار از حکمتِ نازائے من!

حکمت اور فلسفے نے عمل کے لیے آمادگی نہیں سکھائی لیکن عشق ہی تڑپ پیدا کر سکتا ہے:

سورۂ آل عمران (آیت ۱۴۶) میں انبیا علیہم السلام کے ساتھیوں کی مشکل پسندی اور تڑپ کا ذکر آتا ہے:

وَكَأَيِّن مِّن نَّبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ

اور کتنے ہی انبیا علیہم السلام نے جہاد کیا۔ ان کے ساتھ بہت سے خدا والے تھے۔ تو وہ نہ سست پڑے ان مصیبتوں سے جو اللہ کی راہ میں انھیں پہنچیں اور نہ کمزور ہوئے اور نہ دبے۔ اور صبر والے لوگ ان کو محبوب ہیں۔ (یہاں صبر، ہمت اور عشق والوں کا ذکر ہے۔ ورنہ وہ علم، حکمت یا فلسفہ جو صرف سوچنا سکھائے اور عمل کے لیے آمادہ نہ کرے، محض مردود ہے)

سورۃ الصف: آیت ۳ میں ہے:

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ أَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝

کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو یہ بات کہ وہ کہو جو تم نہ کرو۔

صفحہ ۱۸۲ کا شعر ہے:

با خدا در پردہ گویم با تو گویم آشکار

یا رسول اللہؐ! او پنہاں و تو پیدائے من!

سورۃ الانعام: آیت ۱۰۳ میں ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۝

آنکھیں اس کو نہیں پاتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے۔ وہ لطیف اور باخبر ہے۔

صفحہ ۱۸۲ ہی میں ہے:

ع درونِ خویش نہ کاویدہ دریغ از تو

حکم تو یہی تھا کہ اپنے اندر دیکھو۔

صفحہ ۱۶۷ کی آیت دیکھیں۔

صفحہ ۱۸۴ میں ہے:

گرفتم ایں کہ کتابِ خرد فرو خواندی

حدیثِ شوق نہ فہمیدہ دریغ از تو

صفحہ ۱۸۲ کی آیات دیکھیں۔

صفحہ ۱۸۸ کا شعر ہے:

دانش اندوختۂ، دل ز کف انداختۂ

آہ زاں نقد گراں مایہ کہ درباختۂ

صفحہ ۱۸۲ کی آیات دیکھیں۔

صفحہ ۱۸۹ میں ہے:

عقلِ خود بیں دگر و عقلِ جہاں بیں دگر است

بالِ بلبل دگر و بازوے شاہیں دگر است

صفحہ ۱۸۰ کی آیت دیکھیں۔

صفحہ ۱۹۱ کا شعر ہے:

رہزنی را کہ بنا کرد جہاں بانی گفت

ستمِ خواجگیِ او کمرِ بندہ شکست

سورۃ النمل: آیت ۳۴ میں ہے: (قالت)

قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً ۚ وَكَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ﴿٣٤﴾

بے شک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ کر دیتے ہیں اور اس کے عزت والوں کو ذلیل، اور وہ ایسا ہی کرتے ہیں.

صفحہ ۱۹۲ کا شعر ہے:

انقلابے کہ نگنجد بہ ضمیرِ افلاک

بینم و ہیچ ندانم کہ چساں می بینم

سورہ یوسف: آیت ۸۷ میں ہے:

إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِن رَّوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ

بے شک اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے مگر کافر لوگ۔

اقبال ہمیشہ اچھے مستقبل کی امید دلاتے ہیں۔

صفحہ ۱۹۱ ہی میں ہے:

آنچہ بود است و نباید ز میاں خواہد رفت آنچہ بایست و نبود است ہماں خواہد بود

اس سے پہلے والی آیت اس کے لیے بھی کافی ہے۔

صفحہ ۱۹۳ میں ہے:

من ازیں بیش ندانم کہ کفن دزدے چند

بحرِ تقسیم قبور انجمنے ساختہ اند

صفحہ ۵، اکی آیت دیکھیں۔

صفحہ ۱۹۵ کا شعر ہے:

درماں ز درد ساز اگر خستہ تن شوی

خوگر بہ خار شو کہ سراپا چمن شوی

صفحہ ۶۴ اکی آیتیں دیکھیں۔

صفحہ ۱۹۵ ہی میں ہے:

فلسفی را با سیاست داں بیک میزاں مسنج

چشمِ آں خورشید کورے، دیدۂ ایں بے نمے

آں تراشد قولِ حق را، حجت نا استوار

ویں تراشد قولِ باطل را دلیلِ محکمے

سورۂ آل عمران کی آیت ۶۶ ان دونوں کے متعلق کافی ہے:

هَاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ

تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (۶۶)

سنتے ہو (اے اہلِ کتاب تم) تم جو یہ ہو، اس میں جھگڑے جس کا تمہیں علم تھا، تو اس میں کیوں جھگڑتے ہیں جس کا تمہیں علم ہی نہیں۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

صفحہ ۱۹۸ میں ہے:

زخاک تا بہ فلک ہر چہ ہست رہ پیماست
قدم کشای کہ رفتارِ کارواں تیزاست

سورۂ ہود: آیت ۶۱ میں ہے:

هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا

اسی نے اٹھایا تم کو زمین سے اور بسایا تم کو اس میں۔

اسی لیے ہر چیز میں اٹھنے اور بڑھنے کی صلاحیت رکھی ہے۔

صفحہ ۱۹۸ ہی میں ہے:

جرمن فلسفی نیٹشا (Nietzsche) کے متعلق اقبال یہ رائے دیتے ہیں:

ع دیوانہ بہ کارگہِ شیشہ گر رسید

سست عناصر کو جھنجھوڑ کر زندہ کرنا چاہتا ہے اور ہر توڑ پھوڑ کو پسند کرتا ہے۔

صفحہ ۲۰۱ میں اس کے لیے یوں بھی کہا ہے:

ع قلبِ او مومن دماغش کافر است

مشکلات کو خاطر میں نہ لانا ایک مومن کا طریقہ ہے۔

سورۃ القصص: آیت ۸۸ میں ہے:

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۘ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ

اور اللہ کے ساتھ دوسرے خدا (کسی طاقت) کو نہ پوج۔ اس کے سوا کوئی خدا (کوئی طاقت) نہیں۔

مسلمانوں کا کلمہ طیبہ یہی سکھاتا ہے یعنی پہلے ہر طاقت سے انکار کیا جائے تاکہ اللہ کے لائق ہو سکے۔

افسوس کہ نیٹشا نے غیر اللہ کے انکار کے ساتھ ہی عیسائیوں کے خدا کا بھی انکار کر دیا۔

صفحہ ۲۰۰ کا شعر ہے:

من چہ گویم از مقامِ آں حکیمِ نکتہ سنج
کردہ زردشتے ز نسلِ موسیٰ دہارونؑ ظہور!

حکیم آئن سٹائن یہودی تھا لیکن اس نے نظریہ اضافیت کا انکشاف کیا ہے اور بتایا ہے کہ:

؎ از فرازِ آسماں تا چشمِ آدم یک نفس (صفحہ ۱۹۹)

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یک نفس مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ، پھر عرش تک کی سیر کی اور واپس بھی تشریف لے آئے (اسی ایک لمحے میں)۔

سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت اور سورۃ النجم کی ابتدائی اٹھارہ آیتیں ملاحظہ ہوں، (ان کا ذکر اوپر آ چکا ہے)۔

صفحہ ۲۰۱ میں رومیؒ کا شعر نقل کیا ہے:

بہ خرد راہِ عشق می پوئی؟ بہ چراغ آفتاب می جوئی؟

اس کے لیے صفحہ ۱۷۸-۱۸۲ کی آیات دیکھیں۔

صفحہ ۲۰۵ کا شعر ہے:

جہاں راست بر وزی از دستِ مزد
ندانی کہ ایں ہیچ کار است دزد

قرآن پاک میں اچھے مزدور کے لیے سورۃ القصص: آیت ۲۶ میں ذکر ہے:

اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿۲۶﴾

بے شک بہتر مزدور (نوکر) وہ جو قوی (طاقتور) امانت دار ہو۔
سرمایہ دار اور مزدور کے سلسلے میں مزید کوئی چیز نہیں ملتی۔

سورۃ التوبہ آیت ۱۲۰ میں ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ

بے شک اللہ نیکوں کا نیگ ضائع نہیں کرتا۔

صفحہ ۲۰۷ میں رومی کا شعر نقل کیا ہے:

داند آں کو نیک بخت و محرم است

زیرکی ز ابلیس و عشق از آدم است

اللہ کے حکم کے آگے اپنی عقل کی شیخی بگھارنا شیطان ہی کا کام ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۳۴ میں ہے:

اَبٰى وَ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ

(شیطان) منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔

صفحہ ۲۰۷ ہی میں ہے:

؎ عقلے بہم رساں کہ ادب خوردۂ دل است

سورۂ ق: آیت ۳۷ میں ہے:

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ

بے شک اِس (قرآن) میں نصیحت ہے اُس کے لیے جو دل رکھتا ہے یا کان لگائے اور متوجہ ہے (یعنی نیکی کی طرف وہی متوجہ ہو سکتا ہے جو دل سے سمجھنے کی کوشش کرے۔

صفحہ ۲۰۸ کا شعر ہے:

جلوۂ او بے کلیمؑ و شعلۂ او بے خلیلؑ

عقلِ ناپروا متاعِ عشق را غارت گر است

فرنگ میں جلوہ (روشنی۔ چمک) بہت ہے لیکن موسیٰ علیہ السلام کی کلیم اللٰہی نہیں ہے اور نہ وہاں کی گرمی (جوش اور ولولہ) میں ابراہیم علیہ السلام کی وہ گرمی ہے جس کے آگے

آتشِ نمرود سرد ہو گئی تھی۔ ان کی عقل میں بھی وہ عشق نہیں ہے جس میں تقویٰ ہو۔

سورۃ الحج : آیت ۳۲ میں ہے:

وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ؀

اور جو شخص شعائرِ الٰہی کا احترام کرتا ہے اس کا طریقِ عمل قلب کے تقوے کا نتیجہ ہے۔

تقویٰ وہ ایجابی صفت ہے جو پہلے دل سے تعلق رکھتی ہے پھر تمام جوارح وغیرہ سے اقبال کی اصطلاح میں اسی کو عشق کہتے ہیں۔

سورۃ المجادلہ : آیت ۱۹ میں ہے:

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ؀

شیطان نے ان پر قابو پا لیا۔ پس اس نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا۔ یہ شیطان کی جماعت ہے۔ یاد رکھو شیطان کی جماعت ہی خسارے میں ہے۔

صفحہ ۲۱۱ میں ہے:

ع لالہ از داغِ جگر سوزِ دوامے آورد

ہر چیز میں گرمی، جوش اور عشق، محض دل و جگر کی وجہ سے ہے۔ اُگنا اور بڑھنا ضروری ہے۔ (دل میں عشق اور جگر میں عمل کا جذبہ ہوتا ہے)۔

صفحہ ۱۸۲ کی آیت دیکھیں۔

صفحہ ۲۱۲ کا شعر ہے:

آمیزشے کجا گہرِ پاکِ او کجا

از تاک بادہ گیرم و در ساغر افگنم

سورۃ الزمر: آیت ۲ میں ہے:

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ

ہاں اللہ ہی کو بندگی خالص ہے۔

سورۂ ابراہیم: آیت ۲۷ میں ہے:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
وَفِي الْاٰخِرَةِ

اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں ــــ مسلمان کا دین اور اس کی ہر بات کھری ہوتی ہے اور اس میں آمیزش نہیں ہوتی۔

صفحہ ۲۱۶ میں ہے:

زمز دِ بندۂ کرپاس پوش و محنت کش
نصیبِ خواجۂ ناکردہ کار، رختِ حریر

سورۃ الذاریات: آیت ۱۹ میں نیکوکاروں کے متعلق ہے کہ ان کے مال میں سائل اور محروم دونوں کا حق تھا:

وَفِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾

اور ان کے مالوں میں حق تھا سائل اور محروم کا۔

سورۂ والفجر: آیات ۱۹ - ۲۳ میں ہے:

وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ﴿۱۹﴾ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿۲۰﴾ كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿۲۱﴾ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾ وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۢ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿۲۳﴾

اور میراث کا مال سب سمیٹ کر کھاتے ہو (حلال و حرام کی تمیز نہیں کرتے) اور

مال کی نہایت محبت رکھتے ہو۔ ہاں ہاں جب زمین ٹکرا کر پاش پاش
کر دی جائے گی اور تمہارے رب کا حکم آئے گا اور فرشتے قطار قطار۔ اور
اس دن جہنم لائی جائے۔ اس دن آدمی سوچے گا (اپنی تقصیر کو سمجھے گا)
اور اب اسے سوچنے کا وقت کہاں؟

یہ آیتیں میراث کے ہڑپ کر جانے کے سلسلے میں ہیں جن سے یہی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے
کہ کسی کا حق مارنے پر کس قدر سخت وعید ہے۔ (ان آیات سے پہلے یتیم اور مسکین کو محروم
رکھنے والوں کا ذکر ہے۔

صفحہ ۲۱۷ میں ہے:

؏ ز خویش این ہمہ بیگانہ زیستن تا کے

اپنا جائز حق حاصل نہ کرنا بھی غلط ہے۔

سورۃ النحل: آیت ۹۰ میں ہے

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ

بے شک اللہ حکم دیتا ہے انصاف اور نیکی کرنے کا۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے (الشوریٰ: ۱۵) بھی وحیِ الٰہی یہ کہلواتی
ہے: وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ

اور مجھے حکم ہے کہ میں تم میں انصاف کروں۔

صفحہ ۲۱۸ میں ہے:

؏ مرگ مشکل، زندگی مشکل تر است

بانگِ درا: ۲۳۰ میں فرمایا ہے:

؏ کتنی مشکل زندگی ہے، کس قدر آساں ہے موت

سورۃ الملک: آیت ۲ میں ہے:

اِلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً

وہ ذات جس نے پیدا کیا موت اور حیات کو تاکہ تمہاری جانچ ہو کہ تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے۔ (انسانی زندگی اسی جانچ کے لیے ہے)۔

صفحہ ۲۱۸ ہی میں ہے:

کلک را نالہ از تہی مغزی است

قلمِ سرمہ را صریرے نیست

سورۃ الفرقان: آیت ۶۳ میں ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ
هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝

اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پہ آہستہ چلتے ہیں (متواضعانہ طور پہ) اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں، بس سلام۔ (یعنی اللہ کے نیک بندے وقار، تواضع اور خاموشی اختیار کرتے ہیں)۔

صفحہ ۲۲۰ میں ہے:

کالبد را فربہی می آورد

جامۂ قز، جانِ بے غم، بوئے خوش

جامۂ قز (ریشمی کپڑے) سے بے شک بدن کو فربہی حاصل ہوتی ہوگی لیکن "بوئے خوش حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھی اور "جانِ بے غم" اللہ سے رشتہ رکھنے والوں کو حاصل ہے۔

سورۃ الرعد: آیت ۲۸ میں ہے:

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝

یاد رکھو، اللہ کی یاد میں دلوں کا چین ہے۔

صفحہ ۲۲۰ ہی میں ہے :

اے برادر من ترا از زندگی دادم نشاں
خواب رامرگِ سبک داں مرگ راخوابِ گراں

بانگِ درا : صفحہ ۱۳۳ میں کہا ہے :

موت تجدیدِ مذاقِ زندگی کا نام ہے
خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے

بانگِ درا : صفحہ ۲۳۴ میں اس طرح بھی ہے :

جوہرِ انساں عدم سے آشنا ہوتا نہیں
آنکھ سے غائب تو ہوتا ہے فنا ہوتا نہیں

سورۃ البقرہ : آیت ۲۸ میں ارشاد ہے :

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ
ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾

بھلا تم کیونکر اللہ کے منکر ہو گے ، حالانکہ تم مردہ تھے اس نے تمہیں جلایا
پھر تمہیں مارے گا ، پھر تمہیں جلائے گا ، پھر اس کی طرف پلٹ کر
جاؤ گے ۔

اسی صفحہ ۲۲۰ میں ہے :

ع سینہ را کارگاہِ کینہ مساز

سورۃ الحشر : آیت ۱۰ میں مسلمانوں کو یہ دعا سکھائی گئی ہے :

وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا .....

(اے رب) اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ ۔

صفحہ ۲۲۱ میں ہے :

در جہاں مانندِ جوئے کوہسار

از نشیب و ہم فراز آگاہ شو

دین میں فضائل کو اختیار کرنے اور رذائل سے بچنے کے احکام ہی اس لیے ہیں کہ اچھے برے کی تمیز ہو سکے۔

سورۃ التغابن: آیت ۲ میں ہے:

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنكُمْ كَافِرٌ وَمِنكُم مُّؤْمِنٌ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٢﴾

وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا تو تم میں کوئی کافر کوئی مسلمان۔ اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

صفحہ ۲۲۱ ہی میں ہے:

نہ دارد کار با دوں ہمتاں عشق

تَذَرَوِ مردہ را شاہیں نہ گیرد

سورۃ الرعد: آیت ۲۹ میں ہے:

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَىٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ ﴿٢٩﴾

وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کو خوشحالی ہے اور اچھا نتیجہ ہے۔

مسلمان کو اقبال نے شاہین سے تشبیہ دی ہے۔ جو ہمیشہ بلندی اور رفعت (نیکی) کی طرف بڑھتا ہے۔

صفحہ ۲۲۲ میں ہے:

اگر تقلید بودے شیوۂ خوب

پیمبرؐ ہم رہِ اجداد رفتے

اندھی تقلید اگر اچھی چیز ہوتی تو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے اجداد کے طریقے پر چلتے۔ ہمارے لیے صرف اللہ کا عنایت کردہ اسلام کافی ہے۔

سورۂ آل عمران : آیت ۱۹ میں ہے :

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

بے شک اللہ کے نزدیک (پسندیدہ) دین اسلام ہے۔

لیکن کفار "رہِ اجداد" کو اختیار کرتے ہیں، جیسا کہ سورۃ البقرہ : آیت ۱۷۰ میں ہے :

وَاِذَا قِیْلَ لَھُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَیْنَا عَلَیْہِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ کَانَ اٰبَآؤُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْـًٔا وَّلَا یَھْتَدُوْنَ

اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی نازل کی ہوئی چیز پر چلو تو کہیں بلکہ ہم تو اس پر چلیں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا۔ کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ عقل رکھتے ہوں، نہ ہدایت؟

حواشی

۱۔ "صحیفہ۔ لاہور : شمارہ ۶۵ : ص ۱۷۳

۲۔ ایضاً : ص ۱۷۲

۳۔ "پیام مشرق" میں یہاں پہلی بار شاہین کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

۴۔ "اقبال کا تصورِ زمان ومکاں" (لاہور، ۱۹۷۳) : ص ۱۲۳۔۱۲۴

۵۔ "مکتوبات" : دفتر اوّل : مکتوب ۳۶

۶۔ رومی نے کہا تھا:

حاصلِ عمر از سہ سخن بیش نیست
خام بدم، پختہ شدم، سوختم

۷۔ اس سے پہلے یہ پُر کیف شعر بھی ہے ؎

بملکِ جم نہ دہم مصرعِ نظیری را
"کسے کہ کشتہ نہ شد از قبیلۂ ما نیست"

۸۔ یہ ترجمہ مولانا احمد رضا خان صاحب نے کیا ہے اور مولانا اشرف علی تھانوی نے اس طرح کیا ہے:

"اے ایمان والو! خود صبر کرو اور مقابلے میں صبر کرو اور مقابلے کے لیے مستعد رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پورے کامیاب ہو"۔

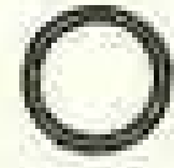
اور صبر کے معنی میں حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ صبر نفس کو ناگوار امر پر روکنا ہے بغیر جزع کے۔

بعض نے کہا کہ صبر کی تین قسمیں ہیں:

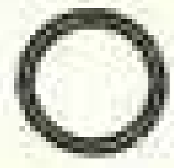
۱۔ ترکِ شکایت
۲۔ قبولِ قضا
۳۔ صدقِ رضا

۹۔ ؎ بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کن جامی
کاندریں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست

بانگِ درا

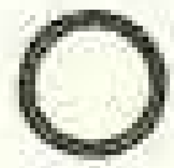


پہلی اشاعت ــــ ۱۹۲۴ء



"بانگِ درا کی بیشتر نظمیں میری طالب علمی کے زمانے کی ہیں۔"

(مکاتیب: ۱/۲۹۹)



بانگِ درا

صفحہ ۲۴ میں "گلِ رنگیں" کے دو شعر ہیں:

اس چمن میں مَیں سراپا سوز و سازِ آرزو
اور تیری زندگانی بے گدازِ آرزو

—

میری صورت تو بھی اک برگِ ریاضِ طور ہے
میں چمن سے دور ہوں، تو بھی چمن سے دور ہے

پہلے شعر کے پہلے مصرعے میں "سوز و سازِ آرزو" کا ذکر ہے جو علامہ اقبال کا خاص پیام ہے۔ مسلمان کی خفتہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے کا بالواسطہ حکم سورۃ الجاثیہ : ۱۳ میں موجود ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ⑬

اور مسخر کر دیے تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہے، سب کا سب، اس کی طرف سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں

ان لوگوں کے لیے جو فکر کرتے ہیں۔

پھر سورۃ البقرہ : آیت ۳۶ میں ہے :

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۖ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝

پس شیطان نے جنت سے انہیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے ان کو خارج کرا دیا اور ہم نے فرمایا، نیچے اترو۔ آپس میں ایک تمہارا دوسرے کا دشمن ہے اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے۔

"متاعٌ الٰی حین" سے بھی "سوز و سازِ آرزو" کی طرف اشارہ ہے اور دوسرے شعر میں "چمن سے دور" ہونا جنت سے نکلنے کی طرف اشارہ ہے۔

سورۃ المومنون : آیت ۲۰ میں ارشاد ہے :

وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَاءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ۝

اور وہ درخت (زیتون) پیدا کیا کہ طورِ سینا سے نکلتا ہے، لے کر اگتا ہے، تیل اور کھانے والوں کے لیے سالن۔

جس طرح تیل اور سالن کے لیے زیتون ہوتا ہے اسی طرح انسان بھی "برگِ ریاضِ طور" (یعنی مقدس) ہونے کی وجہ سے مخلوق کے لیے مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

اسی نظم میں اور اسی صفحے میں ایک شعر ہے :

یہ پریشانی مری سامانِ جمعیت نہ ہو
یہ جگر سوزی چراغِ خانۂ حکمت نہ ہو

علامہ اقبال نے (سکوت و جمود کے برخلاف) عمل، ولولہ، سخت کوشی اور مشکل پسندی کی تعلیم دی ہے اور پریشانی اور جگر کاوی کو ہر وقت لبیک کہا ہے۔

سورۂ لقمٰن : آیت ۲۰ میں ہے :

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ
عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ
بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے مسخر کر دیا تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور پھر دیں تم کو اپنی نعمتیں کھلی اور چھپی ہوئی اور ایک آدمی وہ ہیں جو جھگڑتے ہیں اللہ کی بات میں۔ وہ نہ سمجھ رکھیں اور نہ سوجھ بوجھ اور نہ کتاب روشن۔

آسمانوں اور زمین کے اندر جو کچھ ہے اور جو نعمتیں کھلی اور چھپی ہوئی ہیں ان سب پہ قبضہ کرنے کی صلاحیت انسان کے اندر ودیعت کی گئی ہے اور اس طرح ترغیب دی ہے کہ وہ اپنے عزم، حوصلہ اور پیہم جستجو سے ان چیزوں کو مسخر کرے اور اپنی زندگی کا ثبوت دے۔

اس نظم کا آخری شعر جو صفحہ ۲۵ میں ہے وہ بھی اسی مقصد کا پیامبر ہے :

یہ تلاشِ متصل شمعِ جہاں افروز ہے
توسنِ ادراکِ انساں کو خرام آموز ہے

صفحہ ۲۷۔ "ابرِ کوہسار" نظم کے بعض اشعار سورۃ الاعراف : آیت ۵۷، سورۃ النور : آیت ۴۳، سورۃ الروم : آیت ۴۸، سورۂ فاطر : آیت ۹ کے مضامین سے ماخوذ معلوم ہوتے ہیں۔

صفحہ ۳۱۔ "ایک پہاڑ اور گلہری" میں ایک شعر ہے :

نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں
کوئی برا نہیں قدرت کے کارخانے میں

سورۂ آلِ عمران: آیت ۱۹۱ میں ہے:

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا

اے رب ہمارے تونے یہ بیکار نہیں بنایا۔

سورۃ المومنون: آیت ۲۴ میں بھی ہے:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا

تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا؟

صفحہ ۴۰۔ "خفتگانِ خاک سے استفسار"۔ اس کا ایک شعر ہے:

دید سے تسکین پاتا ہے دلِ مہجور بھی؟

لن ترانی کہہ رہے ہیں یا وہاں کے طور بھی؟

موسیٰ علیہ السلام کے واقعے سے متعلق تلمیح ہے:

سورۃ الاعراف: آیت ۱۴۳ میں ہے:

"وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ

قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ

فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى

صَعِقًا فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ

الْمُؤْمِنِيْنَ"

اور جب موسیٰ ہمارے وعدے پر حاضر ہوا اور اس سے اس کے رب نے کلام فرمایا، عرض کی اے رب میرے! مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔ فرمایا تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا، ہاں اس (طور) پہاڑ کی طرف دیکھ۔ یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔ پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا تو اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرا بے ہوش۔ پھر جب ہوش ہوا، بولا، پاکی ہے تجھے، میں تیری طرف

رجوع لایا اور میں سب سے پہلا مسلمان (بنی اسرائیل میں سے) ہوا۔

صفحہ ۴۱-۵۱ وغیرہ میں بھی طور اور کلیم کا استعارہ آتا ہے۔

صفحہ ۴۵ میں "شمع" کا ایک شعر ہے:

صبحِ ازل جو حسن ہوا دلستانِ عشق
آوازِ کن ہوئی تپش آموزِ جانِ عشق

سورۂ یٰسٓ: آیت ۸۲ میں ہے:

اِنَّمَآ اَمۡرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیۡـًٔا اَنۡ یَّقُوۡلَ لَهٗ كُنۡ فَیَكُوۡنُ ﴿۸۲﴾

اس کا کام تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کو چاہے تو اس سے فرمائے کہ ہو جا، وہ فوراً ہو جاتی ہے۔

سورۃ الانعام: آیت ۷۳، النحل: آیت ۴۰، مریم: آیت ۳۵ اور غافر: آیت ۶۸ میں بھی اسی طرح کے الفاظ اور مضامین آتے ہیں۔

صفحہ ۴۶ میں بھی اسی نظم کا شعر ہے:

اے شمع! انتہائے فریبِ خیال دیکھ
مسجودِ ساکنانِ فلک کا مآل دیکھ

مسجودِ ساکنانِ فلک یا مسجودِ ملک (ص ۴۹) آدمؑ کے لیے کہا گیا ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۳۴ میں ہے:

وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓـئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡٓا اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ ؕ اَبٰی وَ
اسۡتَكۡبَرَ ٭ۡ وَكَانَ مِنَ الۡكٰفِرِیۡنَ ﴿۳۴﴾

اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔

صفحہ ۵۲ میں "سید کی لوحِ تربت" کا ایک شعر ہے:

مدعا تیرا اگر دنیا میں ہے تعلیمِ دیں
ترکِ دنیا قوم کو اپنی نہ سکھلانا کہیں

اسلام "ترکِ دنیا" نہیں سکھلاتا۔ اسی لیے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً (البقرہ: ۲۰۱) آخرت کی دعا سے پہلے دنیا کی دعا ہے۔

صفحہ ۵۴ میں "انسان اور بزمِ قدرت" کا ایک شعر ہے:

گل و گلزار ترے خلد کی تصویریں ہیں
یہ سبھی سورۂ والشمس کی تفسیریں ہیں

قرآن پاک کی سورۃ والشمس (نمبر ۹۱) میں اللہ پاک نے ان نعمتوں کا ذکر کیا ہے جو انسان کی ذات (نفس) کے لیے بنائی گئی ہیں۔ پھر اس نفس میں فجور اور تقویٰ کی صلاحیت کا ذکر ہے کہ صلاحیت تو دونوں کے لیے ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ انسان ان نعمتوں کو پہچان کر تقویٰ کی طرف بڑھتا ہے یا ان کو نظر انداز کر کے فجور اختیار کرتا ہے۔

اسی نظم کا صفحہ ۵۵ میں یہ شعر ہے:

میرے بگڑے ہوئے کاموں کو بنایا تُو نے
بار جو مجھ سے نہ اٹھا، وہ اٹھایا تُو نے

سورۃ الاحزاب: آیت ۷۲ میں ہے:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝۷۲

بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انھوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اٹھالی۔ بے شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔

صفحہ ۵۶ میں "پیامِ صبح" کا ایک شعر ہے:

طلسمِ ظلمتِ شب سورۂ والنّور سے توڑا
اندھیرے میں اڑایا تاجِ زر شمعِ شبستاں کا

سورۃ النور میں اللہ پاک کی نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آیت ۳۵) والی صفات کا ذکر ہے۔

صفحہ ۶۱ کی نظم "دل" کا پہلا شعر ہے:

قصۂ دار و رسن بازیٔ طفلانۂ دل
التجائے اَرِنی سرخیٔ افسانۂ دل

صفحہ ۴۰ کے شعر میں اَرِنی کی تشریح آ چکی ہے۔

صفحہ ۶۴ میں "رخصت اے بزم جہاں" کا ایک شعر ہے:

مدتوں ڈھونڈا کیا نظارۂ گل خار میں
آہ! وہ یوسف نہ ہاتھ آیا ترے بازار میں

سورۂ یوسف: آیت ۲۰ میں یوسف علیہ السلام کے فروخت کیے جانے کا ذکر آتا ہے۔

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ

اور بھائیوں نے اسے (یوسف علیہ السلام کو) کھوٹے داموں، گنتی کے رد ہیوں پر بیچ ڈالا۔

صفحہ ۷۳ میں "تصویرِ درد" والی نظم کا ایک شعر ہے:

کنویں میں تو نے یوسف کو جو دیکھا بھی تو کیا دیکھا
ارے غافل! جو مطلق تھا مقیّد کر دیا تو نے

یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالے جانے کا واقعہ سورۂ یوسف: آیت ۱۵ میں آتا ہے۔

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِیْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ

پھر جب اسے (یوسف علیہ السلام کو) لے گئے اور سب کی رائے ٹھہری کہ
اسے اندھے کنویں میں ڈال دیں۔

صفحہ ۷۸ میں "نالۂ فراق" کا ایک شعر ہے:

تو کہاں ہے اے کلیمِ ذروۂ سینائے علم!
تھی تری موجِ نفس بادِ نشاط افزائے علم

صفحہ ۲۴ کے اشعار کی تلمیح ملاحظہ ہو۔

صفحہ ۷۹ میں نظم "چاند" کا مصرع ہے:

ع آفرینش میں سراپا نور تُو، ظلمت ہوں میں

سورۂ یونس: آیت ۵ میں ہے:

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا

وہ ذات ہے جس نے بنایا سورج کو ضیا اور چاند کو نور۔

اور سورۃ المؤمنون: آیت ۱۲ میں ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ

اور تحقیق ہم نے بنایا انسان کو 'چُنی ہوئی مٹی' سے۔

اسی لیے علامہ اقبال نے کہا ہے کہ 'ظلمت ہوں میں'۔

اسی صفحے (۷۹) میں ہے:

ع چاندنی ہے نور تیرا، عشق میرا نور ہے

عشق یعنی دُھن، لگن اور آرزو ہی سے انسانی زندگی قائم رہ سکتی ہے جس کا صفحہ ۲۴
کے شعر میں ذکر آچکا ہے۔

اسی صفحے کا آخری شعر ہے:

مہر کا پرتو ترے حق میں ہے پیغامِ اجل
محو کر دیتا ہے مجھ کو جلوۂ حسنِ ازل

سورۃ الاعراف : آیت ۱۴۳ میں موسیٰ علیہ السلام کے واقعے میں ہے:
فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۔۔۔۔

جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا، اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرے بے ہوش۔

گویا جلوۂ حسنِ ازل کو دیکھ کر محو ہو گئے۔

صفحہ ۸۱ میں ہے:

ع تجھے نظارے کا مثلِ کلیم سودا تھا

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا ہے کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو اللہ پاک کے جلوے کا اشتیاق تھا اسی طرح حضرت بلالؓ کو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کا ہمہ وقت اشتیاق تھا۔ ربّ ارنی (اے رب تو مجھ کو اپنا جلوہ دکھا) کا ذکر سورۃ الاعراف : آیت ۱۴۳ میں آیا ہے۔

اسی صفحے میں "سرگزشتِ آدم" نظم شروع ہوتی ہے:

ع سنے کوئی مری غربت کی داستاں مجھ سے
ع بھلایا قصۂ پیمانِ اوّلیں میں نے

سورۃ الاعراف : آیت ۱۷۲ میں واقعہ ہے کہ آدم علیہ السلام کی اولاد سے اقرار کرایا گیا کہ:

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى ۔۔۔۔

کیا میں نہیں ہوں رب تمہارا؟ بولے، البتہ۔۔۔۔

اس نظم میں انسانی تاریخ کے بہت سے اہم واقعات درج ہیں۔

اسی صفحے (۸۱) میں ہے:

لگی نہ میری طبیعت ریاضِ جنت میں
پیا شعور کا جب جامِ آتشیں میں نے

سورۃ البقرہ : آیت ۳۵ میں ہے :

وَقُلْنَا یٰآدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا

حَیْثُ شِئْتُمَا . . . .

اور کہا ہم نے ، اے آدم ، سکونت اختیار کر تو اور تیری زوجہ جنت میں اور

کھاؤ اس میں ، محفوظ ہو کر جس جگہ چاہو . . . . .

بعد کے صفحہ ۸۱ میں ہے :

نکالا کعبے سے پتھر کی مورتوں کو کبھی

کبھی بتوں کو بنایا حرم نشیں میں نے

سورۃ النجم : آیات ۱۹ - ۲۰ میں ہے :

اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی ﴿۱۹﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی ﴿۲۰﴾

بھلا تم دیکھو تو لات اور عزیٰ کو اور منات تیسرے پچھلے کو (جن کو کعبہ میں

بت بنا کر رکھا تھا) ۔

اس کے بعد ہی یہ شعر ہے :

کبھی میں ذوقِ تکلّم میں طور پر پہنچا

چھپایا نورِ ازل زیرِ آستیں میں نے

سورۃ النساء : آیت ۱۶۴ میں ہے :

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰی تَكْلِیْمًا ﴿۱۶۴﴾

اور باتیں کیں اللہ نے موسیٰ سے بول کر ۔

دوسرے مصرعے کی تلمیح کے لیے سورۂ طٰہٰ : آیت ۲۲ ہے :

وَاضْمُمْ یَدَكَ اِلٰی جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ اٰیَةً

اُخْرٰی ﴿۲۲﴾

(فرمایا اللہ نے) اور لگا اپنا ہاتھ اپنے بازو سے کہ نکلے سفید ہو کر۔ نہ کچھ بری طرح۔ یہ ایک نشانی اور ہے۔

اسی صفحے ۸۲ میں پھر یہ شعر ہے:

کبھی صلیب پہ اپنوں نے مجھ کو لٹکایا
کیا فلک کو سفر، چھوڑ کر زمیں میں نے

سورۃ النسآء: آیات ۱۵۷-۱۵۸ میں ہے:

... وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

نہ اس (عیسیٰؑ) کو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا۔ ولیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے۔ اور جو لوگ اس میں کئی باتیں نکالتے ہیں وہ اس جگہ شبہہ میں پڑے ہیں۔ کچھ نہیں ان کو اس کی خبر مگر اٹکل پہ چلنا۔ اور اس کو قتل نہیں کیا۔ بے شک۔ بلکہ اس کو اٹھا لیا اللہ نے اپنی طرف۔ اور ہے اللہ زبردست حکمت والا۔

اس کے بعد اسی صفحے ۸۲ میں یہ شعر ہے:

کبھی میں غارِ حرا میں چھپا رہا برسوں
دیا جہاں کو کبھی جامِ آخریں میں نے

غارِ حرا جہاں پہلی وحی اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ ...... نازل ہوئی تھی اور "جامِ آخریں" سے مراد دین کی تکمیل ہے جو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ہوئی، جیسا کہ سورۃ المائدہ: آیت ۳ میں ہے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ . . . .

آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمہارا اور پوری کی تم پر میں نے اپنی نعمت . . . . .

اسی نظم کا آخری شعر اسی صفحے ۸۱ میں یہ ہے:

ہوئی جو چشم مظاہر پرست وا آخر
تو پایا خانۂ دل میں اُسے مکیں میں نے

وہ خانۂ دل جس کا تعلق خدا سے ہو "قلبِ سلیم" ہے جو آخرت میں بھی موجبِ فلاح ہے۔ سورۃ الشعرأ: آیات ۸۸-۸۹ میں ہے:

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ﴿۸۹﴾

جس دن نہ کام آئے گا کوئی مال اور نہ بیٹے۔ مگر جو آیا اللہ کے پاس قلبِ سلیم لے کر۔

صفحہ ۸۲ میں ہے:

؏ مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا

اسلام کے معنی سلامتی اور جان و مال کی حفاظت بھی ہے۔ زبان سے اقرار کر لینے سے بھی ایک شخص مسلمان ہو جاتا ہے۔ ایسے اسلام کا درجہ ایمان سے نیچے ہے جیسے سورۃ الحجرات: آیت ۱۴ میں ہے:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا

کہتے ہیں گنوار کہ ہم ایمان لائے تو آپ فرما دیں کہ تم ایمان نہیں لائے، لیکن کہو کہ ہم مسلمان ہوئے۔

اسلام کے معتبر اور اصلی معنی ہیں "اپنے آپ کو کسی کے حوالے کر دینا" یعنی خدا کے حوالے کر دینا، جو امن کا سرچشمہ ہے۔

صفحہ ۸۵ کا شعر ہے:

کثرت میں ہو گیا ہے وحدت کا راز مخفی
جگنو میں جو چمک ہے وہ پھول میں مہک ہے

بعض صوفیہ نے وحدت اور کثرت کا استنباط سورۃ الحدید کی آیت ۳ سے کیا ہے:

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

وہی اوّل وہی آخر، وہی باہر وہی اندر اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔

صفحہ ۹۱ کا شعر ہے:

جو پھول مہر کی گرمی سے سو چلے تھے، اُٹھے
زمیں کی گود میں جو پڑ کے سو رہے تھے، اُٹھے

ابر اور گھٹا کی وجہ سے زندگی کی جو لہر چل پڑی ہے اُس کا ذکر ہے:

سورۃ البقرہ: آیت ۱۶۴ میں ہے:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ
وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ
مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا
وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ
الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝

بے شک آسمانوں اور زمین کے بنانے میں اور رات دن کے اختلاف میں اور کشتیوں میں جو دریاؤں میں اُن چیزوں کو لے کر چلتی ہیں جن سے لوگوں کو نفع ہوتا ہے اور اُس پانی میں جو اللہ ابر سے اتارتا ہے، اور جس سے زمین کو زندہ کرتا ہے اس کی موت کے بعد اور اس میں پھیلا دیتا ہے ہر طرح کے جاندار اور ہواؤں کے پلٹانے میں اور بادل میں جو آسمان اور

زمین کے درمیان مطیع ہیں، ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔

صفحہ ۹۴ کا شعر ہے:

چشمۂ کہسار میں، دریا کی آزادی میں حُسن
شہر میں، صحرا میں، ویرانے میں آبادی میں حُسن

سورہ فصلت کی آخری آیت ہے:

اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ

سن رکھو! بے شک وہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔

سورۃ النساء: آیت ۱۲۶ میں ہے:

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا

اور اللہ ہے ہر چیز کو احاطہ کیے ہوئے۔

صفحہ ۹۵ کا شعر ہے:

فسانۂ ستم انقلاب ہے یہ محل
کوئی زمانِ سلف کی کتاب ہے یہ محل

سورۂ آل عمران کی آیات ۱۴۰۔۱۴۱ ہیں:

اِنْ یَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ
الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ ۚ وَلِیَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
وَیَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۴۰﴾
وَلِیُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَیَمْحَقَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۴۱﴾

اگر تم نے زخم پایا تو وہ لوگ بھی پا چکے ہیں زخم ایسا ہی۔ اور یہ دن ہم بدلتے رہتے ہیں لوگوں میں اور اس واسطے کہ معلوم کرے اللہ جن کو ایمان ہے

اور کرے بعضے تم میں گواہ۔ اور اللہ چاہتا نہیں ظلم کرنے والوں کو۔ اور اس واسطے کہ نکھارے اللہ ایمان والوں کو اور مٹادے کفر والوں کو۔

اسی صفحے کا شعر ہے:

جہازِ زندگیٔ آدمی رواں ہے یونہیں
ابد کے بحر میں پیدا یونہیں، نہاں ہے یونہیں

سورۂ آلِ عمران: آیت ۱۳۷ میں ارشاد ہے:

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ....

ہو چکے تم سے پہلے (بھی) دستور ......

صفحہ ۹۶ کا شعر ہے:

نظر ہے ابرِ کرم پر، درختِ صحرا ہوں
کیا خدا نے نہ محتاجِ باغباں مجھکو

"درختِ صحرا" وہ درخت ہے جو خدا کی عنایت ہی سے پرورش پاتا ہے اور کسی باغباں کا محتاج نہیں ہوتا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسی سورۂ الواقعہ: آیت ۷۲ میں آتی ہے کہ:

ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَا اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِــُٔوْنَ ﴿۷۲﴾

کیا تم نے اٹھایا اس کا درخت یا ہم ہیں اٹھانے والے؟

صفحہ ۹۹ کا شعر ہے:

وہیں سے رات کو ظلمت ملی ہے!
چمک تارے نے پائی ہے جہاں سے

سورۂ الانعام: آیت ۹۸ میں ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

اور اسی نے بنائے ہیں تمہارے لیے تارے کہ ان سے راہ پاؤ اندھیروں میں جنگل اور دریا کے۔

صفحہ ۱۰۰ کا مصرع ہے:

ع کیا کہوں اپنے چمن سے میں جدا کیونکر ہوا

اس کے لیے صفحہ ۴۲ کی تلمیح ملاحظہ ہو۔

پھر اسی صفحے میں ہے:

ع مجھ کو یہ خلعت شرافت کا عطا کیونکر ہوا

اس کے لیے صفحہ ۴۶ کی تلمیح ملاحظہ ہو۔

پھر اسی صفحے میں ہے:

ع کچھ دکھانے دیکھنے کا تھا تقاضا طور پر

اس کے لیے صفحہ ۴۰ کی تلمیح دیکھیں۔

پھر صفحہ ۱۰۰ ہی میں ہے:

پرسشِ اعمال سے مقصد تھا رسوائی مری
ورنہ ظاہر تھا سبھی کچھ، کیا ہوا، کیونکر ہوا

سورہ بنی اسرائیل: آیات ۱۳-۱۴ میں ہے:

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۭ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴿۱۴﴾ۭ

اور ہم نے ہر انسان کے اعمال نامے کو اس کی گردن میں لٹکا رکھا ہے اور قیامت کے دن اس کے لیے ہم کتاب نکالیں گے جس کو وہ کھلا ہوا دیکھے گا تو اپنی کتاب پڑھ لے۔ آج تو خود ہی اپنا حساب لینے کے لیے کافی ہے۔

صفحہ ۱۰۱ میں ہے:

پھلا پھولا رہے یارب چمن میری امیدوں کا
جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے میں نے پالے ہیں

سخت کوشی اور جگر کاوی ہی سے امیدوں کی نشو و نما ہوتی ہے۔ اس کے لیے صفحہ ۴۲ کی تلمیح ملاحظہ ہو۔

اسی صفحے میں ہے:

نہ پوچھو مجھ سے لذت خانماں برباد رہنے کی
نشیمن سینکڑوں میں نے بنا کر پھونک ڈالے ہیں

اس کے لیے صفحہ ۹۵ کی تلمیح دیکھیں۔

صفحہ ۱۰۲ کا شعر ہے:

اُڑ بیٹھے کیا سمجھ کے بھلا طور پر کلیمؑ
طاقت ہو دید کی تو تقاضا کرے کوئی

اس کے لیے صفحہ ۴۰ کی تلمیح ملاحظہ فرمائیں۔

صفحہ ۱۰۳ کا شعر ہے:

چمن زارِ محبت میں خموشی موت ہے بلبل
یہاں کی زندگی پابندیِ رسمِ فغاں تک ہے

یہ دنیا عمل اور کوشش کی دعوت دیتی ہے۔ سکوت و جمود اس کا مقصد نہیں۔ صفحہ ۴۲ کی تلمیح ملاحظہ ہو۔

صفحہ ۱۰۳ ہی میں ہے۔

حقیقت اپنی آنکھوں پر نمایاں جب ہوئی اپنی
مکاں نکلا ہمارے خانۂ دل کے مکینوں میں

سورۃ الملک: آیت ۲۳ میں ہے:

قُلْ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ
الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۝

آپ فرما دیں کہ وہی ہے جس نے تم کو نکال کر کھڑا کیا اور بنا دیے تم کو کان اور آنکھیں اور دل۔ تم تھوڑا حق مانتے ہو۔

صفحہ ۱۰۴ میں ہے:

تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

اللہ کے نیک بندے تمام مخلوق سے بہتر ہیں۔

سورۃ البیّنۃ: آیت ۷ میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓىِٕكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ۝

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور صالح عمل کیے وہ ہیں بہتر سب خلق سے۔

صفحہ ۱۰۶ کا شعر ہے:

سخن میں سوزِ الٰہی کہاں سے آتا ہے
یہ چیز وہ ہے کہ پتھر کو بھی گداز کرے

سورۃ الحج: آیت ۳۵ میں ہے:

الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ الصّٰبِرِیْنَ عَلٰى
مَاۤ اَصَابَهُمْ وَ الْمُقِیْمِی الصَّلٰوةِ ۙ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ

وہ لوگ ہیں کہ جب نام لیجیے اللہ کا ڈر جائیں ان کے دل اور صبر کرتے ہیں جو ان پر پڑے اور کھڑی رکھنے والے نماز کے اور ہمارا دیا

ہوا کچھ خرچ کرتے ہیں۔

اسی صفحے کا شعر ہے:

سختیاں کرتا ہوں دل پر، غیر سے غافل ہوں میں
ہائے کیا اچھی کہی ظالم ہوں میں، جاہل ہوں میں

سورۃ الاحزاب: آیت ۷۲ میں ہے:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴿۷۲﴾

بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر، تو انھوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اٹھا لی بے شک وہ اپنی ذات کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔

صفحہ ۱۰۷ میں ہے:

؎ جو نمودِ حق سے مٹ جاتا ہے وہ باطل ہوں میں

سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۸۱ میں ارشاد ہے:

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾

اور آپ فرمادیں کہ آیا حق اور نکل بھاگا باطل۔ بے شک باطل نکل بھاگنے والا ہے۔

اسی صفحے ۱۰۷ میں ہے:

ہے مری ذلت ہی کچھ میری شرافت کی دلیل
جس کی غفلت کو ملک روتے ہیں وہ غافل ہوں میں

سورۃ البقرہ: آیت ۳۰ میں ہے:

قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

کہا آپ کے رب نے فرشتوں کو، مجھ کو بنانا ہے زمین میں ایک نائب بولے، کیا تو رکھے گا اس میں جو شخص فساد کرے وہاں اور کرے خون؟ اور ہم پڑھتے ہیں تیری خوبیاں اور یاد کرتے ہیں تیری پاک ذات کو۔ فرمایا مجھ کو معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔

اس کے بعد کا شعر بھی اسی تلمیح کے ذیل میں آسکتا ہے۔

صفحہ ۱۰۸ میں ہے:

ع جینا وہ کیا جو ہو نفسِ غیر پر مدار

غیر اللہ پہ مدار کرنے کے بجائے اللہ پہ مدار کرنا ہی اسلام کی تعلیم ہے۔

سورۃ الفرقان: آیت ۵۸ میں ہے:

وَتَوَكَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ

اور بھروسا کر ہمیشہ زندہ رہنے والے پر جو نہیں مرے گا اور تسبیح کر اس کی حمد کے ساتھ.....

سورۃ النسآء: آیت ۸۱، سورۃ الاحزاب: آیت ۳ وغیرہ میں بھی اسی طرح کا ارشاد ہے۔

صفحہ ۱۱۲ میں ہے:

ع شبِ درازِ عدم کا فسانہ ہے دنیا

سورۃ الرحمٰن: آیات ۲۶۔۲۷ میں ارشاد ہے:

كُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۲۷﴾

جو کچھ ہے زمین پر فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گا وجہ تیرے رب کا،

بزرگی اور تعظیم والا۔

اسی صفحے ۱۱۲ کا شعر ہے:

ہوتی ہے رنگِ تغیّر سے جب نمود اس کی
وہی حسیں ہے حقیقت زوال ہے جس کی

"رنگِ تغیّر" کا ذکر کئی جگہ قرآن پاک میں ہے، مثلاً سورۃ الکہف: آیت ۳۷ میں ہے:

اَكَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ؀

کیا تو منکر ہو گیا اس ہستی سے جس نے بنایا تجھ کو مٹی سے، پھر بوند سے پھر پورا کر دیا تم کو مرد۔

صفحہ ۱۱۳ کا شعر ہے:

تارے میں وہ، قمر میں وہ، جلوہ گہِ سحر میں وہ
چشمِ نظارہ میں نہ تو سرمۂ امتیاز دے!

صفحہ ۹۴ اور ۹۵ کی تلمیحات ملاحظہ ہوں۔

صفحہ ۱۱۴ کا شعر ہے:

نفیِ ہستی اک کرشمہ ہے دلِ آگاہ کا
لا کے دریا میں نہاں موتی ہے الّا اللہ کا

پہلے تمام غیر اللہ کی طاقتوں سے بغاوت کی جائے، پھر انسان اس قابل ہوتا ہے کہ وہ اللہ کا بن سکے۔

سورۃ القصص: آیت ۸۸ میں ہے:

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

اور مت پکار اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود۔ کوئی معبود نہیں سوائے اس کے۔

صفحہ ۱۱۵ میں ہے:

ع جذبِ حرم سے ہے فروغِ انجمنِ حجاز کا

جذبِ حرم جمعیت کے لیے ہے۔

سورۂ آلِ عمران: آیت ۱۰۳ میں ہے:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ
اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ
بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ....

اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی، سب مل کر، اور پھوٹ نہ ڈالو، اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر، جب تھے تم آپس میں دشمن، پھر الفت دی تمہارے دلوں میں، اب ہو گئے تم اس کے فضل سے بھائی۔

صفحہ ۱۱۶ میں ہے:

ع جلوۂ طور میں جیسے یدِ بیضائے کلیمؑ

صفحہ ۴۰ کی تلمیح ملاحظہ فرمائیں۔

اسی صفحے میں ہے:

ع تو جو محفل ہے تو ہنگامۂ محفل ہوں میں

صفحہ ۱۰۷ کی تلمیح ملاحظہ فرمائیں۔

صفحہ ۱۱۷ کا شعر ہے:

خاص انسان سے کچھ حسن کا احساس نہیں
صورتِ دل ہے یہ ہر چیز کے باطن میں مکیں

سورۃ النور: آیت ۳۵ میں ہے:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا (یعنی ہر چیز کا)

ع نور یہ وہ ہے کہ ہر شے میں جھلک ہے اس کی

اسی لیے ہر شے میں حسن و جمال موجود ہے۔

صفحہ ۱۱۹ کا شعر ہے:

اس رہ میں مقام بے محل ہے
پوشیدہ قرار میں اجل ہے

صفحہ ۲۴ کی تلمیح ملاحظہ ہو۔

اسی صفحے کا آخری شعر ہے:

انجام ہے اس خرام کا حسن
آغاز ہے عشق، انتہا حسن

اپنے مقصد (حسن) کے حصول کے لیے عشق (تڑپ، دُھن، لگن) کی ضرورت ہے۔

سورۃ العنکبوت: آیت ۶ میں ہے:

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِينَ ﴿۶﴾

اور جو کوئی محنت کرتا ہے تو اپنے ہی لیے کرتا ہے۔ اللہ کو پروا نہیں دنیا والوں کی۔

سورۃ النساء: آیات ۹۵: ۹۶ میں جہاد کرنے والوں اور بیٹھے رہ جانے والوں کے سلسلے میں جو ارشاد ہے وہ عمل کرنے والوں اور بے عمل (بیٹھے رہ جانے والوں) کے لیے بھی پیام ہو سکتا ہے، یعنی:

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِينَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِينَ عَلَى الْقٰعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿۹۵﴾

دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

برابر نہیں بیٹھے رہ جانے والے مسلمان جن کو بدن کا نقصان نہیں اور جہاد کرنے والے اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور جان سے۔ اللہ نے فضیلت دی جہاد کرنے والوں کو اپنے مال اور جان سے، اُن پر جو بیٹھے رہتے ہیں، درجے میں، اور سب کو وعدہ دیا اللہ نے خوبی کا، اور فضیلت دی اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے والوں پر، اجرِ عظیم میں۔ بہت درجوں میں اپنے یہاں کے اور بخشش میں اور مہربانی میں اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔

صفحہ ۱۲۰ کی نظم کا عنوان "وصال" ہے۔ اس کا پہلا شعر یہ ہے:

جستجو جس گل کی تڑپاتی تھی اے بلبل مجھے
خوبیِ قسمت سے آخر مل گیا وہ گل مجھے

ممکن ہے کہ یہاں گل سے مراد قرآن ہو جس کے مضامین کی وجہ سے:

؎ اہلِ گلشن پر گراں میری غزل خوانی نہیں

اور

؎ اور آئینے میں عکسِ ہمدمِ دیرینہ ہے

یہ ہمدمِ دیرینہ سورۃ الاعراف: آیت ۱۷۲ کے واقعے سے متعلق معلوم ہوتا ہے۔ جب آدم علیہ السلام کی اولاد سے اقرار کرایا گیا کہ:

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوْا بَلٰى ....

کیا میں نہیں ہوں رب تمہارا؟ بولے البتہ.....

چنانچہ وہ ہمدمِ دیرینہ اللہ پاک ہی ہے جس سے وصال قرآن پاک کے ذریعے ہو سکتا ہے۔

صفحہ ۱۲۲ کا شعر ہے:

محفلِ ہستی میں جب ایسا تنک جلوہ تھا حسن
پھر تخیل کس لیے لا انتہا رکھتا ہوں میں

کہنے کو تو اس کا جلوہ نظر نہیں آتا لیکن اس کی باتیں تخیل کے دائرے سے ادرا ہیں۔

سورۃ الکھف: آیت ۱۰۹ میں ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ
رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا

آپ فرما دیں کہ اگر دریا سیاہی ہو کہ لکھے میرے رب کی باتیں۔ بے شک دریا نبڑ چکے، ابھی نہ نبڑیں میرے رب کی باتیں اور اگر ہم دوسرا بھی لائیں ویسا اس کی مدد کو۔

سورۂ لقمٰن: آیت ۲۷ میں بھی ہے:

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ
سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ

اور اگر جتنے درخت ہیں زمین میں وہ قلم ہوں اور سمندر ہو اس کی سیاہی، اس کے پیچھے سات سمندر، نہ نبڑیں باتیں اللہ کی۔ بے شک اللہ زبردست ہے، حکمت والا ہے۔

صفحہ ۱۲۴ کا شعر ہے:

رازِ حیات پوچھ لے خضرِ خجستہ گام سے
زندہ ہر ایک چیز ہے کوششِ ناتمام سے

کوشش کی تکمیل نہ ہو اور کوشش جاری رہے تو زندگی ہی زندگی ہے۔

سورۃ النجم : آیات ۳۹-۴۱ میں ہے :

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۙ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۠ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى

اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی اس نے کوشش کی اور اس کی کوشش اس کو دکھائی ہے۔ پھر اس کو بدلہ دینا ہے اس کا پورا بدلہ۔

صفحہ ۱۲۵ کا شعر ہے :

جس طرح رفعتِ شبنم ہے مذاقِ رم سے
میری فطرت کی بلندی ہے نوائے غم سے

نوائے غم احساس کی وجہ سے ہے اور یہ احساس عشق کی وجہ سے بیدار ہوتا ہے۔

صفحہ ۱۱۹ کے اشعار کی تلمیحات ملاحظہ فرمائیں :

صفحہ ۱۳۰ کا شعر ہے :

نہ ہو قناعت شعار گلچیں، اسی سے قائم ہے شان تیری
وفورِ گل ہے اگر چمن میں، تو اور دامن دراز ہو جا!

قناعت کر کے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جانا دراصل بے عملی ہے اور رہبانیت کی نشانی ہے۔ مسلسل عمل اور پیہم جستجو ایک مسلمان کا شیوہ ہوا کرتا ہے۔ صفحہ ۴۲ کی تلمیحات میں بھی اس چیز کا ذکر آچکا ہے۔

صفحہ ۱۳۲ کا شعر ہے :

شمع کی طرح جئیں بزم گہِ عالم میں
خود جلیں، دیدۂ اغیار کو بینا کر دیں

مسلمان خود بھی باعمل ہو اور دوسروں کو بھی باعمل بنائے۔

سورۃ العصر میں ہے :

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی (تاکید کرتے ہیں) اور ایکدوسرے کو صبر کی وصیت کی (وصیت کرتے ہیں)۔

حق اور صبر (ہمت - استقلال) کی وصیت کرنے والوں کو کوئی گھاٹا نہیں ہوگا۔

صفحہ ۱۳۳ کا شعر ہے:

مردہ عالم زندہ جن کی شورشِ قُم سے ہوا
آدمی آزاد، زنجیرِ توہم سے ہوا

مسلمان قوم دراصل اللہ پاک کی طرف سے رحمت بن کر آئی تھی۔ سورۃ الروم کی یہ آیت (۵۰) اس مقصد کے لیے استعارۃً یاد کی جا سکتی ہے:

فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

پس دیکھو اللہ کی رحمت کے آثار، وہ کیونکر جلاتا ہے زمین کو اس کی موت کے بعد۔

صفحہ ۱۳۶ کا شعر ہے:

نرالا سارے جہاں سے اس کو عرب کے معمار نے بنایا
بنا ہمارے حصارِ ملت کی اتحادِ وطن نہیں ہے

سورۃ المومنون: آیت ۵۲ میں ارشاد ہے:

وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝

اور بے شک یہ تمہاری امت ایک امت ہے اور میں ہوں تمہارا رب۔ پس مجھ سے ڈرتے رہو۔

اور سورۃ الحجرات: آیت ۱۳ میں ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ

لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ

خَبِيْرٌ

اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے بنادیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔ بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

صفحہ ۱۲۸ کا شعر ہے:

چمک تیری عیاں بجلی میں، آتش میں، شرارے میں
جھلک تیری ہویدا چاند میں، سورج میں، تارے میں

صفحہ ۸۵ اور صفحہ ۹۴ کی تلمیحات ملاحظہ ہوں۔

صفحہ ۱۴۱ کا شعر ہے:

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائیدار ہو گا

مغرب کی تہذیب جس کی بِنا مادہ پرستی ہے ناپائیدار ہے اور خسارہ ہی خسارہ ہے۔

سورۃ الکہف: آیات ۱۰۳-۱۰۵ میں ہے:

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ﴿۱۰۳﴾ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾ اُولٰٓئِكَ

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا

نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴿۱۰۵﴾

آپ فرمادیں کہ کیا ہم بتادیں تم کو کہ سب سے زیادہ ناقص عمل کن لوگوں کے ہیں؟ ان کے ہیں جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں گم ہوگئی اور

وہ اس خیال میں ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی آیتیں اور اس کا ملنا نہ مانا۔ تو اُن کا کیا دھرا سب اکارت ہے۔ پس ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی وزن قائم نہ کریں گے۔

اسی صفحہ ۱۴۱ میں ہے:

میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

اللہ پاک رب العالمین ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں جن کی شریعت نے حقوق العباد پر سب سے زیادہ زور دیا ہے اور جنھوں نے فرمایا ہے کہ:

خیر الناس من ینفع الناس ○

لوگوں میں بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔

سورۃ النساء: آیت ۳۶ میں ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی

الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ

وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۝

اور بندگی کرو اللہ کی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور قرابت والے سے اور یتیموں سے اور فقیروں سے اور ہمسایہ قریب سے اور ہمسایہ اجنبی سے اور برابر کے رفیق سے اور راہ کے مسافر سے اور اپنی باندی غلام سے۔ بے شک اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی اترانے والا، بڑائی مارنے والا۔

اس آیت میں اللہ کو ماننے کے بعد ہی مومن کو حقوق العباد کا حکم دیا گیا ہے۔

صفحہ ۱۴۶ کا شعر ہے:

خاک اُس بستی کی ہو کیونکر نہ ہمدوشِ ارم
جس نے دیکھے جانشینانِ پیمبرؐ کے قدم

بغداد کی سرزمین جہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے آل و اصحاب کے قدم پہنچے۔

سورۃ التوبہ: آیت ۱۰۰ میں ارشاد ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

اور جو لوگ شروع کے ہیں مہاجرین اور انصار میں سے اور جو لوگ ان کے پیرو ہوئے نیکی میں، اللہ راضی ہے ان سے اور وہ راضی ہیں اللہ سے اور رکھے ہیں ان کے واسطے باغ (جنتیں) جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں۔ رہا کریں گے ان میں ہمیشہ۔ یہی ہے فوزِ عظیم۔

شروع شروع کے مہاجرین اور انصار (جنگِ بدر تک جو لوگ مسلمان ہوئے تھے) اور ان کے متبعین بھی قطعی جنتی ہیں اور ان میں سے کتنے ہیں جن کے قدم بغداد میں پہنچے تھے۔

اسی صفحے کا شعر ہے:

تجھ میں راحت اُس شہنشاہِ معظمؐ کو ملی
جس کے دامن میں اماں اقوامِ عالم کو ملی

مدینہ کے شہنشاہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی تمام عالم کے لیے رحمت ہیں۔

سورۃ الانبیاء: آیت ۱۰۷ میں ارشاد ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

اور آپ کو جو ہم نے بھیجا تو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔

صفحہ ۱۴۸ کا شعر ہے:

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات ایک تغیّر کو ہے زمانے میں

سورۃ النور: آیت ۴۴ میں ارشاد ہے:

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ

اللہ بدلتا ہے رات اور دن۔ اس میں بے شک عبرت ہے آنکھ والوں کے لیے۔

اسی صفحے میں ہے:

گردش تاروں کا ہے مقدّر
ہر ایک کی راہ ہے مقرّر

سورۃ الاعراف: آیت ۵۴ میں ارشاد ہے:

وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ

اور سورج اور چاند اور تاروں کو بنایا۔ سب اس کے حکم سے مسخر ہیں۔

صفحہ ۱۵۱ کا شعر ہے:

ایک صورت پر نہیں رہتا کسی شے کو قرار
ذوقِ جدت سے ہے ترکیبِ مزاجِ روزگار

صفحہ ۱۴۸ کے شعر کی تلمیح دیکھیں۔

صفحہ ۱۵۳ کا شعر ہے:

ہو چکا گو قوم کی شانِ جلالی کا ظہور
ہے مگر باقی ابھی شانِ جمالی کا ظہور

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی کو جلالی اور مکی زندگی کو جمالی کہہ سکتے ہیں جس

کی قسم کھائی گئی ہے:

سورۃ والتین: آیت ۲ میں ہے:

وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ

اور اس ایمان والے شہر مکہ کی قسم۔

مکی زندگی کی سختیوں کو برداشت کرنے کا ذکر سورۃ الشرح آیت ۲ میں بھی ہے۔

صفحہ ۵۴ کا شعر ہے:

نہ تخمِ لا الٰہ تیری زمینِ شور سے پھوٹا
زمانے بھر میں رسوا ہے تری فطرت کی نازائی

مسلمان ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔ صفحہ ۱۱۹ کی تلمیحات ملاحظہ ہوں۔

صفحہ ۵۶ کا شعر ہے:

شام جس کی آشنائے نالۂ "یارب" نہیں
جلوہ پیرا جس کی شب میں اشک کے کوکب نہیں

شب بیداری اور سحر خیزی حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اور صلحا کا محبوب شیوہ ہے۔

سورۃ المزمل اسی طرح شروع ہوتی ہے:

يٰاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ
مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا

اے جھرمٹ مارنے والے! رات میں قیام کیجیے سوا کچھ رات کے۔ آدھی رات یا اس سے کچھ کم کیجیے یا اس پر کچھ بڑھائیے اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھیے۔

اسی سورۃ، آیت ۲۰ میں پھر ارشاد ہے:

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَ
نِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ

بے شک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ قیام کرتے ہیں کبھی دو تہائی رات کے قریب، کبھی آدھی رات، کبھی تہائی اور ایک جماعت آپ کے ساتھ والی۔

سورۃ الاعراف: آیت ۵۵ میں ہے:

اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً

اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ۔

اسی سورۃ الاعراف میں آگے چل کر آیت ۲۰۵ میں ارشاد ہے:

وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً وَّدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ
وَالْآصَالِ وَلَا تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ ﴿۲۰۵﴾

اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو زاری اور ڈر سے اور بے آواز نکلے زبان سے، صبح اور شام اور غافلوں میں نہ ہونا۔

صفحہ ۵۹ کا شعر ہے:

دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اس کے پاسباں ہیں، وہ پاسباں ہمارا

سورۂ آل عمران: آیت ۹۶ میں ہے:

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ﴿۹۶﴾

بے شک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے، برکت والا اور سارے جہانوں کے لیے ہدایت۔

اسی صفحے میں ہے:

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم

سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۸۱ میں ہے:

...... اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

بے شک جھوٹ ہے نکل بھاگنے والا۔

سورۃ الشوریٰ: آیت ۲۴ میں ہے:

وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ

اور مٹا دیتا ہے اللہ باطل کو اور ثابت کرتا ہے سچ کو اپنی باتوں سے۔

اسی صفحے ۱۵۹ میں ہے:

سالارِ کارواں ہے میرِ حجازؐ اپنا

اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا

سورۃ التوبہ: آیت ۱۲۸ میں ارشاد ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ

حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسولؐ جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان اور رحیم۔

اسی لیے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے لیے آرامِ جاں ہیں۔

صفحہ ۱۶۰ کا شعر ہے:

ہے ترکِ وطن سنتِ محبوبؐ الٰہی　　　　دے تو بھی نبوت کی صداقت پہ گواہی

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرمائی۔ بے شک ان کی امت کہیں بھی ہو، ایک ہے۔

سورۃ المؤمنون: آیت ۵۲ میں ارشاد ہے:

وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿۵۲﴾

اور بے شک یہ تمہاری امت ایک امت ہے اور میں ہوں تمہارا رب۔
پس مجھ سے ڈرتے رہو۔

سورۃ البقرہ: آیت ۲۱۸، آل عمران: آیت ۱۹۵، الانفال: آیات ۲، ۴، ۷، ۵، التوبہ: آیات ۲۰، ۱۰۰، ۱۱۷، النحل: آیت ۴۱، النسأ: آیات ۹۷، ۱۰۰، الحشر: آیت ۸ وغیرہ میں ہجرت کرنے والوں کے لیے بشارتیں ہیں۔ پھر جس طرح حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو امتِ واحدہ کہا گیا ہے خود حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قوم کے لیے نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا گیا ہے۔

سورۂ سبا: آیت ۲۸ میں ارشاد ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾

اور ہم نے نہیں بھیجا آپؐ کو مگر تمام انسانوں کے لیے خوشی اور ڈر سنانے والے لیکن بہت لوگ نہیں سمجھتے۔

صفحہ ۱۶۱ میں ہے:

؏ عشق کی لذت مگر خطروں کی جاں کاہی میں ہے

اللہ کی محبت میں، ہجرت کرنا اور جان کھپانا عجیب لذت اور عجیب درجات رکھتا ہے۔

سورۃ الحج: آیت ۵۹ میں ہے:

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝

اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی، پھر مارے گئے یا مر گئے، البتہ ان کو دے گا اللہ روزی اچھی۔ اور اللہ ہی سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

صفحہ ۱۶۳ کا شعر ہے:

اے خدا! شکوۂ اربابِ وفا بھی سن لے
خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلا بھی سن لے

مسلمان ہر حالت میں اللہ پاک کی حمد اور شکر کرتا رہتا ہے اور پھر سورۂ الحمد کے بغیر اس کی کوئی نماز پوری ہی نہیں ہوسکتی۔

صفحہ ۱۶۴ کا شعر ہے:

خوگرِ پیکرِ محسوس تھی انساں کی نظر
مانتا پھر کوئی ان دیکھے خدا کو کیونکر؟

لیکن مسلمان ان دیکھے خدا اور اس کی ان دیکھی باتوں پر یقین رکھتا ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۳ میں:

يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ

غیب پر ایمان رکھتے ہیں

مسلمان (متقی) ہی کے لیے کہا گیا ہے۔

صفحہ ۱۶۵ کا شعر ہے:

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

قیام، رکوع، سجدہ سب کے لیے ایک ہے اور ایک ساتھ ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۴۳ میں ہے:

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ

اور کھڑی کرو نماز اور دیا کرو زکوٰۃ اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔

سورۃ الحجر: آیت ۹۸ میں ہے:

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ

پس اپنے رب کی حمد میں اس کی تسبیح کر اور ہو جا سجدہ کرنے والوں میں سے۔

صفحہ ۱۶۶ میں ہے:

ع خندہ زن کفر ہے، احساس تجھے ہے کہ نہیں؟

سورۃ التوبہ: آیت ۷۹ میں ہے:

اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ

فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ

فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ

وہ جو طعن کرتے ہیں دل کھول کر خیرات کرنے والوں مسلمانوں کو اور ان پر جو نہیں رکھتے مگر اپنی محنت کا، پھر ان پر ٹھٹھے کرتے ہیں۔ اللہ نے ان سے ٹھٹھا کیا ہے اور ان کو دکھ کی مار ہے۔

صفحہ ۱۶۸ میں ہے:

ع سرِ فاراں پہ کیا دین کو کامل تو نے

سورۃ المائدہ: آیت ۳ میں ہے:

... اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ

عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

آج کے دن میں پورا دے چکا تم کو دین تمہارا اور پورا کیا میں نے احسان
اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے لیے دین اسلام۔

صفحہ ۱۷۰ میں ہے:

ع نغمہ ہندی ہے تو کیا، لے تو حجازی ہے مری

یعنی میرے اردو شعر میں حجازی دین کی تبلیغ ہے جہاں زبان کوئی چیز نہیں۔

سورۃ الحجرات: آیت ۱۳ میں ہے:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ

بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ
پرہیز گار ہے۔

صفحہ ۱۲۶ کی تلمیح دیکھیں۔

صفحہ ۱۷۱ کا شعر ہے:

یہ داغ سا جو تیرے سینے میں ہے نمایاں
عاشق ہے تو کسی کا؟ یا داغِ آرزو ہے؟

ہر چیز اللہ سے تعلق رکھتی ہے اور اس کی تسبیح کرتی ہے۔

سورۃ التغابن: آیت ۱ میں ہے:

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اللہ پاک کی تسبیح بیان کرتی ہے
ایسی آیات متعدد مقامات پر آئی ہیں۔

صفحہ ۱۷۳ میں ہے:

ع عہدِ حاضر کی ہوا راس نہیں ہے اس کو

عہدِ حاضر والوں نے دنیا کو خرید لیا آخرت دے کر۔

سورۃ البقرہ: آیت ۸۶ میں ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۡ
فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾

وہی ہیں جنھوں نے خرید لی دنیا کی زندگی، آخرت دے کر۔ پس نہ ہلکا ہوگا ان پر عذاب اور نہ ان کو مدد پہنچے گی۔

صفحہ ۴،۱ کا شعر ہے:

آئینِ نو سے ڈرنا، طرزِ کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

کورانہ تقلید کرنا اور جدید حالات کا مقابلہ نہ کرنا بھی خسران ہے۔

سورۃ النسأ: آیت ۱۹ میں ہے:

وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾

اور جو کوئی پکڑے شیطان کو رفیق، اللہ کو چھوڑ کر، وہ ڈوبا صریح نقصان میں۔

اسی صفحے ۴،۱ کا شعر ہے:

ہے جذبِ باہمی سے قائم نظام سارے
پوشیدہ ہے یہ نکتہ تاروں کی زندگی میں

سورۃ آل عمران کی آخری آیت ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۣ وَاتَّقُوا اللّٰهَ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾

اے ایمان والو! ثابت رہو اور مقابلے میں مضبوطی کرو اور مل جل کر رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے۔ شاید تم مراد کو پہنچو۔

صفحہ ۱۷۶ کا شعر ہے:

اہلِ دنیا یہاں جو آتے ہیں
اپنے انگار ساتھ لاتے ہیں

سورۃ البقرہ: آیت ۳۹ میں ہے:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ
النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

اور جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا، وہ ہیں نار (دوزخ) والے
وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔

صفحہ ۱۷۸ میں ہے:

ع ہے جادۂ حیات میں ہر تیز پا خموش

جو لوگ عزم و ہمت والے ہوتے ہیں ان میں سنجیدگی اور ثابت قدمی ہوتی ہے۔

سورۃ الکہف: آیت ۱۴ میں ارشاد ہے:

وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
لَنْ نَّدْعُوَا۠ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ۝

اور ثابت قدم رکھا ان کو جب کھڑے ہوئے، پھر بولے کہ ہمارا رب آسمانوں
اور زمین کا ہے۔ نہ پکاریں گے ہم اس کے سوا کسی کو معبود۔ (اگر ایسا
ہو تو) ہم نے ضرور حد سے گزری ہوئی بات کہی۔

اسی سنجیدگی کا ذکر سورۃ الفرقان: آیت ۶۳ میں بھی ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ
هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝

اور بندے رحمٰن کے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پہ دبے پاؤں اور جب بات

کرنے لگیں ان سے بے سمجھ لوگ تو وہ کہیں اے صاحب، سلامت۔

صفحہ ۱۷۹ کا شعر ہے:

اس ذرہ کو رہتی ہے وسعت کی ہوس ہر دم

یہ ذرہ نہیں شاید سمٹا ہوا صحرا ہے

سورۃ النسآء: آیت ۹۷ میں ایک سلسلے میں ہے کہ:

اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا

کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟

صفحہ ۱۸۰ کا شعر ہے:

گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے

کہ منعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا

لینے والے اور دینے والے دونوں میں غیرت تھی۔ دینے والا غیرت سے اپنی محبوب چیز دیتا تھا جس کا حکم سورۃ آل عمران آیت ۹۲ میں ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا

مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾

تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو اور تم جو کچھ خرچ کرو اللہ کو معلوم ہے۔

لینے اور دینے والے کی غیرت مندی کا ذکر سورۃ الحشر آیت ۹ میں آتا ہے:

وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ

وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى

اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ

فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۹﴾

اور جنھوں نے پہلے سے اس شہر (مدینہ) اور ایمان میں گھر بنالیا اور دوست رکھتے ہیں انہیں جو اُن کی طرف ہجرت کر کے گئے اور وہ اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو وہ دیے گئے اور وہ اپنی جانوں پر اُن کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔

اسی صفحہ ۱۸۰ کا شعر ہے:

تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی

کہ تو گفتار، وہ کردار، تو ثابت، وہ سیارا

سورۃ الصف آیت ۲ میں مسلمانوں کو منع کیا گیا ہے کہ وہ بات مت کہو جو نہیں کرتے۔

يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا

عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝

اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے؟ کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات، کہ تم کہو جو نہ کرو۔

نظم "شمع اور شاعر" (فروری ۱۹۱۲ء) کا شعر صفحہ ۱۸۷ میں ہے:

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

مسلمان ایک متاع (عمل) کے لیے بھیجا گیا تھا لیکن اب وہ ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ گیا ہے اور اس نقصان کا احساس بھی کھو چکا ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۳۶ میں ہے:

وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ

اور تمہارے لیے زمین میں مستقر ہے اور ایک وقت تک متاع (کا حاصل

کرنا ہے۔

اسی صفحے ۱۸۷ میں ہے:

؏ دہر میں عیشِ دوام آئین کی پابندی سے ہے

اسلام کے آئین کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے سے عیشِ دوام حاصل ہوتا ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۸۲ میں ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل کیے نیک، وہ لوگ ہیں جنت والے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

صفحہ ۱۸۸ کا شعر ہے:

شامِ غم لیکن خبر دیتی ہے صبحِ عید کی
ظلمتِ شب میں نظر آئی کرن امید کی

سورۃ الزمر آیت ۵۳ میں ہے:

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ

تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

صفحہ ۱۹۰ میں ہے:

؏ اپنی اصلیت پہ قائم تھا تو جمعیت بھی تھی

سورۂ آل عمران کی آخری آیت ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

اے ایمان والو! ثابت رہو اور مقابلے میں مضبوطی کرو اور مل کر رہو اور ڈرتے

رہو اللہ سے۔ شاید تم مراد کو پہنچو۔ (ایمان اور جمعیت لازم و ملزوم ہیں)۔
اسی مضمون کو آگے چل کر بھی بیان کیا ہے۔ چنانچہ صفحہ ۱۹۰ کا شعر ہے:

فرد قائم ربطِ ملّت سے ہے، تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

اس کے لیے بھی اسی آیت کی تلمیح ملاحظہ ہو۔

صفحہ ۱۹۱ کا شعر ہے:

تو اگر خود دار ہے منت کشِ ساقی نہ ہو
عین دریا میں حباب آسا نگوں پیمانہ کر

جس کا خدا ہے اسے کسی اور کا منت کش ہونا زیب نہیں دیتا۔

سورۃ الزمر آیت ۳۶ میں ہے:

اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ

کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟

صفحہ ۱۹۲ کا شعر ہے:

آشنا اپنی حقیقت سے ہو اے دہقاں! ذرا
دانہ تو، کھیتی بھی تو، باراں بھی تو، حاصل بھی تو

اللہ پاک نے ہر چیز انسان کے لیے پیدا کی ہے۔

سورۃ البقرہ آیت ۲۹ میں ہے:

ھُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ لَکُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا

وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے واسطے سب کا سب جو زمین میں ہے۔
اسی صفحے میں ہے کہ:

؎ شعلہ بن کر پھونک دے خاشاکِ غیر اللہ کو

لا الہٰ کے معنی بھی یہی ہیں کہ پہلے غیر اللہ کی نفی کر دو، پھر تم اللہ کے بندے بننے کے لائق بن سکو گے۔

سورۃ القصص: آیت ۸۸ میں ہے:

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

اور مت پکار اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود۔ کوئی معبود نہیں ہے سوائے اس کے۔

پھر اسی صفحہ ۱۹۲ میں ہے:

ع تو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے!

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سورۃ الاحزاب آیت ۴۰ میں ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ
وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۔۔۔۔

محمد والد نہیں تم مردوں میں سے کسی کے بلکہ اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں پر مہر ہیں۔

صفحہ ۱۹۳ کا شعر ہے:

اپنی اصلیت سے ہو آگاہ اے غافل کہ تو
قطرہ ہے لیکن مثالِ بحرِ بے پایاں بھی ہے!

انسان بظاہر ہیچ اور ہستی ناپائدار ہے لیکن اس کو اللہ پاک نے اپنا نائب اور خلیفہ بنایا ہے اور آسمانوں اور زمین کی ہر چیز پر قبضہ کرنے کی اس میں صلاحیت پیدا کی ہے:

سورۃ البقرہ آیت ۳۰ میں ہے:

اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً

بے شک میں بنانے والا ہوں (انسان کو) زمین میں اپنا خلیفہ۔

اور سورۃ الجاثیہ : آیت ۱۳ میں ہے :

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (۱۳)

اور مسخر کر دیے تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے سب کا سب، اُس کی طرف سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو فکر کرتے ہیں۔

اسی صفحے ۱۹۳ میں ہے:

سینہ ہے تیرا امیں اُس کے پیامِ ناز کا
جو نظامِ دہر میں پیدا بھی ہے، پنہاں بھی ہے

سورۃ الاحزاب آیت ۷۲ میں ہے :

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ
الْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ
حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (۷۲)

بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر، تو انھوں نے اُس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھا لیا۔ بے شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔

اسی صفحے میں ہے :

ہفت کشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ
تُو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے

اسی صفحے کے شعر میں اوپر تسخیرِ کائنات کی صلاحیتوں کے متعلق آیت آ چکی ہے۔

صفحہ ۱۹۴ کا شعر ہے:

دیکھ لوگے سطوتِ رفتارِ دریا کا مآل
موجِ مضطر ہی اسے زنجیرِ پا ہو جائیگی!

سلطنتِ برطانیہ کا عروج ہی اس کے زوال کا باعث ہو گا اور انشاءاللہ اسلام کو فتح ہو گی۔

سورۃ الفتح آیت ۲۸ میں ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ
لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝۲۸

وہی ہے جس نے بھیجا اپنے رسولؐ کو ہدایت کے ساتھ اور سچے دین کے ساتھ تاکہ وہ اوپر رکھے اس کو ہر دین سے۔ اور بس ہے اللہ حق ثابت کرنے والا۔

اسی روشن مستقبل کا ذکر صفحہ ۱۹۵ کے شعر میں اس طرح ہے:

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے!
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے!

یہ نظم فروری ۱۹۱۲ء کی ہے اور پینتیس سال کے بعد علامہ اقبالؒ کی یہ پیش گوئی پاکستان کی صورت میں صحیح ثابت ہوئی۔ (صفحہ ۲۶۶ میں اسی شعر کی تعبیر دیکھیے)

صفحہ ۱۹۶ کا شعر ہے:

کب ڈرا سکتا ہے غم کا عارضی منظر مجھے
ہے بھروسا اپنی ملّت کے مقدر پر مجھے

علامہ اقبال نے اللہ سے ہمیشہ اچھی امید رکھی ہے جس کا ذکر اس سے پہلے والے شعر میں بھی ہے۔

صفحہ ۱۹۷ میں ہے :

ع حضور آیۂ رحمت میں لے گئے مجھ کو (۱۹۱۲ء)

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم سراپا رحمت اور تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔

سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۷ میں ہے :

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

اور آپ کو جو ہم نے بھیجا تو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔

اطالیہ نے انگریزوں کی شہ پاکر اور ترکیہ کی کمزوری سے فائدہ اٹھاکر ۱۹۱۱ء میں طرابلس پر حملہ کردیا تھا۔ اسی کے متعلق علامہ اقبالؒ نے اسی صفحے ۱۹۷ میں کہا ہے :

ع طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں

صفحہ ۱۹۸ میں ہے :

ع رکھتے ہیں اہلِ درد مسیحا سے کام کیا؟

اہلِ درد (اہلِ عشق) کے لیے اللہ کی محبت ہی سب کچھ ہے۔

سورۃ البقرہ : آیت ۱۶۵ میں ہے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

اور جو لوگ ایمان والے ہیں ان کو اللہ سے محبت اشد ہے (ایمان والوں کو اللہ کی محبت کے برابر کسی کی محبت نہیں۔ اس لیے اس دردِ محبت کے لیے علاج کی ضرورت نہیں)۔ صفحہ ۱۹۹ کا شعر ہے:

اس قدر شوخ کہ اللہ سے بھی برہم ہے

تھا جو مسجودِ ملائک یہ وہی آدم ہے؟ (۱۹۱۳ء)

سورۃ البقرہ کی آیت ۳۴ ہے جس کا ذکر صفحہ ۲۶ کی تلمیح میں آچکا ہے۔

صفحہ ۲۰۰ کا شعر ہے:

بت شکن اٹھ گئے، باقی جو رہے بت گر ہیں
تھا براہیمؑ پدر، اور پسر آزر ہیں

مسلمانوں کے آبا بت شکن تھے لیکن اب مسلمان آزر (بت گر) بن گئے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر کا ذکر سورۃ الانعام آیت ۷۴، میں آتا ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ
وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

اور جب کہا ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر سے، کیا تو پکڑتا ہے مورتوں کو خدا؟
میں دیکھتا ہوں تو اور تیری قوم صریح گمراہی میں ہے۔

صفحہ ۲۰۱ میں ہے:

ع جو مسلمان تھا اللہ کا سودائی تھا

صفحہ ۱۹۸ کے مصرعے کے ساتھ یہ تلمیح آچکی ہے۔

صفحہ ۲۰۱ ہی میں ہے:

ع ملّتِ احمدِ مرسل کو مقامی کر لو

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت تمام عالم پر محیط ہے لیکن اب طاغوتی فریب کاری کی وجہ سے لوگوں نے اسے مقامی سمجھ لیا ہے اور مقامی اور غیر مقامی مسلمانوں کی تفریق قائم کی جا رہی ہے۔

سورہ سبا آیت ۲۸ میں ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ
لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور ہم نے نہیں بھیجا آپؐ کو مگر تمام انسانوں کے لیے خوشی اور ڈر سنانے والے
مگر اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

سورۃ الانعام آیت ۹۸ میں ہے:

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ

اور وہی چیز جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا پھر ایک ٹھکانا ہے (رہنے کا) اور ایک جگہ ہے سپردِ خاک ہونے کی۔

اسی صفحے میں ہے:

قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں، تم بھی نہیں
جذبِ باہم جو نہیں، محفلِ انجم بھی نہیں

قرآن پاک کے محاورے میں قوم عام گروہ اور جماعت کو بھی کہتے ہیں اور ایک نسب اور وطن کے لوگوں کو بھی کہتے ہیں جن کو پیغمبروں سے تعلق تھا لیکن ہماری زبان میں قوم کا اطلاق اُس جماعت پر ہوتا ہے جس کا تعلق کسی ایک دین یا مذہب سے ہو۔ چنانچہ پاکستان خود ہندو اور مسلم دو قوموں کی تفریق سے وجود میں آیا۔ ملت کا تعلق بھی پیغمبروں سے ہے جن کے ذریعے دستورِ الٰہی کا نفاذ ہوا۔

سورۃ الحج آیت ۷۸ میں ہے:

مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ

یہ تمہارے باپ ابراہیمؑ کی ملت ہے۔

چنانچہ ملت، وطن سے نہیں بلکہ دین سے ہے۔

"جذبِ باہم" کے لیے صفحہ ۲۴۷ کی تلمیح دیکھیں۔

صفحہ ۲۰۷ میں ہے:

؏ عدل ہے فاطرِ ہستی کا ازل سے دستور

سورۃ النحل آیت ۹۰ میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ

بے شک اللہ امر کرتا ہے عدل اور نیکی کو۔

اسی صفحے میں ہے:

ع مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؟

مسلمانوں نے حق کو چھوڑ کر "مصلحتِ وقت" کو اپنا عمل بنالیا ہے جس کی ممانعت

میں سورۃ المائدہ آیت ۴۸ میں ارشاد ہے:

وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ

اور ان لوگوں کی خوشی پر مت چل، چھوڑ کر حق کو جو تیرے پاس آیا ہے۔

صفحہ ۲۰۳ میں ہے:

ع مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے

سورۃ العنکبوت آیت ۴۵ میں ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ

بے شک نماز روکتی ہے بے حیائی سے اور بری بات سے۔

اگر نماز پڑھنے کے باوجود بے حیائی اور بری بات سے ہم نہیں بچتے تو سمجھ لینا چاہیے کہ ہماری نماز نماز نہیں ہے اور مسجدیں صحیح معنی میں مرثیہ خواں ہیں۔

اسی صفحے ۲۰۳ کا شعر ہے:

دمِ تقریر تھی مسلم کی صداقت بے باک
عدل اس کا تھا قوی، لوثِ مراعات سے پاک

سورۃ الانعام آیت ۱۱۵ میں ہے:

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا

اور تیرے رب کی بات پوری سچ ہے انصاف کی۔

اسی لیے رب کے ماننے والوں کی بات میں بھی صداقت اور عدل ہے۔

اسی صفحے میں ہے:

ع ہر مسلماں رگِ باطل کے لیے نشتر تھا

سورۃ التوبہ آیت ۷۳ اور سورۃ التحریم آیت ۹ میں دونوں جگہ یہ ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ

اے نبی، جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے اور ان پر سختی کرو۔

صفحہ ۲۰۴ کا شعر ہے:

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

سورۂ طٰہٰ آیت ۱۲۴ میں ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا

اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لیے تنگ زندگانی ہے۔

اسی صفحے ۲۰۴ میں ہے:

ع تم ہو آپس میں غضب ناک، وہ آپس میں رحیم

سورۃ الفتح ۲۹ میں ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رسول ہیں اللہ کے اور جو لوگ ان کے ساتھی ہیں وہ بہت سخت ہیں کافروں پر اور رحیم ہیں آپس میں۔

اسی صفحے میں ہے:

ع تم اخوت سے گریزاں، وہ اخوت پہ نثار

سورۃ الحجرات آیت ۱۰ میں ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

بے شک مسلمان جو ہیں وہ بھائی ہیں، ملادو اپنے دو بھائیوں کو اور ڈرتے رہو اللہ سے، شاید تم پر رحم ہو۔

صفحہ ۲۰۵ میں ہے:

ع نخلِ اسلام نمونہ ہے برومندی کا

سورۃ الصف: آیت ۸ میں ارشاد ہے:

وَاللهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُونَ

اور اللہ کو اپنا نور (اسلام) پورا کرنا ہے اور چاہے برا مانیں کافر۔

اسی صفحے میں ہے:

ع پاک ہے گردِ وطن سے سرِ داماں تیرا

صفحہ ۲۰۱ کی تلمیحات دیکھیں۔

صفحہ ۲۰۶ کا شعر ہے:

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

اللہ پاک ہے جس سے چاہے دین کا کام لے لے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۲۱۳ میں ہے:

وَاللهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

اور اللہ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہے سیدھی راہ کی طرف۔

اور سورۃ الجمعہ آیت ۳ میں ہے:

وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ اور ان میں سے اوروں کو

پاک کرتے ہیں اور علم عطا کرتے ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے۔

اسی صفحے میں ہے:

ع نورِ حق بجھ نہ سکے گا نفسِ اعدا سے

سورۃ التوبہ آیت ۳۲ میں ہے:

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ يَاْبَى

اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ

(کافر) چاہیں کہ بجھا دیں روشنی اللہ کی اپنے منہ سے اور (لیکن) اللہ بغیر اپنی روشنی پوری کیے ہوئے نہ رہے اور بُرا مانتے رہیں کافر۔

صفحہ ۲۰۷ کا شعر ہے:

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کر دے

صفحہ ۴۴ کی تلمیحات دیکھیں۔

اسی صفحے ۲۰۷ میں ہے:

ع رفعتِ شانِ رفعنا لک ذکرک دیکھے

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی رفعت کے لیے سورۃ الانشراح: آیت ۴ میں فرمایا گیا ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

اور ہم نے تمہارے لیے ذکر بلند کر دیا۔

اسی لیے علامہ اقبالؒ نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو بھی رفعت کی امید دلائی ہے۔

صفحہ ۲۰۸ میں ہے:

ع ما سوا اللہ کے لیے آگ ہے تکبیر تری

لا الٰہ کہنا گویا غیر اللہ سے بغاوت کرنا ہے۔ قل ھو اللہ احد ۵ (آپ فرمادیں کہ اللہ ایک ہے) اسی نکتے کی تشریح کے لیے ہے۔

اسی صفحے میں ہے:

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو آخری وحی (المائدہ: آیت ۳) میں یہ بشارت دی گئی ہے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ ....

آج کے دن پورا دے چکا میں تم کو دین تمہارا اور پوری کر دی تم پر اپنی نعمت۔

سورۂ آلِ عمران: آیت ۳۱ میں ہے:

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ

آپ فرمادیں کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو، میرے فرماں بردار ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔ (جب اللہ دوست رکھے گا تو لوح و قلم اور سب کچھ مل سکتا ہے)۔

صفحہ ۲۱۱ کا شعر ہے:

اہلِ زمیں کو نسخۂ زندگیِ دوام ہے

خونِ جگر سے تربیت پاتی ہے جو سخنوری

سورۃ الرحمٰن اس طرح شروع ہوتی ہے:

اَلرَّحْمٰنُ ۝۱ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝۲ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝۳ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ ۝۴

مولانا احمد رضا خانؒ ان آیات کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:

رحمٰن نے اپنے محبوبؐ کو قرآن سکھایا، انسانیت کی جان (محمدؐ) کو پیدا کیا۔
ما کان ما یکون کا بیان انہیں سکھایا۔
یہی بیان اور یہی سخنوری انسانی زندگی کو دوام بخشتی ہے۔ ماکان مایکون کے راز حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوئے جس کا ذکر علامہ اقبالؒ نے اس کے بعد والی نظم "نویدِ صبح" میں مسلمِ خوابیدہ کو خطاب کرتے ہوئے اور ایک امتی کی شان کو ظاہر کرتے ہوئے یوں کیا ہے:

ع اے دلِ کون و مکاں کے رازِ مضمر، فاش ہو

صفحہ ۲۱۲ والی نظم میں "دعا" ہے جس میں ایک مسلمان کو مشکل پسندی، رفعت طلبی، محبت، صداقت، احساسِ زیاں وغیرہ اوصاف کے ساتھ بیدار کرنا چاہا ہے۔ اسی نظم کا ایک شعر صفحہ ۲۱۲ میں یہ ہے:

احساس عنایت کر آثارِ مصیبت کا
امروز کی شورش میں اندیشۂ فردا دے

سورۃ الشوریٰ آیت ۳۰ میں ہے:

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۰﴾

اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور بہت کچھ تو وہ معاف کر دیتا ہے (مصیبت کا احساس بھی ہو تو کام بن جاتے ہیں اور اللہ بھی معاف فرما دیتا ہے)۔

صفحہ ۲۱۷ میں ہے:

ع ذمی کا مال لشکرِ مسلم پہ ہے حرام

چونکہ ذمی سے جزیہ لیا جاتا ہے اس لیے اس کا مال اور املاک لینا جائز نہیں۔ اگر

وہ جزیہ نہ دیتا تو پھر قتل کیا جاتا۔

سورۃ التوبہ: آیت ۲۹ میں ہے:

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾

لڑو اُن سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت پر اور حرام نہیں مانتے اس کو جس کو حرام کیا اللہ اور اُس کے رسولؐ نے اور سچے دین کے تابع نہیں ہوتے، یعنی وہ جو کتاب دیے گئے ہیں جب تک اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں ذلیل ہو کر (جزیہ دینے والے کو خود حاضر ہو کر کھڑے ہو کر پیش کرنا چاہیے)۔

صفحہ ۲۲۱ کا شعر ہے:

وہ نشانِ سجدہ جو روشن تھا کوکب کی طرح
ہو گئی ہے اُس سے اب ناآشنا تیری جبیں!

وہ مسلمانوں ہی کے اسلاف تھے جن کے متعلق سورۃ الفتح آیت ۲۹ میں ہے:

سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ

ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے۔

صفحہ ۲۲۳ کا شعر ہے:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی

ابولہب (یعنی باطل) اور مصطفویؐ طاقت (یعنی حق) کی جنگ ازل سے ہے۔ باطل کی شکست کا حال سورۃ اللہب میں شروع سے آخر تک موجود ہے:

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ﴿١﴾ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ﴿٢﴾ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ﴿٣﴾ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ﴿٤﴾ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ﴿٥﴾

ٹوٹ گئے ہاتھ ابی لہب کے اور ٹوٹ گیا وہ آپ۔ کام نہ آیا اُس کو مال اُس کا اور نہ جو کمایا۔ اب پہنچے گا لپٹ مارتی آگ میں اور اس کی جورو۔ سر پہ لیے پھرتی ایندھن۔ اُس کی گردن میں رسّی ہے مونج کی۔

صفحہ ۲۲۵ کا شعر ہے:

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس!
صدیق رضؓ کے لیے ہے خدا کا رسولؐ بس!

سورۃ النساءٔ: آیت ۸۰ میں ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ....

جس نے اطاعت کی حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی، اُس نے اطاعت کی اللہ کی۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور ان کی محبت دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ آج بھی چودہ سو سال گزرنے کے باوجود ایک بے عمل اور گنہ گار مسلمان بھی ان کے نام پر مرمٹنے کو تیار ہے تو اُس زمانے میں حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی محبت کیا ہوگی؟

سورۃ اللیل کی آخری آیتیں (۱۷-۲۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں ہیں کہ جب انھوں نے حضرت بلال رضؓ کو گراں قیمت پر خرید کر آزاد کیا تو کفار کو حیرت ہوئی اور وہ سمجھے کہ شاید حضرت بلال رضؓ کا ان پہ کوئی احسان ہوگا جو اُس قدر گراں قیمت پر خرید کر آزاد کیا ہے۔ اللہ پاک نے نفی کی ہے کہ ایسا کوئی احسان نہیں تھا۔ نیز حضرت صدیق رضؓ کے الاتقیٰ اور سب سے زیادہ پرہیزگار ہونے اور اسلام کے لیے ہر قربانی دینے کے سلسلے میں

سورۃ اللیل کی وہ آیتیں یہ ہیں:

وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰى ۝ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ۝ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ یَرْضٰى ۝

اور (دوزخ کی آگ کو) اس سے بہت دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے۔ جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔ وہ صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

صفحہ ۲۲۵ میں ہے:

حیاتِ تازہ اپنے ساتھ لائی لذتیں کیا کیا
رقابت، خود فروشی، ناشکیبائی، ہوس ناکی

دولتِ دنیا کی محبت سے یہ فواحش پیدا ہوتی ہیں:

سورۃ البقرہ: آیت ۲۶۸ میں ہے:

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ....

شیطان تمہیں اندیشہ دلاتا ہے محتاجی کا اور حکم دیتا ہے فواحش کا۔

صفحہ ۲۳۰ میں ہے:

؎ کتنی مشکل زندگی ہے! کس قدر آساں ہے موت

سورۃ الملک: آیت ۲ میں ارشاد ہے:

اِلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

وہ ذات جس نے پیدا کیا موت اور حیات کو تاکہ تمہاری جانچ ہو کہ تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے (انسانی زندگی اسی جانچ کے لیے ہے)۔

صفحہ ۲۲۳ کا شعر ہے:

موت تجدیدِ مذاقِ زندگی کا نام ہے
خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے

سورۃ البقرہ: آیت ۲۸ میں ارشاد ہے:

.... كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا
فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

بھلا تم کیونکر اللہ کے منکر ہو گے؟ حالانکہ تم مردہ تھے اس نے تمہیں جِلایا، پھر تمہیں مارے گا، پھر تمہیں جِلائے گا، پھر اسی کی طرف پلٹ کر جاؤ گے۔

اسی آیت کے ذیل میں صفحہ ۲۲۴ کا یہ شعر بھی آسکتا ہے:

جوہرِ انساں عدم سے آشنا ہوتا نہیں
آنکھ سے غائب تو ہوتا ہے فنا ہوتا نہیں

صفحہ ۲۳۶ میں ہے:

؏ آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے

یعنی اللہ کی رحمتیں تیری قبر پہ نازل ہوں۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۃ التوبہ آیت ۸۴ میں کافر کی نماز اور اس کی قبر پر دعائے مغفرت کرنے سے روکا گیا تھا۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ

اور ان کافروں میں سے کسی کی میّت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔

یعنی جو کافر نہ ہو اور مسلمان ہو تو اس کے لیے نمازِ جنازہ اور دعائے مغفرت بھی ہے کیونکہ اس طرح اُس میّت پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

صفحہ ۲۳۷ میں "شعاعِ آفتاب" کی زبان سے یہ شعر ہے:

تیرے مستوں میں کوئی جویائے ہشیاری بھی ہے؟
سونے والوں میں کسی کو ذوقِ بیداری بھی ہے؟

سورۃ الانعام: آیات ۹۵۔۹۶ میں ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ فٰلِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی ؕ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ ؕ
ذٰلِکُمُ اللّٰہُ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ ﴿۹۵﴾ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّیْلَ سَکَنًا وَّالشَّمْسَ وَ
الْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۹۶﴾

بے شک اللہ ہے کہ پھوڑ نکالتا ہے دانہ اور گٹھلی۔ نکالتا ہے مردہ سے زندہ اور نکالنے والا ہے زندہ سے مردہ۔ یہ ہے اللہ۔ پھر کہاں پھرے جاتے ہو؟ پھوڑ نکالنے والا صبح کی روشنی۔ اور رات بنائی آرام کو اور سورج چاند حساب کو۔ یہ اندازہ رکھا ہے زور آور علیم نے۔

صفحہ ۲۴۰ کا شعر ہے:

ذوقِ حاضر ہے تو پھر لازم ہے ایمانِ خلیلؑ
ورنہ خاکستر ہے تیری زندگی کا پیرہن

اس نظم "کفر و اسلام" میں پہلے فرمایا کہ:

ع چھوڑ کر غائب کو تُو حاضر کا شیدائی نہ بن

یعنی مسلمان "یؤمنون بالغیب" پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کا خدا نظروں سے پوشیدہ ہے لیکن اس کے جلوے ہر جگہ موجود ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے دورِ حاضر کی چمک کو ہیچ قرار دیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے عارضی چمک والوں کو پسِ پشت ڈال دیا تھا۔۔۔ سورۃ الانعام کی آیات ۷۷ سے ۷۹ تک میں ابراہیم علیہ السلام کے ان واقعات کا ذکر ہے کہ آپؑ نے تارے، چاند اور سورج کے چھپ جانے پر ان سے قطع نظر کر لی اور پھیر

نمائب (اللہ) کی طرف ہدایت حاصل کی۔ آیت ۷۶ ہی میں ہے:

لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ

مجھے خوش نہیں آتے چھپ جانے والے۔

صفحہ ۲۴۲ کی نظم "مسلمان اور تعلیم جدید" میں بھی اسی طرح کے خیالات ہیں۔

صفحہ ۲۴۱ کا شعر ہے:

اقبال کس کے عشق کا یہ فیضِ عام ہے

رومی فنا ہوا، حبشی کو دوام ہے

سکندرِ رومی فنا ہو گیا لیکن بلالِ حبشیؓ کو دوام صرف اللہ کی محبت کی وجہ سے حاصل ہے جنھوں نے کافروں کے ہاتھوں سخت تکلیفیں اٹھائیں لیکن اللہ احد کہنا نہ چھوڑا۔

سورۃ الحجرات: آیت ۱۳ میں ہے:

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ

لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ۝

اے لوگو، ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے بنایا تاکہ آپس میں پہچان رکھو۔ بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

صفحہ ۲۴۴ کا شعر ہے:

دلِ آگاہ جب خوابیدہ ہو جاتے ہیں سینوں میں

نوا گر کے لیے زہراب ہوتی ہے شکر خائی

کوئی قوم جب سو جاتی ہے تو چونکا دینے والے بمشکل کامیاب ہوتے ہیں۔

سورۂ الاعراف : آیت ۱۴۶ میں ہے :

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ

لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ

يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ۝

اور میں اپنی آیتوں سے انہیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں اور اگر سب نشانیاں دیکھیں ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کی راہ دیکھیں اس میں چلنا پسند نہ کریں اور گمراہی کا راستہ نظر پڑے تو اس میں چلنے کو موجود ہو جائیں ۔ یہ اس لیے کہ انھوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان سے بے خبر رہے.

صفحہ ۲۴۵ کا شعر ہے:

آیا ہے مگر اس سے عقیدوں میں تزلزل
دنیا تو ملی ، طائرِ دیں کر گیا پرواز

اگرچہ جدید تعلیم سے دنیا بے شک مل گئی لیکن عقیدوں میں تزلزل آ گیا لہٰذا ایسی تعلیم فضول ہے.

سورۂ النجم : آیات ۲۸ ـ ۳۰ میں ہے :

وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ

شَيْــــًٔا ۝ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ڏ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ ذٰلِكَ

مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ

اهْتَدٰى ۝

اور انہیں اس کا کچھ علم نہیں۔ وہ تو نِرے گمان کے پیچھے ہیں اور بے شک گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔ تو تم اس سے منہ پھیر لو جو ہماری یاد سے پھرا اور اس نے نہ چاہی مگر دنیا کی زندگی۔ یہ ہے ان کا مبلغ علم۔ بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور خوب جانتا ہے جس نے راہ پائی۔

صفحہ ۲۴۷ کا شعر ہے:

ہم پر کرم کیا ہے خدائے غیور نے
پورے ہوئے جو وعدے کیے تھے حضورؐ نے

سورۃ التوبہ: آیات ۸۸-۸۹ میں ایسے مجاہدین کے متعلق آیا ہے:

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا
بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۡ
وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۞ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۞

لیکن رسولؐ اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے انھوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا اور انہی کے لیے بھلائیاں ہیں اور یہی مراد کو پہنچے۔ اللہ نے ان کے لیے تیار کر رکھی ہیں بہشتیں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہی فوزِ عظیم ہے۔

صفحہ ۲۴۸ کا شعر ہے:

ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری

صفحہ ۱۶۰ اور ۱۷۴ اور ۲۰۱ کی تلمیحات دیکھیں۔

صفحہ ۲۴۹ کا شعر ہے:

ملت کے ساتھ رابطۂ استوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے امیدِ بہار رکھ

اس کے لیے بھی صفحہ ۱۶۰ اور ۱۶۸ کی تلمیحات دیکھیں۔

اسی صفحے کا شعر ہے:

رہِ یک گام ہے ہمت کے لیے عرشِ بریں
کہہ رہی ہے یہ مسلمان سے معراج کی رات

سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت ہے:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ
الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ
اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ۝۱

پاک ہے اسے جو اپنے بندے کو (یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو) راتوں رات لے گیا مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصا، جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے عظیم نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے۔

پھر سورۃ النجم کی ابتدائی اٹھارہ آیتوں میں معراج شریف کا بیان ہے کہ آناً فاناً زمان و مکان کی تمام منزلیں طے ہو گئیں۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم، جو بہترین انسان ہیں، انسان کی بہترین صلاحیتوں کو اجاگر فرما چکے ہیں۔

صفحہ ۲۵۰ کا شعر ہے:

تمنا آبرو کی ہو اگر گلزارِ ہستی میں
تو کانٹوں میں الجھ کر زندگی کرنے کی خو کر لے

مشکل پسندی اور سخت کوشی سے متعلق تلمیحات صفحہ ۲۴، ۱۱۴، ۱۲۴، ۱۶۰، ۱۷۸،
۱۵۰، ۱۹۳ وغیرہ کے اشعار میں آچکی ہیں۔

سورۂ آل عمران: آیت ۱۴۶ میں انبیا علیہم السّلام کے ساتھیوں کے حوصلے اور ان کی مشکل پسندی کا ذکر آتا ہے:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا
لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾

اور کتنے ہی انبیا علیہم السّلام نے جہاد کیا، ان کے ساتھ بہت خدا والے تھے۔ تو نہ وہ سست پڑے ان مصیبتوں سے جو اللہ کی راہ میں انھیں پہنچیں اور نہ کمزور ہوئے اور نہ دبے۔ اور صبر والے لوگ اللہ کو محبوب ہیں۔

صفحہ ۲۵۲ کا شعر ہے:

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری!

ایمان اصل قوت اور عزت ہے۔ امیری یا غریبی ایمان کا جز نہیں، کیونکہ حضرت علیؓ کو گو کہ نانِ شعیر میسر آتی تھی پھر بھی ایمانی قوت سے انھوں نے درِ خیبر کو اکھاڑ پھینکا تھا۔

سورۃ المنافقون: آیت ۸ میں ہے:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ

اور زور اللہ کا ہے اور اس کے رسولؐ کا اور ایمان والوں کا، لیکن منافق نہیں سمجھتے۔

صفحہ ۲۵۳ کا شعر ہے:

کرم اے شہِ عرب و عجم کہ کھڑے ہیں منتظرِ کرم
وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہے جنھیں دماغِ سکندری

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی کس قدر حضورؐ سے مستفیض ہیں کہ انہیں تفکر، تفقہ اور تدبر وغیرہ کی تمام نعمتیں حاصل ہیں۔ سورۃ المائدہ آیت ۳ میں تمام نعمتوں کی تکمیل کا ذکر آتا ہے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ ....

آج کے دن میں پورا دے چکا تم کو دین تمہارا اور پوری کی تم پر اپنی نعمت۔

صفحہ ۲۵۴ کا شعر ہے:

خریدیں نہ ہم جس کو اپنے لہُو سے
مسلماں کو ہے ننگ وہ پادشائی!

سورۃ التوبہ آیت ۲۰ میں ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ
اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے تو اُن کو بڑا درجہ ہے اللہ کے نزدیک، اور وہی مراد کو پہنچے۔

اسی صفحے میں یہ شعر آتا ہے:

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی
ہے یہ شامِ زندگی صبحِ دوامِ زندگی!

صفحہ ۲۲۳ کی تلمیح ملاحظہ ہو۔

صفحہ ۲۵۶ میں ہے:

ع چشمِ دل وا ہو تو ہے تقدیرِ عالم بے حجاب!

سورۃ النور آیت ۴۴ میں ہے:

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ (۴۴)

اللہ بدلتا ہے رات اور دن۔ اس میں عبرت ہے آنکھ والوں کے لیے۔

اسی صفحے میں ہے:

"کشتیٔ مسکین" و "جانِ پاک" و "دیوارِ یتیم"!

علمِ موسیٰؑ بھی ہے تیرے سامنے حیرت فروش!

سورۃ الکہف کی آیات ۶۵ تا ۸۲ میں موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے یہ واقعات آئے ہیں۔ ترجمہ یہاں پیش کیا جاتا ہے:

(موسیٰ علیہ السلام نے) ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ (حضرت خضرؑ) پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علمِ لدنی عطا کیا۔ اس سے موسیٰؑ نے کہا، کیا میں تمہارے ساتھ رہوں اس شرط پر کہ تم مجھے سکھا دو گے نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی؟ کہا، آپؑ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے اور اس بات پہ کیونکر صبر کریں گے جسے آپؑ کا علم محیط نہیں۔ کہا، عنقریب اللہ چاہے تو تم مجھے صابر پاؤ گے اور میں تمہارے کسی حکم کے خلاف نہ کروں گا۔ کہا، اگر آپ میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک کہ میں خود اس کا ذکر نہ کروں۔ اب دونوں چلے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے تو اس بندہ نے اسے چیر ڈالا۔ موسیٰؑ نے کہا کیا تم نے اسے اس لیے چیرا کہ اس کے سواروں کو ڈبو دو؟ بے شک یہ تم نے بُری بات کی۔ کہا، میں نہ کہتا تھا کہ آپؑ میرے

ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے؟ کہا، مجھ سے میری بھول پر گرفت نہ کرو اور
مجھ پر میرے کام میں مشکل نہ ڈالو۔ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ ایک لڑکا ملا
اس بندہ نے اسے قتل کر دیا۔ موسیٰؑ نے کہا، کیا تم نے ایک ستھری جان
بے کسی جان کے بدلے قتل کر دی؟ بے شک تم نے بہت بُری بات کی۔
کہا، میں نے آپؑ سے نہ کہا تھا کہ آپؑ ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے؟
کہا، اس کے بعد میں تم سے کچھ پوچھوں تو پھر میرے ساتھ نہ رہنا ——
بے شک میری طرف سے تمہارا عذر پورا ہو چکا۔ پھر دونوں چلے یہاں تک
کہ جب ایک گاؤں والوں کے پاس آئے تو ان دہقانوں سے کھانا مانگا
انھوں نے انھیں دعوت دینی قبول نہ کی۔ پھر دونوں نے اس گاؤں میں
ایک دیوار پائی کہ گرا چاہتی ہے۔ اس بندہ نے اسے سیدھا کر دیا۔ موسیٰؑ
نے کہا، تم چاہتے تو اس پر کچھ مزدوری لے لیتے۔ کہا، یہ میری اور آپؑ کی
جدائی ہے۔ اب میں آپؑ کو ان باتوں کا پھیر بتاؤں گا جن پر آپؑ سے صبر
نہ ہو سکا۔ وہ جو کشتی تھی وہ کچھ محتاجوں کی تھی کہ دریا میں کام کرتے تھے۔
تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں اور ان کے پیچھے ایک بادشاہ تھا کہ
ہر ثابت کشتی کو زبردستی چھین لیتا۔ اور وہ جو لڑکا تھا اس کے ماں باپ
مسلمان تھے، تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ ان کو سرکشی اور کفر پر چڑھا دے۔
تو ہم نے چاہا کہ ان دونوں کا رب اس سے بہتر، ستھرا اور اس سے زیادہ
مہربانی میں قریب (لڑکا) عطا کرے۔ رہی وہ دیوار۔ وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں
کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا، تو
آپؑ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں
آپؑ کے رب کی رحمت سے اور یہ کچھ میں نے اپنے حکم سے نہیں کیا۔ یہ

بھیر ہے ان باتوں کا جن پر آپؐ سے صبر نہ ہو سکا۔

صفحہ ۲۵۷ کا شعر ہے:

بیچتا ہے ہاشمی ناموسِ دینِ مصطفیٰؐ
خاک و خوں میں مل رہا ہے ترکمانِ سخت کوش!

منافق لوگ ہی مومنوں کو دغا دیتے ہیں۔

سورۃ البقرہ: آیت ۹ میں ہے:

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ
وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝

وہ دغا کرتے ہیں اللہ سے اور مسلمانوں سے اور وہ کسی کو دغا نہیں دیتے
مگر خود آپ کو، اور نہیں سمجھتے۔

یہ منافقوں کے متعلق ہے اور مسلمانوں کے لیے یہ بشارت سورۃ التوبہ آیت ۱۱۱
میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ
بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ

بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں اس
بدلے پر کہ ان کے لیے جنّت ہے۔

اسی صفحے، ۲۵ میں ہے:

؏ یہ تگاپوئے دمادم، زندگی کی ہے دلیل

اس کے لیے صفحہ ۲۴ کی تلمیحات ملاحظہ ہوں۔

صفحہ ۲۵۸ کا شعر ہے:

وہ سکوتِ شامِ صحرا میں غروبِ آفتاب جس سے روشن تر ہوئی چشمِ جہاں بینِ خلیلؑ!

صفحہ ۲۸۰ کی تلمیح ملاحظہ ہو۔

اسی صفحے کا شعر ہے:

برتر از اندیشۂ سود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی

کبھی زندگی جان سے عبارت ہے اور کبھی جان کو قربان کرنے سے (ابدی) زندگی حاصل ہوتی ہے۔

سورۃ البقرہ آیت ۱۵۴ میں ہے:

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ

اور مت کہو جو کوئی مارا جائے اللہ کی راہ میں کہ مردہ ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔

سورۂ آل عمران آیت ۱۶۹ میں بھی اسی طرح کا مضمون ہے۔

صفحہ ۲۵۹ کا شعر ہے:

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے
سرِ آدم ہے ضمیرِ کن فکاں ہے زندگی!

آدم خلیفۃ اللہ ہیں۔ سورۃ البقرہ ۳۰ میں:

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً

اور مجھ کو بنانا ہے زمین میں ایک نائب

کہا گیا ہے، یعنی انسان کو اللہ کی نیابت اور خلافت حاصل ہے۔ اس لیے اس کی زندگی 'کن فکاں' کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے بنائی گئی ہے۔

اسی صفحے کا شعر ہے:

آشکارا ہے یہ اپنی قوتِ تسخیر سے
گرچہ اک مٹی کے پیکر میں نہاں ہے زندگی

سورۃ الجاثیہ: آیت ۱۳، اور سورۃ لقمٰن: آیت ۲۰ میں:

سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

اللہ نے مسخر کر دیا تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے۔

فرما کر انسان کی صلاحیتوں کا اظہار فرمایا ہے۔
صفحہ ۴۲ کی آیات بھی دیکھیں۔

صفحہ ۲۶۰ کا شعر ہے:

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

سورۃ البقرہ: آیت ۲۰۲ میں ہے:

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۚ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ

ایسے لوگوں کو ان کی کمائی سے نصیب ہے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔
(مدارک اور خازن میں ہے کہ اللہ عنقریب قیامت قائم کر کے بندوں کا حساب فرمائے گا۔ تو چاہیے کہ بندے اُس کے ذکر، دعا اور طاعت میں جلدی کریں)۔

سورۃ البقرہ: آیت ۷۴ میں یہ بھی فرمایا ہے:

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ

اور اللہ تمہارے کرتوتوں سے غافل نہیں ہے (تم غافل ہو)۔

اسی صفحے ۲۶۰ میں ہے:

آ بتاؤں تجھ کو رمزِ آیۂ اِنَّ الملوک
سلطنت اقوامِ غالب کی ہے اک جادوگری

سورۃ النمل: آیت ۳۴ میں ہے:

قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾

(ملکہ سبا) بولی، بے شک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اسے تباہ کر دیتے ہیں اور اس کے عزت والوں کو ذلیل، اور ایسا ہی کرتے ہیں۔

صفحہ ۲۶۱ میں ہے:

؎ سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے

سورۃ المؤمنون: آیت ۱۱۶ میں ہے:

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾

پس بہت بلندی والا ہے اللہ سچا بادشاہ، کوئی معبود نہیں سوا اس کے، عزت والے عرش کا مالک۔

اسی صفحے ۲۶۱ میں ہے:

گرمیٔ گفتارِ اعضائے مجالس الاماں
یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگِ زرگری!

اسمبلیاں اور بحث و مباحثہ کے اڈے صرف سرمایہ داروں کی جنگِ زرگری ہے۔

سورۃ الہمزہ کا ترجمہ اس مقصد کے لیے کافی ہے:

"خرابی ہے اس کے لیے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے، پیٹھ پیچھے بدی کرے۔ جس نے مال جوڑا اور گن گن کر رکھا، کیا یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس دنیا میں ہمیشہ رہے گا؟ ہرگز نہیں۔ وہ روندنے والی (دوزخ) میں پھینکا جائے گا۔

صفحہ ۲۶۴ کا شعر ہے:

لے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیلؑ

خشتِ بنیادِ کلیسا بن گئی خاکِ حجاز

ابراہیم علیہ السلام کا شہر مکہ (حجاز) عیسائیوں کے ساز باز کا شکار ہو گیا۔ اس کے لیے ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی۔ (سورۂ ابراہیم: آیت ۳۵):

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ

اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝۳۵

اور جب کہا ابراہیمؑ نے اے رب، کر دے اس شہر (مکہ) کو امن والا اور بچا مجھ کو اور میری اولاد کو اس بات سے کہ ہم پوجیں مورتیں۔

اسی صفحے میں ہے:

حکمتِ مغرب سے ملت کی یہ کیفیت ہوئی

ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گاز

سورۃ المجادلہ: آیت ۱۹ میں طاغوتی طاقت کی عیاری کا ذکر اس طرح آتا ہے:

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ۔۔۔

ان پر شیطان غالب آ گیا تو اس نے انہیں اللہ کی یاد سے غافل کر دیا۔

صفحہ ۲۶۵ کا شعر ہے:

مومیائی کی گدائی سے تو بہتر ہے شکست

مورِ بے پر! حاجتے پیشِ سلیمانے مبر

غیر اللہ کے آگے جھکنے اور اس سے حاجت مانگنے کے لیے منع فرمایا گیا، کیونکہ مومن کے لیے اللہ کافی ہے۔

سورۃ الاحزاب: آیت ۳ میں ہے:

وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا

اور اللہ پر بھروسا رکھو اور اللہ کافی ہے کام بنانے والا۔

انبیا علیہم السلام کی شان بھی یہی تھی۔

اسی سورۃ الاحزاب : آیت ۳۹ میں ہے :

الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿۳۹﴾

وہ جو اللہ کے پیام پہنچاتے اور اس سے ڈرتے اور اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں کرتے اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا۔

سورۃ النمل : آیت ۱۸ میں چیونٹی اور سلیمان علیہ السلام کا واقعہ ہے کہ وہ کس طرح ان کے لشکر سے بچنے کے لیے چیونٹیوں سے کہتی ہے۔

اسی صفحے میں ہے :

؎ ربط و ضبطِ ملتِ بیضا ہے مشرق کی نجات

سورۂ آل عمران کی آخری آیت (جس کا ذکر اوپر آ چکا ہے) یہ ہے :

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾

اے ایمان والو! ثابت رہو اور مقابلے میں مضبوطی کرو اور مل جل کر رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے۔ شاید مراد کو پہنچو۔

اسی صفحے ۲۶۵ میں ہے :

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

سورۂ آل عمران : آیت ۱۰۲ میں ارشاد ہے :

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۔۔۔۔

اور اللہ کی رسّی کو مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا

اسی صفحے میں ہے:

جو کرے گا امتیازِ رنگ و خوں مٹ جائے گا

تُرکِ خرگاہی ہو یا اعرابیٔ والا گُہر

اس کے لیے صفحہ ۱۴۲ کی تلمیح ملاحظہ ہو۔

صفحہ ۲۶۶ کا شعر ہے:

تو نے دیکھا سطوتِ رفتارِ دریا کا عروج

موجِ مضطر کس طرح بنتی ہے اب زنجیر دیکھ

صفحہ ۱۹۴ میں یہ شعر اس صورت میں ہے:

دیکھ لوگے سطوتِ رفتارِ دریا کا مآل

موجِ مضطر ہی اسے زنجیرِ پا ہو جائے گی!

سلطنتِ برطانیہ کے زوال اور پاکستان کی تشکیل کے لیے یہ دونوں شعر بطور پیش گوئی ہیں (صفحہ ۱۹۴ کے شعر کو اُسی صفحے کی تلمیح کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں)۔

اسی صفحہ ۲۶۶ کا آخری شعر ہے:

مسلم استی سینہ را از آرزو آباد دار

ہر زماں پیشِ نظر لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ دار

صفحہ ۱۸۸ و ۱۹۴ کی تلمیحات دیکھیں اور اس شعر میں سورہ آل عمران کی آیت ۹ کا حوالہ ہے:

رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭاِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝

اے رب ہمارے، بے شک تو سب لوگوں کو جمع کرنے والا ہے اُس دن کے لیے جس میں کوئی شبہ نہیں۔ بے شک اللہ کا وعدہ نہیں بدلتا۔

سورۃ الرعد: آیت ۳۱، سورۃ الزمر: آیت ۲۰ وغیرہ میں بھی اسی طرح کے الفاظ آتے ہیں۔

صفحہ ۲۶۷ کا شعر ہے:

مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے
تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی (۱۹۲۳ء)

کفر سے جب اسلام کی ٹکر ہوتی ہے تو سوئے ہوئے مسلمان بھی صحیح مسلمان ہو کر کفر کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہیں۔

سورۃ البقرہ: آیت ۲۱۸ میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنھوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں، وہ امیدوار ہیں اللہ کی رحمت کے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

سورۃ الانفال: آیت ۷۴ میں ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ
مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں، (نیز) وہ لوگ جنھوں نے جگہ دی اور مدد کی، وہی ہیں تحقیق مسلمان۔ ان کو بخشش ہے اور روزی عزت کی۔

سورۃ التوبہ : آیات ۷۰۔۸۸، النحل : آیت ۱۱۰، العنکبوت : آیت ۶۹، الحجرات :
آیت ۱۵ وغیرہ میں بھی ایسی بشارتیں آئی ہیں۔

مذکورہ بالا شعر کے علاوہ یہ شعر پاکستان کی تشکیل کی پیش گوئی معلوم ہوتا ہے:

عطا مومن کو پھر درگاہِ حق سے ہونے والا ہے
شکوہِ ترکمانی، ذہنِ ہندی، نطقِ اعرابی

اور اس کے بعد والے صفحے میں بھی امید کی کرن موجود ہے کہ:

اگر عثمانیوں پہ کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

صفحہ ۲۶۹ کا شعر ہے:

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تُو، زباں تُو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تُو ہے

جب بندہ اللہ کا ہو جاتا ہے تو اُس کا ہاتھ اور اُس کی زبان وغیرہ پھر اُس کی نہیں بلکہ اللہ کی ہوتی ہے۔

سورۃ الانفال : آیت ۱۷ میں ہے:

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۖ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ
لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ
سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

پس تم (مسلمانوں) نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا اور اے محبوبؐ! وہ خاک جو تم نے پھینکی، تم نے نہیں پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی اور اس لیے کہ وہ مسلمانوں کو اس سے اچھا انعام عطا فرمائے۔ بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔

اس کے بعد کا شعر ہے:

پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں، وہ کارواں تُو ہے

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج شریف (بنی اسرائیل: آیت ۱، سورۃ النجم کی ابتدائی اٹھارہ آیتیں) انسانی کمالات کی منتہیٰ ہیں۔

اسی کے بعد ہے:

ع خدا کا آخری پیغام ہے تُو، جاوداں تُو ہے!

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (سورۃ المائدہ: آیت ۳) کی تلمیح ہے۔ اوپر ذکر آچکا ہے۔

اسی کے بعد ہے:

ع تری نسبت براہیمی ہے معمارِ جہاں تُو ہے!

مِلَّةَ اَبِیْکُمْ اِبْرٰهِیْمَ (سورۃ الحج: آیت ۷۸) اور صفحہ ۲۶۲ کی آیت دیکھیں۔

اسی کے بعد ہے:

ع تری فطرت امیں ہے ممکناتِ زندگانی کی

صفحہ ۲۴ و صفحہ ۵۵ کے اشعار کی آیات دیکھیں۔

صفحہ ۲۷۰ کا شعر ہے:

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

سورۃ الفتح کی آخری آیت (۲۹) میں خلفائے راشدین اور صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ

تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾

محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے (صحابہ) کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔ تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے، سجدے میں گرتے، اللہ کا فضل و رضا چاہتے۔ ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں ہے۔ جیسے ایک کھیتی اس نے اپنی سوئی (کی طرح ایک پتی) نکالی، پھر اسے طاقت دی، پھر دبیز ہوئی، پھر اپنے بل پر سیدھی کھڑی ہو گئی۔ کسانوں کو بھی بھلی لگتی تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں۔ اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے بخشش اور بڑے ثواب کا۔

اس آیت میں بعض مفسرین نے معہٗ (اخرج شطئہٗ) سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، اشداء علی الکفار (فاٰزرہٗ) سے حضرت عمر فاروقؓ، رحماء بینھم (فاستغلظ) سے حضرت عثمان غنیؓ اور رکعاً سجداً (فاستوٰی علی سوقہٖ) سے حضرت علیؓ کو مراد لیا ہے۔ بہر حال صداقت، عدالت، حیا اور شجاعت کے فضائل اور خصائل خلفائے راشدینؓ ہی کے ہیں۔

سورۃ النور: آیت ۵۵ میں ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ

فِی الْاَرْضِ

اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ
ضرور ان کو زمین میں خلافت دے گا۔

اسی صفحے ۲۷۰ کا شعر ہے:

بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی، نہ ایرانی، نہ افغانی

اس کے لیے صفحہ ۲۴۱ اور صفحہ ۲۶۵ کی تلمیحات (مع آیات) ملاحظہ ہوں۔

صفحہ ۲۷۱ کا شعر ہے:

ثباتِ زندگی ایمانِ محکم سے ہے دنیا میں
کہ المانی سے بھی پائندہ تر نکلا ہے تورانی

اصل قوت ایمان ہے جس نے ترکوں کو استحکام بخشا، اور ایمان صرف اللہ کے
کرم سے نصیب ہوتا ہے:

ع پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

سورۃ البقرہ: آیت ۱۶۵ میں ہے:

اَنَّ الْقُوَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا

تمام قوت صرف اللہ کو حاصل ہے۔

سورۃ الاحزاب: آیت ۳ میں ہے:

وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ ؕ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا

اور اللہ پر بھروسا رکھو اور اللہ کافی ہے کام بنانے والا۔

اللہ ہی کے رشتے سے "زورِ بازو" پیدا ہوتا ہے جس کا ذکر اسی صفحے میں ہے کہ:

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا؟ نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں!

اسی صفحہ ۱۷۲ میں ہے:

ولایت، بادشاہی، علم اشیا کی جہانگیری
یہ سب کیا ہیں؟ فقط اک نکتۂ ایماں کی تفسیریں

ایمان کے ساتھ عملِ صالح کا ذکر قرآنِ پاک میں بار بار آیا ہے اور علم و حکمت کا بھی۔

سورۃ البقرہ: آیت ۲۶۹ میں ہے:

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا

اور جس کو حکمت ملی تو خیرِ کثیر ملی۔

اور سورۃ المجادلہ آیت ۱۱ میں ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ

جو لوگ ایمان لائے ہیں تم میں سے اور جن کو علم عطا کیا گیا ہے اللہ ان کے درجات کو بلند کرتا ہے۔

اسی صفحہ ۱۷۲ میں ہے:

براہیمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے
ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں

سورۃ الانعام: آیات ۷۷ تا ۸۰ میں ابراہیم علیہ السّلام کے واقعات ہیں کہ وہ ستارے، چاند اور سورج کے ڈوبنے پر اپنی قوم سے فرماتے ہیں:

يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ

اے قوم میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنھیں تم (خدا کا) شریک ٹھہراتے ہو۔

سورۃ الانبیاء: آیات ۵۱ تا ۶۷ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بت شکنی کا ذکر بھی ہے جس کے بعد ان کو آتشِ نمرود میں پھینکا گیا تھا۔

صفحہ ۲۷۲ میں ہے:

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

صفحہ ۲۷۰ میں صحابہ کرامؓ کے فضائل سے متعلق سورۃ الفتح کی آخری آیت کا ذکر آچکا ہے۔

سورۃ النور: آیت ۵۵ میں ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا

وعدہ دیا اللہ نے ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور ان کے لیے جما دے گا ان کا وہ دین جو ان کے لیے پسند فرمایا ہے اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

اسی صفحے ۲۷۲ میں ہے:

عقابی شان سے جھپٹے تھے جو بے بال و پر نکلے
ستارے شام کے خونِ شفق میں ڈوب کر نکلے

اہلِ یونان جو برطانیہ کی شہ پر ترکیہ پر جھپٹے تھے وہ بالآخر ذلیل ہوئے اور ایمان کی طاقت غالب ہوئی۔

صفحہ ۲۷۱ کی آیات دیکھیں۔

صفحہ ۲۷۲ ہی کا شعر ہے:

حرم رسوا ہوا پیرِ حرم کی کم نگاہی سے
جوانانِ تتاری کس قدر صاحب نظر نکلے

صفحہ ۲۵۷ کا شعر اور اس کی تلمیح دیکھیں۔

صفحہ ۲۷۲ کا شعر ہے:

یقیں افراد کا سرمایۂ تعمیرِ ملّت ہے
یہی قوت ہے جو صورت گرِ تقدیرِ ملت ہے

صفحہ ۲۶۹۔ ۲۷۰ کے اشعار کی تلمیحات ملاحظہ ہوں۔

اسی صفحے میں ہے:

تو رازِ کن فکاں ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا
خودی کا رازداں ہو جا، خدا کا ترجماں ہو جا

اگر انسان اپنی خودی اور اپنے مقام کو پہچانے گا تو سمجھ سکے گا کہ وہی رازِ کن فکاں ہے، صفحہ ۱۹۳ کی تلمیح میں عرض کر دیا گیا ہے کہ انسان اللہ کا خلیفہ اور نائب ہے۔ اسی کے ذریعے اللہ کی قدرتِ کاملہ کی ترجمانی ہوتی ہے۔ صفحہ ۲۵۹ کی تلمیح بھی دیکھیں۔

سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۷۰ میں ارشاد ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ
الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝

اور البتہ ہم نے آدم کی اولاد کو بزرگی دی اور ان کو سوار کر دیا (یعنی مسلط کر دیا) خشکی اور تری پر اور ان کو روزی دی اچھی اچھی چیزوں سے اور ان کو بڑی فضیلت دی بہتوں پر جن کو ہم نے پیدا کیا ہے۔

خدا کی ترجمانی کرنے کے لیے سورۂ النحل: آیت ۳۶ میں ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ
اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ

اور ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجا ہے (اور اس کے ذریعے یہ حکم دیا ہے)

کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے بغاوت اور سرکشی کرنے والوں سے بچو (یعنی غیر اللہ کے آگے جھکنا انسانی شرافت اور فضیلت کے منافی ہے)۔

اسی صفحے ۲۷۲ میں ہے:

یہ ہندی، وہ خراسانی، یہ افغانی، وہ تورانی
تو اے شرمندۂ ساحل اچھل کر بیکراں ہو جا

صفحہ ۲۷۱ کی تلمیح دیکھیں۔

اسی صفحے میں ہے:

مصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر
شبستانِ محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا

صفحہ ۲۷۰ کے شعر سے متعلق آیت دیکھیں۔

صفحہ ۲۷۴ کا شعر ہے:

ترے علم و محبت کی نہیں ہے انتہا کوئی
نہیں ہے تجھ سے بڑھ کر سازِ فطرت میں نوا کوئی

سورۃ البقرہ: آیت ۳۱ میں ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا

اور سکھائے آدم کو نام (تمام اشیا کے) سارے کے سارے۔

سورۃ الرحمٰن کی ابتدائی آیتیں ہیں:

اَلرَّحْمٰنُ ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ﴿۲﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ﴿۳﴾ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴿۴﴾

رحمٰن نے قرآن سکھایا، انسان کو پیدا کیا اور ما کان مایکون کا بیان سکھایا۔

پھر سورۃ الفتح کی آخری آیت میں رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (آپس میں بڑے رحیم ہیں)

بھی فرمایا ہے۔

اسی صفحے کا شعر ہے:

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیبِ حاضر کی
یہ صنّاعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے!

سورۂ لقمٰن: آیت ۶ میں ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ

اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو خریدتے ہیں "باتوں کا کھیل تماشا" (فضول کام) تاکہ بغیرِ علم کے ذریعے اللّٰہ کی راہ سے بھٹکائیں اور اسے ہنسی مذاق (کا ذریعہ) بنائیں۔ ایسوں کے لیے سخت ذلّت کا عذاب ہے۔

اسی صفحے ۴۷۲ میں ہے:

تدبر کی فسوں کاری سے محکم ہو نہیں سکتا
جہاں میں جس تمدن کی بِنا سرمایہ داری ہے

سورۃ النسآء: آیت ۲۹ میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ
اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۣ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ

اے ایمان والو، آپس میں ایکدوسرے کے مال غلط طریقے سے نہ کھاؤ۔ لین دین (مفاد و نفع) آپس کی رضامندی سے ہو اور اپنے آپ کو (یا باہم) قتل نہ کرو۔

نفع خوری کسی ناجائز طریقے یا فریب یا تدبر سے ہرگز جائز نہیں۔

اسی صفحے میں ہے:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنّم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

سورۃ الزلزال: آیات ۷، ۸ میں ہے۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ
يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ

پس جو شخص ذرہ بھر نیکی کرے گا تو اُسے دیکھ لے گا اور جو ذرہ بھر بدی کرے گا تو اُسے دیکھ لے گا۔

صفحہ ۲۷۷ میں ہے:

؎ قبضے سے اُمت بیچاری کے دیں بھی گیا، دنیا بھی گئی

سورۂ محمدؐ: آیت ۳۳ میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا
اَعْمَالَكُمْ ۝

اے ایمان والو، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور ضائع مت کرو اپنے اعمال کو۔

اور جو اطاعت نہیں کرتے ان کے لیے سورۃ البقرہ: آیت ۲۱۷ میں فرمایا:

فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

پس ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہوئے۔

صفحہ ۲۷۸ کا شعر ہے:

تیرے پیمانوں کا ہے یہ اے مئے مغرب اثر
خندہ زن ساقی ہے ساری انجمن بیہوش ہے

اس کے لیے صفحہ ۲۷۴ میں سورۂ لقمٰن: آیت ۶ کی تلمیح دیکھیں۔

اسی صفحے کا شعر ہے:

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

سورۃ الانبیاء: آیات ۶۸-۷۰ میں ہے:

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْۤا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۶۸﴾
قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِىْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ وَاَرَادُوْا
بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿۷۰﴾

(کفار) بولے ' اس ابراہیم کو جلا دو اور مدد کرو اپنے معبودوں کی، اگر کچھ کرتے ہو۔ ہم نے کہا ' اے آگ ٹھنڈک ہو جا اور آرام ہو جا ابراہیمؑ پر۔ اور وہ (کفار) چاہنے لگے اس کو برا۔ پھر انہی کو ہم نے خسارے میں ڈالا۔

صفحہ ۲۷۹ میں ہے:

ع سعیِ پیہم ہے ترازوئے کم و کیفِ حیات

صفحہ ۲۵۰ کی تلمیحات دیکھیں، بالخصوص سورۂ آل عمران کی آیت ۱۴۶، جو مذکور ہوئی۔

صفحہ ۲۸۰ کا شعر ہے:

ساماں کی محبت میں مضمر ہے تن آسانی
مقصد ہے اگر منزل، غارت گرِ ساماں ہو

سورۂ آل عمران: آیت ۱۴ میں ارشاد ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾

رچھایا ہے لوگوں کو مزوں کی محبت پر، عورتیں اور بیٹے اور ڈھیر جوڑے ہوئے سونے کے اور روپے کے اور گھوڑے پلے ہوئے اور مویشی اور کھیتی۔ یہ دنیوی زندگی کی متاع ہے اور اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔

سورۂ آلِ عمران ہی میں آیت ۱۸۵ ہے:

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ

اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کی متاع ہے۔

اسی صفحے ۲۸۰ میں ہے:

؎ کبھی اے حقیقتِ منتظر، نظر آ لباسِ مجاز میں

سورۃ الانعام: آیت ۸۰ میں ہے:

وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا

پھیل گیا ہے میرا رب ہر چیز پر علم سے۔

اسی سورۃ الانعام: آیت ۱۰۳ میں ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ

نگاہیں اس کو نہیں پاتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے۔ وہ بھید جانتا اور باخبر ہے۔

علامہ اقبالؒ نے اسی لیے "حقیقتِ منتظر" کہا ہے۔

صفحہ ۲۸۱ کا شعر ہے:

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی
مرے جرمِ خانہ خراب کو ترے عفوِ بندہ نواز میں

سورۂ الزمر: آیت ۵۳ میں ہے:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ

اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا اِنَّہٗ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ

آپ فرما دیں، اے بندو میرے، جنھوں نے زیادتی کی اپنی جان پر، نہ آس توڑو اللہ کی رحمت سے۔ بے شک اللہ بخشتا ہے تمام گناہ۔ وہ جو ہے وہی ہے معاف کرنے والا مہربان۔

صفحہ ۲۸۲ کا شعر ہے:

اے مسلماں ہر گھڑی پیشِ نظر
آیۂ "لا یخلف المیعاد" رکھ

صفحہ ۲۶۶ کی تلمیحات دیکھیں۔ اس صفحے میں اس شعر کو فارسی میں کہا گیا ہے۔

اسی صفحے میں ہے:

؏ "ان وعد اللّٰہ حق" یاد رکھ

سورۂ لقمٰن: آیت ۳۳ میں ہے:

اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا ....

بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ پس تم کو نہ بہکا دے دنیا کی زندگی۔

قرآن پاک میں متعدد مقامات پر ایسے الفاظ آئے ہیں۔

صفحہ ۲۸۵ کا شعر ہے:

اس دور میں سب مٹ جائیں گے، ہاں! باقی وہ رہ جائے گا
جو قائم اپنی راہ پہ ہے اور پکا اپنی ہٹ کا ہے

اسلام کے علاوہ کسی اور دین میں ذریعۂ نجات نہیں ہے۔

سورۂ آلِ عمران: آیت ۸۵ میں ہے:

وَمَنۡ یَّبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡہُ
وَہُوَ فِی الۡاٰخِرَۃِ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ

اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارے میں رہے گا۔

سورۃ البقرہ: آیت ۱۰۷ میں ہے:

وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ

اور نہیں ہے تمہارے لیے سوائے اللہ کے کوئی حمایتی اور کوئی مددگار۔

صفحہ ۲۸۹ میں ہے:

ع محنت و سرمایہ دنیا میں صف آرا ہو گئے

اشتراکیت اور سرمایہ داری کی جنگ جاری ہے، لیکن اشتراکیت (کمیونزم) بھی غلامی سے کم نہیں ہے۔

سورۃ النحل: آیت ۷۵ میں ہے:

ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوكًا لَّا يَقْدِرُ عَلَىٰ شَيْءٍ وَمَن رَّزَقْنَاهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَجَهْرًا هَلْ يَسْتَوُونَ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ

اللہ پاک ایک مثال بیان کرتا ہے۔ ایک غلام ہے جو دوسرے کے بس (بامِلکیت) میں ہے۔ کسی چیز پر اس کا بس نہیں چلتا۔ اور ایک وہ ہے جسے ہم نے اپنی طرف سے اچھی روزی عطا کی ہے اور وہ اس میں سے چھپا کر اور ظاہر (جیسا بھی موقع ہو) خرچ کرتا ہے۔ کیا سب برابر ہیں؟ سب حمد اللہ ہی کے لیے ہے، بلکہ (یہ وہ بات ہے جسے) ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

کمیونزم میں شخصی ملکیت کو ختم کر کے ایک مرکزی مادی طاقت کے ہاتھ میں سب کچھ دے دیا ہے۔ ہر شخص اس طاقت کے قانون کے مطابق کام کرتا ہے۔ روٹی کھاتا ہے اور

مادی ضرورتیں پوری کرتا ہے۔ اس طرح ہر شخص اس مرکزی طاقت کا مملوک غلام ہے جو اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتا اور جس کی خودی مردہ ہو چکی ہے۔

اسی کے بعد ہے:

حکمت و تدبیر سے یہ فتنۂ آشوب خیز

ٹل نہیں سکتا "وقد کنتم بہٖ تستعجلون"

سورۂ یونس: آیت ۵۱ میں ہے:

اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ

کیا پھر جب پڑ چکے گا تب یقین کرو گے اس کو؟ اب قائل ہوئے اور تم تھے اسی کی جلدی کرتے۔

اسی کے بعد ہے:

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام

چشمِ مسلم دیکھ لے تفسیرِ حرفِ ینسلون

سورۃ الانبیاء: آیت ۹۶ میں ہے:

حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾

یہاں تک کہ جب کھول دیں یاجوج اور ماجوج کو اور وہ ہر اونچی جگہ سے پھیلتے آئیں۔

علامہ اقبالؒ نے یاجوج اور ماجوج سے اشتراکیت اور سرمایہ دار ملکوں کی جنگ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ دونوں لشکر پھیلتے جا رہے ہیں اور ہر فریق اپنی سازش سے اپنے نظریات کی ترویج میں لگا ہوا ہے۔

صفحہ ۲۹۱ کا شعر ہے:

حکم حق ہے لَیسَ لِلانسانِ اِلّا ما سعیٰ　　کھائے کیوں مزدور کی محنت کا پھل سرمایہ دار

سورۃ النجم کی آیت ۳۹ کو اس شعر کے پہلے مصرعے میں نظم کیا گیا ہے، یعنی انسان اسی چیز کا حق دار ہے جس کے حصول کے لیے وہ جدوجہد کرے۔

اسی صفحے ۲۹۱ میں ہے:

ع تو نام و نسب کا حجازی ہے، پر دل کا حجازی بن نہ سکا

اچھا سا نام رکھ لینے سے حجازی (مسلمان) نہیں بن سکتے۔

سورۃ الحجرات: آیت ۱۴ میں ہے:

وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ

اور داخل نہیں ہوا ایمان تمہارے دلوں میں۔

دراصل مسلمان کی شان یہ ہے کہ اس کا ہر عمل اللہ کے لیے ہونا چاہیے۔

سورۃ الانعام: آیت ۱۶۲ میں ہے:

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ

آپ فرما دیں کہ بے شک میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

صفحہ ۲۹۱ ہی کا شعر ہے:

تر آنکھیں تو ہو جاتی ہیں، پر کیا لذت اس رونے میں
جب خونِ جگر کی آمیزش سے اشک پیازی بن نہ سکا

بظاہر احساس ہے لیکن اگر عمل کے لیے آمادگی نہ ہو سکی تو سب بیکار ہوگا۔ موسیٰ علیہ السلام کے عمل سے مستعدی اور سخت کوشی کا بہت بڑا سبق ملتا ہے۔

سورۃ الکہف: آیت ۶۰ میں ہے:

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾

اور (یاد کرو) جب کہا موسیٰ نے اپنے خادم کو، میں باز نہ رہوں گا جب تک نہ پہنچوں دو دریا کے ملاپ تک، چلتا جاؤں قرنوں (سالہا سال)۔

حواشی

۱۔ اس کے بعد صفحہ ۲۵۲ میں ایک نظم "اسیری" کے عنوان سے ہے۔ دسمبر ۱۹۱۹ء میں جب مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی چار سال کی نظر بندی کاٹ کر کانگرس اور خلافت کے اجلاس میں شریک ہونے کے لیے امرتسر گئے تو وہاں علامہ اقبال نے یہ نظم سنائی۔

۲۔ صفحہ ۲۷۲ میں ہے:

ع جوانانِ تتاری کس قدر صاحب نظر نکلے!

۳۔ غالباً عقاب (شاہین) کا لفظ پہلی بار علامہ اقبالؒ نے یہاں استعمال کیا ہے لیکن صرف لغوی حیثیت سے۔ بعد میں اقبال کے یہاں شاہین کا لفظ مسلمانوں کیلیے ایک علامتی نشان بن گیا۔

۴۔ "مکاتیبِ اقبال" حصہ اوّل، مکتوب نمبر ۵ میں اقبال نے مولانا سلیمان ندوی سے گزارش کی ہے کہ یاجوج ماجوج پر محققانہ مضمون لکھ دیں۔

—

زبورِ عجم

پہلی اشاعت: ۱۹۲۷ء

اگر ہو ذوق تو خلوت میں پڑھ زبورِ عجم
فغانِ نیم شبی بے نوائے راز نہیں

—— بالِ جبریل

زبورِ عجم

صفحہ ۲ کا شعر ہے:

وادیٔ عشق بسے دور و دراز است ولے
طے شود جادۂ صد سالہ بہ آہے گاہے

سورۂ بنی اسرائیل شروع ہوتی ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا

پاک ہے اُسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک۔

اور سورۃ الحج: آیت ۳۲ میں ہے:

وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ

اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کا تقویٰ ہے۔

مولانا سید سلیمان ندوی نے "سیرۃ النبیؐ" (جلد پنجم، طبع اعظم گڑھ، ۱۹۵۲ء) صفحہ ۲۴ میں لکھا ہے:

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ تقویٰ کا تعلق دل سے ہے اور وہ سلبی کیفیت (بچنا) کے بجائے ایجابی اور ثبوتی کیفیت اپنے اندر رکھتا ہے۔ وہ امورِ خیر کی طرف دلوں میں تحریک پیدا کرتا ہے اور شعائرِ الٰہی کی تعظیم سے ان کو معمور کرتا ہے۔

اسی سلسلے میں وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ:

"وہ ضمیر کے اُس احساس کا نام ہے جس کی بنا پر ہر کام میں خدا کے حکم کے مطابق عمل کرنے کی شدید رغبت اور اس کی مخالفت سے شدید نفرت پیدا ہوتی ہے۔"

علامہ اقبال کی اصطلاح میں اسی احساس کا نام عشق ہے۔

صفحہ ۲ میں ہے:

در طلب کوش و مدہ دامنِ امید ز دست
دولتے ہست کہ یابی سرِ راہے گاہے!

سورۃ النجم: آیت ۳۹ میں ہے:

لَيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ

نہیں ہے انسان کے لیے مگر وہ جو کوشش کرے۔

صفحہ ۴ میں ہے:

سازی اگر حریفِ یم بیکراں مرا
با اضطرابِ موج سکونِ گہر بدہ

سخت کوشی ہی سے کامیابی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے واقعے سے یہ سبق ملتا ہے۔

سورۃ الکہف: آیت ۶۰ میں ہے:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰى
اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا۝

اور جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا، میں باز نہ رہوں گا جب تک وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرنوں (سالہا سال) چلتا جاؤں۔

صفحہ ۵ کا شعر ہے:

عشقِ شور انگیز را ہر جادہ در کوے تو برد
بر تلاشِ خود چہ می نازد کہ رہ سوے تو برد!

صفحہ ۲ میں سورۃ الحج کی آیت ۳۲ کی تشریح دیکھیں۔

اسی صفحے میں ہے:

درونِ سینۂ ما سوزِ آرزو ز کجاست؟
سبو ز ماست، ولے بادہ در سبو ز کجاست؟

سورۃ الانعام: آیت ۱۶۶ میں ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ

اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں نائب کیا اور تم میں ایک کو دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ تمہیں آزمائے اس چیز میں جو تمہیں عطا کی (نیابتِ الٰہی، درجات کی بلندی میں کمی بیشی اور آزمائش سب کا تقاضا آرزومندی ہے)۔

صفحہ ۶ میں ہے: غزل سراے و نواہاے رفتہ باز آور
بایں فسردہ دلاں حرفِ دل نواز آور

ع
عطا اسلاف کا سوزِ دروں کر

سورۂ یونس: آیت ۶۲ میں ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ

سن لو۔ بے شک اللہ کے ادلیا (قربِ الٰہی رکھنے والوں) پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم۔

نوا ہائے رفتہ اور اسلاف کا سوزِ دروں یہی قربِ الٰہی تھا جس سے موجودہ مسلمان آشنا نہیں۔

صفحہ ۷ کا شعر ہے:

اے کہ زمن فزودۂ گرمیٔ آہ و نالہ را
زندہ کن از صدائے من خاکِ ہزار سالہ را

تیرہ چودہ سو سال والی پرانی امت اب بھی زندہ ہو سکتی ہے اگر اس میں اگلا سا جوشش اور ولولہ پیدا ہو جائے۔

سورۃ الاعراف: آیت ۱۰ میں ہے:

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۰﴾

اور ہم نے تم کو زمین میں قوت بخشی اور اس میں تمہارے لیے بسر اوقات کے بہت سے ذریعے بنائے، تم بہت کم شکر کرتے ہو۔

دل میں احسان مندی کا جذبہ ہو، پھر اس جذبے کے مطابق عمل ہو تو وہ صحیح شکر ہے۔ اے اللہ پاک! اپنے انعامات کا احساس اور اس کے عمل کا جذبہ ہماری قوم میں پیدا فرما دے۔

صفحہ ۹ میں ہے:

بہ ضمیرم آں چناں کن کہ ز شعلۂ نوائے
دلِ خاکیاں فروزم، دلِ نوریاں گدازم

یہاں بھی وہی دعا ہے جو صفحہ ۷ میں اوپر بیان ہوئی۔
سورۂ آل عمران: آیت ۸ میں ہم کو یہ دعا سکھائی گئی ہے:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ﴿۸﴾

اے رب ہمارے! دل ہمارے نہ ٹیڑھے کر بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر۔ بے شک تُو ہے بڑا دینے والا۔

اے اللہ میرے مخلصانہ شعر میں ایسا اثر پیدا کر دے کہ لوگ ہدایت پا جائیں۔

صفحہ ۱۰ میں ہے:

چہ عجب اگر دو سلطاں بہ ولایتے نہ گنجند
عجب ایں کہ می نگنجد بدو عالمے فقیرے!

ایک ولایت میں دو سلطان اور ایک کمبل میں دو فقیر نہیں سما سکتے۔ لیکن جو اللہ کا فقیر ہے اس کے لیے یہ دونوں عالم بھی ناکافی ہیں کیونکہ وہ خلیفۃ اللہ ہے۔

اور سورۃ الجاثیہ: آیت ۱۳ میں ہے:

وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۱۳﴾

اور تمہارے لیے مسخر کیا گیا جو کچھ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے سب اپنے حکم سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں

کے لیے۔ صفحہ ۱۱ میں ہے:

ع برسرِ کفر و دیں فشاں رحمتِ عامِ خویش را

اللہ پاک نے بنی آدم کو فضیلت دی ہے۔

سورہ بنی اسرائیل: آیت ۶۰ میں ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ

اور بے شک ہم نے برتری دی آدم کی اولاد کو۔

سورۃ الانعام: آیت ۵۴ میں ہے:

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ

تمہارے رب نے اپنے ذمۂ کرم پہ رحمت لازم کر لی ہے۔

اگر کافر پہ بھی رحمت ہو جائے تو وہ ایمان لے آئے۔ صفحہ ۱۱ ہی میں ہے:

ریگِ عراق منتظر، کشتِ حجاز تشنہ کام
خونِ حسینؓ باز دہ کوفہ و شامِ خویش را

بالِ جبریل میں ہے

قافلۂ حجاز میں ایک حسین بھی نہیں
گرچہ ہے تاب دار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس آمر (حاکم) کی اطاعت نہیں کی جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہ کرتا ہو۔ یہی ان کی شہادت کا پیام ہے۔

سورۃ النسآء: آیت ۵۹ میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ

اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اور ان کی جو تم میں حاکم ہیں۔

اسی صفحے میں ہے:

دوش به راهبر زند، راه یگانه طے کند
می نه دهد بدستِ کس عشق زمام خویش را

عشق (تقوی القلوب) خود راہبر ہے۔ سورۂ آل عمران: آیت ۱۲۰ میں ہے:

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا

اور اگر تم صبر (ہمت) اور تقویٰ (پرہیز گاری) کیے رہو تو اُن (کفار) کا داؤں تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا۔

سورۃ الحجرات: آیت ۱۳ میں ہے:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ

تم میں سے خدا کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔

تقویٰ کا معنی خدا کا خوف بھی ہے اور خدا کا خوف رکھنے والا کسی دوسرے کا خوف نہیں کرتا اور نہ غیر اللہ کو خاطر میں لاتا ہے۔

صفحہ ۱۲ کا شعر ہے:

نوائے من ازاں پُر سوز و بیباک و غم انگیز است
بخاشا کم شرار افتاد و بادِ صبح دم تیز است

اس "نوائے سحر گاہی" کی تائید سورۃ المزمّل: آیت ۶ سے ہوتی ہے:

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْـًٔا وَّاَقْوَمُ قِيْلًا

بے شک رات کا اٹھنا، وہ زیادہ دباؤ ڈالتا ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔

اور سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۷۹ میں ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ

رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾

اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کرو۔ یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے۔

قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے گا جو تیرے لیے مقامِ

محمود ہے۔

اسی صفحہ ۱۲ میں ہے:

نہ دارد عشق سامانے ولیکن تیشہ دارد

خراشد سینۂ کہسار و پاک از خونِ پرویز است

صفحہ ۲-۴ کی آیات دیکھیں۔

صفحہ ۱۴ میں ہے:

دلِ زندہ کہ دادی بہ حجاب در نسازد

نگہے بدہ کہ بیند شررے بہ سنگِ خارہ

اس کے لیے بھی صفحہ ۲-۴ کی آیات دیکھیں۔

صفحہ ۱۵ میں ہے:

بشکوہِ بے نیازی ز خدایگاں گذشتم

صفتِ مہِ تمامے کہ گذشت بر ستارہ

جو اللہ کا ہو جاتا ہے وہ غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہیں لاتا۔

سورۃ القصص: آیت ۸۸ میں ہے:

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو خدا نہ ٹھہراؤ۔ کوئی خدا نہیں سوائے

اُس کے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۱۶۵ میں ہے:

اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا

بے شک ساری قوت صرف اللہ کو ہے۔

صفحہ ۱۶ میں ہے:

مردہ خاکیم و سزاوارِ دلِ زندہ شدیم!
ایں دلِ زندہ و ما! کارِ خدا سازے ہست

سورۂ ق: آیت ۳۷ میں ہے:

اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ﴿۳۷﴾

بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔

زندہ دل ہی نصیحت حاصل کر سکتا ہے اور عمل کے لیے آمادہ ہو سکتا ہے۔

صفحہ ۱۶ ہی میں ہے:

تکیہ بر عقلِ جہاں بینِ فلاطوں نہ کنم
در کنارم دلکے شوخ و نظر بازے ہست

افلاطون نے اپنے استاد سقراط کی طرح اس بات کا اقرار کیا کہ انسان اس کائنات کی اشیا کا علم اس لیے حاصل نہیں کر سکتا کہ وہ ہر وقت متغیر ہوتی رہتی ہیں۔ چنانچہ اس کے نظریے کے مطابق جو کچھ دنیا میں نظر آتا ہے وہ لائقِ اعتبار نہیں۔ البتہ اعیان ideas کا علم حقیقی ہو سکتا ہے۔ گویا اس نے عالمِ موجودات کا انکار اور عالمِ غیر محسوس کا اثبات کیا۔ اس فلسفے کی وجہ سے مسلمانوں میں بے عملی پیدا ہوئی اور مسلمانوں کے بعض صوفیہ نے نفیِ خودی کے راگ الاپے، حالانکہ اللہ پاک نے

اس عالمِ موجودات کو برتنے اور استعمال کرنے کے لیے پیدا کیا ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۲۹ میں ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا

وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لیے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

موجودات کو دیکھنے اور سمجھنے کے لیے نظر باز دل کی ضرورت ہے جس کا ذکر ابھی سورۂ ق کی آیت ۳۷ میں آیا ہے۔

صفحہ ۱۷ کا شعر ہے:

ہستی و نیستی از دیدن و نا دیدنِ من!

چہ زمان و چہ مکان شوخیٔ افکارِ من است

سورۃ الذاریٰت: آیات ۲۰-۲۱ میں ہے:

وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ﴿۲۰﴾ وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے اور خود تم میں۔ تو کیا تم نہیں دیکھتے؟

اسی صفحے میں ہے:

از فسوں کاریٔ دل، سیر و سکوں، غیب و حضور

ایں کہ غماز و کشائندۂ اسرارِ من است

سیر و سکون اور غیب و حضور، صوفیہ کی اصطلاحات ہیں۔ سیر الی اللہ کے لیے سورۃ المعارج کی آیت ۴ اساس ہے:

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ

خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ﴿۴﴾

ملائکہ اور جبرئیل علیہ السلام اس کی بارگاہ کی طرف عروج کرتے ہیں اس دن میں کہ جس کا اندازہ پچاس ہزار سال کا ہے (یہ نہ ہو تو سکون ہے)۔

غیب وحضور کے لیے "المنح المدنیہ" میں ہے:

الغیبة اشتغال الحس بما ورد علیه من علم احوال الخلق والحضور کونه حاضراً بالحق۔

غیبت یعنی حواسِ انسانی کا احوالِ خلق کی طرف متوجہ ہونا اور حضور یعنی خود کو خدا کے روبرو موجود سمجھنا۔

سورۃ الزمر: آیت ۲۲ میں ہے:

أَفَمَن شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّن رَّبِّهِ

تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے (یعنی یقین و ہدایت پہ)۔

حدیث ہے کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی تو صحابہ رضؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! سینے کا کھلنا کس طرح ہوتا ہے؟

فرمایا: "جب نور قلب میں داخل ہوتا ہے تو وہ کھلتا ہے اور اس میں وسعت ہوتی ہے۔"

صحابہؓ نے عرض کیا: "اس کی کیا علامت ہے؟"

فرمایا: "دار الخلود کی طرف متوجہ ہونا اور دار الغرور (دنیا) سے دور رہنا اور موت کے لیے اس کے آنے سے قبل آمادہ ہونا۔"

صفحہ ۱۸ کا شعر ہے:

عالمِ آب و خاک را بر محکِ دلم بسائے
روشن و تارِ خویش را گیر عیار ایں چنیں

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ ہی کو اصل عیار قرار دیا گیا ہے۔

سورۃ الاحزاب: آیت ۲۱ میں ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

بے شک تمہارے لیے ہے سیکھنا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اسوۂ حسنہ۔

صفحہ ۱۹ میں ہے:

بروں کشید ز پیچاکِ ہست و بود مرا
چہ عقدہ ہا کہ مقامِ رضا کشود مرا

سورۃ المائدہ: آیت ۱۶ میں ہے:

يَهْدِي بِهِ اللهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝

اللہ اس (قرآن) سے ہدایت دیتا ہے اسے جو اللہ کی رضا پر چلا، سلامتی کے ساتھ، اور انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اپنے حکم سے اور انہیں سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

صفحہ ۲۰ کا شعر ہے:

ہر دو بمنزلے رواں، ہر دو امیرِ کارواں
عقل بحیلہ می برد، عشق برد کشاں کشاں

فلسفہ بھی ایک راہ دکھاتا ہے جس میں حیلے اور گتھیاں ہیں لیکن عشق منزلِ مقصود کی طرف (جوش اور ولولے کی وجہ سے) کشاں کشاں لے جاتا ہے۔

بانگِ درا میں کہا ہے:

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

عشق کی سخت کوشی سے متعلق صفحہ ۱۲۰ میں سورۃ الکہف کی آیت ۶۰ دیکھیں ـــــ

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے بھی فرمایا تھا:

اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ۝

(سورۂ یونس: آیت ۸۴)

اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو اسی پر بھروسا کرو۔ اگر تم اسلام رکھتے ہو۔ (تقوی القلوب والے لوگ اللہ پر کامل توکل رکھتے ہیں اور منزلِ مقصود پر پہنچ جاتے ہیں)۔

صفحہ ۱۲۱ میں ہے:

نہ کنم دگر نگاہے بہ رہے کہ طے نمودم
بہ سراغِ صبحِ فردا روشِ زمانہ دارم

جو گزر چکا اسے اب کیا دیکھنا؟ آئندہ کل کے لیے کوشش کرنا چاہیے۔

سورۃ الحشر: آیت ۱۸ میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ
نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ کل کے لیے آگے کیا بھیجا اور اللہ سے ڈرو۔

اسی صفحے ۱۲۱ میں ہے:

یمِ عشق کشتیِ من، یمِ عشق ساحلِ من
نہ غمِ سفینہ دارم، نہ سرِ کرانہ دارم

عشق تو مسلسل کوشش اور پیہم جستجو سے کام لیتا ہے، آرام اور سہارے کی اسے ضرورت نہیں۔

سورۃ البلد : آیت ۴ میں ہے :

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ

بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا (السعی منی والاتمام من اللہ)

صفحہ ۲۲ کا شعر ہے :

رہے بمنزلِ آں ماہ سخت دشوار است
چناں کہ عشق بدوش ستارہ می گذرد

؏ عشق تمام مصطفیٰؐ ، عقل تمام بولہب : بالِ جبریل

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ستاروں سے آگے عرش تک پہنچے۔

سورۃ النجم : آیت ۹ میں ہے :

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى

تو اس جلوے اور اس محبوبؐ میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

صفحہ ۲۳ میں ہے :

بر عقلِ فلک پیما ترکانہ شبیخوں بہ
یک ذرّۂ دردِ دل از علمِ فلاطوں بہ

صفحہ ۱۶ میں افلاطون کا نظریہ مذکور ہے اور وہیں آیت (البقرہ : ۲۹) دیکھیں۔

صفحہ ۲۳ ہی میں ہے :

آں فقر کہ بے تیغے صد کشورِ دل گیرد
از شوکتِ دارا بہ ، از فرِّ فریدوں بہ

جو اللہ کا محتاج ہوتا ہے وہ غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہیں لاتا۔ صفحہ ۱۵ کی آیتیں دیکھیں۔

صفحہ ۲۴ میں ہے:

با مسلماں رامدہ فرماں کہ جاں بر کف بنہ
یا دریں فرسودہ پیکر تازہ جانے آفریں
یا چناں کن یا چنیں!

سورۃ الحج: آیت ۷۸ میں ہے:

وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ

اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا حق ہے جہاد کرنے کا۔ اس نے تمہیں پسند کیا اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔

مسلمانوں کے فرسودہ پیکر میں تازہ جان پیدا ہو سکتی ہے اگر وہ صحیح مسلمان بن جائیں۔

اسی سورۃ کی اسی آیت میں آگے آتا ہے:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ هُوَ مَوْلٰىكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيرُ

اور اللہ کی رسی کو مضبوط تھام لو۔ وہ تمہارا مولیٰ ہے۔ تو کیا ہی اچھا مولیٰ اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔

صفحہ ۲۶ کا شعر ہے:

عقل ہم عشق است و از ذوقِ نگہ بیگانہ نیست
لیکن ایں بیچارہ را آں جرأتِ رندانہ نیست

"ذوقِ نگاہ" رکھنے والی عقل ایسی سوچ سکھاتی ہے جس کا ذکر سورۃ آل عمران: آیت ۱۹۰ میں ہے:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ

لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ

بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور رات اور دن کے باہم اختلاف میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لیے (جن کی عقل کدورت سے پاک ہو اور جو تخلیقِ عالم کو اعتبار و استدلال سے دیکھیں)۔

لیکن ایسے عقل مندوں کے لیے بھی "جراُتِ رندانہ" یعنی عمل کی ضرورت ہے۔ اللہ پاک نے اسی سورۂ آلِ عمران: آیت ۱۹۵ میں فرمایا ہے:

لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ

میں کام کرنے والے کی محنت اکارت نہیں کرتا۔

صفحہ ۲۶ ہی میں ہے:

ہر زماں یک تازہ جولاں گاہ می خواہم ازو
تا جنوں فرمائے من گوید دگر ویرانہ نیست

سورۃ الرحمٰن: آیت ۲۹ میں اللہ پاک اپنا عمل بیان فرماتا ہے:

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ

اُسے ہر دن ایک کام ہے۔

پھر سورۃ البقرہ: آیت ۲۵۵ میں ہے:

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ

اسے نہ اونگھ آئے اور نہ نیند۔

جب اللہ پاک ایسا (عمل والا) ہے تو پھر اس کے خلیفہ اور نائب کو بھی ہر وقت آمادۂ عمل ہونا چاہیے۔

صفحہ ۲۷ کا شعر ہے:

سوز و گدازِ زندگی لذتِ جستجوئے تو راہ چو مار می گزد گر نہ روم بسوئے تو

سورہ فصلت: آیت ۵۳ میں ہے:

سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ
اَنَّهُ الْحَقُّ اَوَلَمْ یَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ

ابھی ہم انہیں اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کے آپے میں حتیٰ کہ ان پر کھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے۔ کیا تمہارے رب کا ہر چیز پر گواہ ہونا کافی نہیں؟

صفحہ ۲۷ ہی میں ہے:

سینہ کشادہ جبرئیل از برِ عاشقاں گزشت
تا شررے باو فتد آتشِ آرزوئے تو

سورۃ النجم کی آیات ۵ تا ۷ میں جبریل علیہ السّلام کا ذکر ہے جب وہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معراج میں تشریف لے گئے تھے۔ ان کا وہاں تشریف لے جانا گویا عشق سے تعلق رکھتا ہے۔

اسی صفحہ ۲۷ میں ہے:

من بتلاشِ تو روم یا بتلاشِ خود روم
عقل و دل و نظر ہمہ گم شدگانِ کوئے تو

سورۃ الحشر: آیت ۱۹ میں ہے:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ

اور ان جیسے نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول بیٹھے تو اللہ نے انہیں ان کی جانیں بھلا دیں (کہ وہ اپنے فائدے کے کام کر لیتے)۔

یعنی جس نے اللہ کو بھلا دیا اس نے خود کو بھلا دیا، گویا جس نے اللہ کو جان لیا اس نے خود کو پہچان لیا۔

صفحہ ۲۸ میں ہے:

ع مکدر کرد مغرب چشمہ ہائے علم و عرفاں را

سورۃ المجادلہ: آیت ۱۹ میں ہے:

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۱۹

ان پر شیطان غالب آگیا۔ پس اس نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ یہ شیطان کی جماعت ہے۔ یاد رکھو، شیطان کی جماعت ہی نقصان اٹھانے والی ہے۔

صفحہ ۲۸ ہی میں ہے:

ع خرد نالاں کہ ما عندی بتریاقٍ ولاراقی

صفحہ ۱۶ کی آیت دیکھیں۔

صفحہ ۲۹ کا شعر ہے:

او بہ یک دانۂ گندم بہ زمینم انداخت
تو بہ یک جرعۂ آب آں سوے افلاک انداز

سورۃ البقرہ: آیت ۳۶ میں ہے:

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۠ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝۳۶

پس شیطان نے اس (جنت) سے انہیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کر دیا اور ہم نے فرمایا، نیچے اتر و، آپس میں ایک تمہارا دوسرے کا دشمن، اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں

ٹھہرنا اور برتنا ہے۔

ع تو بہ یک جرعۂ آب آں سوے افلاک انداز

اللہ پاک اپنے بندے کو آسمانوں سے پرے بھیج سکتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اتنے قریب پہنچ گئے کہ:

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ (سورۃ النجم: آیت ۹)

تو اُس جلوے اور اس محبوبؐ کے درمیان دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

صفحہ ۲۹ ہی میں ہے:

ع حکمت و فلسفہ کرد است گراں خیز مرا

حکمت اور فلسفہ سوچنا تو سکھاتا ہے لیکن عمل کے لیے آمادہ نہیں کرتا۔ اس کے لیے صفحہ ۱۶ کی آیت دیکھیں اور عشق کے لیے صفحہ ۲-۴ کی آیتیں دیکھیں۔

اسی صفحہ ۲۹ میں ہے:

می تواں ریخت در آغوشِ خزاں لالہ و گل
خیز و بر شاخِ کہن خونِ رگِ تاک انداز

اے اللہ تو چاہے تو خزاں میں بھی بہار آ سکتی ہے اور قوم پھر زندہ ہو سکتی ہے۔

سورۃ الانعام: آیت ۹۶ میں ہے:

إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَىٰ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ

بے شک اللہ دانے اور گٹھلی کو چیرنے والا ہے، زندہ کو مردہ سے نکالنے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا۔

سورۂ یٰسین کی آیات ۳۳ تا ۳۵ دیکھیں۔

صفحہ ۳۰ کا شعر ہے:

چو خس از موج ہر بادے کہ می آید زجا رفتم
دلِ من از گماں ہا در خروش آمد، یقینے دہ

سورۃ الحجرات: آیت ۱۵ میں ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿١٥﴾

ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر شک نہ کیا اور اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہی سچے ہیں۔

صفحہ ۳۱ میں ہے:

گہے رسم و رہِ فرزانگی ذوقِ جنوں بخشد
من از درسِ خردمنداں گریباں چاک می آیم!

سورۂ آلِ عمران: آیت ۱۹۰ میں ہے:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿١٩٠﴾

بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور رات اور دن کے باہم اختلاف میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لیے۔
صحیح عقل والوں میں اللہ کی پہچان پیدا ہوتی ہے اور عمل کی توفیق بھی۔

صفحہ ۳۲ کا شعر ہے:

دلِ بے قیدِ من با نورِ ایماں کافری کردہ
حرم را سجدہ آوردہ، بتاں را چاکری کردہ

ہماری مثال ان منافقوں کی سی ہے جن کا ذکر سورۃ البقرہ: آیت ۱۴ میں ہے:

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى
شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ . . . . .

اور جب ایمان والوں سے ملیں تو کہیں ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوں تو کہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

صفحہ ۳۳ میں ہے:

اگر کاوی دردلم راخیالِ خویش رایابی
پریشاں جلوۂ چوں ماہتاب اندر بیابانے!

میں لاکھ بے عمل سہی لیکن اے اللہ! تیرا عطا کیا ایمان میرے دل کے اندر جاگزیں ہے۔
صفحہ ۳۰ کی آیت دیکھیں۔

صفحہ ۳۴ میں ہے:

مرغِ خوش لہجہ و شاہینِ شکاری از تُست
زندگی را روشِ نوری و ناری از تُست

سورۃ الفتح کی آخری آیت میں اشداء علی الکفار (کافروں پر بھاری) اور رحماء بینھم (آپس میں رحمدل) فرمایا گیا ہے۔ سورۃ المائدہ: آیت ۵۴ میں ارشاد ہے:
اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۫

مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت۔

یہ اللہ کے پیاروں کی خوبیاں ہیں جن پر اللہ پاک کی قہاری اور رحیمی کا پرتو ہے

صفحہ ۳۵ میں ہے:

خوشتر زہزار پارسائی
گاہے بطریقِ آشنائی

آشنائی اور محبت دراصل اخلاص کی وجہ سے ہوتی ہے جو ظاہری پارسائی سے

افضل ہے۔

سورۃ الزمر: آیت ۱۴ میں ہے:

قُلِ اللّٰہَ اَعۡبُدُ مُخۡلِصًا لَّہٗ دِیۡنِیۡ

آپ فرمادیں، میں اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں نرا اسی کا بندہ ہو کر۔

اسی صفحے میں ہے:

مارا ز مقام ما خبر کُن

مائیم کجا و تو کجائی؟

اللہ پاک نے ہم کو اپنا نائب بنایا ہے (الانعام: ۱۶۶)۔ تو اے اللہ ہم کو اس مقام کے پہچاننے کی توفیق عطا فرما تاکہ ہم اسی منصب کے مطابق عمل کریں۔

صفحہ ۳۶ میں ہے:

بر جہانِ دلِ من تاختنش را نگرید

کشتن و سوختن و ساختنش را نگرید

رومی نے کہا تھا:

حاصل عمر از سہ سخن بیش نیست

خام بدم، پختہ شدم، سوختم

اقبال نے بھی دل کے سوختن میں ساختن کے لیے وسعتیں ظاہر کی ہیں۔

سورۃ البلد: آیت ۴ میں ہے:

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡ کَبَدٍ ؕ

بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

مشقت اٹھانے ہی میں انسان کی زندگی ہے اور بے عملی میں اس کی موت ہے۔

صفحہ ۳۷ کا شعر ہے:

کجاست برقِ نگاہے کہ خانماں سوزد!

مرا معاملہ باکشت و حاصل است ہنوز

ہماری کوشش کو نتیجے سے تعلق نہیں ہونا چاہیے۔ کوشش ہی ہمارا مقصد ہے۔ اور کوشش ہی ہماری زندگی کا ثبوت ہے۔ صفحہ ۲۱ کا شعر اور اس کی آیت دیکھیں۔

صفحہ ۲۸ میں ہے:

دمے آسودہ با درد و غمِ خویش

دمے نالاں چو جوئے کوہساراں

دل کو درد و غم ہی پسند ہے اور جوئے کوہسار کی طرح رونا بھی اُسے راس آتا ہے۔ یہ سب اس کی بیداری کی علامت ہے۔

سورۂ ق : آیت ۳۷ میں ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ ﴿۳۷﴾

بے شک اِس میں نصیحت ہے اُس کے لیے جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔

صفحہ ۲۹ میں ہے:

ازل تاب و تب پیشینۂ من

ابد از ذوق و شوق انتظارم

انسان ازل میں بھی تھا اور ابد تک رہے گا۔ سب کچھ اسی کے لیے ہے جیسا کہ

سورۃ البقرہ: آیت ۲۹ میں ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا

وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

اور سورۂ ق: آیت ۳۳ میں ایسے دل والے کے لیے آخرت کی راحتیں بیان کی گئی ہیں:

مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبِ ؁

جو رحمٰن سے بے دیکھے ڈرتا ہے اور رجوع کرتا ہوا دل لایا۔

صفحہ ۴۰ کا شعر ہے:

از من بروں نیست منزل گہِ من

من بے نصیبم، راہے نیابم

سورۃ الحشر: آیت ۱۹ میں ہے:

وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰہَ فَاَنْسٰہُمْ اَنْفُسَہُمْ

اور ان جیسے نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول بیٹھے (تو اللہ نے انہیں بلا میں ڈالا کہ) انہیں اپنی جانیں یاد نہ رہیں (یعنی اللہ کو بھول جانے والا خود کو بھلا دیتا ہے اور اس کو جاننے والا خود کو جان سکتا ہے)۔

صفحہ ۴۱ میں ہے:

بجلالِ تو کہ در دل دگر آرزو نہ دارم

بجز ایں دعا کہ بخشی بہ کبوتراں عقابی!

اے اللہ تجھ سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ قوم کے لوگوں میں عقابی شان پیدا ہو جائے اور وہ اس مقام پر پہنچ جائیں جس کے لیے فرمایا گیا ہے۔ سورۂ لقمٰن: آیت ۲۰،

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا

فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاہِرَۃً وَّبَاطِنَۃً

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے مسخر کر دیا تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے اور تمہیں بھرپور دے دیں اپنی نعمتیں ظاہر اور پوشیدہ؟

صفحہ ۴۲ میں ہے:

چہ بگویمت زجانے کہ نفس نفس شمارد

دمِ مستعار داری؟ غمِ روزگار داری؟

اللہ پاک کی شان ہے کہ:

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ — الرحمٰن: آیت ۲۹

اُسے ہر دن ایک کام ہے۔

پھر اُس کا نائب کیوں ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھے اور کیوں نہ اپنے نفس کا محاسبہ کرے؟

صفحہ ۴۳ میں ہے:

مقامِ بندگی دیگر، مقامِ عاشقی دیگر!

زنوری سجدہ می خواہی زخاکی بیش ازاں خواہی

فرشتے ہر وقت طاعت اور عبادت میں ہیں لیکن انسان اس کے علاوہ عشق اور عمل کے لیے بھی ہے۔

سورۃ نوح: آیات ۱۹-۲۰ میں ہے:

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ بِسَاطًا ﴿١٩﴾ لِتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿٢٠﴾

اور اللہ نے زمین کو تمہارے لیے بچھونا بنایا کہ اس کے وسیع راستوں میں چلو (یہ وسعتیں عمل ہی کے لیے رکھی گئی ہیں)۔

صفحہ ۴۴ کا شعر ہے:

تو در ہوائے آں کہ نگہ آشنائے اوست

من در تلاش آں کہ نت بد نگاہ را!

سورۃ الذاریٰت: آیات ۲۰-۲۱ میں ہے:

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ﴿٢٠﴾ وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے اور خود تم میں۔ کیا تم نہیں

دیکھئے؟

اور اقبال ہمہ وقت اسی کی طرف لو لگائے رہنا چاہتے ہیں جیسا کہ سورہ ق: آیت ۳۷ میں ارشاد ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَہِیْدٌ ﴿۳۷﴾

بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔

صفحہ ۴۴ ہی میں ہے:

بدہ آں دل کہ مستی ہائے او از بادۂ خویش است
بگیر آں دل کہ از خود رفتہ و بیگانہ اندیش است

سورۂ ق: آیت ۳۷ اوپر آئی ہے۔ اقبال ایسا ہی دل چاہتے ہیں۔

صفحہ ۴۵ میں ہے:

کفِ خاک برگ و سازم بہ رہے فشانم او را
بامیدِ ایں کہ روزے بہ فلک رسانم او را

انسان بے شک مٹی سے پیدا ہوا ہے لیکن اس کے اندر ایسی صلاحیتیں ودیعت ہیں جو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو مسخر کر سکتی ہیں۔ صفحہ ۴۱ کی آیت (لقمٰن: ۲۰) دیکھیں۔

صفحہ ۴۵ ہی میں ہے:

بحضورِ تو اگر کس غزلے زمن سراید
چہ شود اگر نوازی بہ ہمیں کہ "دانم او را"

بندے کے لیے اس سے بڑھ کر کیا خوشی اور فخر ہو سکتا ہے کہ اس کا آقا یہ فرما دے کہ: "ہاں وہ میرا ہے"۔ ایسے ہی خوش نصیب شخص کے لیے سورۂ ق: آیت ۳۳ کی بشارت ہے جو صفحہ ۳۹ کے شعر کے بارے میں آ چکی ہے۔

صفحہ ۴۶ میں ہے:

ع ایں دل کہ مرا دادی لبریزِ یقیں بادا

صفحہ ۴۴ میں سورۂ ق کی آیت ۳۷ دیکھیں۔

صفحہ ۴۶ ہی میں ہے:

شوق اگر زندۂ جاوید نباشد عجب است
کہ حدیثِ تو دریں یک دو نفس نتواں گفت

سورۃ النحل: آیت ۹۶ میں ہے:

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۗ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

جو تمہارے پاس ہے وہ ہو چکے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ ہمیشہ رہنے والا ہے اور ضرور ہم صبر کرنے والوں کو اُن کا صلہ دیں گے جو ان کے سب سے اچھے کام کے قابل ہو (اللہ کی محبت اور اس کا ذکر ابدی ہے)۔

صفحہ ۴۷ کا شعر ہے:

آنچہ من در بزمِ شوق آوردہ ام دانی کہ چیست
یک چمن گل، یک نیستاں نالہ، یک خمخانہ مے!

میرا کلام عشق و مستی سے لبریز ہے۔ سحر خیزی نے سحر آفرینی پیدا کر دی ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۷۹ میں ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾

اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کرو۔ یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے۔ قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے گا جو تیرے لیے مقامِ محمود ہے۔

سورہ مریم: آیت ۹۶ میں بھی یہی بشارت ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَہُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیے عنقریب ان کے لیے رحمٰن محبت کر دے گا (دوسرے لوگ بھی شوق اور محبت سے ایسے لوگوں کو دیکھیں گے اور انہیں قبولِ عام ہوگا کیونکہ ان کی باتوں میں بھی محبت کا پیام ملتا ہے)۔

صفحہ ۴۸ میں ہے:

ع ہر چند زمیں سائیم برتر ز ثریّائیم

انسان زمین پر رہتا ہے لیکن مسجودِ ملائک ہے اور ثریا سے بہت بلند جاتا ہے۔
حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کتنے بلند تشریف لے گئے کہ:

فَکَانَ قَابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡ اَدۡنٰی (سورۃ النجم: ۹)

تو اُس جلوے اور اُس محبوبؐ میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

اسی صفحے میں ہے:

شایانِ جنونِ ما پہنائے دو گیتی نیست
ایں راہگذر ما را، آں راہگذر ما را!

اس کے لیے اوپر والی آیت (النجم: ۹) ملاحظہ ہو۔

صفحہ ۴۹ میں ہے:

خاور کہ آسماں بہ کمندِ خیالِ اوست
از خویشتن گسستہ و بے سوزِ آرزوست

فکرِ فرنگ پیشِ مجازِ آورد سجود
بینائے کور و مستِ تماشائے رنگ و بوست!

سورۃ النجم: آیات ۳۰-۳۱ میں ہے:

ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن
ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدَىٰ ۝ وَلِلَّهِ مَا فِي
السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ أَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا
وَيَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَى ۝

یہاں تک ان کے علم کی پہنچ ہے۔ بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکا اور وہ خوب جانتا ہے جس نے راہ پائی۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں، تاکہ برائی کرنے والوں کو ان کے کیے کا بدلہ دے اور نیکی کرنے والوں کو نہایت اچھا صلہ دے۔

مشرق والے بے سوز ہیں اور مغرب والے بے ذوق ہیں۔

صفحہ ۵۱ میں ہے:

فرصتِ کشمکش مدہ ایں دلِ بے قرار را
یک دو شکن زیادہ کن گیسوئے تابدار را

اے اللہ، ہم کو اپنے سے زیادہ قریب کرلے۔ اللہ پاک کے آگے جھکنے سے اور غیر اللہ سے اعراض کرنے سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

سورۃ العلق: آیت ۱۹ میں ہے:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِب

اور (ہم کو) سجدہ کرو اور (ہم سے) قریب ہو جاؤ۔

اقبال نے اللہ میں زیادہ کشش کے لیے اللہ سے دعا کی ہے۔

صفحہ ۵۱ ہی میں ہے:

نیشہ اگر بسنگ زد این چہ مقام گفتگو است
عشق بدوش می کشد این ہمہ کوہسار را!

اہلِ عشق کے سامنے بڑی سے بڑی مشکل ہیچ ہے۔ صفحہ ۴ میں سورۃ الکہف کی آیت ۶۰ کا حوالہ ہے اور موسیٰ علیہ السلام کی سخت کوشی کا ذکر ہے۔ گویا ان کا عمل ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔

صفحہ ۵۷ کا شعر ہے:

جانم در آویخت با روزگاراں
جوئے است نالاں در کوہساراں!

صفحہ ۷۴ کی آیتیں یہاں بھی کافی ہوں گی۔

صفحہ ۵۳ میں ہے:

مہ و انجم از تو دارد گلہ ہا شنیدہ باشی
کہ بخاکِ تیرہ ما زدہ شرارِ خود را

سورۃ الاحزاب: آیت ۷۲ میں ہے:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۖ إِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴿۷۲﴾

بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انھوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھا لیا۔ بے شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔

یا، سورۃ الحجر: آیات ۲۹-۳۱ میں ہے:

فَإِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۲۹﴾

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝۳۰ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ۝۳۱

پس جب میں اسے ٹھیک کر لوں اور اس میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک دوں تو اس کے لیے سجدے میں گر پڑنا۔ تو جتنے فرشتے تھے سب کے سب سجدے میں گرے، سوا ابلیس کے۔ اس نے سجدہ والوں کا ساتھ نہ مانا۔

صفحہ ۵۴ میں ہے:

کجا نورے کہ غیر از قاصدی چیزے نمی داند
کجا خاکے کہ در آغوش دارد آسمانے را

فرشتہ اللہ کا پیغام لاتا ہے اور بس۔ انسان آسمانوں پہ بھی قبضہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ صفحہ ۴۱ میں سورۂ لقمٰن کی آیت ۲۰ دیکھیں۔

صفحہ ۵۵ کا شعر ہے:

چند بروے خود کشی پردۂ صبح و شام را
چہرہ کشا تمام کن جلوۂ ناتمام را

سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۱۲ میں ہے:

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً

اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا تو رات کی نشانی مٹی ہوئی رکھی۔ اور دن کی نشانی دکھلانے والی (یعنی روشن کہ اس میں سب چیزیں نظر آئیں)۔

اقبال نے اللہ کے جلوے کو دیکھنا چاہا ہے جو اس کی آیات میں موجود ہے ورنہ:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝

(الانعام : آیت ۱۰۴)

آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطے میں ہیں

اور وہی ہے پورا باطن، پورا خبردار۔

صفحہ ۵۵ ہی میں ہے:

عقل ورق ورق بگشت عشق بہ نکتۂ رسید

طائرِ زیرکے برد دانۂ زیرِ دام را

صفحہ ۲۰ کی آیتیں دیکھیں۔

صفحہ ۵۵ ہی میں ہے:

نغمہ کجا و من کجا! سازِ سخن بہانہ ایست

سوئے قطار می کشم ناقۂ بے زمام را

اقبال اپنی قوم کو قرآن کے ذریعے صحیح راہ دکھانا چاہتے ہیں۔ یہ قرآن ان کے کلام میں جگہ جگہ موجود ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۹ میں ہے:

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَ يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۝

بے شک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے اور خوشی سناتا ہے ایمان والوں کو جو اچھے کام کریں کہ ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔

صفحہ ۵۶ میں ہے:

درونِ سینۂ ما دیگرے! چہ بوالعجبی ست!

کرا خبر کہ توئی یا کہ ما دچارِ خودیم!

صفحہ ۵۴ میں سورۃ الحشر کی آیت ۱۹ دیکھیں۔

صفحہ ۵۵ کا شعر ہے:

تو ز راہِ دیدۂ ما بضمیرِ ما گزشتی
مگر آنچناں گزشتی کہ نگہ خبر ندارد

صفحہ ۵۵ میں سورۃ الانعام کی آیت ۱۰۴ دیکھیں۔

صفحہ ۵۷ ہی میں ہے:

قدحِ خرد فروزے کہ فرنگ داد ما را
ہمہ آفتاب لیکن اثرِ سحر ندارد!

سورۃ البقرہ: آیت ۲۱۲ میں ہے:

زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوا

کافروں کی نگاہ میں دنیا کی زندگی آراستہ کی گئی ہے اور وہ مسلمانوں پر ہنستے ہیں۔

صفحہ ۵۸ میں ہے:

عزمِ ما را بہ یقینِ پختہ ترک ساز کہ ما
اندریں معرکہ بے خیل و سپہ آمدہ ایم

سورۂ آل عمران: آیت ۱۵۹ میں عزم والے کے لیے یقین اور توکل کی بشارت ہے:

فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ ۚ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ

اور جب تم کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو اللہ پر بھروسا کرو۔ بے شک (اس پر) بھروسا کرنے والے لوگ اللہ کو پیارے ہیں۔

صفحہ ۵۹ میں ہے:

بر دلِ آدم زدی عشقِ بلا انگیز را
آتشِ خود را بہ آغوشِ نیستانے نگر!

صفحہ ۵۳ میں سورۃ الاحزاب کی آیت ۲، مذکور ہے

اس امانت کی تشریح میں مفسرین نے بہت سے اقوال نقل کیے جن کا لبِ لباب وہی تقوی القلوب ہے (سورۃ الحج : آیت ۳۲) جو امورِ خیر کے لیے دل میں شوق اور رغبت پیدا کرتا ہے اور خدا کے حکم کے مطابق عمل کرنے کی شدید رغبت اور اس کی مخالفت سے شدید نفرت پیدا ہوتی ہے (اسی کو اقبال کی اصطلاح میں عشق کہتے ہیں)۔

صفحہ ۵۹ ہی میں ہے :

شوید از دامانِ ہستی داغہائے کہنہ را

سخت کوشی ہائے ایں آلودہ دامانے نگر!

سورۃ الملک : آیت ۲ میں ہے :

اِلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو کہ تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے۔

اسی جانچ سے پھر مسابقت سے سخت کوشی کا پیام ملتا ہے۔

صفحہ ۶۱ میں ہے :

شاخِ نہال سدرۂ خار و خسِ چمن مشو

منکرِ او اگر شدی منکرِ خویشتن مشو

مسلمانوں کے آقا حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ پہنچ گئے۔

سورۃ النجم : آیات ۱۳-۱۸ میں ہے :

وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی ﴿۱۳﴾ عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَہٰی ﴿۱۴﴾ عِنْدَھَا جَنَّۃُ الْمَاْوٰی ﴿۱۵﴾

اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی ﴿۱۶﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ﴿۱۷﴾ لَقَدْ

رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی ﴿۱۸﴾

اور انہوں نے تو وہ جلوہ دو بار دیکھا، سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ اس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا، آنکھ نہ کسی طرف پھری۔ اور نہ حد سے بڑھی۔ بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔

دوسرے مصرعے میں ہے کہ اگر اللہ کے منکر ہو جاؤ تو ہو جاؤ لیکن اپنے منکر نہ ہونا۔ یہ ایک لطیف انداز ہے، ورنہ اللہ کو بھولنے والا تو خود کو بھی بھول جاتا ہے جیسا کہ سورۃ الحشر: آیت ۱۹ میں ہے:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنْسٰهُمْ

أَنْفُسَهُمْ ۚ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ﴿١٩﴾

اور ان جیسے نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول بیٹھے تو اللہ نے بُھلا دیے ان کو ان کے جی۔ وہ لوگ وہی ہیں بے حکم۔

صفحہ ۶۲ میں ہے:

مخور ناداں غم از تاریکیٔ شبہا کہ می آید
کہ چوں انجم درخشد داغِ سیمائے کہ من دارم

مایوس نہ ہونا چاہیے۔ یعقوب علیہ السلام کی زبانی فرمایا گیا ہے کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیے۔

سورۂ یوسف: آیت ۸۷ میں ہے:

وَلَا تَايْـَٔسُوا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۖ إِنَّهُ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُونَ ﴿٨٧﴾

اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ بے شک اللہ کی رحمت سے نا امید نہیں ہوتے مگر کافر۔

صفحہ ۶۳ کا شعر ہے:

برخیز کہ آدم را ہنگامِ نمود آمد

ایں مشتِ غبارے را انجم بسجود آمد!

اس سے پہلے کی آیت دیکھیں اور سورۃ الانعام: آیت ۱۴۸ میں ہے:

رَبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ

تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے۔

صفحہ ۶۴ میں ہے:

حیات چیست؟ جہاں را اسیرِ جان کردن۔

تو خود اسیرِ جہانی، کجا توانی کرد!

انسان تمام جہان کو اپنے قبضے میں کر سکتا ہے۔

سورۃ البقرہ کی آیت ۲۹ پہلے بھی آچکی ہے:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا

وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

صفحہ ۶۴ ہی میں ہے:

مقدر است کہ مسجودِ مہر و مہ باشی

ولے ہنوز نہ دانی چہا توانی کرد!

سورۃ البقرہ: آیت ۳۴ ہی میں ہے:

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ

اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو (لیکن یہ انسان اپنے مقام کے مطابق عمل پیش نہیں کرتا۔

صفحہ ۶۵ کا شعر ہے:

مرا ز لذتِ پرواز آشنا کردند
تو در فضائے چمن آشیانہ می خواہی!

سورۃ الزمر: آیت ۱۰ میں اچھے عمل والوں کے لیے بھلائی اور زمین کی وسعت ہے:

لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۗ وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ ۗ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿١٠﴾

جنھوں نے بھلائی کی اس دنیا میں اُن کو بھلائی ہے اور زمین اللہ کی کشادہ ہے۔ ٹھہرنے والوں ہی کو ملتا ہے ان کا اجر بھرپور بے گنتی۔

ایسی نعمت حاصل کرنے والے کو گوشے میں بے عمل ہو کر بیٹھنا زیب نہیں دیتا۔

صفحہ ۶۵ ہی میں ہے:

یکے بدامنِ مردانِ آشنا آویز
زیار اگر نگہِ محرمانہ می خواہی!

سورۃ المائدہ: آیت ۳۵ میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٣٥﴾

اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

صفحہ ۶۶ میں ہے:

زمانہ قاصدِ طیارِ آں دلآرام است
چہ قاصدے کہ وجودش تمام پیغام است

سورۂ یوسف: آیت ۱۱۱ میں ہے:

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ

بے شک ان کے واقعات سے اپنا حال قیاس کرنا ہے عقل والوں کو۔
زمانہ ہمیشہ احوال اور واقعات پیش کرتا ہے تاکہ ہماری آنکھیں کھلیں اور ہم صحیح نتائج پر پہنچ جائیں۔

صفحہ ۶۶ ہی میں ہے:

ز علم و دانشِ مغرب ہمیں قدر گویم
خوش است آہ و فغاں تا نگاہ ناکام است

مغرب کے علم و دانش سے آنکھیں چکاچوند نہ ہونی چاہییں۔

سورۂ فاطر: آیت ۱۰ میں ہے:

اِلَیۡہِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ وَ الۡعَمَلُ الصَّالِحُ یَرۡفَعُہٗ ؕ وَ الَّذِیۡنَ یَمۡکُرُوۡنَ
السَّیِّاٰتِ لَہُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ؕ وَ مَکۡرُ اُولٰٓئِکَ ہُوَ یَبُوۡرُ ﴿۱۰﴾

اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور جو نیک کام ہے وہ اُسے بلند کرتا ہے اور وہ جو بُرے مکر کرتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اور انہی کا مکر برباد ہوگا۔

اسی صفحہ ۶۶ میں ہے:

من از ہلال و چلیپا دگر نیندیشم
کہ فتنۂ دِگرے در ضمیرِ ایام است!

اس زمانے میں Red Cross اور Red Crescent کا معاملہ شروع ہوا تھا اقبال اس سے خبردار رہنے کو فرماتے ہیں کہ وہ بھی فتنہ ہے۔ اس سے اوپر کی آیت دیکھیں۔

صفحہ ۶۸ کا شعر ہے:

پیامِ شوق کہ من بے حجاب می گویم
بہ لالہ قطرۂ شبنم رسید و پنہاں گفت

اقبال نے بے حجابانہ "عشق" کا پیام دیا ہے لیکن یہی صحیح بات ہے جو ہمیشہ قائم رہے گی۔

سورۂ ابراہیم: آیت ۲۷ میں ہے:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ

اللہ پاک ایمان والوں کو دنیوی اور اخروی زندگی میں صحیح و محکم بات پر مستعد اور ثابت قدم رکھتا ہے۔

صفحہ ۶۹ میں ہے:

غلامِ زندہ دلانم کہ عاشقِ سرہ اند

نہ خانقاہ نشیناں کہ دل بکس نہ دہند

آجکل کے خانقاہ والے دل کا سودا نہیں کرتے اور میں دل والوں کو پسند کرتا ہوں جو ولولہ اور جوش رکھتے ہیں۔

سورۃ العنکبوت: آیت ۶۹ میں ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ

اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے، ہم سجھا دیں گے ان کو اپنی راہیں اور بے شک اللہ ساتھ ہے نیکی والوں کے۔

صفحہ ۶۹ ہی میں ہے:

بروں ز انجمنے درمیانِ انجمنے

بخلوت اند دلے آنچناں کہ با ہمہ اند

سورۃ الانشراح میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا ایک خلاصہ آگیا ہے اسی کے آخر میں ارشاد ہے:

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝

پس جب آپ (تبلیغِ احکام سے) فارغ ہو جایا کریں تو اپنی ذاتی عباداتِ خاصہ

میں) محنت کیا کیجیے (کہ یہی آپؐ کی شان کے مناسب ہے)۔
گویا با ہمہ اور بے ہمہ رہنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

صفحہ ۷۰ میں ہے:

فتنۂ را کہ دو صد فتنہ بہ آغوشش بود
دخترے ہست کہ در مہدِ فرنگ است ہنُوز

قرآن پاک میں بھی ایسے ہی ایک فتنے کا ذکر سورۂ یوسف: آیت ۳۰ میں ہے:

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ

اور شہر میں کچھ عورتیں بولیں کہ عزیز کی بیوی اپنے نوجوان کا دل لبھاتی ہے۔

اسی صفحے میں ہے:

از سرِ تیشہ گذشتن ز خرد مندی نیست
اے بسا لعل کہ اندر دلِ سنگ است ہنوز

مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے واقعے میں سبق ملتا ہے۔

سورۃ الکہف: آیت ۶۰ میں ہے:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبْرَحُ حَتّٰۤى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا۝

اور جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا میں باز نہ رہوں گا جب تک وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرنوں (سالہا سال) چلتا جاؤں۔

صفحہ ۷۱ میں ہے:

تکیہ بر حجت و اعجازِ بیاں نیز کنند
کارِ حق گاہ بشمشیر و سناں نیز کنند

دین کے لیے قرآن جیسی معجز بیان کتاب بھی دی گئی (البقرہ: آیت ۲۳):

وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

اور اگر کچھ تمہیں شک ہو اُس میں جو ہم نے اپنے (خاص) بندے پر اُتارا تو اُس جیسی ایک سُورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتیوں کو بُلا لو اگر تم سچے ہو۔

اور جب کفار نے ہٹ دھرمی سے کام لیا تو جہاد کا حکم بھی ہوا۔ سورۃ التوبہ اس طرح کفار سے بیزاری کے ساتھ شروع ہوتی ہے:

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ

بے زاری کا حکم سناتا ہے اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے ان مشرکوں کو جن سے تمہارا معاہدہ تھا اور وہ قائم نہ رہے۔

صفحہ ۱۷ ہی میں ہے:

گاہ باشد کہ تہِ خرقہ زرہ می پوشند

عاشقاں بندۂ حال اند و چناں نیز کنند

مسلمان خرقہ بھی پہنتا ہے اور جہاد بھی کرتا ہے۔ اللہ اللہ بھی کرتا ہے اور اللہ کے لیے سر بھی کٹاتا ہے۔

سورۃ الانشراح کی آخری آیتیں ہیں:

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝

پس بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ پس جب آپ (تبلیغِ احکام سے) فارغ ہو جایا کریں تو (اپنی ذاتی عبادات خاصہ میں) محنت کیا کیجیے (جہاد میں ہر طرح کی دشواریاں ہوتی ہیں۔ وہ سب

اللہ کے لیے برداشت کرنا پڑتی ہیں اور فارغ ہو کر پھر اس کی عبادت بھی شغف کے ساتھ کی جاتی ہے)۔

سلطان محمود غزنوی، اورنگ زیب اور سلطان ٹیپو صوفی بھی تھے اور مجاہد بھی۔

صفحہ ۷۲ میں ہے:

بقصدِ صیدِ پلنگ از چمن سرا برخیز
بکوہ رخت کشا خیمہ در بیابان کش

صفحہ ۷۰ میں سورۃ الکہف کی آیت ۶۰ دیکھیں۔

صفحہ ۷۳ میں ہے:

خضرِ وقت از خلوتِ دشتِ حجاز آید بروں
کارواں زیں وادیٔ دور و دراز آید بروں

انسان کی رہبری صرف کاروانِ حجاز کے ذریعے ہو سکتی ہے۔

سورہ آل عمران: آیت ۸۵ میں ارشاد ہے:

وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ
وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝

اور جو اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرے گا وہ اس میں ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارے میں رہے گا۔

صفحہ ۷۳ ہی میں ہے:

عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تا ز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

حق اور باطل کی پرکھ میں خاصا وقت لگ جاتا ہے تب کہیں عشق نصیب ہوتا ہے جیسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے مجوسی اور عیسوی دین کو اختیار کرنے کے بعد سب کو چھوڑا

اور حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنا رشتہ جوڑا۔

سورۃ الحدید: آیت ۲۸ میں ایسے عشق والوں کے لیے دُگنے اجر کا ذکر ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ
كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ
وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اے ایمان والو! (جو پہلے اہلِ کتاب تھے اور اب ایمان لائے ہیں)، اللہ سے ڈرو اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ۔ وہ اپنی رحمت کے دو حصے (دو اجر) تمہیں دے گا اور تمہارے لیے نور کر دے گا جس میں چلو اور تمہیں بخش دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (مومنین اہلِ کتاب کو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے دونا اجر مقرر ہوا)۔

صفحہ ۷۴ میں ہے:

دلِ بے نیازے کہ در سینہ دارم
گدا را دہد شیوۂ پادشاہے

غیر اللہ سے بے نیاز ہونا خود ایک بہت بڑی بادشاہت ہے۔ اللہ پاک نے کیسی زبردست تسلی دی ہے:

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ (سورۃ الزمر: آیت ۳۶)

کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟

صفحہ ۷۵ میں ہے:

گفتند جہانِ ما آیا بتو می سازد؟
گفتم کہ نمی سازد! گفتند کہ برہم زن!

اگر دنیا ہمارے مطابق نہیں چلتی تو اسے چلانا پڑے گا۔ جہاد (اہم معنی میں) اسی لیے

فرض ہوا۔

سورۃ البقرہ: آیت ۲۱۶ میں ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

تم پر فرض ہوا اللہ کی راہ میں لڑنا اور وہ تمہیں ناگوار ہے اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حق میں بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

صفحہ ۷۵ ہی میں ہے:

عقل است چراغ تو؟ در راہگذارے نہ

عشق است ایاغِ تو؟ با بندۂ محرم زن

بالِ جبریل میں بھی ہے:

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور

چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے

عقل اور فلسفہ سوچنا سکھاتے ہیں اور مشکلات کی بھیانک شکل پیش کرتے ہیں لیکن عشق ایسی چیزوں کو خاطر میں بھی نہیں لاتا۔ عشق کے لیے براہِ راست یہ حکم اس طرح سورۃ الملک آیت ۱۵ میں ہے:

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا

وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین رام کر دی، تو اس کے راستوں میں چلو۔

اس حکم کی تکمیل ہی میں کامیابی ہے اور یہ تعمیل بھی عشق والوں کا کام ہے۔

صفحہ ۷۶ میں ہے:

امیرِ قافلہ سخت کوش و بہیم کوش

کہ در قبیلۂ ما حیدری ز کراری است

سخت کوشی اور بہیم کوشی کے لیے صفحہ ۷۰ میں سورۃ الکہف کی آیت ۶۰ دیکھیں۔

صفحہ ۷۶ ہی میں ہے:

بخلوت انجمنے آفریں کہ فطرتِ عشق

یکی شناس و تماشا پسندِ بسیاری است

صفحہ ۶۹ میں سورۃ الانشراح کی آیتیں دیکھیں۔

صفحہ ۷۷ میں ہے:

کشائے چہرہ کہ آنکس کہ لن ترانی گفت

ہنوز منتظرِ جلوہ کفِ خاک است

سورۃ الاعراف: آیت ۱۴۳ میں ہے:

وَلَمَّا جَآءَ مُوسٰی لِمِیقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى

الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوسٰى صَعِقًا ۚ

اور جب موسیٰ ہمارے وعدے پر حاضر ہوا اور اس کے رب نے کلام فرمایا، عرض کی، اے رب میرے مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔ فرمایا تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا، ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھو۔ یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔ پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا، اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرا بے ہوش۔

آج بھی انسان اپنے عمل کی وجہ سے اپنے مقصود کو آسانی سے حاصل کر سکتا ہے۔

صفحہ ۷۸ میں ہے:

ہزار قافلۂ بے گانہ وار دید و گذشت
ولے کہ دید باندازِ محرمانہ کجاست

سورۃ الذاریت: آیات ۲۰-۲۱ میں ہے:

وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ۝ وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے اور خود تم میں۔ کیا تم نہیں دیکھتے؟ (گویا محرمانہ دید کی ضرورت ہے)۔

صفحہ ۷۸ ہی میں ہے:

چو موج خیز و بہ یم جادہ ای می آویز
کرانہ می طلبی بے خبر کرانہ کجاست!

مشکلات کو اختیار کرو اور آسانیوں سے گریز کرو، پھر کامیابی ہے۔

سورۃ الانشراح: آیت ۵ میں ہے:

اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا

بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے (مشکل اختیار کرنے سے آسانی حاصل ہوتی ہے)۔

صفحہ ۷۹ میں ہے:

بہ خویش کشا دیدہ و از غیر فرو بند
دیدن دگر آموز و ندیدن دگر آموز

صفحہ ۷۸ میں سورۃ الذاریت کی آیتیں ۲۰-۲۱ دیکھیں۔

صفحہ ۸۰ میں ہے:

تختِ جم و دارا سرِ راہے نفروشند
ایں کوہ گراں است بکاہے نفروشند
با خونِ دلِ خویش خریدن دگر آموز!

(؏ خونِ دل و جگر سے ہے سرمایۂ حیات — "ضربِ کلیم")

سورۃ الطلاق : آیت ۷ میں ہے :

سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا

قریب ہے اللہ دشواری کے بعد آسانی فرما دے گا۔

ہر مشکل کے لیے خونِ دل کی ضرورت ہے پھر راحتِ دل حاصل ہو سکے گی۔

صفحہ ۱۸ میں ہے :

؏ اے غنچۂ خوابیدہ چو نرگس نگراں خیز

بیدار ہونے کی ضرورت ہے یعنی عمل ہر کام کی کامیابی کے لیے اساس ہے۔

سورۃ الرعد : آیت ۱۱ میں ہے :

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی

نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

صفحہ ۱۸ ہی میں ہے :

؏ خاور ہمہ مانندِ غبارِ سرِ راہے ست

مشرق بالکل ذلیل ہو کر رہ گیا ہے۔ اسے چاہیے کہ سستی نہ کرے اور عمل پیش کرے۔

سورہ آل عمران : آیت ۱۳۹ میں ہے :

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۞

اور نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ۔ تم ہی غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

صفحہ ۱۸ میں ہے :

؏ تن زندہ و جاں زندہ ز ربطِ تن و جان است

تن اور جان دونوں کی زندگی ان دونوں کے ربط سے ہے۔ دونوں کو قوی رکھنا چاہیے۔ جان

کی قوت کے لیے بے خوفی کی ضرورت ہے۔

سورۂ طٰہٰ : آیت ۶۸ میں ہے :

لَا تَخَفۡ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡاَعۡلٰى

خوف نہ کر بے شک تو ہی غالب رہے گا۔

جان کی قوت کے لیے سورۃ الانفال : آیت ۶۰ میں حکم ہے :

وَ اَعِدُّوۡا لَهُمۡ مَّا اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ قُوَّةٍ

اور تم تیار رکھا کرو ان کے لیے جتنا تم سے ہو سکے قوت اور طاقت کا سامان۔

صفحہ ۸۲ میں ہے :

ع فریاد زافرنگ و دل آویزیٔ افرنگ

سورۃ الانعام : آیت ۱۲۲ میں ہے :

وَمَنۡ كَانَ مَيۡتًا فَاَحۡيَيۡنٰهُ وَجَعَلۡنَا لَهٗ نُوۡرًا يَّمۡشِىۡ
بِهٖ فِى النَّاسِ كَمَنۡ مَّثَلُهٗ فِى الظُّلُمٰتِ لَيۡسَ بِخَارِجٍ
مِّنۡهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلۡكٰفِرِيۡنَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۞

اور کیا کہ وہ مردہ تھا تو ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لیے ایک نور کر دیا جس سے وہ لوگوں میں چلتا ہے وہ اس جیسا ہو جائے گا جو اندھیروں میں ہے ان سے نکلنے والا نہیں۔ یونہی کافروں کی آنکھ میں ان کے اعمال بھلے کر دیے گئے ہیں۔

صفحہ ۸۳ میں ہے :

ع معمارِ حرم! باز بہ تعمیرِ جہاں خیز

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے اٹھ کر تمام عالم کو بیدار فرمایا۔

سورۃ السبا : آیت ۲۸ میں ہے :

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا

اور اے محبوبؐ! ہم نے تم کو نہیں بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام انسانوں کو گھیرنے والی ہے خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلاموں کا بھی یہی منصب ہونا چاہیے۔

صفحہ ۸۴ میں ہے:

نگاہِ شوق دنبالِ بلند ذوقِ وجود

مترس ازیں کہ ہمہ خاکِ رہگذر گردد

سورۂ آل عمران: آیت ۱۹۵ میں ارشاد ہے:

لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ

میں تم میں کام والے کی محنت اکارت نہیں کرتا۔

البتہ اچھے اور برے کام کی ذمہ داری کام کرنے والے پر ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۷ میں ہے:

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا

اگر تم نے اچھا کام کیا تو اپنے لیے ہی اچھا کیا اور اگر تم نے برا کام کیا تو (وہ بھی) اپنے لیے ہی کیا۔

صفحہ ۸۵ میں ہے:

عشق بر ناقۂ ایام کشد محملِ خویش

عاشقی؟ راحلہ از شام و سحر باید کرد

عشق یہی چاہتا ہے کہ ہر وقت عمل میں سرگرم رہیں اور بے عملی ہرگز اختیار نہ کریں۔

سورۃ النور: آیت ۴۴ میں ہے:

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي

الْاَبْصَارِ (۴۴)

اللہ بدلی کرتا ہے رات اور دن کی۔ بے شک اس میں سمجھنے کا مقام ہے نگاہ والوں کو۔

اسی صفحے میں ہے:

پیرِ ما گفت جہاں بر روشے محکم نیست
از خوش ناخوشِ او قطعِ نظر باید کرد

سورۃ الرعد: آیت ۳۹ میں ہے:

یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ ۚۖ وَعِنْدَہٗٓ اُمُّ الْکِتٰبِ

اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور اصل لکھا ہوا اُس کے پاس ہے۔

جب خوش و ناخوش سب اُس کی طرف سے ہے اور اُس جیسا مہربان کوئی نہیں تو پھر ہر حال میں راضی رہنا چاہیے۔

صفحہ ۸۶ میں ہے:

بچشمِ مور فرومایہ آشکار آید
ہزار نکتہ کہ از چشمِ ماہناں بود است

سورۃ النمل: آیت ۱۸ میں ہے:

حَتّٰۤی اِذَآ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا
مَسٰکِنَکُمْ ۚ لَا یَحْطِمَنَّکُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ (۱۸)

یہاں تک کہ جب (سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکر) چیونٹیوں کے نالے پر آئے تو ایک چیونٹی بولی، اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں چلی جاؤ، تمہیں کچل نہ ڈالیں سلیمٰن اور ان کے لشکر بے خبری میں۔

صفحہ ۸۷ میں ہے:

در نہادم عشق با فکرِ بلند آمیختند

ناتمامِ جاودانم کارِ من چوں ماہ نیست

قرآن میں ہمیشہ فکرِ بلند کے لیے بار بار تاکید ہے، مثلاً سورۃ الروم میں آیات ۱۹ سے ۲۷ تک (مسلسل) معالیِ امور کے لیے فکر کی دعوت ہے۔ موت اور زندگی، مٹی سے تخلیق، پھر بشر ہو کر دنیا میں پھیل جانا، انسان کے جوڑے اور ان سے سکون، باہمی مودت اور رحمت، آسمانوں اور زمین کی پیدائش، زبان اور رنگ کا فرق، رات کا سونا اور دن میں اس کے فضل کا تلاش کرنا، بجلی کا چمکنا، کھیتی کا تیار ہونا، اس کے حکم سے آسمان اور زمین کا قائم رہنا، قیامت کا قائم ہونا، آسمانوں اور زمین کا اس کے زیرِ حکم ہونا، دو بار تخلیق ہونا ــــ سب معالی امور ہیں جن پر فکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

ایک حدیث بھی ہے:

ان اللہ یحب معالی الامور و یبغض سفسا فہاہ

بے شک اللہ بلند کاموں کو پسند اور حقیر کاموں کو ناپسند کرتا ہے۔

صفحہ ۸۷ میں ہے:

شعلہ می باش و خاشاکے کہ پیش آید بسوز!

خاکیاں را در حریمِ زندگانی راہ نیست

جوش اور ولولہ، قوت اور طاقت کی ضرورت ہے۔ کمزور لوگ جو معالی امور کے لائق نہیں وہ محض بے کار ہیں۔

سورۃ الانفال: آیت ۶۰ میں ہے:

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ

تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ

لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ
تم تیار رکھا کرو اُن کے لیے جتنا تم سے ہو سکے قوّت کی چیزیں اور جنگی گھوڑے (سامان) جس سے ڈرتے ہیں اللّٰہ کے دشمن اور تمہارے دشمن اور دوسرے بھی ان کے سوا جن کو تم نہیں جانتے، اللہ ان کو جانتا ہے۔
صحیح مسلم : ج ۲، ص ۳۳۵ میں بھی ہے :

المؤمن القوی خیر واحب الی اللّٰہ من المؤمن الضعیف ۔

قوی مومن کمزور مومن سے خدا کے نزدیک زیادہ بہتر اور زیادہ محبوب ہے۔

صفحہ ۸۸ میں ہے :

چو موج می تپد آدم بجستجوئے وجود

ہنوز تا بہ کمر در میانۂ عدم است

جو شخص صرف اپنی ذات کے لیے (روٹی، کپڑا اور مکان کے لیے) ہاتھ پاؤں مارتا ہے وہ ابھی عدم سے وجود ہی میں نہیں آیا۔

سورۃ الحشر: آیت ۹ میں ہے :

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔

صفحہ ۸۸ ہی میں ہے :

بیا کہ مثلِ خلیلؑ این طلسم در شکنیم

کہ جز تو ہرچہ درین دیر دیدہ ام صنم است

ابراہیم علیہ السلام نے بت شکنی فرمائی تھی (سورۃ الانبیاء: آیت ۵۸)۔ ان کی طرح ہمیں بھی چاہیے کہ انسانی رفعت کی تعمیر کے علاوہ جو کام بھی ہو اسے بت سمجھ کر توڑ دیں۔

سورۂ بنی اسرائیل : آیت ۷۰ میں ہے :

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝

اور بے شک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی اور ان کو خشکی اور تری میں سوار کیا (غالب کیا) اور ان کو ستھری چیزیں (روزی) دیں اور ان کو اپنی بہت مخلوق سے افضل کیا۔

پس انسان کو چاہیے کہ اس رفعت اور شان کے لیے کام کرے۔

اسی غزل میں ہے:

مرا اگرچہ بہ بت خانہ پرورش دادند

چکید از لبِ من آنچہ در دلِ حرم است!

پہلے بھی وہ فرما چکے ہیں:

مرا بنگر کہ در ہندوستاں دیگر نمی بینی

برہمن زادۂ رمز آشنائے روم و تبریز است

صفحہ ۸۹ میں ہے:

رہ بھی آموختم از خویش دُور افتادہ ام

چارہ پردازاں! بہ آغوشِ نیستانم برید

"بالِ جبریل" میں بھی کہتے ہیں:

وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کرگسوں میں

اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسمِ شاہبازی

ابھی اس سے پہلے سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۷۰ آ چکی ہے۔ انسان کو اپنا مقام سمجھنا چاہیے اور اسی کے مطابق عمل پیش کرنا چاہیے۔

سورۃ الانعام: آیت ۱۶۵ میں ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَکُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَآ اٰتٰکُمْ

اور وہی ہے جس نے تمہیں نائب کیا اور تم میں ایک کو دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ تمہیں آزمائے اس چیز میں جو تمہیں عطا کی۔

صفحہ ۸۹ ہی میں ہے:

درمیانِ سینہ حرفے داشتم، گم کردہ ام
گرچہ پیرم پیشِ مُلائے دبستانم برید

مسلمان نے قرآن چھوڑ دیا حالانکہ اس کے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کیلیے یاد دیا تھا:

"میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں۔ جب تک ان دونوں کو تم مضبوط پکڑے رہو گے ہرگز گمراہی میں نہ پڑو گے۔ ایک قرآنِ پاک اور دوسری میری سنت۔"

سورۃ الفرقان: آیت ۳۰ میں ہے:

وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا

اور رسول ﷺ نے عرض کیا کہ اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑنے کے قابل ٹھہرا لیا۔

صفحہ ۹۰ میں ہے:

سنگ می باش و دریں کارگہِ شیشہ گذر
وائے سنگے کہ صنم گشت و بہ مینا نہ رسید

مشکل پسند بن اور نازک کام سے گذر جا۔

سورۃ البلد: آیت ۴ میں فرمایا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ

بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

صفحہ ۹۰ ہی میں ہے:

اے خوش آن جوئے تنک مایہ کہ از ذوقِ خودی

در دلِ خاک فرو رفت و بہ دریا نہ رسید

اپنے لیے غیر اللہ کا محتاج ہونا نیابتِ الٰہی کے منصب کے منافی ہے۔

صفحہ ۸۹ میں ابھی سورۃ الانعام کی آیت ۱۶۶ آ چکی ہے، وہ دیکھیں۔

اسی صفحے میں ہے:

از کلیمے سبق آموز کہ دانائے فرنگ

جگرِ بحر شگافید و بہ سینا نہ رسید

موسیٰ علیہ السلام کی طرح مشکل پسند بننا چاہیے اور اللہ سے اپنا رشتہ مضبوط رکھنا چاہیے۔ ورنہ جب نیابتِ الٰہی نہ رہے گی تو انسان خود اپنی نگاہ میں ذلیل ہو جائے گا۔ اپنے خالق کو نہ پہچاننا اپنی فضیلت کو فراموش کرنا ہے۔

سورہ طٰہٰ: آیت ۱۲۴ میں ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾

اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لیے زندگانی تنگ ہے اور ہم قیامت کے دن اسے اندھا اٹھائیں گے۔

دانائے فرنگ نے جگرِ بحر کو توڑ دیا ہے لیکن اسے قریب سے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ وہ اپنی ذاتی زندگی میں کس قدر زندگی سے بیزار ہے۔

صفحہ ۹۱ میں ہے:

عاشق آں نیست کہ لب گرم فغانے دارد
عاشق آں است کہ بر کف دو جہانے دارد

اقبال کے نزدیک عاشق وہ ہے جس کے ہاتھ میں دونوں جہان ہوں۔

سورۃ الجاثیہ: آیت ۱۳ میں انسانی صلاحیتوں کا اس طرح ذکر آتا ہے:

وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ

اور تمہارے لیے مسخر کر دیا گیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب کا سب اُس کے حکم سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

صفحہ ۹۱ ہی میں ہے:

دلِ بیدار نہ دادند بہ دانائے فرنگ
ایں قدر ہست کہ چشم نگرانے دارد

صفحہ ۹۰ میں سورۃ طٰہٰ کی آیت ۱۲۴ دیکھیں۔

صفحہ ۹۲ میں ہے:

بخود نگر! گلہ ہائے جہاں چہ می گوئی
اگر نگاہِ تو دیگر شود جہاں دگر است!

دنیا کی شکایت نہ کرو کہ اُس کی وجہ سے ہم فلاں کام نہیں کر سکتے۔ خود نگر بنو۔

سورۂ ہود: آیت ۳ میں ہے:

وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ

اور ہر فضیلت والے کو فضیلت دی جائے گی۔

اور سورۃ الاحقاف: آیت ۱۹ میں ہے:

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوا ۔ اور ہر ایک کے لیے اپنے

عمل کے درجے ہیں۔

صفحہ ۹۲ میں ہے:

ہنگامہ بست از پئے دیدارِ خاکیے

نظارہ را بہانہ تماشائے رنگ و بُوست

سورۂ فصلت: آیت ۵۳ میں ہے:

سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ

ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی نشانیاں دنیا بھر میں اور خود ان کی ذات میں یہاں تک کہ اُن پر کھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے۔

صفحہ ۹۲ ہی میں ہے:

در خاکدانِ ما گہرِ زندگی گُم است

این گوہرے کہ گم شدہ مائیم یا کہ اوست؟

ہم نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے ہم کو بھلا دیا۔

سورۃ الحشر: آیت ۱۹ میں ہے:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ⑲

اور ان جیسے نہ بن جاؤ جو اللہ کو بھلا بیٹھے تو اللہ نے ان کی ذات کو بھلا دیا۔ وہی فاسق ہیں۔

خود کو جاننا اور اللہ کو جاننا لازم و ملزوم ہیں۔

صفحہ ۹۴ میں ہے:

؏ خواجہ از خونِ رگِ مزدور سازد لعلِ ناب

سورۃ الزخرف: آیت ۳۲ میں ہے:

اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝۳۲

کیا تمہارے رب کی رحمت وہ بانٹتے ہیں؟ ہم نے ان میں ان کی زیست کا سامان، دنیا کی زندگی میں بانٹا اور ان میں ایکدوسرے پر درجوں بلندی دی کہ ان میں ایک دوسرے کی ہنسی بنائے (یعنی مالدار غریب یا مزدور کی ہنسی کرے) اور تمہارے رب کی رحمت ان کی جمع جتھا سے بہتر ہے۔ (دینے والا رب ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم خون چوسنے کے بعد جو دیتے ہیں وہ بھی ہم احسان کرتے ہیں)۔

صفحہ ۹۲ ہی میں ہے:

ع شیخِ شہر از رشتۂ تسبیح صد مومن بدام

سورۃ الماعون: آیات ۴۔۷ میں ہے:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝۴ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝۵ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝۶ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝۷

ان نمازیوں کے لیے خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں۔ وہ جو دکھاوا کرتے ہیں اور برتنے کی چیز مانگے نہیں دیتے (مکر، ریا وغیرہ کی مذمت ہے)۔

اسی صفحے میں ہے:

ع میر و سلطاں نرد باز و کعبتینِ شاں دغل

سورۃ الکہف: آیت ۷۹ میں ایک سلطان کے دغل اور غاصبانہ حرکت کا ذکر آیا ہے:

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ۝۷۹

(خضر علیہ السلام نے کہا) وہ جو کشتی تھی وہ کچھ محتاجوں کی تھی کہ دریا میں کام کرتے تھے تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار بنا دوں اور ان کے پیچھے ایک بادشاہ تھا کہ ہر ثابت کشتی زبردستی چھین لیتا تھا۔

صفحہ ۹۵ میں ہے :

واعظ اندر مسجد و فرزند او در مدرسہ

آں بہ پیری کودکے ایں پیرِ در عہدِ شباب !

ایسے منافقوں کا ذکر سورۃ النسآء : آیات ۱۴۵-۱۴۶ میں یوں ہے :

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِیْرًا ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِیْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۭ وَسَوْفَ یُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝

(دین میں خلوص نہ ہونے کی وجہ سے) بے شک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہیں اور تُو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا، مگر وہ جنہوں نے توبہ کی اور سنور سے اور اللہ کی رسی مضبوط تھامی اور اپنا دین خالص اللہ کے لیے کر لیا تو یہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور عنقریب اللہ مسلمانوں کو بڑا ثواب دے گا۔

اسی صفحے میں ہے :

اے مسلماناں فغاں از فتنہ ہائے علم و فن

اہرمن اندر جہاں ارزاں و یزداں دیریاب !

سورہ لقمٰن : آیت ۶ میں ہے :

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ ۖۗ وَّیَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ۝

اور لوگوں میں وہ بھی ہیں جو خریدتے ہیں کھیل کی باتیں (ہر وہ چیز جو حقیقت کے خلاف ہو) کہ اللہ کی راہ سے بہکا دیں بے سمجھے اور اُسے ہنسی بنالیں ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

آجکل کے علم وفن کا عام نتیجہ یہی ہے کہ طلبہ نے اللہ سے رشتہ توڑا ہے اور شیطان سے رشتہ جوڑا ہے۔

صفحہ ۹۵ ہی میں ہے:

ع شوخیٔ باطل نگر! اندر کمینِ حق نشست

سورۃ البقرہ: آیت ۴۲ میں ہے:

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ

اور حق سے باطل کو نہ ملاؤ اور دیدہ و دانستہ حق کو نہ چھپاؤ۔

اسی صفحے میں ہے:

در کلیسا ابنِ مریم را بہ دار آویختند!
مصطفیٰؐ از کعبہ ہجرت کردہ با اُم الکتاب!

قرآن پاک میں کفر و شرک اور عصیان کو بھی ظلم کہا گیا ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۵۹ میں ہے:

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ

ظالموں نے اور بات بدل دی جو فرمائی گئی تھی اُس کے سوا، تو ہم نے آسمان سے ان پر عذاب اتارا بدلہ ان کی بے حکمی کا۔

عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اسی طرح کا برتاؤ کیا گیا پھر اللہ پاک نے ان کو اوپر اٹھا لیا۔

سورۃ النساء: آیت ۱۶۷ میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِیْدًا

وہ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا بے شک وہ دور کی گمراہی میں پڑے۔

ایسے ہی لوگوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت پر مجبور کیا تھا۔

صفحہ ۹۶ میں ہے:

من درونِ شیشہ ہائے عصرِ حاضر دیدہ ام
آنچناں زہرے کہ از دے مارہا در پیچ و تاب!

ایسے زہریلے لوگ ہی "اصحاب الشمال" ہیں۔ سورۃ الواقعہ: آیات ۴۱ - ۴۲ میں ان کے متعلق ارشاد ہے:

مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۝ فِیْ سَمُوْمٍ وَّحَمِیْمٍ

کیسے بائیں طرف والے؛ وہ جلتی ہوا اور کھولتے پانی میں (ہوں گے)۔

ایسے لوگوں کے رذائل کا ذکر ان آیتوں کے بعد آیا ہے۔

صفحہ ۹۶ ہی میں ہے:

ع با ضعیفاں گاہ نیروے پلنگاں می دہند

منصب اور عہدے کے لیے اہلیت دیکھنی ضروری ہے۔

سورۃ النساء: آیت ۵۸ میں ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ

بے شک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہلِ امانت کے سپرد کرو اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

صفحہ ۹۷ میں ہے:

تاکِ خویش از گریہ ہائے نیم شب سیراب دار
کز درون او شعاعِ آفتاب آید بروں

سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۷۹ میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾

اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کرو۔ یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے۔ قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب کھڑا کر دے مقامِ محمود میں۔

سورۃ الزمر کی آیت ۹ بھی دیکھیں۔

صفحہ ۹۸ میں ہے:

کشادہ رُو زخوش و ناخوش زمانہ گذر
زگلشن و قفس و دام و آشیانہ گذر

صفحہ ۸۵ میں سورۃ الرعد کی آیت ۳۹ دیکھیں۔

سورۃ الانعام: آیت ۹۸ میں ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ

اور وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا۔ پھر کیا ٹھکانا ہے (رہنے کا) اور ایک جگہ ہے سپردِ خاک ہونے کی (اسی لیے وطنیت کوئی چیز نہیں ہے)۔

صفحہ ۹۹ میں ہے:

زندگی در صدفِ خویش گُہر ساختن است
در دلِ شعلہ فرو رفتن و نگداختن است

صفحہ ۹۰ میں سورۃ البلد کی آیت ۴ ___ صفحہ ۹۱ میں سورۂ ہود کی آیت ۳ ___ اور سورۃ الاحقاف کی آیت ۱۹ دیکھیں۔

صفحہ ۹۹ ہی میں ہے:

مذہبِ زندہ دلاں خوابِ پریشانے نیست
از ہمیں خاک جہانِ دگرے ساختن است

سورہ آل عمران کی آیت ۱۳۱ پہلے بھی آچکی ہے، یعنی:

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ

اور نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ۔ تم ہی غالب آؤ گے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

سورۂ آل عمران کی آیت ۱۴۶ میں اُن خدا والوں کا بھی ذکر ہے جو انبیا علیہم السلام کے ساتھ تھے اور وہ نہ سست پڑے اور نہ کمزور ہوئے اور نہ دبے۔

صفحہ ۱۰۰ کا شعر ہے:

بروں زیں گنبدِ دربستہ پیدا کردہ ام راہے
کہ از اندیشہ برتر می پرد آہِ سحرگاہے

صفحہ ۹۷ میں سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۹، ۷ دیکھیں اور سورۃ الزمر کی آیت ۹ بھی دیکھیں۔

صفحہ ۱۰۱ ہی میں ہے:

تو اے شاہیں نشیمن در چمن کردی ازاں ترسم
ہوائے اُو ببالِ تو دہد پروازِ کوتاہے!

تم مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے پیدا کیے گئے تھے لیکن تم عیش میں مبتلا ہو گئے ہو دنیا کی راحتیں بے شک ممنوع تو نہیں ہیں لیکن اُن میں پڑ کر اپنے منصب کے مطابق عمل نہ کرنا ممنوع ضرور ہے۔

سورۃ الاعراف: آیت ۳۲ میں ہے:

قُلۡ مَنۡ حَرَّمَ زِیۡنَۃَ اللّٰہِ الَّتِیۡۤ اَخۡرَجَ لِعِبَادِہٖ وَ الطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزۡقِ ؕ قُلۡ ہِیَ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا خَالِصَۃً یَّوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ لِقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ

آپؐ فرما دیں، کس نے حرام کی اللہ کی (دی ہوئی) وہ زینت جو اُس نے اپنے بندوں کے لیے نکالی اور پاک رزق؟ آپؐ فرما دیں کہ وہ ایمان والوں کے لیے ہے دنیا میں اور قیامت میں تو خاص اُنہی کی ہے۔ ہم یونہی مفصل آیتیں بیان کرتے ہیں علم والوں کے لیے۔

اور سورۃ التوبہ: آیت ۱۱۱ میں وضاحت فرمادی ہے کہ مومن کی جان و مال اللہ نے خرید فرما لیے ہیں (اس لیے اس نظریے کے تحت اُسے اپنی زندگی گزارنی ہے)۔

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَ اَمۡوَالَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ ؕ

بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے جان و مال خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنّت ہے۔

(ع تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں)

صفحہ ۱۰۱ میں ہے:

من از صبحِ نخستیں نقشبندِ موج و گردابم
چہ بحر آسودہ می گردد ز طوفاں چارہ برگیرم

انسان محض مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ سورۃ البلد کی یہ آیت ۴ پہلے بھی آچکی ہے:

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡ کَبَدٍ   بے شک ہم نے انسان کو مشقت

میں رہتا پیدا کیا۔

صفحہ ۱۰۲ میں ہے:

یقینِ مومنے دارد گمانِ کافرے دارد

چہ تدبیرے مسلماناں کہ کارم بادل افتادہ است

سورۂ یوسف: آیت ۱۰۶ میں ہے:

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ

اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ پر یقین نہیں لاتے مگر شرک کرتے ہوئے۔

اور صحیح مومن کے لیے ارشاد ہے۔ سورہ الحجرات آیت ۱۵ میں ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿١٥﴾

ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے، پھر شک نہ کیا اور اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ وہی سچے ہیں۔

صفحہ ۱۰۳ میں ہے:

اگر در دل جہانے تازہ داری بروں آور

کہ افرنگ از جراحت ہائے پنہاں بسمل افتاد است

اب تو افرنگ خود اپنے کرتوت سے پریشان ہوگیا ہے۔

سورۃ المجادلہ: آیت ۱۹ میں ہے:

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنْسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿١٩﴾

ان پر شیطان غالب آگیا تو اس نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا۔ وہ شیطان کے گروہ ہیں۔ یاد رکھو، شیطان ہی کا گروہ ہار میں ہے۔

صفحہ ۱۰۴ میں ہے :

من آں علم و فراست با پرِ کاہے نمی گیرم
کہ از تیغ و سپر بیگانہ سازد مردِ غازی را !

سورۃ الزمر : آیت ۹ میں ہے :

اَمَّنۡ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيۡلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحۡذَرُ الۡاٰخِرَةَ وَيَرۡجُوۡا رَحۡمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ۝۹

کیا وہ جس نے فرماں برداری میں رات کی گھڑیاں گزاریں سجود اور قیام میں آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی آس لگائے ، کیا وہ نافرمانوں جیسا ہو جائے گا ؟ آپ فرما دیں ، کیا برابر ہیں علم والے اور بے علم لوگ ؟ نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

اس آیت میں صحیح علم والوں کا ذکر ہے اور یہی وہ ہیں جن کے متعلق سورۃ التوبہ : آیت ۱۱۱ میں ہے :

اِنَّ اللّٰهَ اشۡتَرٰى مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ وَاَمۡوَالَهُمۡ بِاَنَّ لَهُمُ الۡجَــنَّةَ ؕ

بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جان و مال خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔

اس طرح معلوم ہوا کہ صحیح علم وہی ہے جو اس کے لیے قربانی دینے پر آمادہ کرے۔

صفحہ ۱۰۴ میں اوپر کے شعر کے بعد ہی یہ شعر ہے :

بہر نرخے کہ ایں کالا بگیری سود مند افتد
بزورِ بازوئے حیدرؓ بدہ ادراکِ رازیؒ را

علم و ادراک کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے اور حکمت بھی۔ اس کے لیے بھی اوپر کی

آیتیں کافی ہیں۔

سورۃ البقرہ: آیت ۲۶۹ میں ہے:

يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾

اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہے اور جسے حکمت ملی اسے دولتِ کثیر ملی۔ اور نصیحت نہیں مانتے مگر (صحیح) عقل والے۔

صفحہ ۱۰۵ میں ہے:

آدم کہ ضمیرِ او نقشِ دو جہاں ریزد
بالذتِ آہے ہست، بے لذتِ آہے نیست!

صفحہ ۱۰۴ کی آیات (الزمر: آیت ۹۔ التوبہ: آیت ۱۱۱۔ البقرہ: آیت ۲۶۹) دیکھیں۔

صفحہ ۱۰۵ ہی میں ہے:

اقبال قبا پوشد در کارِ جہاں کوشد
دریاب کہ درویشی با دلق و کلاہے نیست!

اصل درویشی یہ ہے کہ خلقِ خدا کی بھلائی کے لیے کوشش کی جائے اور عملِ صالح بیش کیے جائیں۔

سورۃ العصر میں ہے:

وَالْعَصْرِ ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾

قسم ہے زمانے کی، بے شک انسان ضرور نقصان میں ہے مگر جو ایمان لائے اور عملِ صالح کیے اور ایک دوسرے کو حق کی تائید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

صفحہ ۱۰۶ میں ہے:

نگاہِ خویش را از نوکِ سوزن تیز تر گرداں

چو جوہر در دلِ آئینہ راہے می تواں کر دن!

سورۃ الذاریت: آیات ۲۰-۲۱ میں ہے:

وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ﴿۲۰﴾ وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے اور خود تم میں، تو کیا تمہیں دکھائی نہیں دیتا؟

صفحہ ۱۰۶ ہی میں ہے:

نہ ایں عالم حجاب او را نہ آں عالم نقاب او را

اگر تابِ نظر داری نگاہے می تواں کر دن

اگر تابِ نظر ہو تو اللہ کے بالکل قریب پہنچ کر بھی آنکھ چکاچوند نہیں ہوتی۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سورۃ النجم: آیت ۱۷ میں ارشاد ہے:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی

آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

صفحہ ۱۰۷ میں ہے:

ز دستِ ساقیٔ خاور دو جام ارغواں در کش

کہ از خاکِ تو خیزد نالۂ مستانہ پے در پے

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں دین کی تکمیل اور تمام نعمتوں کی تتمیم ہوئی۔ ان سے مستفیض ہونے کی ضرورت ہے اور کسی دوسرے سے نہیں۔

سورۃ المائدہ: آیت ۳ میں ہے:

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ

اَلْاِسْلَامَ دِیْنًا

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو پسند کیا۔

جن کے پاس سب کچھ ہے ان سے ہم نہیں مانگتے اور جن کے پاس کچھ نہیں ان سے ہم مانگتے ہیں۔

صفحہ ۱۰۷ میں ہے:

بگمر داں جام واز ہنگامۂ افرنگ کمتر گوے

ہزاراں کارواں بگذشت ازیں ویرانہ پے در پے!

صفحہ ۱۰۳-۱۰۴ کی آیات دیکھیں (افرنگ کی طرح بہت سی قومیں آچکی ہیں اور ختم ہو چکی ہیں۔ ان سے مرعوب ہو کر احساسِ کمتری میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے)۔

سورۂ آل عمران: آیت ۱۴۰ میں ہے:

وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ

اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لیے باریاں رکھی ہیں (کبھی کسی کی باری ہے کبھی کسی کی)۔

صفحہ ۱۰۸ میں ہے:

؏ عشق اندر جستجو افتاد و آدم حاصل است

اس دنیا کے پیدا کرنے کا مقصد صرف انسان ہے (لولاک لما خلقت الافلاک)۔

سورۃ الذاریات: آیت ۵۶ میں ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ

اور میں نے جن اور آدمی اس لیے بنائے ہیں کہ میری ہی بندگی کریں۔

اللہ کی بندگی کرنے والا اور غیر اللہ سے بے تعلق ہونیوالا شخص ہی اصل انسان ہے۔

صفحہ ۱۰۹ میں ہے:

تو ہم بذوقِ خودی رس کہ صاحبانِ طریق
بریدہ از ہمہ عالم بخویش پیوستند

غیر اللہ سے بے تعلق ہو کر خود اپنے اندر اللہ کی معرفت کو تلاش کرنا چاہیے۔

سورۃ الحشر: آیت ۱۹ میں ہے:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللهَ فَأَنسٰهُمْ أَنفُسَهُمْ

اور مت ہو جاؤ ویسے جنہوں نے بھلا دیا اللہ کو، پھر اس نے بھلا دیئے ان کو ان کے جی۔

گویا اللہ کو یاد کرنے والے لوگ ہی خود کو پہچان سکتے ہیں۔

صفحہ ۱۱۰ میں ہے:

عشق اگر فرماں دہد از جانِ شیریں ہم گذر
عشق محبوب است و مقصود است و جاں مقصود نے!

صفحہ ۱۰۴ میں سورۃ التوبہ: آیت ۱۱۱ دیکھیں۔

صفحہ ۱۱۰ ہی میں ہے:

ع بیش من آئی؟ دمِ سردے، دلِ گرمے بیار

اس کے لیے بھی صفحہ ۱۰۴ کی آیتیں الزمر: آیت ۹ - التوبہ: آیت ۱۱۱ دیکھیں۔

صفحہ ۱۱۱ میں ہے:

ع نیش ہم باید کہ آدم را رگِ خوابے زند

سورۃ البقرہ: آیت ۱۵۵ میں ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ
الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرٰتِ

اور ہم ضرور تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے۔

صفحہ ۱۱۳ میں ہے:

زرہم در راہِ شریعت نہ کردہ ام تحقیق
جز ایں کہ منکرِ عشق است کافر و زندیق!

شریعت بھی عمل کی تعلیم دیتی ہے جو عشق ہے۔
صفحہ ۱۰۵ میں سورۃ العصر کی آیتیں دیکھیں۔

صفحہ ۱۱۳ ہی میں ہے:

ہزار بار نکوتر متاعِ بے صبری
زدانشے کہ دل او ندی کند تصدیق

ایسا علم جس کی تصدیق دل نہ کرے اس سے بے علمی ہی بہتر ہے۔

سورۃ الزمر: آیت ۹ میں ہے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٩﴾

آپ فرمادیں، کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان؟ نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو (صحیح) عقل والے ہیں۔
صحیح علم کی صحیح عقل اور دل ہی سے تصدیق ہو سکتی ہے۔

صفحہ ۱۱۴ میں ہے:

؎ یقینِ سادہ دلاں بہ زنکتہ ہائے دقیق!

فلسفیوں کی باریک باتوں سے سادہ دل لوگوں کا یقین اور ایمان زیادہ بہتر ہے۔
داصل چیز ایمان اور یقین ہے جو عمل کے لیے سرگرم رکھتا ہے اور فلسفی کی طرح صرف گتھیوں

کے سلجھانے میں مصروف نہیں رکھنا)۔

صفحہ ۱۱۵ میں ہے:

از ہمہ کس کنارہ گیر، صحبتِ آشنا طلب

ہم زخدا خودی طلب ہم زخودی خدا طلب

اللہ پاک بھی یہی چاہتا ہے کہ انسان خوددار ہو اور غیر اللہ کے آگے اپنا سر نہ جھکائے۔

سورۃ القصص: آیت ۸۸ میں ہے:

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

اور اللہ کے ساتھ دوسرے خدا کو نہ پوج۔ اُس کے سوا کوئی خدا نہیں۔

اللہ کو پہچاننے والوں کی صحبت میں بھی یہی ہدایت حاصل ہوتی ہے۔

صفحہ ۱۱۵ ہی میں ہے:

راہ رواں برہنہ پا راہ تمام خارزار

تا بہ مقامِ خودرسی راحلہ از رضا طلب!

ابراہیم علیہ السلام نے کتنی سخت آزمائشوں کی راہ طے کی تھی اور وہ راہِ صرف تسلیم و رضا کے ذریعے طے کی تھی۔

سورۃ الصّٰفّٰت: آیات ۱۰۳-۱۰۶ میں ہے:

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ

توجب ان دونوں (ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام) نے ہمارے حکم پر گردن رکھ دی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا (اس وقت کا

حال نہ پوچھ) اور ہم نے اسے ندا فرمائی کہ اے ابراہیم بے شک تُو نے خواب سچ کر دکھایا۔ ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔ بے شک یہ روشن جانچ تھی۔

صفحہ ۱۱۵ ہی میں ہے:

ع چوں بہ کمال می رسد فقر دلیلِ خسروی است

اللہ کو مانگنے والا جب کمال کو پہنچتا ہے تو وہی مقام اُس کی بادشاہی کا ہے۔
ابھی صفحہ ۱۱۵ میں سورۃ القصص کی آیت ۸۸ آ چکی ہے۔

صفحہ ۱۱۶ میں ہے:

بینی جہاں را خود را نہ بینی

تا چند ناداں غافل نشینی؟

خود کو پہچاننا چاہیے، دنیا کو دیکھنے سے خود کو دیکھنا بہتر اور ضروری ہے۔
صفحہ ۱۰۹ میں سورۃ الحشر کی آیت ۱۹ دیکھیں۔

صفحہ ۱۱۶ ہی میں ہے:

ع دستِ کلیمی در آستینی

موسیٰ علیہ السلام کی طرح یدِ بیضا تمہارے پاس بھی ہو سکتا ہے اور دنیا کو اس سے روشنی ہو سکتی ہے۔

سورۃ طٰہٰ: آیات ۲۲-۲۳ میں ہے:

وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَىٰ ﴿٢٢﴾ لِنُرِيَكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَى ﴿٢٣﴾

اور اپنا ہاتھ اپنے بازو سے ملا، خوب سفید نکلے گا بے کسی مرض کے۔ ایک اور نشانی کہ ہم نے تجھے اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرعونیت کو مغلوب کیا۔ تم بھی اُن کے طریقے پر عمل کر کے
باطل کو مغلوب اور مرعوب کر سکتے ہو۔

صفحہ ۱۱۶ ہی میں ہے:

ع آدم بمیرد از بے یقینی

انسان کی اصل زندگی ایمان اور یقین ہے کیونکہ اس کے اللہ کی ہر بات سچ ہے۔

سورۃ الانعام: آیت ۱۱۵ میں ہے:

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ
لِكَلِمٰتِهٖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

اور پوری ہے تیرے رب کی بات سچ اور انصاف میں اور اس کی باتوں
کا کوئی بدلنے والا نہیں اور وہی سنتا ہے اور جانتا ہے۔

ایسا یقین ہو جائے تو انسان ہر عیب سے بچ سکتا ہے اور ہر خیر سے زندگی حاصل
کر سکتا ہے۔

صفحہ ۱۱۷ میں ہے:

آہے کہ ز دل خیزد از بہرِ جگر سوزی است
در سینہ شکن او را آلودہ مکن لب را!

آہ کے اظہار کی ضرورت نہیں، دل کو متاثر کرنے کی ضرورت ہے۔

سورۃ الزمر: آیت ۲۲ میں ہے:

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ

تو وہ کیا جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی
طرف سے نور پر ہے (یقین اور ہدایت پر)۔

صفحہ ۱۱۸ میں ہے:

تو کیستی؟ ز کجائی؟ کہ آسمانِ کبود
ہزار چشم براہِ تو از ستارہ کشود!

آدم کو خلیفۃ اللہ (الانعام: آیت ۱۶۶) بنایا گیا ہے اور بنی آدم میں سے بہترین ہستی کو (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو) اللہ پاک نے عرش پر بلایا۔

سورۃ النجم آیات ۹ تا ۱۱ میں ہے:

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ﴿٩﴾ فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ ﴿١٠﴾ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ ﴿١١﴾

تو اُس جلوے اور اُس محبوبؐ میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔ اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔ دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

اللہ نے بنی آدم کو کس قدر فضیلت دی۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ۷۰، اس پر گواہ ہے۔

صفحہ ۱۱۸ میں ہے:

فرنگ اگرچہ ز افکارِ تو گرہ بکشاد
بجرعۂ دگرے نشۂ ترا افزود

مغرب نے گو کہ مسلمانوں ہی سے استفادہ کیا ہے لیکن اب انہوں نے مسلمانوں سے لی ہوئی چیزوں کو اپنے رنگ میں پیش کر کے ان کو اپنا فریفتہ بنا لیا ہے۔

صفحہ ۱۰۳ میں سورۃ المجادلہ کی آیت ۱۹ دیکھیں۔

صفحہ ۱۱۹ میں ہے:

بہ ضبطِ جوشِ جنوں کوش در مقامِ نیاز
بہ ہوش باش و مرو با قبائے چاک آنجا

اللہ سے نیازمندی بھی ہو اور ولولہ بھی ہو تو کامیابی یقینی ہے ورنہ محض اندھا پن ہے

سورۃ الزخرف: آیت ۳۶ میں ہے:

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾

اور جسے روتوند آئے رحمٰن کے ذکر سے (اللہ کی ہدایت سے بے نیازی ہو) ہم اُس پر ایک شیطان متعین کر دیتے ہیں کہ وہ اس کا ساتھی رہے۔

اللہ کا انکار کر کے ترقی کرنے والے لوگ اندھے ہوتے ہیں کہ خود تو تخلیق کرنا چاہتے ہیں لیکن اپنے خالق کو نہیں پہچانتے۔

صفحہ ۱۲۰ میں ہے:

دانشِ مغربیاں، فلسفۂ مشرقیاں!

ہمہ بت خانہ و در طوفِ بتاں چیزے نیست

مغرب کے علوم اور مشرق کا فلسفہ صرف علم تو سکھا دیتا ہے لیکن عمل کے لیے آمادہ نہیں کرتا۔

سورۃ الاعراف: آیت ۱۷۹ میں ہے:

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۖ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۖ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ

وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ کان جن سے سنتے نہیں۔

صفحہ ۱۲۰ ہی میں ہے:

از خود اندیش و ازیں بادیہ ترساں مگذر

کہ تو ہستی و وجودِ دو جہاں چیزے نیست

سورۃ البقرہ کی آیت ۲۹ پہلے بھی آچکی ہے۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا

وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

سورۃ الجاثیہ: آیت ۱۳ میں بھی ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ

اور تمہارے لیے مسخر کیا گیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اس کے حکم سے۔

صفحہ ۱۷۱ میں ہے:

بروزِ بزم سراپا چو پرنیان و حریر
بروزِ رزم خود آگاہ و تن فراموشند!

سورۃ الفتح کی آخری آیت میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء کے اوصاف بیان ہوئے ہیں:

وَالَّذِیْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ

اور وہ لوگ اُن کے (حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے) ساتھی ہیں۔ وہ کافروں پر بہت زیادہ سخت ہیں اور آپس میں بہت نرم دل ہیں۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اوصاف کا اُن پر پرتو پڑا تھا جن کے متعلق سورۃ آلِ عمران آیت ۱۵۹ میں ذکر ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ

تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوبؐ تم ان کے لیے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے۔

صفحہ ۱۲۲ میں ہے:

نفس بہ سینہ گدازم کہ طائرِ حرمم

تواں زگرمیٔ آوازِ من شناخت مرا

مسلمان وہی ہے کہ جس کے نفس میں گرمی ہو اور وہ بیداری کا پیام دے۔

سورۃ الزمر: آیت ۱۰ میں ہے:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِىْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۗ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ

جنہوں نے بھلائی کی ان کے لیے اس دنیا میں (بھی) بھلائی ہے اور اللہ کی زمین وسیع ہے۔

سورۂ نوح: آیات ۱۹-۲۰ میں ہے:

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۙ﴿۱۹﴾ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾

اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا کہ اس کے وسیع راستوں میں چلو (یہ سب چیزیں ترغیب ہیں عمل کے لیے)۔

صفحہ ۱۲۳ میں ہے:

مثلِ شرر ذرّہ را تن بہ تپیدن دہم

تن بہ تپیدن دہم، بالِ پریدن دہم!

قرآن پاک کے متعلق سورۃ الشوریٰ: آیت ۵۲ میں ہے:

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا

اور اسی طرح ہم نے تمہیں وحی بھیجی ایک جانفزا چیز اپنے حکم سے۔

یہ جانفزا چیز جو دلوں میں زندگی پیدا کرتی ہے قرآن پاک ہے جس کی ترجمانی اقبال کر رہے ہیں۔

صفحہ ۱۲۳ ہی میں ہے:

چوں زمقامِ نمود نغمۂ شیریں زنم
نیم شباں صبح را میلِ دمیدن دہم!

سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۷۸ میں ہے:

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا

بے شک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ فجر کے قرآن (فجر کی نماز) کے وقت رات کے اور دن کے فرشتے بھی حاضر رہتے ہیں۔

انسان کو بھی عملی طور پہ بیدار ہو جانا چاہیے۔

صفحہ ۱۲۴ میں ہے:

خودی را مردم آمیزی دلیلِ نارسائی ہا
تو اے دردآشنا بیگانہ شو از آشنائی ہا

فرد کی خودی کو تنہائی اور ذاتی آشنائی چاہیے۔

سورۃ العصر میں ارشاد ہے:

"زمانے کی قسم! بے شک آدمی ضرور گھاٹے میں ہے سوائے وہ جو ایمان لائے اور عمل صالح کیے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔"

اس سورۂ مبارکہ میں ایمان اور عمل صالح (دو چیزیں) فرد کے لیے ہیں اور حق اور صبر (دو دوسری چیزیں) جماعت کے لیے ہیں۔

(فرد کے لیے ایمان اور عمل صالح ذاتی آشنائی کے لیے ہیں)۔

صفحہ ۱۲۵ میں ہے:

چوں چراغِ لالہ سوزم در خیابانِ شما! اے جوانانِ عجم جانِ من و جانِ شما!

صفحہ ۱۲۳ میں سورۃ الشوریٰ کی آیت ۵۲ دیکھیں۔ اقبال اپنے جوانوں کو قرآن کی تعلیم دے کر بیدار کرنا چاہتے ہیں۔

صفحہ ۱۲۶ میں ہے:

ع فروغِ آدمِ خاکی ز تازہ کاری ہاست

سورۃ الزخرف: آیت ۱۰ میں ہے:

لَذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَھْدًا وَّجَعَلَ لَکُمْ فِیْھَا سُبُلًا لَّعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ ﴿۱۰﴾

وہ جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا کیا اور تمہارے لیے اس میں راستے کیے کہ تم راہ پاؤ۔

یہ راستے اسی لیے ہیں کہ انسان راہ پائے اور تازہ تازہ عمل پیش کرے جو اس کے منصب کو زیب دیں۔

صفحہ ۱۲۷ میں ہے:

شنیدہ ام سخنِ شاعر و فقیہ و حکیم
اگرچہ نخلِ بلند است برگ و بر نہ دہد!

یہ لوگ لمبی چوڑی باتیں بہت کرتے ہیں لیکن عمل سے خالی ہیں۔

سورۃ الصف: آیت ۳ میں ہے:

کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ

کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔

صفحہ ۱۲۹ میں ہے:

ع ترا نا داں امیدِ غمگساریہا ز افرنگ است؟

احساسِ کمتری کی وجہ سے ہمارے نوجوانوں نے افرنگ کو اپنا امام بنا لیا ہے، حالانکہ وہ شیطان کے مطیع ہیں۔

سورۃ المجادلہ: آیت ۱۹ میں ہے:

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

شیطان نے ان پر قابو پالیا ہے۔ پس اس نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ یہ شیطان کی جماعت ہے۔ یاد رکھو، شیطان کی جماعت ہی نقصان اٹھانے والی ہے۔

صفحہ ۱۲۹ ہی میں ہے:

سخن از بود و نابودِ جہاں با من چہ می گوئی
من ایں دانم کہ من ہستم ندانم ایں چہ نیرنگ است

پہلے خود کو پہچاننا اور جاننا ضروری ہے۔ دنیا میں کیا ہو رہا ہے، اسے دیکھنا بعد کی بات ہے۔

سورۃ الذاریٰت: آیات ۲۰ - ۲۱ میں ہے:

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کو اور خود تم میں، تو کیا تمہیں دکھائی نہیں دیتا؟

صفحہ ۱۳۰ میں ہے:

زندگی انجمن آرا و نگہدارِ خود است
اے کہ در قافلہ بے ہمہ شو با ہمہ رو

اجتماعی اور انفرادی دونوں قسموں کی زندگی ضروری ہے۔ اجتماعی زندگی کو اقبال نے بے خودی سے تعبیر کیا ہے اور انفرادی زندگی کو خودی کہا ہے۔ صفحہ ۱۲۴ میں سورۃ العصر کی آیات دیکھیں جن میں فرد کے لیے ایمان اور عملِ صالح کو ضروری کہا گیا ہے اور جماعت

کے لیے حق اور صبر کی تاکید کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اگر فرد اور جماعت میں یہ خصوصیات نہ ہوں تو پھر انسان خسارے ہی میں رہے گا۔

صفحہ ۱۳۱ میں ہے:

مرا این خاکدانِ من ز فردوسِ بریں خوشتر

مقامِ ذوق و شوق است این، حریمِ سوز و ساز است آں

اس دنیا میں عمل، سرگرمی اور بیداری کی ضرورت ہے اس لیے ہم کو یہ دنیا زیادہ پسند ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۳۶ میں ہے:

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ...

اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا ہے اور برتنا ہے (یعنی ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنا نہیں ہے)۔

سورۃ الزمر: آیت ۱۰ میں ہے:

لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۗ وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ

جنھوں نے بھلائی کی ان کے لیے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور اللہ کی زمین وسیع ہے۔

سورۃ الملک: آیت ۲ میں ہے:

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا

وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا کہ تمہاری جانچ ہو کہ تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے۔

سورۃ الملک: آیت ۱۵ میں ہے:

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا ......

وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین رام کر دی تو اس کے راستوں میں چلو۔
سورۂ نوح: آیات ۱۹۔۲۰ میں ہے:

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ بِسَاطًا ﴿١٩﴾ لِتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿٢٠﴾

اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا کہ اس کے وسیع راستوں میں چلو (یہ سب راستے ذوق و شوق اور سوز و گداز کے لیے ہیں)۔

صفحہ ۱۳۲ میں ہے:

بہ نگاہے آشنائے چو درونِ لالہ دیدم
ہمہ ذوق و شوق دیدم ہمہ آہ و نالہ دیدم

اوپر کی آیتیں یہاں کے لیے بھی کافی ہیں:

صفحہ ۱۳۴ میں ہے:

جہانِ رنگ و بو دانی ولے دل چیست می دانی؟
مہے کز حلقۂ آفاق سازد گردِ خود ہالہ!

دل کی وسعت تمام عالم کو احاطہ کیے ہوئے ہے۔

سورۂ قٓ: آیت ۳۷ میں ہے:

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ﴿٣٧﴾

بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔

ایسے دل اور ایسی غائر نظر والے لوگ ہی کامیاب ہیں۔ سورۃ المجادلہ: آیت ۲۲ میں ہے کہ اللہ کی جماعت میں ایسے ہی لوگ شامل فرمائے گئے ہیں:

أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ

یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی

روح سے ان کی مدد کی۔

صفحہ ۱۳۵ میں ہے:

باز ایں عالمِ دیرینہ جواں می بائست
برگِ کاہش صفتِ کوہِ گراں می بائست

سورۃ الانفال: آیت ۶۰ میں ہے:

وَاَعِدُّوا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ ۔۔۔۔

اور تم تیار رکھا کرو ان کے لیے جتنا تم سے ہو سکے قوت اور طاقت کا سامان۔

اور اسی سورہ کی آیت ۳۵ میں ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى
يُغَيِّرُوا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

یہ اس لیے کہ اللہ کسی قوم سے جو نعمت انہیں دی گئی تھی بدلتا نہیں جب تک کہ وہ خود نہ بدل جائیں۔

اللہ پاک نعمت اور عزت دیتا ہے پھر جب انسان ان کی قدر نہیں کرتا تو پھر ــــــ اللہ پاک وہ نعمت چھین لیتا ہے اور دوسروں کو دے دیتا ہے۔ انسان کو ہر وقت عمل اور جدوجہد کے لیے تیار رہنا چاہیے تاکہ یہ نعمت چھن نہ جائے۔

صفحہ ۱۳۶ میں ہے:

برقِ سینا شکوہ سنج از بے زبانی ہای شوق
ہیچ کس در وادیٔ ایمن تقاضائے نداشت!

؏ اب بھی درختِ طور سے آتی ہے بانگِ لاتخف

(بالِ جبریل)

سورۂ طٰہٰ: آیت ۶۸ میں ہے:

قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی

ہم نے (موسیٰ سے) کہا، ڈرنہیں، بے شک تو ہی غالب ہے۔

مانگنے والا ہو تو اب بھی سب کچھ مل سکتا ہے۔

سورۃ المؤمن: آیت ۶۰ میں ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ

اور تمہارے رب نے فرمایا، مجھ سے مانگو، میں قبول کروں گا۔

صفحہ ۱۳۶ ہی میں ہے:

عشق از فریادِ ما ہنگامہ ہا تعمیر کرد

ورنہ ایں بزمِ خموشاں ہیچ غوغائے نداشت!

صفحہ ۱۳۱ کی آیتیں دیکھیں۔

صفحہ ۱۳۷ میں ہے:

؏ بے زورِ سیل کشتیِ آدم نمی رود

اس کے لیے بھی صفحہ ۱۳۱ کی آیتیں دیکھیں۔

اسی صفحے میں ہے:

آمیختم نفس بہ نسیمِ سحر گہی!

گشتم دریں چمن بہ گلاں ناںنہادہ پائے

سورۃ الزمر: آیت ۹ میں ہے:

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَیَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ

کیا وہ جس نے فرمانبرداری میں رات کی گھڑیاں گزاریں سجود میں اور قیام میں، آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی آس لگائے، کیا وہ

نافرمانوں جیسا ہو جائے گا؟

سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۹، بھی دیکھیں۔ (آہِ سحرگاہی اور نسیمِ سحرگاہی دونوں کا پیام بیداری ہے)۔

صفحہ ۱۲۸ میں ہے:

داغے بسینہ سوز کہ اندر شبِ وجود
خود را شناختن نتواں جز بایں چراغ

عشق کے بغیر خودی پیدا نہیں ہوتی اور عشق کا جذبہ اسی دنیا کی تعمیر کے لیے ہے۔ اس کے لیے صفحہ ۱۳۱ کی آیتیں دیکھیں۔

صفحہ ۱۲۹ میں ہے:

؏ عشق است امامِ من، عقل است غلامِ من

"بالِ جبریل" میں ہے:

؏ جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول

عقل اور فلسفے سے ظن وتخمین پیدا ہوتا ہے اور عشق محض ایمان اور یقین سے۔

سورۃ النجم: آیت ۲۸ میں ہے:

وَمَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ﴿۲۸﴾

اور انہیں اس کی کوئی خبر نہیں، وہ تو نرے گمان کے پیچھے ہیں اور بیشک گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔

اس صفحے کے تمام اشعار میں اسی یقین والے عشق کا ذکر ہے۔

صفحہ ۱۴۱ میں ہے:

بے منزل آرمیدند یا از طلب کشیدند شاید کہ خاکیاں را در سینہ دم نماندہ

انسان کس لیے پیدا کیا گیا؟ اس مقصد کو اس نے بھلا دیا ہے۔ صفحہ ۱۴۱ کی آیتیں یہاں کے لیے بھی کافی ہیں۔

صفحہ ۱۴۵ : گلشنِ رازِ جدید :

جب اسلام نے ایران کو دعوت دی تو وہاں کے لوگوں نے بعد میں مجوسیت اور افلاطونیت سے متاثر ہو کر "نفیِ خودی" کو اسلامی تصوف میں داخل کیا اور غالباً سب سے پہلے ۱۔ اوحدی کرمانی ، ۲۔ بابا فغانی اور ۳۔ محمود شبستری نے اس "نفیِ خودی" کی تبلیغ میں زور صرف کیا۔ چنانچہ مسلمانوں کے قوای عمل میں اضمحلال پیدا ہوا۔ علامہ اقبال نے محمود شبستری کی مثنوی "گلشنِ راز" کے جواب میں یہ مثنوی (گلشنِ رازِ جدید) لکھی اور اس "نفیِ خودی" کے نظریے کی نفی کی۔ اس لیے لکھتے ہیں:

بطرزِ دیگر از مقصود گفتم

جوابِ نامۂ محمود گفتم

ز عہدِ شیخ تا ایں روزگارے

نہ زد مردے بجانِ ما شرارے

کفن در بر بجا کے آرمیدم

ولے یک فتنۂ محشر نہ دیدم

اسی انداز سے ان کے اشعار آتے ہیں۔ اس کے بعد محمود شبستری کی طرح اقبال بھی سوال اٹھاتے ہیں اور ان کا جواب بھی دیتے جاتے ہیں۔ پہلا سوال یہ ہے:

نخست از فکرِ خویشم در تحیر | چہ چیز است آنکہ گویندش تفکر
کدامیں فکرِ ما را شرطِ راہ است؟ | چرا گہ طاعت و گاہے گنہ است

اس کا جواب یہ ہے (صفحہ ۱۴۸) :

درونِ سینۂ آدم چہ نور است!
چہ نوراست این کہ غیبِ او حضوراست

یعنی عشق وہ نور ہے جس سے اس زندگی میں بیداری اور روشنی پیدا ہوتی ہے

اور صفحہ ۱۵۰:

دو عالم می شود روزے شکارش
فتد اندر کمندِ تابدارش
اگر این ہر دو عالم را بگیری
ہمہ آفاق میرد، تو نہ میری
منہ پا در بیابانِ طلب سست
نخستیں گیر آں عالم کہ در تست

پھر آخر میں ہے (صفحہ ۱۵۰):

شکوہِ خسروی این است این است
ہمیں ملک است کو توام بدین است

انسان کے لیے دونوں جہانوں کی ہر چیز مسخر کی گئی ہے۔

سورۃ الجاثیہ: آیت ۱۳ میں ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾

اور تمہارے لیے مسخر کیے گئے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں سب اپنے حکم سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کیلیے۔ سوچنے والے لوگ یعنی تسخیرِ نفس کرنے والے ہی تسخیرِ آفاق کر سکتے ہیں۔

سورۂ لقمان: آیت ۲۰ میں بھی ہے:

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا
فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے لیے مسخّر کیے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں اور تمہیں بھرپور دیں اپنی نعمتیں ظاہر اور پوشیدہ۔

سورۃ البقرہ: آیت ۲۹ میں بھی ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا

وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب (اللہ کے نائب اور خلیفہ کے لیے آسمانوں اور زمین کی ہر چیز بنائی گئی ہے)۔

صفحہ ۱۵۱۔ سوال ۲:

چہ بحر است ایں کہ علمش ساحل آمد؟
ز قعر او چہ گوہر حاصل آمد؟

اس کے جواب میں علامہ اقبال فرماتے ہیں:

حیاتِ پُر نفس بحرِ روانے
شعور و آگہی او را کرانے

سورۃ الملک: آیت ۲ میں ہے:

اِلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو کہ تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے۔

پہلے زندگی ہے پھر جانچ ہے، جس جانچ میں شعور و آگہی کی مدد سے کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

اسی سورۃ الملک: آیت ۵ میں پھر ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِهَا وَکُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ۝

سورۂ الملک : آیت ۱۶

وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین رام کر دی تو اس کے راستوں میں چلو اور اللہ کی روزی میں سے کھاؤ اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

اس زندگی میں عقل و شعور ہی کی مدد سے کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔

صفحہ ۱۵۴ : سوال ۲ :

وصالِ ممکن و واجب بہم چیست؟

حدیثِ قرب و بعد و بیش و کم چیست؟

اس کے جواب میں ہے:

کماں را زہ کن و آماج دریاب

زحرفم نکتۂ معراج دریاب

ممکن الوجود کا واجب الوجود سے اتصال اس انداز سے ہو سکتا ہے جیسا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج شریف میں حاصل ہوا۔

سورۃ النجم : آیت ۹ میں ہے:

فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی

پس اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

پھر اقبال کہتے ہیں:

وجودِ مطلق درین دیرِ مکافات

کہ مطلق نیست جز نور السموات[۴]

دنیا میں واجب الوجود کو صرف اس طرح دیکھ سکتے ہیں جس طرح سورۃ النور : آیت ۳۵

میں مذکور ہے:

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا (یعنی نور موجود ہے، پھر بھی اس کو چھو نہیں سکتے)۔

صفحہ ۱۵۵ میں ہے:

چو لنگ است او سکوں را دوست دارد
نہ بیند مغز و دل بر پوست دارد

عقل لنگڑی اور بے طاقت ہے اس لیے سکون اور جمود کو پسند کرتی ہے، حرکت اور عمل سے گریز کرتی ہے اور ظن و گمان میں مبتلا رکھتی ہے اس لیے حقیقت سے دور ہے۔

سورۃ النجم: آیت ۲۸ میں ہے:

وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا

اور بے شک گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔

صفحہ ۱۵۵ ہی میں ہے:

مہ رسالت نمی ارزد بیک جو
بحرفِ "کم لبثتم" غوطہ زن شو

سورۃ الکھف: آیت ۱۹ میں ہے:

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ

ان میں (اصحابِ کہف میں سے) ایک کہنے والا بولا، تم یہاں کتنی دیر رہے؟ کچھ بولے کہ ایک دن رہے یا ایک دن سے کم (یعنی زمان کو ہماری عقل احاطہ نہیں کر سکتی)۔

صفحہ ۱۵۵ ہی میں ہے:

تن و جان را دو تا گفتن کلام است
تن و جان را دو تا دیدن حرام است
بجاں پوشیدہ رمزِ کائنات است
بدن حالے ز احوالِ حیات است
عروسِ معنی از صورت حنا بست
نمودِ خویش را پیرایہ ہا بست [۶]

سورۃ البقرہ : آیت ۲۴۷ میں ہے :

قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ

(اُن کے نبی نے فرمایا) بے شک اللہ نے اسے (طالوت کو) تم پر چُن لیا اور اسے علم اور جسم میں کشادگی دی۔

علم اور جسم دونوں کی کشادگی دے کر چُنا گیا۔ علم کا تعلق جان سے اور توانائی کا تعلق جسم سے ہوتا ہے۔ گویا جان اور جسم دونوں پر ذمہ داری ہے۔

صفحہ ۱۵۵ ہی میں ہے :

بدن را تا فرنگ از جاں جدا دید
نگاہش ملک و دیں را ہم دو تا دید

اسی لیے فرنگیوں نے اپنی سیاست کو دین سے الگ رکھا ہے اور اسی رنگ میں بعض اور لوگ بھی رنگ گئے ہیں۔ حالانکہ دین وہ نعمت ہے جو سیاست کو بھی احاطہ کیے ہوئے ہے۔

پھر روح اور جسم کی تقسیم ہی غلط ہے۔ ایسی تقسیم ہی سے فلسفہ مذہب میں بیسیوں ناقابلِ حل مسئلے پیدا ہو گئے ہیں۔ اسلام انسان کو ایک زندہ شخصیت تصوّر کرتا ہے اور یہ تصوّر قرآن میں نہ صرف اسی ارضی زندگی کے لیے استعمال ہوتا ہے بلکہ حشر اور حیات بعد الموت کے لیے بھی قائم رہتا ہے۔[۷]

سورۂ طٰہٰ: آیت ۵۵ میں ہے:

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى

اسی (مٹی) سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔

پھر سورۃ النساء: آیات ۵۶ - ۵۷ میں جسمانی سزا اور جزا کا ذکر بھی آتا ہے۔

صفحہ ۱۵۶ میں ہے:

جہانِ چند و چوں زیرِ نگیں کُن
بگردوں ماہ دپیرویں رامکیں کُن

سورۃ الجاثیہ: آیت ۱۳ میں ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾

اور مسخر کیے تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں اپنے حکم سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

صفحہ ۱۵۷: سوال ۴:

قدیم و محدث از ہم چوں جدا شد
کہ ایں عالم شد آں دیگر خدا شد
اگر معروف و عارف ذاتِ پاک است
چہ سودا در سرِ ایں مشتِ خاک است

جواب:

خودی را زندگی ایجادِ غیر است
فراقِ عارف و معروف خیر است

خالق و مخلوق اور عارف و معروف کی تفریق اپنی جگہ ایک سببِ خیر ہے اور اسی سے انسانی خودی متعین ہو سکتی ہے۔

سورۃ الاعراف: آیت ۱۱ میں ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ

اور بے شک ہم نے تم کو پیدا کیا، پھر تمہارے نقشے بنائے، پھر ہم نے ملائکہ سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔

انسان کو فضیلت دی اور اسے اس کی خودی سے آگاہ کیا۔

جواب کے اشعار کی وضاحت علامہ اقبال کے ایک مکتوب سے بھی ہو سکتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"یہ دنیا عجیب قسم کی فرضی کامیڈی کا ٹریجڈی پر مبنی انجام ہے جس ڈرامے کی ایکٹنگ ہم آپ جیسے انسان انجام دے رہے ہیں۔ اس کے ڈائرکٹر کی انسان نوازی پر فخر کرنا چاہیے کہ اس نے اپنے ڈرامے کی شوٹنگ کے لیے انسان کو مختص فرمایا۔ دنیا میں انسان کی کامیابی یا ناکامی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ یہ دونوں بے معنی لفظ ہیں اور اسی دُھن میں دنیا کی اکثریت مبتلا ہے۔ انسان صرف جو یائے محبت اور اپنے یارِ حقیقی کی دُھن میں لگا رہے۔ باقی تمام عبث اور خیالی دنیا کا بیہودہ فلسفہ ہے۔ ہم اس کو ڈھونڈتے رہیں جو ہم کو ڈھونڈنا چاہتا ہے۔ اس کو ڈھونڈیں، خوب ڈھونڈیں اور اتنا ڈھونڈیں کہ اپنے آپ کو پالیں۔" ۵۹

یہی بات وہ جواب میں اس طرح کہتے ہیں، صفحہ ۱۵۹ میں ہے:

بہ بحرش گم شدن انجامِ ما نیست — اگر او را تو در گیری فنا نیست

صفحہ ۱۶۰ : سوال ۵ :

کہ من باشم مرا از "من اخبر کن
چہ معنی دارد" اندر خود سفر کن؟"

جواب میں ہے :

خودی تعویذِ حفظِ کائنات است
نخستیں پرتوِ ذاتش حیات است
حیات از خوابِ خوش بیدار گردد
درونش چوں یکے بسیار گردد
نہ او را بے نمودِ ما کشودے
نہ ما را بے کشودِ او نمودے

اوپر کی آیت (الاعراف : ۱۱) اس کے لیے بھی کافی ہے۔

ع سفر در خود کن و بنگر کہ من چیست؟

سورۃ الحشر : آیت ۱۹ میں ہے :

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ

اور ان جیسے نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول بیٹھے تو اللہ نے ان کو بھلا دیا (یعنی جو اللہ کو بھول جاتا ہے) تو گویا خود کو بھلا بیٹھتا ہے اور اگر انسان خود کو پہچان لے تو وہ یقیناً اللہ کو پہچان سکتا ہے۔ یہی چیز ہے جسے" اندر خود سفر کن" کہتے ہیں)۔

صفحہ ۱۶۲ میں ہے :

چہ گویم از "من" واز تو ش وتابش
کند انا عرضنا بے نقابش

سورۃ الاحزاب: آیت ۷۲ میں ہے:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴿۷۲﴾

بے شک ہم نے امانت پیش کی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھا لیا۔ بے شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔

اسی لیے اقبال کہتے ہیں (صفحہ ۱۶۲):

فلک را لرزہ بر تن از فرِ او
زمان و ہم مکاں اندر برِ او

صفحہ ۱۶۳: سوال ۶:

چہ جزو است آنکہ او از کل فزون است؟
طریقِ جستنِ آں جزو چون است؟

جواب میں ہے:

خودی ز اندازہ ہائے ما فزون است
خودی زاں کل کہ تو بینی فزون است

انسان ضعیف البنیان ہونے کے باوجود اللہ کا نائب ہے اور اس کی صلاحیتیں بہت وسیع و عریض ہیں۔

سورۃ الانعام: آیت ۱۶۶ میں ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِیْ مَآ اٰتٰىكُمْ ؕ

اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں نائب کیا اور تم میں ایک کو دوسرے پر

بلندی دی کہ تمہیں آزمائے اس چیز میں جو تمہیں عطا کی۔

صفحہ ۱۶۵ میں ہے:

ازاں مرگے کہ می آید چہ باک است

خودی چوں پختہ شد از مرگ پاک است

صفحہ ۱۵۷ کے سلسلے میں علامہ اقبال کی تحریر کا ایک اقتباس آچکا ہے وہ یہاں کیلیے بھی کافی ہے۔

سورۃ الکھف : آیت ۴۶ میں ہے:

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا

اور باقی رہنے والی اچھی باتیں (اعمالِ خیر) ان کا ثواب تمہارے رب کے یہاں بہتر اور وہ امید میں سب سے بھلی ہیں (یعنی خیر کو بقا حاصل ہوگی۔ انسان اپنے منصب کے مطابق اور خودی کے لحاظ سے جو خیر پیش کرے گا اُسے فنا نہیں ہے)۔

صفحہ ۱۶۶: سوال ۷:

مسافر چوں بود رہرو کدام است؟

کرا گویم کہ او مردِ تمام است؟

جواب میں ہے:

اگر چشمے کشائی بر دلِ خویش!

درونِ سینہ بینی منزلِ خویش!

سفر اندر حضر کردن چنیں است

سفر از خود بخود کردن ہمیں است

یہ سفر دراصل خودی کا ارتقائی سفر ہے، یعنی خودی کے مسلسل ترقی یافتہ درجات

تک پہنچنے کے لیے ہے، لیکن اس سفر کی کوئی آخری منزل نہیں ہے اور اگر انجام آگیا تو آرزو بھی ناپید ہو جائے گی اور زندگی بھی ختم ہو جائے گی۔

مجو پایاں کہ پایانے نداری

بپایاں تا رسی جانے نداری

کمالِ زندگی دیدارِ ذات ہے، صفحہ ۱۶۷ میں ہے:

چناں با ذاتِ حق خلوت گزینی!

ترا او بیند و او را تو بینی!

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سورۃ النجم: آیات ۹-۱۰ میں ہے:

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ۝ فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ

تو اس (جلوۂ خدا) اور اس محبوبؐ میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔ اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

ایسے ہی انسانِ کامل کے متعلق علامہ اقبال فرماتے ہیں:

کسے کو "دید" عالم را امام است

من و تو ناتمامیم او تمام است!

اگر او را نیابی در طلب خیز

اگر یابی بدامانش در آویز

صفحہ ۱۶۹: سوال ۸:

کدامی نکتہ را نطق است انا الحق

چہ گوئی ہرزہ بود آں رمزِ مطلق

جواب میں ہے کہ:

ایک مُغ بھی کہتا ہے کہ زندگی فریب میں آکر من (انا) کا تصور پیدا کر دیتی ہے، مگر

حقیقت یہ ہے کہ تمام عالم (انسان بھی) ایک سوتے ہوئے خدا کا خواب ہے۔ چنانچہ دلِ بیدا
عقلِ نکتہ بیں، گمان و یقیں سب کے سب خواب ہیں۔

اقبال کہتے ہیں کہ تمام عالم کے وجود پر شک ہو سکتا ہے لیکن شک کرنے والا نفس
کبھی موہوم نہیں ہو سکتا۔ حقیقتِ مطلق یعنی خدا کی ذات بھی حق ہے اور انسانی نفس (خودی)
بھی حق ہے، صفحہ ۱۷۱ میں ہے:

خودی را حق بداں باطل مپندار

خودی را کشتِ بے حاصل مپندار

شنکراچاریہ اور منصور حلاج دونوں نے اپنے اپنے رنگ میں انا الحق کہا۔ ہم کو چاہیے
کہ ایسے اقوال کو پسِ پشت ڈال کر عرفانِ خودی سے عرفانِ خدا حاصل کریں۔

دگر از شنکر و منصور کم گوے!

خدا را ہم براہِ خویشتن جوی

سورۃ الحشر کی آیت ۱۹ پہلے بھی آ چکی ہے:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنْسٰهُمْ أَنْفُسَهُمْ

اور اُن جیسے نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول بیٹھے تو اللہ نے انہیں ان کی جانیں
بُھلا دیں (یعنی خدا کی معرفت حاصل کرو گے تو خود کی معرفت بھی حاصل
ہو سکے گی)۔

صفحہ ۱۷۲، سوال ۹:

کہ شد بر سرِ وحدت واقف آخر؟

شناسائے چہ آمد عارف آخر؟

جواب میں پہلے تمام کائنات کی بے ثباتی کا ذکر کیا ہے۔ پھر بتایا ہے (صفحہ ۱۷۲) کہ
صرف خودی ایسی چیز ہے جس کو فنا نہیں:

خودی را لازوالے می تواں کرد
فراقے را وصالے می تواں کرد

پھر فرماتے ہیں، صفحات ۱۷۳-۱۷۴ پر:

خدائے زندہ بے ذوقِ سخن نیست!
تجلّی ہائے او بے انجمن نیست!
'الست' از خلوتِ نازے کہ برخاست؟
'بلیٰ' از پردۂ سازے کہ برخاست؟

سورۃ الاعراف، آیت ۱۷۲ میں ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى

اور (اے محبوبؐ یاد کرو) جب تمہارے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں خود اُن پر گواہ کیا، کیا میں تمہارا رب نہیں؟ سب بولے، کیوں نہیں؟

اگر مائیم، گرداں جامِ ساقی است
بہ بزمش گرمیٔ ہنگامہ باقی است[۹]

انسان ہی کی خاطر یہ دنیا بنائی گئی ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۲۹ میں ہے:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا

وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

صفحہ ۱۸۰ میں ہے:

از غلامی مردِ حق زنار بند   از غلامی گوہرش نا ارجمند

علامہ اقبال اپنے ایک مکتوب میں بھی کہتے ہیں:

"غلام قوم مادیات کو روحانیت پر مقدم سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور جب انسان میں خوئے غلامی راسخ ہو جاتی ہے تو وہ ہر ایسی تعلیم سے بیزاری کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد قوتِ نفس اور روحِ انسانی کا ترفّع ہے۔"[۱]

اسی چیز کو صفحہ ۱۸۳ (موسیقی) میں بیان کیا ہے:

الحذر ایں نغمہ موت است و بس
نیستی در کسوتِ صوت است و بس

یہی بات صفحہ ۱۸۶ (مصوری) میں ہے:

ہمچناں دیدم فنِ صورت گری
نے براہیمی در و نے آزری

اور صفحہ ۱۸۷ میں ہے:

علمِ حاضر پیشِ آفل در سجود
شک بیفزود و یقیں از دل ربود

سورۃ الانعام: آیت ۷۶ میں ابراہیم علیہ السلام کا قول ہے:

قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ

بولے، مجھے خوش نہیں آتے ڈوبنے والے۔

موجودہ علومِ مغربی شک اور گمان پیدا کرتے ہیں اور یقین سے دور کرتے ہیں۔

صفحہ ۱۹۰ میں ہے کہ غلامی میں عشق و مذہب بھی بے وقعت بن جاتے ہیں:

در غلامی عشق و مذہب را فراق
انگبینِ زندگانی بد مذاق

لیکن آزاد مردوں کا فن بھی آزاد اور ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔

صفحہ ۱۹۳ میں ہے:

سنگہا با سنگہا پیوستہ اند

روزگارے را بہ آئے بستہ اند

حواشی

۱۔ بالِ جبریل میں ہے:

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بے کراں سمجھا تھا میں

۲۔ اسی غزل میں ہے:

ع پیالہ گیر ز دستم کہ رفت کار از دست!

صفحہ ۲۷ میں بھی ہے:

ع چنگ را گیرید از دستم کہ کار از دست رفت

اسی طرح سودا کہتے ہیں:

ع ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں

۳۔ سلطان حیدر علی اور سلطان ٹیپو دونوں کے عَلم میں نقشبندی بزرگوں کے نام اور حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کا نام لکھا ہوا تھا۔ دیکھیں Graham Bailey کی کتاب *Studies in North Indian Languages*

۴۔ علامہ اقبال نے اپنے دوسرے خطبے (انگریزی) میں اس موضوع پر بحث کی ہے۔

۵۔ زمانے کے مسئلے سے علامہ اقبال کو بہت دلچسپی تھی۔ دیکھیں "مکاتیبِ اقبال"، ۱/۱۱۵۔ ۱۵۶۔ ۱۶۵۔ ۱۶۸۔ ۱۸۰ وغیرہ

۶۔ علامہ اقبال نے اپنے تیسرے انگریزی خطبے میں اس موضوع پر بحث کی ہے اور چوتھے

خطبے میں بھی یہ بحث ہے۔

اور رومیؒ کہتے ہیں:

پیکر از ماہست شد نے ما ازو

بادہ از ما مست شد نے ما ازو

۷۔ خواجہ عبدالحمید کا مضمون "آثارِ اقبال" (حیدر آباد، دکن، ۱۹۴۶ء) صفحات ۲۔۷۔۳۔۷ میں دیکھیں۔

۸۔ مکاتیب۔ ۱/۲۹۷

۹۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم نے فکرِ اقبال (باب ۱۵) میں "گلشنِ رازِ جدید" پر مفصل بحث کی ہے۔

۱۰۔ مکاتیب۔ ۱/۲۰۱

جاوید نامہ

(پہلی اشاعت: ۱۹۳۳ء)

جاوید نامہ

علامہ اقبال ۲۰۔ جنوری ۱۹۳۱ء کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"میرے زیرِ نظر حقائقِ اخلاقی و ملّی ہیں۔ زبان میرے لیے ثانوی حیثیت رکھتی ہے بلکہ فنِ شعر سے بھی بحیثیت فن کے نابلد ہوں۔ . . . . آخری نظم 'جاوید نامہ' جس کے دو ہزار شعر ہوں گے ابھی ختم نہیں ہوئی۔ ممکن ہے کہ مارچ تک ختم ہو جائے۔ یہ ایک قسم کی ڈوائن کامیڈی ہے اور مثنوی مولانا روم کے طرز پر لکھی گئی ہے۔ اس کا دیباچہ بہت دلچسپ ہوگا اور اس میں غالباً ہندوستان و ایران بلکہ تمام دنیائے اسلام کے لیے نئی باتیں ہوں گی۔ ایرانیوں میں حسین ابن منصور حلاج، قرۃ العین، ناصر خسرو علوی وغیرہ کا نظم میں ذکر آئے گا۔ جمال الدین افغانی کا پیغام مملکتِ روس کے نام ہوگا۔"[1]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعۂ معراج نے علم و ادب کو بھی نوازا اور مختلف ادوا

میں ایسے شاہکار تیار ہوئے جو بالواسطہ یا بلاواسطہ اس عظیم واقعے سے متاثر ہیں ابوالعلاء المعری (م ۴۴۹ھ) کا "رسالۃ الغفران" اور محی الدین ابن عربی (م ۶۳۸ھ) کی "الفتوحات المکیہ" کے بعد دانتے (م ۷۲۱ / ۱۳۲۱) کی "طربیہ الٰہیہ" (Divine Comedy) بھی اسی واقعے سے متاثر ہے۔ علامہ اقبال کا یہ شاہکار یعنی "جاوید نامہ" بھی اسی سے اثر پذیر ہے اور اس کا محرک وہ جذبہ ہے جو شاعر کو زمان و مکان کے تعینات سے گزر جانے کے لیے بے تاب کر دیتا ہے۔ چنانچہ وہ طبیعی حواس سے رہائی حاصل کر کے سیاحتِ افلاک اور ماورائے افلاک کے لیے روانہ ہوتا ہے اور مختلف اشخاص سے ملاقات بھی کرتا ہے اور ان کے جذبات اور خیالات کی ترجمانی بھی کرتا ہے۔ ایسے شاعر کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے کہ : صفحہ ۳۵

مردے اندر جستجو آوارۂ

ثابتے با فطرتِ سیارۂ!

چونکہ یہ نظم شروع سے آخر تک رمز یہ ہے اس لیے بے محل نہ ہو گا اگر ہم یہاں اس کا ایک خلاصہ پیش کر دیں۔

جاوید نامہ کی ابتدا مناجات سے ہوتی ہے۔ شاعر فریاد کرتا ہے کہ اس کے حصولِ مقاصد میں کوئی اس کا معاون نہیں وہ مادی دنیا سے اللہ کے حضور میں پہنچنا چاہتا ہے اور التجا کرتا ہے کہ اس کا پیام آیندہ نسلوں کے لیے ہدایت اور تقویت کا ذریعہ بنے۔

"تمہیدِ آسمانی" میں آسمان کا زمین پر طنز ہے کہ وہ فطرتاً تاریک اور پست ہے اور آسمان کے نور سے مستنیر ہے۔ زمین خجل ہو جاتی ہے لیکن آسمانوں کی طرف سے ندا آتی ہے کہ تو غمگین نہ ہو کہ تجھے بہت بڑی امانت دی گئی ہے۔ "نغمۂ ملائک" میں اسی ندا کا اعادہ ہے۔ پھر سفر نامۂ افلاک کی اصل ابتدا "تمہیدِ زمینی" سے ہوتی ہے۔ شاعر اپنی دنیا کے ہنگاموں سے علیحدہ ہو کر دریا کے کنارے خلوت گزیں ہوتا ہے جہاں وہ کیف و سرور کے

عالم میں رومی کی ایک غزل "آرزوست" والی گنگناتا ہے۔ سورج کے غروب ہونے کے بعد رومیؒ کی روح نمودار ہوتی ہے جس سے شاعر حقیقتِ وجود اور جان وتن وغیرہ مسائل کی وضاحت چاہتا ہے اور معراج کے اسرار جاننا چاہتا ہے۔ رومی کے کلام سے شاعر بےخود ہو جاتا ہے۔ اتنے میں زمان ومکان کا فرشتہ نمودار ہوتا ہے جو اس کو قیود وحجابات کو توڑنے کی ترکیب بتاتا ہے کہ لی مع اللہ وقتٌ کے یقین سے یہ طلسم ٹوٹ سکتا ہے۔ پھر شاعر مادی حجابات سے گزر کر رومیؒ کی رہبری میں دوسری دنیا میں پہنچتا ہے اور اس کی پہلی منزل فلکِ قمر ہوتی ہے۔ وہاں ایک غار میں عارفِ ہندی "جہاں دوست" ملتا ہے جس سے شاعر کو حیات وممات اور دوسرے بہت سے اسرار کی تشریح حاصل ہوتی ہے۔ پھر شاعر کی نظر سرودِ ش پر پڑتی ہے جس کی تخلیق اندیشۂ یزداں میں ہوئی تھی اور جو شاعروں کے الہامی نغمات کا محرک ہے۔ رُومی یہاں بتاتا ہے کہ وہ شاعری جو نوعِ انساں کے اندر رفعت وعظمت کا جذبہ پیدا کرتی ہے "پیغمبری" کی وُارث ہے۔ پھر شاعر کو رُومیؒ طواسین (نبوت؟) کی سیر کراتا ہے۔ طاسینِ اوّل میں گوتم بدھ ہیں۔ طاسینِ دوم میں زرتشت اور اہرمن مصروفِ مکالمہ ہیں۔ زرتشت کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ خودی کی تقویت کے لیے بلا اور مصیبت بہت مفید ہیں اور یہ کہ خودی کے ارتقا میں خلوت بھی ہے اور اس سے آگے جلوت بھی ہے جس کے بغیر خودی ناتمام ہے۔ طاسینِ سوم میں طالسطائے اور افرنگین کا مکالمہ ہے جس سے افرنگین کہتی ہے کہ تو نے مسیحؑ کی ملت کے ساتھ وہ سلوک کیا جو فلاطوس نے میرے جسم کے ساتھ کیا تھا۔ طالسطائے کہتا ہے کہ تیرا جرم میرے جرم سے زیادہ سنگین ہے کیونکہ تو نے مذہب مسیحؑ کی روح کو مسخ کر دیا ہے۔ طاسینِ چہارم میں ابوجہل کی روح اسلام کے فروغ پانے پر جاہلی روایات کا ماتم کر رہی ہے۔

طواسین کی سیر کے بعد شاعر فلکِ عطارد میں پہنچتا ہے جہاں میدانوں کی شادابی اور دریاؤں کے ترنم سے شاعر مسرور ہوتا ہے۔ اتنے میں اذان کی آواز آتی ہے۔ رومی بتاتا ہے کہ

یہ اولیا کا مقام ہے اور حضرت آدمؑ جنت چھوڑنے کے بعد تھوڑے عرصے کے لیے یہاں ٹھہرے تھے۔ پھر دونوں اذان کی سمت روانہ ہوتے ہیں جہاں جمال الدین افغانی نماز پڑھا رہے ہیں اور سورۃ النجم کی تلاوت کر رہے ہیں جس سے شاعر پہ وجد اور بے خودی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ نماز کے بعد رومی نے شاعر کا تعارف افغانی اور سعید حلیم پاشا سے کرایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اس شاعر کو اُس کی طبیعت کی جولانی اور سرمستی کی وجہ سے میں "زندہ رود" کہتا ہوں۔ شاعر بتاتا ہے کہ عالمِ خاکی کے مسلمانوں کو وطنیت کے بڑھتے ہوئے رجحانات نے آفاقی تعلیم سے بے گانہ کر دیا ہے، نیز مغربی ملوکیت اور روسی اشتراکیت نے بڑے فتنے کھڑے کر دیے ہیں۔ افغانی اور سعید حلیم پاشا سے مشرق اور مغرب کی فطرت کے بنیادی فرق پر بھی گفتگو ہوئی۔ پاشا نے یہ بھی بتایا کہ تقلیدِ فرنگ سے مصطفیٰ کمال کی قوم کو نئی زندگی حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ عالمِ قرآنی کی تشکیل کی ضرورت ہے۔ افغانی نے اس تشکیل کے لیے:

۱۔ خلافتِ آدم

۲۔ حکومتِ الٰہی

۳۔ ارض، مِلکِ خداست

۴۔ حکمت، خیرِ کثیر است

کو وسائل بتایا ہے اور اس کی تشریح بھی کی ہے۔ افغانی کو ملّتِ روسیہ کے ہاتھوں ملوکیت و استبداد کے خاتمے کی کچھ امید نظر آتی ہے لیکن وہ اس ملّت کو اسلامی نظام ہی کی دعوت دیتے ہیں۔ پھر فلکِ زہرہ میں رومی کے ساتھ شاعر پہنچتا ہے جہاں ہر قوم اور ہر عہد کے معبود جمع ہیں اور خوش ہو رہے ہیں کہ انسان اب پھر ان کی پرستش قبول کر رہا ہے اور: ؏

از چراغِ مصطفٰےؐ اندیشہ چیست؟

رومی اور شاعر (زندہ رود) آگے بڑھتے ہیں۔ دریائے زہرہ موجیں مار رہا ہے لیکن موجیں

ان دونوں کو راستہ دیتی ہیں۔ رومی سورۂ طٰہٰ پڑھتا ہے۔ اپنے ساتھی کو لے کر آگے بڑھتا ہے جہاں ایک چاند سے تاریکی میں روشنی دکھائی دیتی ہے۔ وہاں فرعون اور برطانوی جنرل کچنر کی روحیں عذاب میں مبتلا نظر آئیں۔ فرعون آرزو کرتا ہے کہ کاش موسیٰؑ سے ایک بار ملنا نصیب ہو اور میں اس سے دلِ آگاہ مانگوں۔ کچنر فخر سے کہتا ہے کہ یورپ والوں نے مصر میں عہدِ قدیم کے آثار اور بیش بہا معلومات کے ذخیرے کھود نکالے ہیں۔ فرعون طنز سے کہتا ہے:

قبرِ ما را علم و حکمت بر کشود

لیکن اندر تربتِ مہدی چہ بود؟

پھر مہدی سوڈانی کی روح نمودار ہوتی ہے جو کچنر سے کہتی ہے کہ یہ میری خاک کا انتقام تھا کہ تجھے قبر کے لیے دو گز زمین بھی نہ مل سکی۔ پھر مہدی نے عربوں کو پیغام دیا ہے کہ وہ بیدار ہوں اور مدینہ سے مستفیض ہوں۔

پھر رومی اور شاعر فلکِ مریخ میں داخل ہوتے ہیں۔ رومی بتاتا ہے کہ وہاں کے لوگ علوم و فنون کے دلدادہ ہیں اور ان کے یہاں دل حاکم ہے اور بدن محکوم، اس لیے باہم کوئی تصادم نہیں۔ پھر یہ دونوں سیاح حکیم مریخی سے ملتے ہیں جو فلزاتِ زمین کی تحقیق سے بہت دلچسپی رکھتا ہے۔ پھر وہ ان دونوں کو مرغدین شہر کی سیر کراتا ہے جہاں کے لوگوں کو دولت اور وسائلِ معیشت کے احتکار کی ہوس نہیں ہے۔ زندہ رود (شاعر) کو وہ حکیم یہ بھی بتاتا ہے کہ تقدیر کی تبدیلی نفس یا خودی کی تبدیلی کے تابع ہے۔ پھر یہ لوگ ایک میدان میں پہنچتے ہیں جہاں افرنگ کی ایک عورت ہے جو عورتوں کو محکومی سے آزاد ہونے کی دعوت دے رہی ہے۔ رومی تبصرہ کرتے ہیں کہ واقعی نئی تہذیب کا مقصد مرگ امومت ہے اور عورتوں کو ہر پابندی سے آزاد کرانا ہے۔ نیز یہ کہ یورپ میں عشق مفقود ہے جس سے زندگی میں حرارت اور تابندگی پیدا ہوتی ہے۔

پھر یہ دونوں فلکِ مشتری میں داخل ہوتے ہیں جہاں روشنی کے لیے کئی چاند ہیں لیکن زندگی کے ہنگامے نہیں ہیں۔ حلاج، غالب اور قرۃ العین طاہرہ یہیں ہیں۔ زندہ رود پہلے حلاج سے سوال کرتا ہے کہ تم لوگ مقامِ مومنین سے دور کیوں ہو؟ حلّاج جواب دیتا ہے کہ سیرِ دوام کی لذتیں خلد کی نعمتوں سے کم نہیں۔ نیز یہ بتایا کہ میں خودی کے "نور و نار" کا رمز شناس تھا لیکن میری قوم والے اُسے نہ سمجھے اور مجھے سُولی پر چڑھا دیا۔ پھر زندہ رود نے غالب سے اس کے شعر (قمری کفِ خاکستر و بلبل قفسِ رنگ) کے معنی پوچھے جس کی اس نے اقبال کے رنگ میں تشریح کی۔ پھر زندہ رود نے اس سے نبوّت سے متعلق اس کے معرکۃ الآرا اشعار کی روشنی میں دریافت کیا تو وہ خود کچھ الجھا ہوا معلوم ہوا اور اس نے یہ شعر کہہ کر بات ختم کر دی:

آنچہ تو از من بخواہی کافری ست

کافری کو ماورائے شاعری ست

حلاج دوبارہ نبوّت، خودی اور دیدارِ الٰہی کے مسائل چھیڑتا ہے لیکن پھر رخصت ہو جاتا ہے کہ ہم ایک جگہ قیام کرنا اپنی طبیعت کے خلاف سمجھتے ہیں۔

اس کے بعد فضا میں تاریکی ہو جاتی ہے اور ابلیس (خواجۂ اہلِ فراق) نظر آتا ہے وہ کہتا ہے کہ میرا حرفِ استکبار صرف فراق کی لذتوں سے بہرہ مند ہونے کے لیے تھا اور یہ کہ آدم سے مجھے ہمدردی تھی کہ وہ میرے بعد مجبوری سے مختاری تک پہنچا۔ پھر ابلیس فریاد کرتا ہے کہ میں آدم سے زیادہ پختہ ایک حریف چاہتا ہوں کیونکہ اس میں مدافعت اور میرے فرمان سے سرکشی کی قوّت ہی نہیں۔

پھر رومی اپنے ساتھی کو فلکِ زحل کی سیر کراتا ہے جہاں غداروں کی روحیں مبتلائے عذاب ہیں اور جنہیں دوزخ نے بھی قبول نہیں کیا۔ یہاں ایک سمت میں ایک نازنین ہے جو حسن و زیبائی کے باوجود زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے۔ یہ روحِ ہندوستان

ہے جو اہلِ ہند کی بے حسی پہ نالاں ہے اور ان غداروں میں ایک یوں کہہ رہا ہے:

نے عدم ما را پذیرد نے وجود

وائے از بے مہریِ بود و نبود

پھر رومی اور زندہ رود عالم بے جہات (آں سوئے افلاک) میں پہنچتے ہیں۔ وہاں سرحد پر جرمن فلسفی نطشے کا مقام ہے۔ پھر آگے فردوس میں داخل ہوتے ہیں جہاں عیش و راحت کے تمام سامان ہیں لیکن رومی تنبیہ کرتا ہے کہ اعتبارات حواس سے دھوکا نہ کھاؤ۔ یہ سب "تجلّیٔ ذات" کے مناظر ہیں۔ یہیں سامنے ایک شاندار محل نظر آتا ہے جو پنجاب کی ایک شاہزادی شرف النساءؒ کا ہے۔ اس نے مرتے وقت اپنی ماں کو وصیت کی تھی کہ قرآن اور تلوار کو مرنے کے بعد بھی اُس سے جدا نہ کیا جائے۔ اس محل سے آگے سیّد علی ہمدانی اور ملّا طاہر غنی کاشمیری سے ملاقات ہوتی ہے۔ ہمدانی نصیحت کرتا ہے کہ اب مسلمان روحانی سربلندی اور عزت کو دوبارہ حاصل کریں اور مادہ پرستی سے احتراز کریں غنی کشمیری بھی اسی طرح کی گفتگو کرتا ہے۔ پھر یہ دونوں (رومی اور زندہ رود) روانہ ہوتے ہیں کہ راستے میں بھرتری ہری سے ملاقات ہوتی ہے جو شاعری کے محرکات سے بحث کرتا ہے اور ایک غزل میں اپنے وطن والوں کو جدوجہد کا پیام دیتا ہے۔ پھر ان کا گزر ایک محل سرائے سے ہوتا ہے جہاں نادر شاہ "ابدالی" اور ٹیپو سلطان رہتے ہیں۔ ان سے حالاتِ حاضرہ اور بعض اصولی اور فلسفیانہ مباحث پر گفتگو ہوتی ہے۔ اسی موقع پر فارسی شاعر ناصر خسرو کی روح نمودار ہوتی ہے اور ایک غزل سنا کر غائب ہو جاتی ہے۔ پھر زندہ رُود کے ذریعے سلطان ٹیپو دریائے کاویری کو ایک پیغام دیتا ہے جس میں حیات و ممات اور شہادت کی حقیقت بیان کی ہے۔ اب یہ دونوں فردوس سے رخصت ہوتے ہیں۔ راستے میں زندہ رود سے ایک غزل کے لیے حُوریں فرمائش کرتی ہیں۔ ان سے رخصت ہو کر "حضور" کا مقام ہے۔ زندہ رود وہاں حقیقتِ وجود اور آئینِ حیات کے متعلق سوال کرتا ہے۔ "ندائے جمال" میں ان کا جواب

ہوتا ہے۔ پھر زندہ رود جرأت کر کے "تقدیرِ شرق وغرب" کو بے حجاب دیکھنے کی آرزو کرتا ہے کہ ناگاہ برقِ تجلی گرتی ہے اور گرد و پیش اس سے غرقِ نور ہو جاتے ہیں اور یہ تماشائی اپنے وجود کو تماشا میں منسلک ہوتے ہوئے محسوس کرتا ہے کہ اب:

از ضمیرِ عالمِ بے چند و چوں

یک نوائے سوزناک آید بروں

یہ "نوائے سوزناک" یہ ہے:

بگذر از خاور و افسونیٔ افرنگ مشو

کہ نیرزد بجوے ایں ہمہ دیرینہ و نو

زندگی انجمن آرا و نگہدارِ خود است

اے کہ در قافلۂ بے ہمہ شو با ہمہ رو!

تو فروزندہ تر از مہرِ منیر آمدۂ

آنچناں زی کہ بہ ہر ذرہ رسانی پرتو!

اس نوا کے ساتھ یہ سیر ختم ہو جاتی ہے۔

یہ پوری نظم اقبال کے پسندیدہ خیالات و جذبات کا نچوڑ اور اس کے محبوب شعرا، علما اور زعما کا خاکہ ہے۔

اس جائزے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اب اس نظم کے قرآنی مضامین کا استقصا کیا جائے۔

صفحہ ۷ میں ہے:

آدمی اندر جہانِ ہفت رنگ

ہر زماں گرمِ فغاں مانندِ چنگ!

آرزوے ہم نفس می سوزدش

نالہ ہائے دل نواز آموزدش

لیکن ایں عالم کہ از آب و گل است

کے تواں گفتن کہ دارائے دل است

آدمی کو دل دیا گیا ہے اور ہم نفس کی آرزو بھی۔ علامہ اقبال کو بھی ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جن کے پاس تڑپتا ہوا اور بے قرار دل ہو۔

سورۃ البلد: آیت ۴ میں ارشاد ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي كَبَدٍ

بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا مشقت میں رہتا۔ پس وہ انسان ہی کیا جس کے پاس عمل کے لیے سرگرم دل نہ ہو۔

صفحہ ۸ ہی میں ہے:

گرچہ بر گردوں، ہجومِ اختر است

ہر یکے از دیگرے تنہا تر است!

ہر یکے مانندِ ما بیچارہ ایست

در فضائے نیلگوں آوارہ ایست!

کارواں برگِ سفر ناکردہ ساز!

بیکراں افلاک و شب ہا دیر باز!

ایں جہاں صید است و صیادیم ما؟

یا اسیرِ رفتہ از یادیم ما؟

سورۃ الاعراف: آیت ۵۴ میں ہے:

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ ۗ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ

اللہ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ

اور سورج اور چاند اور ستارے سب اُس کے حکم کے تابع ہیں۔ سن لو، اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا۔ بڑی برکت والا ہے اللہ جو رب ہے سارے جہانوں کا۔

لیکن انسان کی حیثیت ان سب سے جدا ہے۔ کیا وہ بھلا دیا گیا۔ "رفتہ از یاد؟" اس کا مقام بہت بلند ہے۔

سورۃ البقرہ : آیت ۲۹ میں ہے :

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا

وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنایا ہے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

پھر اس کے بعد والی آیت ۳۰ میں ہے: صفحہ ۸ :

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً

(اللہ نے فرشتوں سے فرمایا) میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

مذکورہ بالا اشعار کے بعد ہی یہ شعر آتا ہے۔ صفحہ ۸ :

زار نالیدم صدائے بر نخاست
ہم نفس فرزندِ آدم را کجاست؟

اور رومی کہتے ہیں :

دی شیخ با چراغ ہمی گشت گردِ شہر
کز دام و دد ملولم و انسانم آرزوست
زیں ہمرہانِ سست عناصر دلم گرفت
شیرِ خدا و رستمِ دستانم آرزوست

گفتم کہ یافت می نشود جستہ ایم ما
گفت آنکہ یافت می نشود آنم آرزوست

صفحہ ۸ میں علامہ اقبال اُس دن کی آرزو کرتے ہیں جس دن انسان کو بیداری حاصل ہو سکے:

اے خوش آں روزے کہ از ایام نیست
صبحِ او را نیمروز و شام نیست
روشن از نورش اگر گردد رواں
صوت را چوں رنگ دیدن می تواں
غیب ہا از تابِ اُو گردد حضور
نوبتِ اُو لا یزال و بے مرور
اے خدا روزی کن آں روزے مرا
وا رہاں زیں روز بے سوزے مرا

ایسا دن گو کہ ابھی نصیب نہیں لیکن ضرور نصیب ہو سکتا ہے۔ اس کے لیے ایک حل سورۃ الرعد: آیت ۱۱ میں موجود ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ
خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

صفحہ ۸ ہی میں ہے:

آیۂ تسخیر اندر شانِ کیست؟
ایں سپہرِ نیلگوں حیرانِ کیست؟

سورۃ الجاثیہ: آیت ۱۲ میں ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾

اور تمہارے لیے مسخر کیے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہیں سب کے سب۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

سورۂ لقمٰن: آیت ۲۰ میں ہے:

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا
فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے لیے مسخر کیا جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے اور تمہیں بھرپور نعمتیں دیں ظاہر اور چھپی ہوئی۔

اسی صفحے میں ہے:

رازدانِ عُلّم الاسما کہ بود ؟
مستِ آں ساقی و آں صہبا کہ بود ؟

سورۃ البقرہ: آیت ۳۱ میں ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا

اور سکھائے آدم کو تمام چیزوں کے نام۔

جب فرشتوں نے اللہ پاک کے سامنے انسان کو خلیفہ بنانے پر اعتراض کیا تو اس موقع پر انسان کی صلاحیت ظاہر کرنے کے لیے اللہ پاک نے اس کو تمام چیزوں کے نام سکھا کر اس کے شرف اور فضیلت کو فرشتوں پر ظاہر کیا۔

صفحہ ۸ ہی میں ہے

اے ترا تیرے کہ ما را سینہ سفت
حرفِ اُدعونی کہ گفت و با کہ گفت ؟

سورۃ المومن: آیت ۶۰ میں ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ

اور تمہارے رب نے فرمایا، مجھ سے مانگو۔ میں تمہاری درخواست قبول کروں گا (گویا مقبولیت کا وعدہ بھی اللہ پاک نے فرمایا)۔

صفحہ ۹ میں ہے:

عمر ہا بر خویش می پیچد وجود
تا یکے بے تاب جاں آید فرود

آدم علیہ السلام کے واقعے میں ہے کہ پہلے شیطان نے ان کو فریب دیا لیکن پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی اور انہیں چن لیا، گویا بے تاب جان کے لیے بھی ایک وقت درکار ہوتا ہے۔

سورۂ طٰہٰ: آیات ۱۲۱-۱۲۲ میں ہے:

وَعَصٰىٓ اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿١٢١﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿١٢٢﴾

اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی۔ پھر اس کے رب نے اس کو چن لیا تو اس پر اپنی رحمت سے رجوع فرمایا اور اپنے قربِ خاص کی راہ دکھائی۔

صفحہ ۱۰ میں ہے:

علم در اندیشہ می گیرد مقام
عشق را کاشانہ قلبِ لاینام

ناقص علم وہم و گمان پیدا کرتا ہے، لیکن عشق کا مقام قلب ہے جہاں یقین ہی یقین ہے۔ سورۃ التوبہ: آیت ۴۵ میں ایسے ناقص علم اور غیر یقینی ایمان والوں کے متعلق ہے کہ وہ لوگ

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد سے بچنے کے لیے رخصت مانگتے ہیں:

اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿۴۵﴾

آپؐ سے یہ چھٹی وہی مانگتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہیں تو وہ اپنے شک میں ڈانواں ڈول ہیں۔

صفحہ ۱۰ ہی میں ہے:

زیرِ گردوں خویش را یابم غریب

زاں سوئے گردوں بگو اِنّی قریب

اے اللہ میں خود کو اس دنیا میں غریب پاتا ہوں۔ مجھے زمان و مکان کی قید سے آزاد کر کے اپنا قرب عطا فرما دے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۱۸۶ میں ہے:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

اور جب آپؐ سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو میں قریب ہوں، دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب وہ مجھے پکارے۔ تو انہیں چاہیے میرا حکم مانیں اور مجھ پہ ایمان لائیں کہ کہیں راہ پائیں۔

صفحہ ۱۰ ہی میں ہے:

تو فروغِ جاوداں ما چوں شرار

یک دو دم داریم و آں ہم مستعار[۴۰]

سورۃ الرحمٰن: آیات ۲۶-۲۷ میں ہے:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ

زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے اور باقی ہے آپؐ کے ربّ کی ذات جو عظمت اور بزرگی والا ہے۔

صفحہ ۱۳ میں ہے:

زندگی از لذتِ غیب و حضور
بست نقشِ ایں جہانِ نزد و دور

اللہ سے جدائی کے بعد دوبارہ اس کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لیے اس زمان و مکان کی دنیا میں انسان آیا۔

سورۃ البقرہ: آیت ۳۶ میں ہے:

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ

اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے۔

صفحہ ۱۳ ہی میں ہے:

ماہ و اختر را خرام آموختند
صد چراغ اندر فضا افروختند!

سورۂ فصلت: آیت ۱۲ میں ہے:

وَزَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ

اور ہم نے دنیا کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا۔

صفحہ ۱۴ میں ہے:

بر سپہرِ نیلگوں زد آفتاب
خیمۂ زربفت با سیمیں طناب

سورۃ النبا: آیات ۱۲۔۱۳ میں ہے:

وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ﴿١٢﴾ وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا

اور تمہارے اوپر ہم نے سات مضبوط آسمان بنائے اور ان میں ایک نہایت چمکتا چراغ (سورج) رکھا۔

اسی صفحے میں ہے:

از افقِ صبحِ نخستیں سر کشید

عالمِ نو زادہ را در بر کشید

سورۂ یٰس: آیت ۳۷ میں ہے:

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ

اور ایک نشانی ان کے لیے رات ہے کہ ہم اس سے دن کو کھینچ لیتے ہیں۔

صفحہ ۱۴ ہی میں ہے:

اے امینے از امانت بے خبر

غم مخور، اندر ضمیرِ خود نگر

سورۃ الاحزاب: آیت ۷۲ میں ہے:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ

الْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ

حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝

بے شک ہم نے امانت کو پیش کیا آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھا لیا۔ بے شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔

صفحہ ۱۵ میں ہے:

عقلِ آدم بر جہاں شبخوں زند عشقِ اُو بر لامکاں شبخوں زند

سورۃ الملک: آیت ۲ میں ہے:

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو کہ تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے۔

جانچ اور کام کے اچھے بُرے کی پہچان عقل ہی کے ذریعے ہوتی ہے، لیکن عشق کا مقام یہ ہے جو سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا

پاکی ہے اُسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصا تک۔

اس کے بعد سورۃ النجم کی ابتدائی اٹھارہ آیتیں اس مبارک سفر سے متعلق ہیں۔

صفحہ ۱۵ ہی میں ہے:

"ہر کہ عاشق شد جمالِ ذات را
اوست سیّد جملہ موجودات را"

جمالِ ذات کے عاشقؐ کا ذکر ابھی سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں آیا ہے۔

سورۃ الکہف: آیت ۳۸ میں ہے:

وَاللّٰہُ رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِکُ بِرَبِّیْٓ اَحَدًا

اللہ ہی میرا رب ہے اور میں کسی کو اپنے رب کا شریک نہیں ٹھہراتا۔

یہ یقین نہ صرف انسان کو خلیفۃ اللہ بناتا ہے بلکہ ساری موجودات کا سردار بھی، کیونکہ اُسی کے لیے سب کچھ پیدا کیا گیا ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۲۹ میں ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ......

وہی ہے جس نے تمہارے لیے پیدا کیا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔
اسی مضمون کا شعر آئندہ صفحہ ۱۶ پر آتا ہے:

فروغِ مشتِ خاک از نوریاں افزوں شود روزے
زمیں از کوکبِ تقدیرِ اُو گردوں شود روزے

اگر انسان اپنے مقام کو پہچان لے اور اپنے مقام (نیابتِ الٰہی) کے مطابق عمل پیش کرے تو خود زمین کا درجہ بلند ہو جائے گا۔ اس کی قوت تسخیر کا ذکر ابھی صفحہ ۸ کے شعر کے سلسلے میں سورۃ الجاثیہ: آیت ۱۳۔ اور سورہ لقمٰن: آیت ۲۰ میں آیا ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل آیت ۷۰ میں اس عزت اور فضیلت کا وعدہ ہے:

وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ

اور بے شک ہم نے اولادِ آدم کو بزرگی دی۔
صفحہ ۱۸ میں ہے:

جانم ملول گشت ز فرعون و ظلم اُو
آں نورِ جیبِ موسیٰ عمرانم آرزوست

سورۃ النمل: آیت ۱۲ میں ہے:

وَاَدْخِلْ یَدَکَ فِیْ جَیْبِکَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ

تم اپنا ہاتھ اپنے گریبان کے اندر لے جاؤ، وہ بلا کسی عیب کے روشن ہو کر نکلے گا۔
موسیٰ علیہ السلام کا یہ واقعہ ہے کہ جس کے سامنے فرعونیت پارہ پارہ ہو جاتی ہے۔
صفحہ ۱۹ میں ہے:

انجمن روزِ الست آراستند
بر وجودِ خود شہادت خواستند

سورۃ الاعراف: آیت ۱۷۲ میں ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ۙ﴿۱۷۲﴾

اور (یاد کرو) جب تمہارے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں خود ان پر گواہ کیا، کیا میں تمہارا رب نہیں؟ سب بولے کیوں نہیں؟ ہم گواہ ہوئے کہ کہیں قیامت کے دن کہو کہ ہمیں اس کی خبر نہ تھی۔

اس شعر کے بعد ہی یہ اشعار ہیں:

زندہ یا مردہ یا جاں بلب
از سہ شاہد کن شہادت را طلب
شاہدِ اوّل شعورِ خویشتن
خویش را دیدن بنورِ خویشتن
شاہدِ ثانی شعورِ دیگرے
خویش را دیدن بنورِ دیگرے
شاہدِ ثالث شعورِ ذاتِ حق
خویش را دیدن بنورِ ذاتِ حق
پیشِ ایں نور ار بمانی استوار
حیّ و قائم چوں خدا خود را شمار[۴۲]

بر مقامِ خود رسیدن زندگی است
ذات را بے پردہ دیدن زندگی است

تم زندہ ہو یا مردہ؟ اس امر کے لیے تین گواہ لاؤ۔ پہلا گواہ تو خود تمہارا عمل ہے کہ واقعی تم نے اپنے عمل سے اپنی زندگی کا ثبوت دیا ہے یا نہیں۔ دوسرا گواہ وہ شخص ہے جو تمہارے عمل کو دیکھ کر کہہ سکے کہ واقعی تم زندہ ہو۔ پھر تیسرا گواہ اللہ پاک ہے جو تمہارے عمل کو اپنی بارگاہ میں مقبول بنائے۔ اس طرح انسان صحیح معنی میں اپنے مقام کو متعین کرنے کے قابل ہو سکتا ہے اور زندہ و پائندہ بن سکتا ہے۔ یہی "سبیل اللہ" ہے اور یہی "شہادت" ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۱۵۴ میں ہے:

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، ہاں تمہیں خبر نہیں۔

صفحہ ۱۹ ہی میں ہے:

مردِ مومن در نسازد با صفات
مصطفےٰ راضی نہ شد الا بذات

جمالی کا ایک مشہور شعر ہے:

موسیٰ ز ہوش رفت بیک جلوۂ صفات
تو عینِ ذات می نگری در تبسمے

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ بھی چکا چوند نہ ہوئی۔

سورۃ النجم: آیات ۹ سے ۱۸ میں تفصیل ہے:

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۔۔۔۔۔۔ مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى

پھر اللہ کے جلوے میں اور محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم ۔۔۔۔ (لیکن حضورؐ کی) آنکھ نہ چکا چوند ہوئی نہ حد سے بڑھی۔

صفحہ ۲۰ میں ہے:

آمرو خالق بروں از امر و خلق

ما زشستِ روزگاں خستہ حلق؟

سورۃ الاعراف: آیت ۵۴ میں ہے:

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ

سن لو، اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا۔ بڑی برکت والا ہے اللہ رب سارے جہانوں کا۔

صفحہ ۲۰ ہی میں ہے:

نکتۂ "الا بسلطاں" یاد گیر

ورنہ چوں مور و ملخ در گِل بمیر

سورۃ الرحمٰن: آیت ۵۵ میں ہے:

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝

اے جن و انسان کے گروہ، اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ۔ جہاں جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے۔

صفحہ ۲۱ میں ہے:

جان بیدارے چو زاید در بدن

لرزہ ہا افتد دریں دیرِ کہن !

گفتم "ایں زادن نمی دانم کہ چیست ؟"

گفت "شانے از شیونِ زندگی است !"

سورۃ الرحمٰن : آیت ۲۹ میں ہے :

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ

اُسے ہر دن ایک کام ہے۔

سورۃ البقرہ : آیت ۲۵۵ میں ہے :

لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ

اُسے نہ اونگھ آئے نہ نیند۔

یہ اللہ پاک کی بیداری اور ہمہ وقت عمل کا ذکر ہے۔ اس کے نائب کو بھی ہمہ وقت عمل کرنا چاہیے اور اس قدر کرنا چاہیے کہ اس کی صلاحیتوں کو دیکھ کر ایک عالم لرز جائے۔ اسی عملِ پیہم کو اقبال "عشق" کہتے ہیں، صفحہ ۲۲ :

می نداند عشق سال و ماہ را

دیر و زود و نزد و دورِ راہ را

صفحہ ۲۲ ہی میں ہے :

عشق شبخونے زدن بر لامکاں

گور را نادیدہ رفتن از جہاں

صفحہ ۱۵ کے شعر کے سلسلے میں سورۃ الملک : آیت ۲ اور سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت دیکھیں۔

صفحہ ۲۲ ہی میں ہے :

عشق با نانِ جویں خیبر کشاد
عشق در اندامِ مہ چاکے نہاد !

جب انسان اللہ کا ہو جاتا ہے تو پھر اُس کا فعل اللہ کا ہوتا ہے۔

سورۃ الانفال: آیت ۱۷ میں ہے:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ

اور (اے محبوبؐ!) وہ خاک آپؐ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

اسی صفحے میں ہے:

کلّۂ نمرود بے ضرب شکست
لشکرِ فرعون بے حرب شکست!

سورۃ الانبیاء: آیت ۶۹-۷۰ میں ہے کہ (جب نمرود والوں نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا تو):

قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ﴿٦٩﴾ وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ ﴿٧٠﴾

ہم نے فرمایا، اے آگ ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی ہو جا ابراہیمؑ پر۔ اور اُن لوگوں نے اس کا بُرا چاہا تو ہم نے انہیں سب سے زیادہ زیاں کار کر دیا (اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر مچھر بھیجے جو ان کا گوشت کھا گئے اور خون پی گئے اور ایک مچھر نمرود کے دماغ میں گھس گیا اور اس کی ہلاکت کا سبب ہوا)۔

اور سورۃ الشعراء: آیت ۶۵-۶۶ میں ہے:

وَأَنجَيْنَا مُوسَىٰ وَمَن مَّعَهُ أَجْمَعِينَ ﴿٦٥﴾ ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ

اور ہم نے بچالیا موسٰی اور اس کے سب ساتھ والوں کو، پھر دوسروں کو

(فرعون اور اس کی قوم کو) ڈبو دیا۔

جب انسان اللہ کا ہو جاتا ہے تو پھر اس کا فعل اور عمل اللہ کا فعل اور اللہ کی رضا ہو جاتا ہے بلکہ ایسے انسان کی رضا ہی اللہ کی رضا بن جاتی ہے۔

صفحہ ۲۳ میں ہے:

آدمی دید است باقی پوست است
دید آں باشد کہ دیدِ دوست است
جملہ تن را در گداز اندر بصر
در نظر رو در نظر رو در نظر

سورۃ الذاریٰت : آیت ۲۰-۲۱ میں ہے:

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ﴿٢٠﴾ وَفِي أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے اور خود تم میں۔ کیا تم نہیں دیکھتے؟

اللہ کو پہچاننے والا ہی آنکھ والا ہے اور اسے بھولنے والا اندھا ہے۔

سورۃ طٰہٰ : آیت ۱۲۴ میں ہے:

وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ ﴿١٢٤﴾

اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لیے زندگانی تنگ ہے اور ہم قیامت کے دن اس کو اندھا اٹھائیں گے۔

اسی صفحے میں ہے:

چشم بکشا بر زمان و بر مکاں
ایں دو یک حال است از احوالِ جاں

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج زمان ومکان کے تمام قیود وحدود سے آزادی کی روشن دلیل ہے:

○ صفحہ ۱۵ میں سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت آچکی ہے۔

صفحہ ۲۴ میں ہے:

چیست جاں؟ جذب وسرور وسوز ودرد
ذوقِ تسخیرِ سپہرِ گرد گرد
چیست تن؟ با رنگ و بُو خو کردن است
با مقامِ چار سو خو کردن است
از شعور است ایں کہ گوئی نزد و دُور
چیست معراج؟ انقلاب اندر شعور

جان اور زندگی کا تقاضا یہی ہے کہ انسان سرگرمِ عمل ہو اور اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر آسمانوں اور زمین کے اندر کی تمام چیزوں کو مسخر کرے۔ سورۃ الجاثیہ کی آیت ۱۳ اور سورۂ لقمٰن کی آیت ۲۰ صفحہ ۸ میں آچکی ہے۔

جو لوگ صرف تن پروری کو اپنی معراج سمجھتے ہیں اور دنیوی کمال ہی کو اصل کمال سمجھتے ہیں وہ اسی چار سو میں الجھ کر رہ جاتے ہیں اور وہ بھی نصیب نہیں ہوتے۔ ابھی صفحہ ۲۲ میں سورہ کی آیت ۱۲۴ آچکی ہے وہ دیکھیں۔

پھر "انقلاب اندر شعور" کے لیے (معراج شریف کے لیے) صفحہ ۱۵ کی آیت (سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۱) دیکھیں۔

صفحہ ۲۶ میں زروان جو زمان ومکان کا فرشتہ ہے کہتا ہے:

آدم وافرشتہ دربندِ من است
عالمِ شش روزہ فرزندِ من است

لی مع اللہ ہر کرا در دل نشست
آں جوانمردے طلسم من شکست

عالمِ شش روزہ کے متعلق سورۃ الاعراف: آیت ۵۴ میں ہے:

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ

آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا۔

"لی مع اللہ وقت" ——— میرے لیے اللہ کے ساتھ ایک وقت ہے

حدیث ہے۔

جب انسان اللہ پاک کی معیت اور قربت حاصل کر لیتا ہے تو پھر زمان و مکان کی ہر قید سے آزاد ہو جاتا ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت اور سورۃ النجم کی ابتدائی اٹھارہ آیتیں اسی زمان و مکان سے آزادی کی سب سے بڑی دلیل ہیں۔

صفحہ ۲۷ میں ہے:

؎ عقلِ تو حاصلِ حیات، عشقِ تو سرِّ کائنات

سورۃ البقرہ: آیت ۲۶۹ میں ہے:

وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا

اور جسے حکمت دی گئی تو اسے دولتِ کثیر دی گئی۔

اسی عمل اور عشق کے متعلق سورۃ الاحقاف: آیت ۱۹ میں ہے:

وَلِکُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا

اور ہر ایک کے لیے اپنے اپنے عمل کے درجے ہیں۔

صفحہ ۲۷ ہی میں ہے:

صدق و صفاست زندگی، نشو و نماست زندگی
تا ابد از ازل بتاز ملکِ خداست زندگی

آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک زندگی قائم ہے۔ زندگی کی یہ بقا اپنی جگہ اسکی نشوونما کی دلیل ہے اور صحیح زندگی وہی ہے جس میں صدق وصفا ہو۔

سورۃ الشمس: آیات ۷۔۱۰ میں ہے:

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا

وَتَقْوٰىهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝

اور جان کی (قسم) اور اس کی جس نے اسے ٹھیک کیا، پھر اس کی بدکاری اور پرہیزگاری دل میں ڈالی۔ بے شک مراد کو پہنچا جس نے اسے ستھرا کیا۔ اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا۔

صفحہ ۲۸ میں ہے:

دبدبۂ قلندری، طنطنۂ سکندری

آں ہمہ جذبۂ کلیم، ایں ہمہ سحرِ سامری

موسیٰ علیہ السلام نے فرعونیت اور غیر اللہ کی اطاعت سے قوم کو آزاد کرانا چاہا اور سامری نے اپنے سحر سے گمراہ کرنا چاہا۔

سورۂ طٰہٰ: آیت ۸۵ میں ہے:

قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ۝

(اللہ نے) فرمایا تو ہم نے تیرے آنے کے بعد تیری قوم کو بلا میں ڈالا اور انہیں سامری نے گمراہ کر دیا (پھر موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف غصے میں تشریف لے گئے)۔

موسیٰ علیہ السلام کی غیر موجودگی میں سامری نے ایک بچھڑے کے ذریعے لوگوں کو فتنے میں مبتلا کر دیا کہ وہ ان کا معبود کہا گیا۔

صفحہ ۲۸ ہی میں ہے:

ضربِ قلندری بید، سدِ سکندری شکن
رسمِ کلیم تازہ کُن، رونقِ ساحری شکن

سورۃ الکہف : آیت ۹۳ میں ہے :

حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ بَیۡنَ السَّدَّیۡنِ وَجَدَ مِنۡ دُوۡنِہِمَا قَوۡمًا
لَّا یَکَادُوۡنَ یَفۡقَہُوۡنَ قَوۡلًا ﴿۹۳﴾

(سکندر ذوالقرنین) جب دو پہاڑوں کے درمیان پہنچے تو اُن سے اُدھر ایک قوم کو دیکھا جو کوئی بات سمجھتے معلوم نہ ہوتے تھے۔ (انہوں نے کہا، اے ذوالقرنین! بے شک یاجوج ماجوج زمین میں فساد مچاتے ہیں۔ تو کیا ہم آپ کے لیے کچھ خرچ مقرر کر دیں اس پر کہ آپ ہم میں اور اُن میں ایک دیوار بنا دیں؟)۔

تمام برائیوں، فتنوں اور طاغوتی طاقتوں کو ختم کرنا ایک مردِ مومن کی شان ہے۔

صفحہ ۱۳۱ میں ہے :

ایں زمین و آسماں مُلکِ خداست
ایں مہ و پرویں ہمہ میراثِ ماست!

سورۃ البقرہ : آیت ۲۸۴ میں ہے :

لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ

اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔

سورۃ الاعراف : آیت ۱۲۸ میں ہے :

اِنَّ الۡاَرۡضَ لِلّٰہِ ۟ۙ یُوۡرِثُہَا مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖ

بے شک زمین کا مالک اللہ ہے۔ اپنے بندوں میں جسے چاہے وارث بنائے۔

صفحہ ۱۳۱ ہی میں ہے :

در بیابانِ طلب دیوانہ شو!
یعنی ابراہیم ایں بت خانہ شو!

سورۃ الصّٰفّٰت : آیت ۹۳ میں ہے :

فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ

پھر اُن (بُتوں) پر قوت کے ساتھ جا پڑے اور مارنے لگے۔

(یعنی جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑ ڈالا تھا، تم بھی تمام مشکلات اور دقتوں کے بتوں کو توڑ ڈالو)۔

اسی صفحے میں ہے :

از خدا ہفت آسماں دیگر طلب
صد زماں و صد مکاں دیگر طلب

سورۃ الطلاق : آیت ۱۲ میں ہے :

اَللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ

اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور اُنھی کی طرح زمین بھی۔

علامہ اقبال کہتے ہیں کہ اپنے حوصلے کو بلند کرو اور اس سے بھی زیادہ اپنے اللہ سے مانگو۔

صفحہ ۳۱ ہی میں ہے :

گر نجاتِ ما فراغ از جستجو ست
گور خوشتر از بہشتِ رنگ و بو ست

طلب اور جستجو کا نہ ہونا مر جانے کے مترادف ہے۔

سورۃ المؤمنون : آیت ۱۱۵ میں ہے :

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا

تُرْجَعُوْنَ

تو کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے کار بنایا اور تمہیں ہماری طرف پھرنا نہیں؟

اور سورۃ القیٰمۃ: آیت ۳۶ میں ہے:

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًى

کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ آزاد چھوڑ دیا جائے گا؟

(اللہ پاک کے یہاں پوچھا جائے گا کہ اس نے کیا کیا اور کیا عملِ صالح لایا)۔

صفحہ ۲۵ میں ہے:

مردے اندر جستجو آوارہ!

ثابتے با فطرتِ سیارہ!

علامہ اقبال یہ شعر اپنے متعلق رومیؒ سے کہلاتے ہیں یعنی وہ ہر انسان کو سرگرمِ عمل دیکھنا چاہتے ہیں۔

سورۃ العنکبوت: آیت ۶۹ میں ارشاد ہے:

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا

اور جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھائیں گے۔

سورۃ الملک: آیت ۱۵ میں ہے:

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ ⑮

وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین رام کر دی تو اس کے راستوں میں چلو اور اللہ کی روزی میں سے کھاؤ اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

سورۂ نوح: آیات ۱۹۔۲۰ میں ہے:

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ⑲ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا

فِجَاجًا

اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا کہ اس کے وسیع راستوں میں چلو۔

(یہ سب سہولتیں اور راہیں اسی لیے ہیں کہ انسان ہاتھ پاؤں توڑ کر نہ بیٹھے)۔

صفحہ ۳۶ میں ہے:

چشم بر حق باز کردن بندگی است

خویش را بے پردہ دیدن زندگی است

سورۃ الحشر: آیت ۱۹ میں ہے:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنْسٰهُمْ أَنْفُسَهُمْ

اور اُن جیسے نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول بیٹھے تو اللہ نے (انہیں بلا میں ڈالا کہ) بُھلا دیے اُن کو اُن کے جی۔

(یعنی جو اللہ کو بھول جائے تو خود کو بھول جائے گا اور جو اللہ کو پہچانے گا وہ خود کو پہچان لے گا)۔

منصبِ خلافتِ الٰہی دراصل خود شناسی کے لیے اصل محرک ہے۔

صفحہ ۳۷ میں ہے کہ کوہستانِ قمر میں ایک فرشتے کو اُترتے ہوئے دیکھا تو اس سے پوچھا کہ تُو جو ہماری دنیا کو دیکھنے جا رہا ہے تو کیا:

از جمالِ زہرہ بگداختی ؟

دل بہ چاہِ بابلے انداختی ؟

سورۃ البقرہ: آیت ۱۰۲ میں ہے:

وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ

اور وہ (نافرمان لوگ) اُس علم کے پیچھے ہو لیے جو اُترا دو فرشتوں پر

شہر بابل میں جن کا نام ہاروت اور ماروت تھا۔

(دو فرشتے زہرہ کی محبت میں گرفتار ہوئے تھے اور اس کے نتیجے میں بابل کے کنوئیں میں قید کیے گئے تھے)۔

اُس فرشتے نے مشرق کے روشن مستقبل کی امید دلائی اور کہا (صفحہ ۳۷):

لعلہا از سنگِ رہ آید بروں

یوسفانِ او ز چہ آید بروں!

یہ تلمیح سورۂ یوسف : آیت ۱۹ کی ہے:

وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ۖ قَالَ يَا بُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَامٌ ۚ

اور ایک قافلہ آ نکلا، تو انہوں نے اپنا آدمی پانی لانے کے واسطے بھیجا اور اس نے اپنا ڈول ڈالا اور کہنے لگا، لو یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ یہ تو ایک لڑکا ہے۔

وہی فرشتہ پھر کہتا ہے (صفحہ ۳۷) کہ مشرق اب:

رخت بندد از مقامِ آزری

تا شود خوگر ز ترکِ بُت گری

اس شعر میں جو تلمیح ہے سورۃ الانعام: آیت ۷۴، کی ہے:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً ۖ إِنِّي أَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ

اور (یاد کرو) جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر سے کہا، کیا تم بتوں کو خدا مانتے ہو؟ بے شک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں۔

صفحہ ۳۷ ہی میں ہے:

اے خوشا آں قومے کہ جانِ او تپید
از گلِ خود خویش را باز آفرید!

وہ قوم کیسی خوش نصیب ہے کہ پھر اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جاتی ہے اور عملِ صالح کی زندگی اختیار کرتی ہے۔ صفحہ ۲۵ کی آیتیں دیکھیں کہ کس طرح اللہ پاک نے انسان کے لیے بیدار ہونے کے اسباب بنائے ہیں۔

صفحہ ۲۷ ہی کا شعر ہے:

عرشیاں را صبحِ عید آں ساعتے
چوں شود بیدار چشمِ ملّتے

جب کوئی ملّت ایمان کے لحاظ سے بیدار ہو جاتی ہے اور اس میں یقین پیدا ہو جاتا ہے تو فرشتے بھی خوش ہوتے ہیں۔

سورۃ الاحزاب: آیت ۴۳ میں ہے:

هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ
إِلَى النُّورِ ۚ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ﴿٤٣﴾

وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے کہ تمہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف نکالے اور وہ مسلمانوں پر بہت مہربان ہے۔

صفحہ ۲۷ ہی میں ہے:

پیرِ ہندی اندکے دم در کشید
باز در من دید و بے تابانہ دید

۱۔ گفت مرگِ عقل؟ گفتم ترکِ فکر
گفت مرگِ قلب؟ گفتم ترکِ ذکر

۲۔ گفت تن؟ گفتم کہ زاد از گردِ رہ

گفت جاں؟ گفتم کہ رمزِ لا الٰہ

۳۔ گفت آدم؟ گفتم از اسرارِ اوست

گفت عالم؟ گفتم او خود روبروست

۴۔ گفت ایں علم و ہنر؟ گفتم کہ پوست

گفت حجت چیست؟ گفتم روئے دوست

۵۔ گفت دینِ عامیاں؟ گفتم شنید

گفت دینِ عارفاں؟ گفتم کہ دید

۱۔ اللہ پاک نے بار بار غور و فکر کی دعوت دی ہے۔ مثلاً سورۃ البقرہ: آیت ۲۱۹ میں ہے:

کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ تَتَفَکَّرُوْنَ۝

فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ

اسی طرح اللہ تم سے آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم دنیا اور آخرت کے کام سوچ کر کرو (اگر کوئی ایسا نہ کرے تو گویا اس کی عقل مُردہ ہے)۔

اسی طرح بار بار ذِکر (اللہ کی یاد) کے لیے فرمایا گیا ہے۔ مثلاً سورۃ البقرہ: آیت ۱۵۲ میں ہے:

فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ

پس تم میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا۔

اور سورۂ طٰہٰ: آیت ۱۲۴ میں ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا وَّنَحْشُرُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ

اَعْمٰی ﴿۱۲۴﴾

اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لیے زندگانی تنگ ہے اور ہم قیامت کے دن اُسے اندھا اٹھائیں گے۔

۲۔ تن کوئی چیز نہیں۔ جان وہ ہے جو اللہ کو پہچانے اور تقویٰ اختیار کرے۔

سورۃ الشمس: آیت ۹ میں ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا

بے شک مراد کو پہنچا جس نے اس (نفس) کو ستھرا کیا۔ (برائیوں سے ستھرا کیا۔ اللہ کے پہچاننے ہی سے وہ ایسا کر سکتا ہے)۔

۳۔ سورۃ البقرہ: آیت ۳۰ میں ہے:

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً

(اللہ نے فرشتوں سے فرمایا) بے شک میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

اسی لیے انسان "اسرارِ الٰہی" میں سے ہے اور خود یہ دنیا بھی اسی لیے ہے کہ اللہ کو پہچانا جائے۔

۴۔ علم و ہنر بھی اللہ ہی کو پہچاننے کے لیے ہونا چاہیے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۳۱ میں ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا

اور اللہ نے آدم کو تمام (اشیا کے) نام سکھائے (تاکہ انسان خلافتِ الٰہی کے منصب پر فائز ہو اور اس خلافت کے ذریعے اپنے اللہ کو پہچانتا رہے)۔

۵۔ عام لوگ دین کو سُن لیتے ہیں لیکن خواص تو دین کی حقیقت کو دیکھتے ہیں اور نیابتِ الٰہی کے احساس سے کمالاتِ انسانی کی معراج تک پہنچتے ہیں۔

سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت ابھی آچکی ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا

پاکی ہے اُسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصا تک (اللہ پاک کا قرب حاصل کرنے کے لیے)۔

صفحہ ۳۸ میں ہے:

ذاتِ حق را نیست ایں عالم حجاب
غوطہ را حائل نگردد نقشِ آب

اللہ پاک کو اِس دنیا میں بھی دیکھا جا سکتا ہے قرآن کے ذریعے۔

سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۴۵ میں ہے:

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَکَ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا

اور جب (اے محبوبؐ) تم نے قرآن پڑھا تو ہم نے تمہارے اور اُن کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ایک چھپا ہوا پردہ حائل کر دیا۔ (قرآن اللہ پاک سے ہم کلامی کا ذریعہ بھی تو ہے)۔

سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۷۸ میں ہے:

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا

بے شک قرآن پڑھنا فجر کا ہوتا ہے رُوبرُو۔

صفحہ ۳۸ ہی میں ہے:

زادن اندر عالمے دیگر خوش است
تا شبابِ دیگرے آید بدست!

دوسری زندگی ایمان اور عملِ صالح والوں کے لیے ہر طرح ایک زبردست انعام ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۶۲ میں ہے:

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ
عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾

جو سچے دل سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں اور عملِ صالح کریں اُن کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور نہ انہیں کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم۔

اس شعر کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ:

ع اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے

سورۃ الملک: آیت ۱۵ میں ہے:

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا
وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ

وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین رام کر دی تو اس کے راستوں میں چلو اور اللہ کی روزی میں سے کھاؤ۔

اللہ پاک نے زمین میں بہت سے راستے اور اسباب پیدا کر دیے ہیں تاکہ انسان دنیوی ترقی بھی کرے۔

اسی صفحے میں ہے:

ع حق ورائے مرگ و عینِ زندگی است

اصل زندگی مرنے کے بعد ہی ہے۔ دوسری زندگی میں ایمان اور عملِ صالح والوں کے لیے جو اجر ہے اس کا اندازہ مرنے سے پہلے نہیں ہو سکتا۔ سورۃ الرحمٰن کی

آیات ۶۹ سے آخر تک میں ان نعمتوں کا ذکر ہے۔

سورۃ الانعام : آیت ۶۰ میں ہے :

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى

اور وہی ہے جو رات کو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے (نیند سے) اور جانتا ہے جو کچھ تم دن میں کماؤ، پھر دن میں اٹھاتا ہے کہ ٹھہرائی ہوئی میعاد پوری ہو۔

صفحہ ۳۹ میں ہے :

وقت ؟ شیرینی بہ زہر آمیختہ

رحمتِ عامے بہ قہر آمیختہ

وقت ایک مشکل پسند زندگی کی دعوت دیتا ہے، جیساکہ سورۃ البلد : آیت ۴ میں ہے :

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي كَبَدٍ

بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

امام شافعیؒ کا مقولہ ہے :

الوقت سیفٌ —— وقت ایک تلوار ہے۔

صفحہ ۳۹ ہی میں ہے :

کافری مرگ است اے روشن نہاد

کے سزد با مردہ غازی راجہاد

مردِ مومن زندہ و با خود بجنگ

بر خود افتد ہمچو بر آہو پلنگ

مردِ مومن آسانیوں کو اختیار نہیں کرتا بلکہ صرف مشکلات کو دعوت دیتا ہے۔ ادبیہ

سورۃ البلد کی آیت ۴ مذکور ہوئی۔

اسی صفحے میں ہے:

کافرِ بیدار دل پیشِ صنم

بہ ز دیندارے کہ خفت اندر حرم!

اگر مسلمان اپنے اللہ کے آگے جاکر بھی اللہ سے غافل رہے تو اس کا مسلمان ہونا کس کام کا ہے؟ نماز کے لیے کھڑے ہوتے وقت اسی لیے مسلمان پڑھتا ہے:

اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۷۹﴾ (سورۃ الانعام: ۷۹)

بے شک میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے ایک اسی کا ہوکر اور میں مشرکوں میں سے نہیں۔

صفحہ ۴۰ میں ہے:

ع چشم کور است ایں کہ بیند ناصواب

سورۃ الانعام: آیت ۵۰ میں ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾

آپ فرمادیں، کیا برابر ہوجائیں گے اندھے (کافر) اور انکھیارے (مومن)؟ تو کیا تم غور نہیں کرتے؟

صفحہ ۴۰ ہی میں ہے:

صحبتِ گل دانہ را سازد درخت

آدمی از صحبتِ گل تیرہ بخت!

دانہ از گل می پذیرد پیچ و تاب!

تاکند صیدِ شعاعِ آفتاب!

مٹی کی صحبت سے دانہ درخت ہو جاتا ہے لیکن انسان اس سے بھی سبق نہیں لیتا یہ دنیا، انسان کے لیے آخرت کی کھیتی ہے۔

سورۃ البقرہ : آیت ۳۶ میں ہے :

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ

اور تمہیں زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا ہے اور برتنا ہے (ہاتھ پاؤں توڑ کر نہیں بیٹھنا ہے)۔

پھول کہتا ہے: صفحہ ۱۴۰ :

جاں بہ تن ما راز جذبِ این و آں

جذبِ تو پیدا و جذبِ ما نہاں !

پھول بھی ایک جذبہ اور جوش اپنے اندر رکھتا ہے، لیکن افسوس ہے اُس انسان پر جو عمل کا جذبہ ہی نہ رکھتا ہو۔

سورۃ النجم : آیت ۳۹ میں ہے :

لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ۝

نہیں ہے انسان کے لیے مگر جو اُس نے کوشش کی۔

صفحہ ۱۸۱ میں ہے :

شانِ او جبریلی و ناہش سروش

می برد از ہوش و می آرد بہوش

سورۃ الرحمٰن کی ابتدائی آیتیں یہ ہیں:

الرَّحْمَٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۝ خَلَقَ الْإِنسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝

مولانا احمد رضا خان صاحب اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:

رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا، انسانیت کی جان (محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

کو پیدا کیا۔ ماکان ومایکون کا بیان انہیں سکھایا۔"

یہ بیان اور گویائی اگر رحمٰن کی طرف متوجہ کر دے تو انسانیت کا مقصد پورا ہو سکتا ہے
اقبال نے اسی چیز کو سرِ دِش کہا ہے۔

صفحہ ۴۲ میں ہے:

چوں رمزِ رازی را از دیدہ فرو شستم
تقدیرِ امم دیدم پنہاں بہ کتاب اندر!

منطقیانہ اور متکلمانہ انداز سے سوچنے کے بجائے اگر عشق اور وجدان سے کام لیا جائے، تو معلوم ہوگا کہ اس عشق کی وجہ سے اُمتوں کی تقدیر بن سکتی ہے۔ یہ عشق سوچنا نہیں سکھاتا بلکہ عمل کے لیے مشکلات کا مقابلہ کرنا سکھاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی سخت کوشی اور مشکل پسندی سے سبق لینا چاہیے۔

سورۃ الکہف: آیت ۶۰ میں ہے:

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ
أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا ۝

اور (یاد کرو) جب موسیٰؑ نے اپنے خادم سے کہا، میں باز نہ رہوں گا جب تک وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرنوں (سالہا سال) چلا جاؤں۔

اسی بات کو بعد کے شعر میں کہا ہے:

بر کشت و خیاباں پیچ، بر کوہ و بیاباں پیچ
برقے کہ بخود پیچد میرد بہ سحاب اندر

صفحہ ۴۳ میں ہے:

رومی آں عشق و محبت را دلیل
تشنہ کاماں را کلامش سلسبیل

گفت آں شعرے کہ آتش اندرُوست
اصلِ اُو از گرمیٔ اللّٰہ ہُوست!

شعر ہو یا گویائی (بیان) ہو اللہ کے رشتے ہی سے تاثیر اور سرگرمی پیدا کرتا ہے۔

صفحہ ۴۱ میں سورۃ الرحمٰن کی ابتدائی آیتیں دیکھیں۔

گویائی (بیان) اللہ کی طرف سے جوشِ عمل کا پیام ہوتا ہے۔ صفحہ ۴۲:

خوں ازو اندر بدن سیار تر
قلب از روح الامیں بیدار تر

سورۃ الشعراء: آیات ۱۹۲-۱۹۴ میں ہے:

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾

اور بے شک یہ قرآن، رب العلمین کا اتارا ہوا ہے۔ اسے روح الامیں لیکر اترا تمہارے دل پر کہ تم ڈر سناؤ۔

اسی طرح جو کلام منشائے الٰہی کے مطابق ہو وہ بھی:

ع از دلِ خیزد و بر دلِ ریزد

صفحہ ۴۴ میں ہے:

اے بسا شاعر کہ از سحرِ ہنر
رہزنِ قلب است و ابلیسِ نظر!
شاعرِ ہندی! خدایش یار باد
جانِ اُو بے لذتِ گفتار باد
عشق را خنیا گری آموختہ
با خلیلاں آزری آموختہ

اسی قسم کے شعرا کے متعلق سورۃ الشعرا: آیات ۲۲۴-۲۲۶ میں ہے:

الشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ

یَّهِیْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ وَاَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾

اور (ایسے) شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر نالے میں سرگرداں پھرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے۔

صفحہ ۴۴ ہی میں ہے:

شعر را مقصود اگر آدم گری است

شاعری ہم وارثِ پیغمبری است

شعر اور گویائی سے اگر انسان میں عمل اور حق پسندی پیدا ہوتی ہے تو یہ ایک طرح سے پیغمبری کی تقلید ہے جو انسان کو غیر اللہ سے ہٹا کر اللہ کی طرف لاتی ہے۔ ایسے شعرا کو حدیث میں الشعراء تلامیذ الرحمٰن کہا گیا ہے۔

سورہ ابراہیم: آیات ۲۴-۲۵ میں ہے:

اَلَمْ تَرَ كَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَیِّبَةً

كَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾

تُؤْتِیْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا

کیا تم نے نہیں دیکھا اللہ نے کیسی مثال فرمائی پاکیزہ بات کی، جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں۔ ہر وقت اپنا پھل دیتا ہے اپنے رب کے حکم سے۔

اسی صفحے میں پیغمبری کے فضائل بیان کرتے ہیں:

پاک سازد استخوان و ریشہ را

بالِ جبریلے دہد اندیشہ را

ہاے وہوے اندرونِ کائنات

از لبِ اُو نجم و نور و نازعات

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سورۂ آل عمران: آیت ۱۶۴ میں بیان کی گئی ہیں:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ
اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ
وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہے مسلمانوں پر کہ اُن پر اُنہی میں سے ایک رسول بھیجا جو اَن پر اُس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ لوگ ضرور اس سے پہلے کھُلی گمراہی میں تھے۔

سورۂ البقرہ: آیت ۱۵۱ میں بھی قریب قریب انہی الفاظ میں یہ تمام خصوصیات مذکور ہیں۔ یہی ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے فضائل تھے جن سے فکر و اندیشہ اور علم و عمل کو پرواز اور ولولہ حاصل ہوا اور اُن کی زبانِ مبارک سے سورۃ النجم، سورۃ النور اور سورۃ النازعات وغیرہ تلاوت ہوئیں جن میں کائنات کے رموز بیان ہوئے ہیں۔

صفحہ ۴۵ میں ہے:

شوق راہِ خویش داند بے دلیل

شوقِ پروازے ببالِ جبرئیل!

عشق کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ وہ "جادۂ صد سالہ" کو بھی چشم زدن میں طے کر لیتا ہے۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج اس شوق کا منتہا ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت ہے:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا

پاک ہے اُسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔

پھر سورۃ النجم کی ابتدائی اٹھارہ آیتیں اسی شوق کے سفر کی تفصیل میں ہیں۔

صفحہ ۴۶ میں ہے:

از خود اندیش و ازیں بادیہ ترساں مگذر

کہ تو ہستی و وجودِ دو جہاں چیزے نیست

سورۃ البقرہ: آیت ۲۹ میں ہے:

ھُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ لَکُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا

وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

اور سورۃ الذاریات: آیات ۲۰-۲۱ میں ہے:

وَفِی الۡاَرۡضِ اٰیٰتٌ لِّلۡمُوۡقِنِیۡنَ ۙ﴿۲۰﴾ وَفِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے اور خود تم میں، تو کیا تمہیں سُوجھتا نہیں؟

خود اندیشی اور خود شناسی ہی سے نیابتِ الٰہی کے منصب کا احساس ہو سکتا ہے پھر اسی منصب کے مطابق عمل بھی ہونا چاہیے۔

صفحہ ۴۷ میں ہے:

؏ حسنِ کردار و خیالاتِ خوشاں چیزے ہست

صفحہ ۴۸ میں ہے:

؏ عشق بدوش می کشد ایں ہمہ کوہسار را!

عشق صرف مشکل پسندی سکھاتا ہے جو انسان کی فطرت کا تقاضا بھی ہے۔

صفحہ ۳۹ میں سورۃ البلد کی آیت ۴ آ چکی ہے۔ وہ دیکھیں۔

صفحہ ۴۹ میں ہے:

زندہ حق از جلوۂ سینائے تست

مرگِ من اندر یدِ بیضائے تست!

صفحہ ۴۹ کی تمام باتیں شیطان کہہ رہا ہے زرتشت سے۔ سورۃ التین: آیت ۲ میں طورِ سینین کا ذکر ہے اور سورۃ الاعراف: آیت ۱۰۸ میں موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہے کہ:

وَّنَزَعَ یَدَہٗ فَاِذَا ھِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ

اور اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے سامنے جگمگانے لگا۔

صفحہ ۴۹ ہی میں ہے:

ع آرّہ و کرم و صلیب انعامِ اوست!

آرّہ سے حضرت زکریا علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے جو ایک درخت میں چھپ گئے تھے کافروں نے ان کو درخت سمیت آرہ سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا۔

کِرم (کیڑا) سے اشارہ حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف ہے جن کے جسمِ اطہر میں کیڑے پڑ گئے تھے اور آپ صبر کرتے رہے یہاں تک کہ دعا کی:

اِذْ نَادٰی رَبَّہٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ؁

اُرْکُضْ بِرِجْلِكَ ۚ ھٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ؁ (سورہ ص: ۴۱-۴۲)

جب اُس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے تکلیف اور ایذا دی (ہم نے فرمایا) زمین پر اپنا پاؤں مار۔ یہ ہے ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کو (اس میں نہانے سے ان کو شفا ہو گئی)۔

صلیب سے اشارہ ہے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف جن کو لوگوں نے بزعمِ خود، سولی پہ چڑھا دیا تھا، لیکن سورۃ النساء: آیت ۱۵۷ میں ہے:

وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ

اور ہے یہ کہ انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اُسے سُولی دی بلکہ ان کو اشتباہ ہو گیا (اُن کے لیے ان کی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا)۔

صفحہ ۹۹ ہی میں ہے:

؏ جز دعا ہا نوح تدبیرے نداشت

نوحؑ علیہ السلام نے خدا کی طرف بہت بلایا لیکن لوگوں نے پروا نہیں کی۔ سورۂ نوحؑ میں تفصیل ہے۔ آخر آپ نے اللہ سے عرض کیا:

وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝

اور نوحؑ نے عرض کیا، اے میرے رب، زمین پہ کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔ (اس کے بعد طوفان آیا)۔

اسی صفحے میں ہے:

؏ شہر را بگذار و در غارے نشیں

اصحابِ کہف نے یہی کیا تھا۔ ظالم بادشاہ سے تنگ آ کر شہر چھوڑ دیا تھا۔

سورۃ الکہف: آیت ۱۰ میں ہے:

اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ ...

جب اُن نوجوانوں نے غار میں پناہ لی۔

صفحہ ۹۹ ہی میں ہے:

؏ در کہستاں چوں کلیم آوارہ شو

موسیٰ علیہ السلام مدین کی طرف چلے گئے جو فرعون کے قلمرو سے آٹھ روز کی مسافت پر تھا۔ سورۃ القصص: آیات ۲۱۔۲۹ میں اس سفر کی تفصیل ہے اور شعیب علیہ السلام کے یہاں رہنے کا واقعہ بھی ہے۔ اسی سفر میں وہ کہستان کا علاقہ ہوگا۔

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ (سورۃ القصص: ۲۲)

اور جب وہ مدین کی طرف متوجہ ہوا۔

صفحہ ۵۰ میں ہے:

مردِ حق بیں جز بحق خود را ندید

لا الٰہ می گفت و در خوں می تپید!

عشق را در خوں تپیدن آبروست

ارہ و چوب و رسن عیدین اوست!

پہلے مصرعے کو حضرت مجدد الف ثانی (م ۱۰۳۴ھ) کے قول کی روشنی میں دیکھیے۔ وہ فرماتے ہیں کہ منصور حلاج نے غلبۂ حال میں خود کو نہیں دیکھا اور کہہ دیا کہ انا الحق۔ اگر وہ غلبۂ حال میں نہ ہوتا تو اس کا ایسا کہنا کفر قرار دیا جاتا۔ چنانچہ "معنی انا الحق آنست کہ حق است، نہ من"۔[۵۵]

مردِ حق بیں صرف خدا کو دیکھتا ہے غیر اللہ کی نفی کرتا ہے اور مشکلات کا مقابلہ کرنا اپنی عزت کے لیے ضروری سمجھتا ہے۔ صفحہ ۴۲ میں سورۃ الکہف کی آیت ۶۰ دیکھیں۔

ارہ و چوب و رسن کی تلمیح صفحہ ۴۹ میں آ چکی ہے۔

صفحات ۵۰۔۵۱ میں ہے:

چیست خلوت؟ درد و سوز و آرزوست

انجمن دید است و خلوت جستجوست

—

چیست آں؟ بگذشتن از دیر و کنشت

چیست ایں؟ تنہا نہ رفتن در بہشت!

فرد اور جماعت کی "خودی" اور "بے خودی" جو اقبال کا خاص پیام ہے ان شعروں میں مذکور ہے۔

سورۃ العصر میں ارشاد ہے:

وَالْعَصْرِ ۙ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۙ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾

(زمانے کی تاریخ کو گواہ کر کے ارشاد فرمایا ہے) انسان بے شک گھاٹے میں ہے مگر وہ جو ایمان لائے اور عملِ صالح کیے اور ایک دوسرے کو حق کی تلقین کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

(یعنی ایمان اور عمل صالح ہر فرد کے لیے ہے اور جماعت کے لیے صبر کی تاکید ہو تو پھر انسان اور اس کی جماعت خسارے میں نہیں ہو سکتی)۔

طالسطائے افرنگیین سے کہتا ہے (صفحہ ۵۴) کہ تو (افرنگ) نے دینِ مسیحؑ کی روح کو مسخ کر دیا ہے اور اپنے ہنر کے ذریعے دوسروں پر چنگیزی کی ہے۔

حکمتے کو عقدۂ اشیا کشاد
با تو غیر از فکرِ چنگیزی نہ داد

یعنی علمِ اشیا میں ترقی کر کے دوسروں کو اپنے ظلم کا نشانہ بنایا ہے۔ اسی لیے وہ آخر میں کہتا ہے:

مرگِ تو اہلِ جہاں را زندگی است
باش! تا بینی کہ انجامِ تو چیست!

سورۃ الحج: آیت ۱۱ میں ایسے ہی لوگوں کا ذکر ہے جو کہنے کو تو دین پر ہیں لیکن دین سے الگ رہ کر اپنا عمل پیش کرتے ہیں:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰی حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ
خَیْرُ ِۨاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۨانْقَلَبَ عَلٰی
وَجْهِهٖ ۚ۫ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ

الْمُبِيْنُ ﴿١١﴾

اور کچھ لوگ اللہ کی بندگی ایک کنارے پر رہ کر کرتے ہیں۔ پھر اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچ گئی جب تو چین سے ہیں اور جب کوئی جانچ آپڑی تو منہ کے بل پلٹ گئے۔ دنیا اور آخرت دونوں کا گھاٹا یہی ہے صریح نقصان۔

صفحہ ۵۴ میں ابوجہل کہہ رہا ہے کہ:

سینۂ ما از محمدؐ داغ داغ!

سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۸۱ میں ہے:

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴿٨١﴾

اور آپؐ فرمادیں کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔

صفحہ ۵۶ میں ہے:

صرصرے دہ با ہوائے بادیہ

انّھم اعجاز نخلٍ خاویہ

قومِ عاد کو بادِ صرصر کے ذریعے ہلاک کرنے کا واقعہ سورۃ الحاقہ میں آیا ہے کہ وہ قوم ہلاک کی گئی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کھجوروں کے تنے گرے ہوئے ہیں۔ یہاں ابوجہل اپنے بتوں سے کہہ رہا ہے کہ ان مسلمانوں کو ختم کردو۔ اسی طرح جیسا کہ سورۃ الحاقہ کی آیت ۷ میں ہے:

كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ﴿٧﴾

گویا وہ کھجور کے ٹنڈ ہیں گرے ہوئے۔

لیکن ابوجہل اور اس کے ساتھیوں کی گمراہی اور خسرانِ بالکل یقینی ہے۔

سورۃ الحج: آیت ۱۲ میں ہے:

يَدْعُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ

وہ لوگ اللہ کے علاوہ ایسے کو پوجتے ہیں جو اُن کا برا بھلا کچھ نہ کرے یہی ہے دُور کی گمراہی۔

صفحہ ۶۰ میں ہے:

سیّد السادات مولانا جمال
زندہ از گفتارِ اُو سنگ وسفال

ترکِ سالارِ آں حلیم دردمند
فکرِ اُو مثلِ مقامِ اُو بلند

ایسے ہی لوگوں کے متعلق سورۂ آلِ عمران: آیت ۱۱۴ میں ارشاد ہے:

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ
بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ
فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ

وہ اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لاتے ہیں اور بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں پر دوڑتے ہیں اور یہی لوگ صالحین میں سے ہیں۔

صفحہ ۶۰-۶۱ میں ہے:

قرأتِ آں پیرمردے سخت کوش
سورۂ والنجم و آں دشتِ خموش!

قرأتے گزدے خلیل آید بہ وجد
روحِ پاکِ جبرئیل آید بہ وجد!

جمال الدین افغانیؒ ایسا قرآن پڑھتے تھے۔

سورۃ الانفال: آیت ۲ میں ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ

اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ۝

ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کو یاد کیا جائے تو اُن کے دل ڈر جائیں اور جب اُن پر اُس کی آیتیں پڑھی جائیں تو ان کا ایمان ترقی پائے اور اپنے رب ہی پر بھروسا کریں۔

اسی کے آگے ہے:

ع بے حجاب اُمّ الکتاب از قرأتش!

سورۃ آل عمران: آیت ۷۔ سورۃ الرعد: آیت ۳۹۔ سورۃ الزخرف: آیت ۴ میں اُم الکتاب (قرآن) کی شان مذکور ہے۔

صفحہ ۶۲ میں ہے:

ترک و ایران و عرب مستِ فرنگ

ہر کسے را در گلو شستِ فرنگ

سورۃ المجادلہ: آیت ۱۹ میں ہے:

اِسْتَحْوَذَ عَلَیْھِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰھُمْ ذِکْرَ اللّٰہِ ط

اُولٰٓئِکَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ ط

ان پر شیطان نے قابو پالیا ہے۔ پس اُس نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ وہ شیطان کی جماعت ہے:

صفحہ ۶۳ میں ہے:

آں کفِ خاکے کہ نامیدی وطن
ایں کہ گوئی مصر و ایران و یمن
با وطن اہلِ وطن را نسبتے است
زانکہ از خاکش طلوعِ ملتے است
اندریں نسبت اگر داری نظر
نکتۂ بینی ز مو باریک تر
گرچہ از مشرق بر آید آفتاب
با تجلی ہائے شوخ و بے حجاب
در تب و تاب است از سوزِ دروں
تا ز قیدِ شرق و غرب آید بروں

مسلمانوں میں وطن اور نسل کوئی چیز نہیں ہے۔

سورۃ الحجرات: آیت ۱۳ میں ہے:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ

بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

ایمان کی تب و تاب اصل عزت اور پرہیزگاری ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۷۰ میں ہے:

وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ

اور بے شک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی (یعنی اولادِ مشرق و اولادِ مغرب کو نہیں)۔

یہ اولادِ آدم ہی خلٰئف الارض ہے (سورۃ الانعام: آیت ۱۶۵)

اشتراکیت نے "مساواتِ شکم" کی تعلیم دی ہے اور ملوکیت نے "مرگِ باطن" بہ زور دیا ہے۔ حالانکہ :

صفحہ ۶۵ : زندگانی سوختن با ساختن

در گلے تخمِ دلے انداختن

دل ہوگا تو مشکل پسندی اور سخت کوشی ہی زندگانی کا مقصود ہوگا۔

سورۃ الحج : آیت ۳۲ میں ہے :

وَمَنۡ يُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنۡ تَقۡوَى الۡقُلُوۡبِ

اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کا تقویٰ ہے۔

مولانا سلیمان ندوی نے تقویٰ کی حقیقت یوں بیان کی ہے :

" وہ ضمیر کے اس احساس کا نام ہے جس کی بنا پر ہر کام میں خدا کے حکم کے مطابق عمل کرنے کی شدید رغبت اور اس کی مخالفت سے شدید نفرت پیدا ہوتی ہے۔ ...... تقویٰ کا اصلی تعلق دل سے ہے اور وہ سلبی کیفیت (بچنا) کے بجائے ایجابی اور ثبوتی کیفیت اپنے اندر رکھتا ہے۔ وہ امورِ خیر کی طرف دلوں میں تحریک پیدا کرتا ہے اور شعائرِ الٰہی کی تعظیم سے ان کو معمور کرتا ہے۔"

اسی صفحہ ۶۵ میں سعید حلیم پاشا کی زبانی یہ شعر آتا ہے :

عشق چوں با زیرکی ہمبر شود

نقشبندِ عالمِ دیگر شود

سورۃ الذاریٰت : آیت ۲۱ میں :

اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ — کیا تمہیں سوجھتا نہیں ؟

اسی زیرکی کو بیدار کرنے کے لیے ہے۔

صفحہ ۶۶ میں ہے:

بندۂ مومن ز آیاتِ خداست
ہر جہاں اندر برِ او چوں قباست
چوں کہن گردد جہانے در برش
می دہد قرآں جہانے دیگرش

سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۹ میں ہے:

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَ يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۙ﴿۹﴾

بے شک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے اور خوشی سناتا ہے ایمان والوں کو جو عملِ صالح پیش کریں کہ اُن کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔

صفحہ ۶۷ میں ہے:

عالمے در سینۂ ما گم ہنوز
عالمے در انتظارِ قُم ہنوز

قرآن ہر وقت بیداری سکھاتا ہے۔

سورۂ مدثر: آیات ۱-۳ میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ﴿۱﴾ قُمْ فَاَنْذِرْ ۙ﴿۲﴾ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ

اے بالاپوش اوڑھنے والے! کھڑے ہو جاؤ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو۔

پھر یہ شعر ہے:
باطنِ اُو از تغیر بے غمے
ظاہرِ او انقلابِ ہر دمے

قرآن سے جو دنیا بنتی ہے وہ ایسی ہی ہوتی ہے۔

سورۂ آلِ عمران: آیت ۷ میں ہے:

هُوَ الَّذِيٓ اَنۡزَلَ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ مِنۡهُ
اٰيٰتٌ مُّحۡكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡكِتٰبِ

وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری جس کی بعض آیتیں محکم یعنی واضح معنی رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں (ہر تغیر سے پاک ہیں)۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آیاتِ محکمات اور آیاتِ متشابہات کی وضاحت کر دی جائے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ قدس سرہ نے "مکتوبات" (دفتر اوّل مکتوب ۲۷۶) میں اس موضوع پر بحث کی۔ اس کا ترجمہ یہ ہے:

"اللہ پاک نے قرآن مجید کو دو قسم پر نازل فرمایا ہے:

ایک محکمات دوسرے متشابہات

قسمِ اوّل علمِ شرائع اور احکام کا منشا اور مبدا ہے اور قسم ثانی حقائق و اسرار کے علم کا مخزن ہے اور چہرہ اور قدم اور ساق اور انگلیاں، پورے جو قرآن و حدیث میں آئے ہیں یہ سب متشابہات میں سے ہیں اور اسی طرح حروفِ مقطعات جو قرآن مجید کی بعض سورتوں کے شروع میں آئے ہیں، وہ بھی متشابہات میں سے ہیں جن کی تاویل علمائے راسخین کے سوا کسی کو نہیں دی گئی۔ یہ فقیر قرآن مجید کی نسبت کیا لکھے؟ اس کا ایک ایک حرفِ مقطعات مثلِ دریائے مواج کے ہے اور علمِ محکمات علمِ متشابہات کی نسبت مثل پوست کے ہے۔ جو شخص علمِ محکمات سے واقف ہے اور وہ علمِ متشابہات کی تاویل ڈھونڈے اور صورت کو چھوڑ کر حقیقت کی طرف دوڑے وہ ایسا جاہل ہے جس کو اپنی جہالت کی خبر نہیں اور ایسا گمراہ

ہے کہ جس کو اپنی گمراہی کا ہوش نہیں"۔

(ترجمہ ملخصاً)[۵۹]

صفحہ ۶۸ سے جمال الدین افغانیؒ کی طرف سے "محکماتِ عالمِ قرآنی" بیان کیے ہیں اور وہ چار ہیں:

۱۔ خلافتِ آدم

۲۔ حکومتِ الٰہی

۳۔ ارض، ملکِ خداست

۴۔ حکمت، خیرِ کثیر است

۱۔ خلافتِ آدم کے تحت فرماتے ہیں:

در دو عالم ہر کجا آثارِ عشق
ابنِ آدم سرّے از اسرارِ عشق

کوکبِ بے شرق و غرب و بے غروب
در مدارش نے شمال و نے جنوب

انسان کے لیے یہ دنیا پیدا کی گئی ہے جیسا کہ سورۃ البقرہ: آیت ۲۹ میں ہے:

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا

وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔ (اسی لیے اس زمین کو برتنا ہو گا)۔

پھر سورۃ البقرہ: آیت ۱۱۵ میں ہے:

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ

عَلِیۡمٌ ﴿۱۱۵﴾

اور مشرق و مغرب سب اللہ ہی کا ہے۔ تو تم جدھر منہ کرو اُدھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ) ہے۔ بے شک اللہ وسعت والا علم والا ہے (ہر سمت میں رہنے والے انسان کے لیے اللہ کی رحمت عام ہے)۔

نیابتِ الٰہی اور خلافتِ خداوندی آدم علیہ السلام کو حاصل ہوئی۔ یہ بہت بڑا انعام ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۳۰ میں فرشتوں سے اللہ پاک کا فرمان مذکور ہے:

اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً

بے شک میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

حرف انی جاعل تقدیر او
از زمیں تا آسماں تفسیر او

سورۃ الجاثیہ: آیت ۱۳ میں ہے:

وَسَخَّرَ لَکُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مِّنۡہُ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ﴿۱۳﴾

اور تمہارے لیے مسخر کیے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہیں سب کے سب۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

سورۂ لقمٰن: آیت ۲۰ میں بھی اسی طرح ارشاد ہے۔

خلافتِ آدم کے ذیل میں علامہ اقبال نے اپنی تمام تعلیمات کا نچوڑ پیش کر دیا ہے جن کا اعادہ ضروری معلوم نہیں ہوتا۔

صفحہ ۵۰ میں ہے:

چشمِ موسیٰ خواست دیدارِ وجود
ایں ہمہ از لذتِ تحقیق بود

لن ترانی نکتہ ہا دارد دقیق

اندکے گم شو دریں بحرِ عمیق

سورۃ الاعراف: آیت ۱۴۳ میں ہے:

قَالَ رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ ؕ قَالَ لَنۡ تَرٰىنِیۡ وَ لٰکِنِ انۡظُرۡ اِلَی الۡجَبَلِ

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے میرے پروردگار! اپنا دیدار مجھ کو دکھلا دیجیے کہ میں آپکو ایک نظر دیکھ لوں۔ ارشاد ہوا کہ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھو۔

دو شعروں سے پہلے یہ شعر ہے:

صاحبِ تحقیق را جلوت عزیز

صاحبِ تخلیق را خلوت عزیز

صاحبِ تحقیق علم چاہتا ہے اور صاحبِ تخلیق عشق سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی لیے موسیٰؑ مقامِ محبّیت میں تھے اور حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ محبوبیت میں تھے۔

"محکماتِ عالمِ قرآنی" کا دوسرا جز حکومتِ الٰہی ہے۔

صفحہ ۸۱ میں ہے:

بندۂ حق بے نیاز از ہر مقام

نے غلام اُو را نہ اُو کس را غلام

وہ صرف اللہ کا ہوتا ہے اور غیر اللہ سے بے نیاز ہوتا ہے۔

سورۃ القصص: آیت ۸۸ میں ہے:

وَ لَا تَدۡعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ

اور اللہ کے علاوہ کسی اور کو معبود نہ پکڑو۔

پھر صفحہ ۱۰ ہی میں ہے:

رسم و راہ و دین و آئینش ز حق
زشت و خوب و تلخ و نوشینش ز حق

عقلِ خود بیں غافل از بہبودِ غیر
سودِ خود بیند، نہ بیند سودِ غیر

بندۂ حق صرف اللہ اور قرآن سے تعلق رکھتا ہے اور ہر شخص کا بھلا چاہتا ہے لیکن عقلِ خود بیں (مثلاً فرنگ) دوسروں کا گلا گھونٹ کر اپنا فائدہ دیکھتی ہے۔ مدینہ والوں کے ایثار کے متعلق سورۃ الحشر: آیت ۹ میں ہے:

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ﴿۹﴾

اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر (مدینہ طیبہ) اور ایمان میں گھر بنا لیا، وہ دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز سے جو دیے گئے اور اپنی جانوں پر اُن کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو اور اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔

یعنی جو اپنے نفس کے لالچ میں گرفتار ہو وہ ضرور خسارے میں ہے۔ اسی کو شعر میں عقلِ خود بیں کہا گیا ہے۔

محکماتِ عالمِ قرآنی کا تیسرا جزء "ارض، ملکِ خداست" صفحہ ۷۲ میں مذکور ہے یعنی زمین پر سب کا حق ہے۔ دوسروں کا خون چوس کر عیش کرنا ایک انسان کا شیوہ نہیں ہونا چاہیے۔

صفحہ ۷۳ میں یہ شعر ہے:

باطن الارض للّٰہ ظاہر است

ہر کہ ایں ظاہر نہ بیند کافر است

سورۃ الاعراف: آیت ۱۲۸ میں ہے:

اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ

بے شک زمین اللہ کی ہے جس کو چاہے مالک بنا دے اپنے بندوں میں سے۔

پھر اسی صفحہ ۷۳ میں ہے:

از طریقِ آزری بیگانہ باش !

بر مرادِ خود جہانِ نو تراش !

آزر کی طرح بُت پرست نہ بن جاؤ اور زمین سے محبت نہ کرو بلکہ ہر وقت ایک نئی دنیا اور نئے نئے کام (لوگوں کے فائدے کے لیے) بناؤ۔

سورۃ الانعام: آیت ۷۴ میں آزر کا ذکر ملتا ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً

اور (یاد کرو) جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر سے کہا کہ کیا تم بتوں کو معبود قرار دیتے ہو؟

صفحہ ۸۶ میں انسانی صلاحیتوں سے متعلق سورۃ الجاثیہ کی آیت ۱۳ آ چکی ہے۔

صفحہ ۷۴ میں "محکماتِ عالمِ قرآنی" کا چوتھا جزء آتا ہے یعنی حکمت خیرِ کثیر است:

گفت حکمت را خدا خیرِ کثیر

ہر کجا ایں خیر را بینی بگیر

سورۃ البقرہ: آیت ۲۶۹ میں ہے:

يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ

اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا

دین کا فہم جس کو چاہتے ہیں دے دیتے ہیں اور جس کو دین کا فہم مل جائے اسے بڑی خیر کی چیز مل گئی۔

صفحہ ۴۷ ہی میں ہے:

چشمِ اُو بر وارداتِ کائنات

تا ببیند محکماتِ کائنات

علم اور علم والے کی آنکھ کائنات کی واردات اور محکمات دیکھتی ہے۔

سورۂ آل عمران: آیت ۱۹۱ میں ہے:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا

بے شک آسمانوں اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں دلائل موجود ہیں اہلِ عقل کے لیے جن کی حالت یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے بھی، بیٹھے بھی، لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) اے پروردگار! آپ نے اس مخلوق کو لایعنی پیدا نہیں کیا۔

صفحہ ۷۵ میں ہے:

علم بے عشق است از طاغوتیاں

علم با عشق است از لاہوتیاں

وہ علم بے کار ہے جس پر عمل نہ ہو، لیکن اگر عمل بھی ہو تو بہت بڑا انعام ہے۔

سورۃ المجادلہ : آیت ۱۱ میں ہے :

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ⑪

اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور اُن کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا اور اللہ کو تمہارے عمل کی خبر ہے (ایمان کے لیے علم اور عمل دونوں کی ضرورت ہے)۔

صفحہ ۷۵ ہی میں ہے:

رفت سوزِ سینۂ تاتار و کُرد

یا مسلماں مُرد یا قرآں بمُرد!

"تاتاریوں اور کُردوں نے اسلام کی خاطر کتنی قربانیاں دی ہیں لیکن اب عمل نہ ہونے سے مسلمان مسلمان نہیں رہا اور قرآن کو چھوڑ دیا ہے۔

سورۃ الفرقان : آیت ۳۰ میں ایسے ہی لوگوں کے متعلق ہے :

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

اور رسولؐ نے عرض کیا کہ اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑنے کے قابل ٹھہرا لیا۔

صفحہ ۷۶ میں ہے :

دینِ حق از کافری رسواتر است

زانکہ مُلّا مومنِ کافر گر است!

غلط قسم کے مُلاؤں نے دین کو بدنام کیا ہے اور :

؎ دینِ مُلّا فی سبیل اللہ فساد

سورۃ البقرہ میں ایسے سرکش لوگوں کے متعلق ارشاد ہے : آیت ۱۶ :

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اشۡتَرَوُا الضَّلٰلَۃَ بِالۡہُدٰی فَمَا رَبِحَتۡ تِّجَارَتُہُمۡ

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی تو ان کا سودا کچھ نفع نہ لایا۔

صفحہ ۷۷ میں مردِ حق کے لیے فرمایا کہ:

تو کلیمی چند باشی سرنگوں!

دستِ خویش از آستیں آور بروں!

سورۃ النمل: آیت ۱۲ میں موسیٰ علیہ السلام سے خطاب ہے:

وَاَدۡخِلۡ یَدَکَ فِیۡ جَیۡبِکَ تَخۡرُجۡ بَیۡضَآءَ مِنۡ غَیۡرِ سُوۡٓءٍ

اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال۔ نکلے گا سفید چمکتا بے عیب۔

اسی طرح مردِ حق کو بے خوف ہو کر اللہ کے احکام بجالانا چاہییں۔

صفحہ ۷۷ ہی میں ہے:

مردِ حق از کس نگیرد رنگ و بُو

مردِ حق از حق پذیرد رنگ و بُو

سورۃ البقرہ: آیت ۱۳۸ میں ہے:

صِبۡغَۃَ اللّٰہِ ۚ وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبۡغَۃً ۫ وَّنَحۡنُ لَہٗ عٰبِدُوۡنَ ﴿۱۳۸﴾

ہم نے قبول کیا رنگ اللہ کا اور کس کا رنگ بہتر ہے اللہ کے رنگ سے اور ہم اسی (اللہ) کی عبادت کرتے ہیں۔

عیسائی لوگ جب اپنے دین میں کسی کو داخل کرتے یا کوئی بچہ پیدا ہوتا تو پانی میں زرد رنگ ڈال کر اُسے اُس پانی میں غوطہ دیتے اور کہتے کہ یہ اب سچا عیسائی ہوگیا ہے۔ اللہ پاک نے یہاں اس کا رد فرمایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اللہ کا رنگ سچا ہے۔

مردِ حق کی شان یہ ہوتی ہے کہ (صفحہ ۷۷):

ہر زماں اندر تلاش جانے دگر
ہر زماں او را چو حق شانے دگر
راز ہا با مردِ مومن باز گوے
شرحِ رمزِ کُلَّ یوم باز گوے

سورۃ الرحمٰن: آیت ۲۹ میں ہے:

یَسْئَلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ

اُس سے سب آسمانوں اور زمین والے مانگتے ہیں۔ وہ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں لگا رہتا ہے (یعنی ہر وقت اُس کا الگ کام اور ہر روز اُس کی نئی شان ہے)۔

اللہ کے نائب کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔

صفحہ ۷۹ میں "ملتِ روسیہ" سے خطاب ہے:

کہنہ شد افرنگ را آئین و دیں!
سوئے آں دیرِ کہن دیگر مبیں
کردۂ کارِ خداونداں تمام
بگذر از لا جانبِ الا خرام

افرنگ کے بے عمل دین کو چھوڑ کر روس نے اس سے نفرت یہاں تک بڑھالی کہ اُس دین کے خدا سے بھی انکار کر دیا۔ "خداونداں" کا انکار تو صحیح ہے لیکن اللہ کا انکار سب سے بڑا جرم ہے۔

سورۃ الانفال: آیت ۵۵ میں ہے:

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ

بے شک سب جانوروں میں بدتر (اللہ کے نزدیک) وہ ہیں جنہوں نے

کفر کیا اور ایمان نہیں لائے۔

صفحہ ۷۹ میں اسی ملتِ روسیہ سے پھر خطاب ہے:

داستانِ کہنہ شستی باب باب
فکر را روشن کُن از اُمّ الکتاب

با سیہ فاماں یدِ بیضا کہ داد؟
مژدۂ لا قیصر و کسریٰ کہ داد؟

سورۂ ابراہیم: آیت ۵ میں ہے:

وَذَكِّرْهُمْ بِأَيّٰمِ اللّٰهِ

اور انہیں اللہ کے دن (یعنی تاریخ) یاد دلا۔

کہا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا رنگ سفید نہیں تھا۔ اسی لیے "سیہ فاماں" کہا ہے۔ یدِ بیضا کا ذکر ابھی صفحہ ۷۷ میں (سورۃ النمل: آیت ۱۲) آچکا ہے۔ "لا قیصر و کسریٰ" کا مژدہ بھی قرآن نے ہی دیا تھا (سورۃ الروم: آیات ۲ تا ۶):

غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ
غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۝ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۬ۗ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ
قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝
بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝
وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا
يَعْلَمُوْنَ ۝

رومی مغلوب ہوئے پاس کی زمین میں اور اپنی مغلوبی کے بعد عنقریب غالب ہوں گے چند برسوں میں۔ حکم اللہ ہی کا ہے آگے اور پیچھے اور اس دن ایمان والے خوش ہوں گے اللہ کی مدد سے۔ وہ مدد کرتا ہے جس کی چاہے اور وہی ہے عزت والا مہربان۔ اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ

اپنا وعدہ خلاف نہیں کرتا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

عرب کے مشرکین فارس کے مجوسیوں کو پسند نہیں کرتے تھے لیکن رومی چونکہ اہلِ کتاب تھے اس لیے ان کو مسلمان پسند کرتے تھے۔ بہرحال مسلمانوں کی پسند کو اللہ نے پسند کیا اور اہلِ فارس کو شکست ہوئی اور اس شکست کی خبر قرآن ہی نے دی تھی۔

صفحہ ۸۰ میں ہے:

فقرِ قرآں اختلاطِ ذکر و فکر
فکر را کامل ندیدم جز بذکر
ذکر؟ ذوق و شوق را دادن ادب
کارِ جان است این نہ کارِ کام و لب

قرآن فکر بھی سکھلاتا ہے (الذاریٰت: آیت ۲۱):

اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ

کیا تمہیں سوجھتا نہیں۔

قرآن ذکر بھی سکھلاتا ہے (المؤمن: آیت ۱۴):

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ

پس پکارو اللہ کو نِرے اس کے بندے ہو کر۔ گو کہ کافروں کو ناگوار ہو۔

ذوق و شوق کو ادب سکھانا یہی ہے کہ اس کو خالص اللہ کے لیے پیدا کیا جائے، تاکہ غیر اللہ کو زک پہنچے اور اس کے لیے "کارِ جاں" اور سخت کوشی کی ضرورت ہے۔ موسیٰؑ کی سخت کوشی کا ذکر صفحہ ۴۲ (سورۃ الکہف: آیت ۶۰) میں آچکا ہے۔

صفحہ ۸۰ ہی میں ہے:

چیست قرآں؟ خواجہ را پیغامِ مرگ
دستگیرِ بندۂ بے ساز و برگ!

ہیچ خیر از مردکِ زرکش مجو
لن تنالوا البرّ حتیٰ تنفقوا

خواجہ (سرمایہ دار) کی موت کا سبق قرآن میں ملتا ہے۔ سورۃ البقرہ: آیت ۲۱۹ میں ہے:

وَیَسْـَٔلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ۃ قُلِ الْعَفْوَ

اور آپؐ سے لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں تو آپؐ فرمادیں کہ جو تمہاری خالص ضرورت سے زیادہ ہو۔

پھر سورۂ آل عمران: آیت ۹۲ میں ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۃ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾

تم خیرِ کامل کو کبھی حاصل نہ کر سکو گے جب تک کہ تم اپنی پیاری چیز کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو گے اور جو کچھ بھی تم خرچ کرو گے اللہ کو معلوم ہے۔

صفحہ ۸ ہی میں ہے:

از ربا آخر چہ می زاید؟ فتن!
کس نداند لذتِ قرضِ حسن!

سورۂ آلِ عمران: آیت ۱۳۰ میں ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰٓوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۳۰﴾

اے ایمان والو! مت کھاؤ سود دُونے پر دُونا اور ڈرو اللہ سے تاکہ تم فلاح پاؤ۔

یعنی سود سے بچنے میں فلاح ہے، ورنہ فساد ہی فساد ہے۔ اور اگر اللہ کو قرض دیا جائے یعنی اس کی راہ میں خرچ کیا جائے تو یہ فائدہ ہے جو سورۃ التغابن: آیت ۱۷ میں ہے:

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِیْمٌ ۙ

اگر تم اللہ کو اچھی طرح قرض دو گے تو وہ اس کو تمہارے لیے بڑھاتا چلا جائے گا اور وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بڑا قدر دان بڑا بردبار ہے۔

اسی صفحے میں ہے:

رزقِ خود را از زمیں بردن رواست

ایں متاعِ بندہ و ملکِ خداست

سورۃ البقرہ: آیت ۲۲ میں ہے:

وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ

اور برسایا آسمان سے پانی، پھر نکالے اس سے میوے تمہارے کھانے کے لیے۔

اس مضمون کی آیتیں بہت سی ہیں جن میں بتایا ہے کہ اللہ پاک نے پانی برسا کر زمین پر انسان کو رزق عطا کیا اس لیے اُسے زمین پر ہی اپنی روزی تلاش کرنی چاہیے۔ لیکن یاد رہے کہ متاعاً لکم (النازعات: آیت ۳۳) یعنی صرف تمہارے فائدے کے لیے ہے، ورنہ حقیقت میں یہ زمین اللہ کی ہے:

اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۟ (الاعراف: آیت ۱۲۸)

بے شک زمین کا مالک اللہ ہے۔

صفحہ ۸۰ ہی میں ہے:

بندۂ مومن امیں، حق مالک است

غیرِ حق ہر شے کہ بینی ہالک است

سورۃ القصص: آیت ۸۸ میں ہے:

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ

ہر چیز فنا ہونے والی ہے بجز اس کی ذات کے۔

سورۃ الرحمٰن: آیات ۲۶-۲۷ میں ہے:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

جتنے روئے زمین پر موجود ہیں سب فنا ہو جائیں گے اور آپؐ کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت اور احسان والی ہے باقی رہ جائے گی۔

صفحہ ۸۱ میں ہے:

رایتِ حق از ملوک آمد نگوں

قریہ ہا از دخلِ شاں خوار و زبوں

سورۃ النمل: آیت ۳۴ میں ہے: (قالت)

إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً ۖ وَكَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ۝

بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو خراب کر دیتے ہیں اور وہاں کے عزت داروں کو ذلیل کر ڈالتے ہیں اور یہ لوگ ایسا ہی کرتے ہیں۔

صفحہ ۸۱ ہی میں ہے:

آب و نانِ ماست از یک مائدہ

دودۂ آدم کنفسٍ واحدہ

سورۂ لقمٰن: آیت ۲۸ میں ہے:

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ ۗ إِنَّ اللَّهَ

سَمِیۡعٌۢ بَصِیۡرٌ ﴿۲۸﴾

تم سب کا پیدا کرنا اور زندہ کرنا بس ایسا ہی ہے جیسا ایک شخص کا۔
بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا اور سب کچھ دیکھتا ہے۔
اسی صفحے میں قرآن کے متعلق ہے:

مثلِ حق پنہاں وہم پیداست ایں
زندہ و پائندہ و گویاست ایں !

سورۃ الحدید: آیت ۳ میں ہے:

هُوَ الۡاَوَّلُ وَالۡاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالۡبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ

وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے اور وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی ہے اور وہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔
جب اللہ ایسا ہے تو اُس کا قرآن بھی ایسا ہو گا۔ اللہ خود اپنے ایسے قرآن کی حفاظت فرماتا ہے:

سورۃ الحجر: آیت ۹ میں ہے:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ

ہم نے قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔
صفحہ ۱۸۱ ہی میں ہے:

با مسلماں گفت جاں بر کف بنہ
ہر چہ از حاجت فزوں داری بدہ

قرآن نے مسلمانوں کو جہاد کا حکم دیا اور ضرورت سے زیادہ مال کے خرچ کرنے کا حکم دیا۔
سورۃ الفرقان: آیت ۵۲ میں ہے:

فَلَا تُطِعِ الۡکٰفِرِیۡنَ وَجَاهِدۡهُمۡ بِهٖ جِهَادًا کَبِیۡرًا

سو آپؐ کافروں کی خوشی کا کام نہ کیجیے اور اس کے ذریعے ان کا زور شور سے مقابلہ کیجیے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۲۱۹ میں ضرورت سے زائد مال کے خرچ کر دینے کا حکم ہے:

وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۥ قُلِ الْعَفْوَ

اور آپؐ سے لوگ دریافت کرتے ہیں کہ کتنا خرچ کریں۔ آپؐ فرما دیں کہ جو بچے اپنے خاص خرچ سے۔

صفحہ ۸۲ میں ہے:

ترسم از روزے کہ محرومش کنند

آتشِ خود بر دلِ دیگر زنند!

جب کوئی قوم اپنے رسولؐ اور کتاب کی پیروی نہیں کرتی تو اُن پہ کوئی دوسری قوم مسلط کر دی جاتی ہے۔ موجودہ بے عمل مسلمان کو دیکھ کر ڈر لگتا ہے کہ کہیں اس پر کوئی دوسری قوم مسلط نہ کر دی جائے۔

سورۂ یونس: آیت ۱۴ میں ہے:

ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

پھر ہم نے ان (نافرمانوں) کے بعد تمہیں زمین میں جانشین کیا کہ دیکھیں، تم کیسے کام کرتے ہو؟

صفحہ ۸۲ ہی میں ہے:

جاں ز امید است چوں جوئے رواں

ترکِ امید است مرگِ جاوداں

سورۂ یوسف: آیت ۸۷ میں ہے:

اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ

بے شک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ۔

صفحہ ۸۳ میں ہے:

امتحانِ پاک مرداں از بلاست

تشنگاں را تشنہ تر کردن رواست

سورۃ البقرہ: آیت ۱۵۵ میں ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ

اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے۔

صفحہ ۸۳ ہی میں ہے:

در گذر مثلِ کلیم از رودِ نیل!

سوئے آتش گام زن مثلِ خلیل

سورۃ الشعراء: آیات ۶۵-۶۶ میں ہے:

وَأَنجَيْنَا مُوسَىٰ وَمَن مَّعَهُ أَجْمَعِينَ ﴿٦٥﴾ ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ

اور ہم نے بچا لیا موسیٰ اور اس کے سب ساتھیوں کو۔ پھر دوسروں کو (یعنی فرعون اور اس کی قوم کو) ڈبو دیا۔

سورۃ الانبیاء: آیت ۵۸ میں ہے:

فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا إِلَّا كَبِيرًا لَّهُمْ

پس (ابراہیمؑ نے) ان سب کو چورا کر دیا مگر ایک، کو جو سب کا بڑا تھا۔

شعر میں موسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کی طرح آزمائشوں اور مشکلوں میں مبتلا ہونے کی دعوت ہے۔

صفحہ ۸۷ میں ہے:

در رہِ او مرگ و حشر و مرگ

جز تب و تابے ندارد ساز و برگ

در فضائے صد سپہرِ نیلگوں

غوطہ پیہم خوردہ باز آید بروں

خود حریمِ خویش را ابراہیم خویش

چوں ذبیح اللہ در تسلیم خویش

پیشِ او نہ آسماں نہ خیبر است

ضربتِ او از مقامِ حیدر است

اللہ کے پاک بندوں کے جوش، ولولہ، سخت کوشی اور مشکل پسندی کا ذکر ان اشعار میں ہے اور ان کی تلمیحات کی وضاحت پہلے کئی مرتبہ آ چکی ہے۔ یہ سب مخصوص عبدیت کے علمبردار تھے اور اس عبدیت کا منتہیٰ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہی نظر آتا ہے:

تا زِ ما زاغ البصر گیرد نصیب

بر مقامِ عبدہٗ گردد رقیب

سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں اسی مخصوص اور ممتاز مقامِ عبدیت کا ذکر ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ

پاکی ہے اس کی جس نے بھیجا اپنے عبد کو۔

پھر سورۃ النجم: آیت ۱۰ میں ہے:

فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی

پھر وحی کی اپنے عبد کی طرف جو وحی کی۔

اللہ اور اُس کے محبوب ہی کو اس مقامِ قرب کے راز و نیاز سے آگاہی ہوگی۔

اس کے بعد اسی سورۃ النجم: آیت ۱۷ میں ہے:

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی

نگاہ جو نہ تو ہٹی اور نہ بڑھی۔

ع تازمازاغ البصر گیرد نصیب

اسی ممتاز ترین عبد کا حصہ تھا جو باعثِ تخلیقِ کائنات، باعثِ تکمیلِ دین اور سارے جہانوں کے لیے رسول بھی اور رحمت بھی (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ اس عبدیت کو عینِ ذات کا قُرب حاصل ہوا:

موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتوِ صفات
تو عینِ ذات می نگری در تبسمے! (جامی)

صفحہ ۸۸ میں ہے:

وصل اگر پایانِ شوق است الحذر
اے خنک آہ و فغانِ بے اثر!

اگر حصولِ مقصد سے شوق ختم ہو جاتا ہے تو ایسے حصول ہی کی ضرورت نہیں۔ انسان مسلسل اور پیہم سعی و عمل کے لیے پیدا ہوا ہے۔

سورۃ البلد: آیت ۴ میں ارشاد ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ

بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

اور اس طرح تسلی بھی دی ہے (سورۃ الانشراح: آیت ۶) کہ:

إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا

بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔

صفحہ ۹۰ میں ہے:

اس وادی (فلکِ زہرہ) میں "خدایانِ کہن" موجود تھے اور اُن میں سے ہر ایک

اللہ کے "ذکرِ جمیل" سے اعراض والا تھا۔ صفحہ ۹۰ ہی کا شعر ہے:

ہر یکے ترسندہ از ذکرِ جمیل

ہر یکے آزردہ از ضربِ خلیل

سورۃ الزخرف: آیت ۳۶ میں ہے:

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ

قَرِيْنٌ

اور جس کو رتوند آئے رحمٰن کے ذکر سے ہم اس پر ایک شیطان تعینات

کریں کہ وہ اس کا ساتھی ہے۔

سورۃ الصّٰفّٰت: آیت ۹۳ میں ابراہیم علیہ السلام کی ضرب کا ذکر ہے:

فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ

پھر ان (بتوں) پر قوت کے ساتھ جا پڑے اور توڑنے لگے۔

شیطان (بعل) خوش ہو کر کہتا ہے کہ (صفحہ ۹۱):

؎ در دلِ آدم بجز افکار چیست؟

آج کا آدم صرف سوچنا جانتا ہے، عمل نہیں جانتا۔ بہر حال عمل کرنا یا نہ کرنا سب اللہ

پر روشن ہے۔

سورۂ یونس: آیت ۶۱ میں ہے:

وَلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ

فِيْهِ

اور نہیں کرتے ہو تم لوگ کچھ کام کہ ہم نہیں ہوتے حاضر تم پر، جب تم

لگتے ہو اس میں۔

پھر وہی شیطان خوشی میں کہتا ہے: صفحہ ۹۱:

در نگر آں حلقۂ وحدت شکست
آلِ ابراہیم بے ذوقِ الست!

سورۃ الاعراف: آیت ۱۷۲ میں ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ
اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا

اور جب تمہارے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور اقرار کرایا اُن سے اُن کی جانوں پر، کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب، بولے ہاں ہے، ہم اقرار کرتے ہیں۔

لیکن آج آلِ ابراہیمؑ جو بُت شکن تھی، اللہ کی محبت سے سرشار نہیں حالانکہ اس کے متعلق سورۃ النساء کی آیت ۵۴ میں ہے:

فَقَدْ اٰتَیْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ
وَ اٰتَیْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِیْمًا

پس ہم نے دی ابراہیمؑ کے گھر میں کتاب اور حکمت اور اُن کو دی ہم نے بڑی سلطنت۔

صفحہ ۹۵ میں ہے:

حاکمی بے نورِ جاں خام است خام
بے یدِ بیضا ملوکیت حرام
حاکمی از ضعفِ محکوماں قوی است
بخشش از حرمانِ محروماں قوی است

سورۃ الاعراف: آیت ۱۰۸ میں بھی موسیٰ علیہ السلام کے ید بیضا کا ذکر ہے:

وَنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ

اور اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے سامنے جگمگانے لگا۔

اللہ پاک کی ایسی نشانی حاصل ہو جائے تو صحیح حاکمی ہوگی ورنہ نہیں۔ جہاں اللہ کی نشانی نہیں ہے وہاں عدل نہیں اور وہاں جبر ہی حاکمی کرتا ہے۔ حالانکہ اللہ پاک ہر موقع پر عدل واحسان کا امر کرتا ہے۔

سورۃ النحل: آیت ۹۰ میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۹۰﴾

بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے۔ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔

صفحہ ۹۶ میں ہے:

سرگذشتِ مصر و فرعون و کلیم

می تواں دیدن ز آثارِ قدیم!

مختلف ادوار میں انبیا علیہم السلام تشریف لا کر ہدایت فرماتے رہے لیکن ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی فرعون ان کو جھٹلاتا رہا۔ اللہ پاک نے بارہا آثارِ قدیمہ کے مطالعے کے لیے فرمایا ہے تاکہ عبرت حاصل ہو۔ مثلاً سورۃ الانعام: آیت ۱۱ میں ہے:

سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ

آپ فرمادیں کہ ذرا زمین میں چلو، پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔

آل عمران : آیت ۱۲۷ - النمل : آیت ۶۹ وغیرہ میں بھی ایسی ہی آیتیں ہیں۔

لیکن قومِ فرنگ جو مصر میں آثارِ قدیمہ کی کھدائی کراتی ہے اُس کا مقصد "علم و حکمت" کی تلاش نہیں ہے بلکہ اُن سے انتقام اور اُن کی تباہی اُس قوم کا مقصد ہے۔ آخر مہدی سوڈانی کی قبر کو کھدوانے کی کیا ضرورت درپیش تھی؟ (دراصل مہدی سوڈانی کے ہاتھوں بہت سے انگریز مارے گئے تھے!)

صفحہ ۹۷ میں مہدی سوڈانی کی روح کے نمودار ہونے کا ذکر ہے جو لارڈ کچنر سے خطاب کرتی ہے کہ میری خاک کا یہ انتقام تھا کہ تجھے قبر کے لیے دو گز زمین بھی نہ مل سکی۔ (مہدی سوڈانی کے ہاتھوں بہت سے انگریز مارے گئے تھے اور فتح سوڈان کے بعد لارڈ کچنر نے مہدی سوڈانی کی قبر کو کھدوا کر ان کی نعش کے ٹکڑے ٹکڑے کرائے اور ان کو دریائے نیل میں پھینک دیا۔ لیکن خود کچنر ۱۹۱۸ء میں روس کی سفارت پہ جاتے ہوئے سمندر میں غرق ہو گیا ——

ع مرقدے جز دریمِ شورے ندارد)۔

مہدی سوڈانی کی زبانی یہ پیام ہے:

خاکِ بطحا، خالدِ دیگر بزاے
نغمۂ توحید را دیگر سراے

اے نخیلِ دشتِ تو بالندہ تر
برنخیزد از تو فاروقے دگر؟

اب پھر حضرت خالدؓ اور حضرت عمرؓ جیسے بزرگوں کی ضرورت ہے جن کی شان سورۃ الفتح کی آخری آیت میں ہے:

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

کافروں پر بہت سخت، آپس میں بہت نرم۔

صفحہ ۹۸ میں ہے:

ساربان یاراں بہ یثرب ما بہ نجد

آں حدی کو ناقہ را آرد بہ وجد!

اب پھر (عربی) ایمانی جوش کی ضرورت ہے تاکہ نجد اور دوسرے باہر کے اسلامی ملک نئے سرے سے ایمان تازہ کریں اور کفر کا سختی سے مقابلہ کریں۔ سورۃ التوبہ: آیت ۷۳، میں اسی ایمانی جوش کو بیدار کرنے کا بیان ہے:

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ

اے نبیؐ: جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے اور اُن پر سختی کرو۔

صفحہ ۱۰۲ میں ہے:

مستی و ذوق و سرور از حکمِ جاں

جسم راغیب و حضور از حکمِ جاں!

جان (دل) ہی کی وجہ سے مستی اور جوش و ولولہ پیدا ہوتا ہے اور اسی کی بدولت جسم کو حضور (عمل) یا غیب (بے عملی) حاصل ہوتا ہے۔ جان کے بغیر جسم کی کوئی قیمت نہیں، لیکن جسم کے بغیر جان کو حضور نہیں۔

سورۃ الشمس: آیات ۷۔۱۰ میں ہے:

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰھَا ۝ فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا ۝

اور جان کی (قسم) اور اس نے جس نے اسے ٹھیک بنایا۔ پھر اس کی بدکاری اور اس کی پرہیزگاری دل میں ڈالی۔ بے شک مراد کو پہنچا جس نے اسے ستھرا کیا اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا۔

صفحہ ۱۰۵ میں ہے:

ع تا ابو الآبا فریبِ او نخورد

آدم علیہ السلام کو شیطان نے بہکایا تھا۔

سورۂ طٰہٰ: آیت ۱۲۰ میں ہے:

فَوَسْوَسَ اِلَیْہِ الشَّیْطٰنُ

تو شیطان نے اسے وسوسہ دیا۔

صفحہ ۱۰۶ میں ہے:

؎ خدمت آمد مقصدِ علم و ہنر

علم و ہنر بلکہ خود اسلام ہی بنی نوع انسان کے فائدے کے لیے ہے۔

سورۃ النحل: آیت ۹۷ میں ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً

جو عمل صالح کرے مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی جلائیں گے۔

صفحہ ۱۰۷ میں ہے:

گر زیک تقدیر خوں گردد جگر

خواہ از حق حکم تقدیر دگر

اگر ایک کام میں کامیابی نہیں ہوتی اور خواہ مخواہ جگر کاوی ہوتی ہے تب بھی ہاتھ پاؤں توڑ کر نہیں بیٹھنا چاہیے بلکہ دوسرے مقصد کی طرف بڑھنا چاہیے۔ ؎ کوشش بیہودہ بہ از خفتگی (رومی)

سورۂ آل عمران: آیت ۱۳۹ میں ہے:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

اور نہ سستی کرو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔

یہی بات صفحہ ۱۱۰ میں ہے:

رنج بے گنج است، تقدیر ایں چنیں
گنج بے رنج است، تقدیر ایں چنیں

صفحہ ۱۰۹ میں ہے:

اے کہ می گوئی متاعِ ما زماست
مردِ ناداں ایں ہمہ ملکِ خداست
ارضِ حق را ارضِ خود دانی بگو
چیست، شرحِ آیہ لاتفسدوا

سورۃ البقرہ: آیت ۱۰۷ میں ہے:

اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ

کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی۔ (خدا کی زمین کو تو اپنی زمین کہتا ہے اس سے بڑھ کر فساد فی الارض اور کیا ہوگا؟)۔

سورۃ الاعراف: آیت ۵۶ میں ہے:

وَلَا تُفۡسِدُوۡا فِی الۡاَرۡضِ بَعۡدَ اِصۡلَاحِهَا

اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اس کے سنورنے کے بعد (صحیح چیز تو یہ ہے کہ زمین ایک مقررہ وقت تک فائدہ اٹھانے کے لیے دی گئی ہے)۔

سورۃ البقرہ: آیت ۳۶ میں ہے:

وَلَكُمۡ فِی الۡاَرۡضِ مُسۡتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیۡنٍ

اور تمہارے واسطے زمین میں ٹھکانا اور نفع اٹھانا ہے ایک وقت تک۔

صفحہ ۱۱۱ میں ہے:

از اموت زرد روئے مادراں! اے خنک آزادیٔ بے شوہراں!

اللہ پاک کا حکم ہے (سورۃ النسا: آیت ۱):

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ
وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا
وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ
إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا

اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت پھیلا دیے۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو۔ بے شک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔

صفحہ ۱۱۲ میں ہے:

زندگی را شرع و آئیں است عشق!

اصل تہذیب است دیں، دیں است عشق!

دین ہی اصل تہذیب ہے جس سے زندگی منظم بن جاتی ہے۔ منظم، مہذب اور متمدن قومیں دین کی وجہ سے ہیں اور یہ دین محض اللہ کے لیے عشق اور ولولہ پیدا کرتا ہے۔

سورۃ النور: آیت ۵۵ میں ہے:

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ
وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم
مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا

اللہ نے وعدہ کیا ان لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے اور نیک عمل کیے کہ وہ ان کو زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور اُن کیلیے

اُن کے دین کو مضبوط کر دے گا جس کو اس نے پسند کر لیا ہے اور وہ اُن کے خوف کو دور کرنے کے بعد امن سے بدل دے گا۔

صفحہ ۱۵۱ میں ہے:

کارِ حکمت دیدن و فرسودن است
کارِ عرفاں دیدن و افزودن است!
آں بسنجد در ترازوے ہنر
ایں بسنجد در ترازوئے نظر!
آں بدست آورد آب و خاک را
ایں بدست آورد جانِ پاک را!

حکمت، اور فلسفہ صرف سوچنا سکھاتا ہے اور عرفان و عشق کا کام عمل پر آمادہ کرنا ہے۔ اس عرفان و عشق کے لیے نظر (صحبت) اور جان کی ضرورت ہے اور یہی صحیح علم اور صحیح عقل ہے جو عمل کے لیے آمادہ کرتی ہے۔

سورۃ الزمر: آیت ۱۰ میں ہے:

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا
فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى
الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○

آپؐ فرمادیں، اے میرے بندو جو ایمان لائے اپنے رب سے ڈرو۔ جنہوں نے بھلائی کی اُن کے لیے اس دنیا میں (بھی) بھلائی ہے اور اللہ کی زمین وسیع ہے۔ صابروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے گا بے گنتی۔

صبر اور ہمت والوں کو اس دنیا میں بھی اجر ہے کہ اللہ کی زمین میں بڑے بڑے کاموں کے لیے بڑی وسعت ہے۔ زمین کی وسعت عمل والے کے لیے ہے، صرف سوچنے والوں کے

پیے نہیں ہے۔

صفحہ ۱۱۷ میں ہے:

مرید ہمت آں رہروم کہ پا نہ گذاشت

بہ جادۂ کہ درو کوہ و دشت و دریا نیست

میں ایسے شخص کو پسند کرتا ہوں جو مشکلات سے گھبراتا نہیں بلکہ پسند کرتا ہے، کیونکہ اللہ پاک کی بشارت ہے (الانشراح : آیات ۵-۶) :

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۙ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا

پس بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔

صفحہ ۱۱۸ میں ہے:

ز حیدریم من و تو زما عجب نبود

گر آفتاب سوے خاوراں بگردانیم

ایک روایت مشہور ہے کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ حضرت علیؓ کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے۔ اس حالت میں عصر کی نماز کا وقت جاتا رہا۔ پھر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو سورج مغرب سے مشرق کی طرف لوٹا اور پھر دونوں نے نمازِ عصر ادا کی۔

(ہر کہ در آفاق گردد بو تراب

باز گرداند ز مغرب آفتاب)

مسلمان اگر مسلمان بن جائیں تو مشرق میں اب بھی ان کا آفتاب طلوع ہو سکتا ہے۔

سورۃ الانفال: آیت ۱۷ میں ہے:

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی

آپؐ نے خاک پھینکی تو آپؐ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

سورۃ الفتح: آیت ۱۰ میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ

بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔

صفحہ ۱۲۰ میں ہے:

جنّتِ مُلّا مے و حور و غلام

جنّتِ آزادگاں سیرِ دوام!

ایک نرا مُلّا حور و قصور کی خاطر سعی عبادت کرتا ہے لیکن آزاد (احرار) لوگ مرنے کے بعد بھی سیرِ دوام میں مصروف رہتے ہیں۔

سورۃ البقرہ: آیت ۱۵۴ میں ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، ہاں تمہیں خبر نہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ شہدا کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں جنت کی سیر کرتی ہیں اور وہاں کے میوے اور نعمتیں کھاتی ہیں۔

صفحہ ۱۲۱ میں ہے:

ہر کہ از تقدیر دارد ساز و برگ

لرزد از نیروے او ابلیس و مرگ

جبر دینِ مردِ صاحب ہمت است

جبرِ مرداں از کمالِ قوت است

سورۃ الانفال: آیت ۶۰ میں ہے:

وَاَعِدُّوا لَهُمۡ مَّا اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ قُوَّةٍ

اور ان کے لیے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن پڑے۔

ایمانی قوت کے ساتھ جسمانی قوت کی بھی ضرورت ہے۔ اسی سے قوموں کی تقدیریں بنتی ہیں۔ یہی بات صفحہ ۱۲۴ میں ہے:

از گناہِ بندۂ صاحب جنوں
کائناتِ تازہ آید بروں!

شوقِ بے حد پردہ ہا را بر درد
کہنگی را از تماشا می برد!

صفحہ ۱۲۳ میں ہے:

مومناں با خوے و بوے کافراں
لا الٰہ گویان و از خود منکراں!

امرِ حق گفتند نقشِ باطل است
زانکہ او وابستۂ آب و گل است

سورہ بنی اسرائیل: آیت ۸۵ میں ہے:

وَيَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الرُّوۡحِ‌ؕ قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّىۡ وَمَاۤ اُوۡتِيۡتُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ اِلَّا قَلِيۡلًا‏

اور یہ لوگ آپؐ سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں۔ آپؐ فرما دیں کہ روح میرے رب کے حکم سے بنی ہے اور تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

انسانی فہم و فراست اس روح کو کیا سمجھے؟ بس اللہ ہی کی دی ہوئی ہے اور وہی لے لیتا ہے ۔۔۔ ہم پیدا ہوئے تھے تب ہماری روح کہاں تھی اور جب مر جائیں گے تب یہ روح کہاں رہے گی؟ یہ سب باتیں چھوٹی سی کھوپڑی والا کیا سمجھ سکتا ہے!

صفحہ ۱۲۶ میں ہے:

ہر کجا ہنگامۂ عالم بود
رحمۃ للعالمینے ہم بود!

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"حال کے ہیئت داں کہتے ہیں کہ بعض ستاروں میں انسان یا انسانوں سے اعلیٰ تر مخلوق کی آبادی ممکن ہے۔ اگر ایسا ہو تو رحمۃ للعالمین کا ظہور وہاں بھی ضروری ہے"۔[۹] صفحہ ۱۲۷ میں بھی ہے۔

سورۃ الانبیاء: آیت ۱۰۷ میں ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

اور ہم نے آپؐ کو نہیں بھیجا مگر رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لیے۔

صفحہ ۱۲۷ میں ہے:

خلق و تقدیر و ہدایت ابتداست
رحمۃ للعالمینی انتہاست!

سورۃ الاعلیٰ: آیات ۱-۳ میں ہے:

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ﴿۱﴾ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ﴿۲﴾ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ﴿۳﴾

پاکی بیان کر اپنے رب کی جو سب سے بلند ہے۔ جس نے بنا کر ٹھیک کیا اور جس نے اندازہ پر رکھا، پھر راہ بتائی۔

خلق اور تقدیر اور ہدایت کا منتہا رحمۃ للعالمینی ہے۔

صفحہ ۱۲۸ میں ہے:

شاعراں بزمِ سخن آراستند   ایں کلیماں بے یدِ بیضاستند

آجکل کے شعرا کے کلام میں بیداری، روشنی اور عمل کا پیغام کہیں نہیں ہے۔ یدِ بیضا کا ذکر ابھی صفحہ ۷۷ میں (سورۃ النمل: آیت ۱۲) آچکا ہے۔

صفحہ ۱۲۸ ہی میں ہے:

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بُو
آں کہ از خاکش بروید آرزُو
یا ز نُورِ مصطفےٰ اُو را بہاست
یا ہنُوز اندر تلاشِ مصطفےٰ ست

پیشِ اُو گیتی جبیں فرسودہ است
خویش را خود عبدہٗ فرمودہ است!

صفحہ ۱۲۶ کا اقتباس اور اس سے پہلے کے صفحہ ۸۰ کی بحث مقامِ عبدیت سے متعلق دیکھیں۔

صفحہ ۱۲۸ میں حلاج کی زبانی یہی بحث بالتفصیل آتی ہے۔

صفحہ ۱۲۹ میں ہے:

مدعا پیدا نگردد زیں دو بیت
تا نہ بینی از مقامِ ما رمیت!

اس مخصوص اور سب سے ممتاز مقامِ عبدیت کو اُسی وقت سمجھا جا سکتا ہے جب کہ سورۃ الانفال کی یہ آیت ۱۷ سمجھی جائے:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ

اور (اے محبوبؐ) وہ خاک جو آپؐ نے پھینکی، آپ نے نہیں پھینکی، بلکہ اللہ نے پھینکی۔

صفحہ ۱۳۰ میں ہے:

معنیِ دیدارِ آں آخر زماںؐ
حکمِ او بر خویشتن کردن رواں
در جہاں زی چوں رسولؐ انس و جاں
تا چو او باشی قبولِ انس و جاں
باز خود را بیں، ہمیں دیدارِ اوست
سنتِ او سرّے از اسرارِ اوست

سورۂ آل عمران: آیت ۳۱ میں ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

آپؐ فرمادیں کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تمہیں اپنا دوست رکھے گا۔

صفحہ ۱۲۰ ہی میں ہے:

نقشِ حق اوّل بجاں انداختن
باز او را در جہاں انداختن
نقشِ جاں تا در جہاں گردد تمام
می شود دیدارِ حق دیدارِ عام!

نقشِ حق داری؟ جہاں نخچیرِ تُست
ہم عناں تقدیر با تدبیرِ تُست!

دل میں کلمۂ توحید کا نقش بٹھانا گویا غیر اللہ سے آزادی ہے اور جب یہ نقش پختہ ہو جاتا ہے تو تمام عالم "نخچیر" بن جاتا ہے۔

سورۃ الزمر: آیت ۳۶ میں ہے:

اَلَیسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبدَہٗ

کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟

جو شخص اللہ کا ہو جاتا ہے اُسے غیر اللہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

صفحہ ۱۲۱ میں "نقشِ حق" کس طرح بٹھایا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے:

یا بزورِ دلبری انداختند

یا بزورِ قاہری انداختند!

زانکہ حق در دلبری پیدا تراست

دلبری از قاہری اولیٰ تراست!

سورۃ الفتح کی آخری آیت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارتقا کے متعلق ہے:

وَالَّذِینَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَینَہُم

اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں وہ کافروں کے لیے بہت سخت ہیں لیکن آپس میں بہت نرم۔

صفحہ ۱۳۲ میں ہے:

زاہد اندر عالمِ دنیا غریب

عاشق اندر عالمِ عقبیٰ غریب!

زاہد اس دنیا کو مسافر خانہ سمجھتا ہے جو بالکل صحیح ہے لیکن عاشق دوسری دنیا کو بھی مسافر خانہ سمجھتا ہے اور وہاں بھی نچلا نہیں بیٹھنا چاہتا بلکہ عمل چاہتا ہے۔ ابدی زندگی والے (مثلاً شہداء) دوسری دنیا میں بھی اپنی زندگی کا ثبوت اپنے عمل سے دینا چاہتے ہیں۔

سورۃ الرحمٰن: آیت ۴۶ میں ہے:

وَلِمَن خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتٰنِ

اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔

دل میں خشیتِ الٰہی رکھنے والے صحیح معنی میں اللہ سے رشتہ رکھتے ہیں۔ انہی کے لیے دو جنتیں ہیں: ایک جنت اپنے رب سے ڈرنے کا صلہ اور دوسری جنت دنیا کی محبت ترک کرنے کا صلہ۔ (دنیا کی محبت ترک کرنے والے ہی اللہ کی محبت رکھتے ہیں اور وہی صحیح معنی میں عاشق ہیں)۔

صفحہ ۱۲۶ ہی میں ہے:

معرفت را انتہا نابودن است
زندگی اندر فنا آسودن است؟

اس سوال کا جواب یہ ہے:

سُکرِ یاراں از تہی پیمانگی است
نیستی از معرفت بیگانگی است

اے کہ جوئی در فنا مقصود را
در نمی یابد عدم موجود را

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"حدودِ خودی کے تعین کا نام شریعت ہے اور شریعت کو اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام طریقت ہے۔ جب احکامِ الٰہی خودی میں اس حد تک سرایت کر جائیں کہ خودی کے پرائیوٹ امیال و عواطف باقی نہ رہیں اور صرف رضائے الٰہی اس کا مقصود ہو جائے تو زندگی کی اس کیفیت کو بعض اکابر صوفیائے اسلام نے فنا کہا ہے۔ بعض نے اسی کا نام بقا رکھا ہے لیکن ہندی اور ایرانی صوفیہ میں سے اکثر نے مسئلۂ فنا کی تفسیر فلسفہ ویدانت اور بدھ مت کے زیرِ اثر کی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان اس وقت عملی اعتبار سے ناکارۂ محض ہیں"۔

دراصل معرفت کا صحیح اور بہترین ذوق رکھنے والے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ کیا کبھی انہوں نے اپنے قول یا فعل سے معرفت کے معنی "نابودن" بتائے ہیں یا حقوق اللہ کیساتھ حقوق العباد پر سب سے زیادہ زور نہیں دیا ہے؟ اللہ پاک نے اپنی محبت اور معرفت رکھنے کے لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو اساس قرار دیا ہے۔

سورۂ آل عمران: آیت ۳۱ میں ہے:

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

آپؐ فرمادیں، اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو (پس) اللہ تم سے محبت کرے گا۔

صفحہ ۱۲۳ میں خواجہؒ اہلِ فراق یعنی شیطان کے متعلق کہا ہے:

ما جھول ۰ او عارفِ بود و نبود
کفرِ او ایں راز را برما کشود!
از فتادن لذتے برخاستن
عیشِ افزودن ز دردِ کاستن!
عاشقی در نارِ او وا سوختن
سوختن بے نارِ او ناسوختن!

سورۂ الاحزاب: آیت ۷۲ میں ہے:

وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا

اور انسان نے (وہ امانت) اٹھالی۔ بے شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔

انسان کے برعکس شیطان کو شیطٰناً مریداً (سرکش شیطان۔ النسآء: آیت ۱۱۷) کہا گیا ہے۔ اس کی سرکشی (اور اس کے نتیجے میں) درماندگی سے اس میں "آتشِ فراق"

پیدا ہوئی جو (بقولِ اقبال) ایک لحاظ سے عشق کی علامت ہے۔

صفحہ ۱۳۴ میں ہے:

ع ہر زماں دیدن تپیدن کارِ ماست

یہ عاشق کا عمل ہوتا ہے کہ وہ ہر لمحے بے قرار رہتا ہے۔

ابھی سورۃ الاحزاب کی آیت ۷۲ مذکور ہوئی۔ "ظلوما" کے معنی ہی اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والے کے ہیں۔ پھر سورۃ البلد: آیت ۴ میں ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ

بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو مشقت میں رہتا۔

صفحہ ۱۳۶ میں شیطان کہتا ہے:

من 'بلیٰ' در پردۂ 'لا' گفتہ ام
گفتۂ من خوشتر از ناگفتہ ام!

سورۃ الاعراف: آیت ۱۷۲ میں ارشاد ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا

اور جب نکالی آپ کے رب نے آدم کی اولاد ان کی پیٹھ سے اور اقرار کروایا اُن سے اُن کی جان پر، کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب؟ بولے، کیوں نہیں؟ ہم تو قائل ہیں۔

یہاں 'بلیٰ' اور 'لا' کی رعایت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شیطان انکار ہی کا اقرار کرتا ہے کہ یہ انکار صرف فراق کی لذتوں سے بہرہ مند ہونے کے لیے تھا اور یہ کہ مجھے آدم سے ہمدردی تھی کہ وہ میرے بعد مجبوری سے مختاری تک پہنچا۔ پھر شیطان فریاد کرتا ہے کہ یہ آدم مجھ سے سرتابی نہیں کرتا اس لیے اس سے زیادہ پختہ حریف مجھے چاہیے:

ع خاکش از ذوقِ ابا بیگانہ

صفحہ ۱۴۱ میں ہے:

صد ہزار افرشتہ تندر بدست

قہرِ حق را قاسم از روزِ الست!

درہ بہم می زند سیارہ را!

از مدارش پرکند سیارہ را!

سورۃ الحجر: آیات ۱۶-۱۸ میں ہے:

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ ﴿١٦﴾ وَحَفِظْنَاهَا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ ﴿١٧﴾ إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُبِينٌ ﴿١٨﴾

اور ہم نے بنائے ہیں آسمان میں برج اور رونق دی اس کو دیکھنے والوں کی نظر میں اور محفوظ رکھا ہم نے اس کو ہر شیطان مردود سے مگر جو چوری سے سن بھاگا تو اس کے پیچھے پڑا انگارا چمکتا ہوا۔

سورۂ والصّٰفّٰت: آیات ۶-۱۰، اور سورۃ الجن: آیت ۹ میں بھی یہ مضمون ہے۔

فلکِ زحل میں ارواحِ رذیلہ ملتی ہیں جنہوں نے ملک و ملت سے غداری کی تھی اور اس خباثت کی وجہ سے دوزخ بھی انہیں قبول نہیں کرتا ہے۔[12] انہی ارواحِ رذیلہ میں یہ تھے:

ع جعفر از بنگال و صادق از دکن

یہیں ایک سمت میں روحِ ہندوستان ہے جو اپنے حسن و خوبی کے باوجود زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے اور فریاد کرتی ہے کہ اس کے لوگ صرف ماضی کو دیکھتے ہیں، حال پہ نظر نہیں کرتے۔

صفحہ ۱۴۴ میں ہے:

بر زمانِ رفتہ می بندد نظر
از تشِ افسردہ می سوزد جگر

سورۃ الانعام: آیت ۱۰۵ میں ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَا ؕ

تم کو پہنچ چکیں سوجھ کی باتیں تمہارے رب سے۔ پھر جو سوجھا سو اپنے واسطے اور جو اندھا رہا سو اپنے بُرے کو۔

اللہ پاک اپنی نشانیاں دکھاتا رہتا ہے۔ کوئی نہ دیکھے تو اُس کا قصور ہے۔ ماضی کو لیے بیٹھنا اور حال کو بھول جانا بھی اندھا پن ہے۔

صفحہ ۱۴۶ میں ہے:

گفت، جاں سرّے ز اسرارِ من است
حفظِ جان و ہدمِ تن کارِ من است

سورۃ الحجر: آیت ۲۳ میں ہے:

اِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ

اور ہم ہی ہیں کہ زندہ کرتے اور مارتے ہیں اور ہم ہی ہیں وارث۔

صفحہ ۱۵۱ سے "آں سوئے افلاک" کی سیر شروع ہوتی ہے اور سرحد پہ جرمن نطشہ (Nietzsche) کی روح سے ملاقات ہوتی ہے (صفحہ ۱۵۲):

درمیانِ ایں دو عالم جائے اوست
نغمۂ دیرینہ اندر نائے اوست!

اس کے متعلق صفحہ ۱۵۳ میں ہے:

او بہ لا درماند و تا الا نرفت   از مقامِ عبدہٗ بیگانہ رفت!

کاش بودے در زمانِ احمدے

تا رسیدے بر سرورے سرمدے

عیسائیت نے گوشہ نشینی اور بے عملی کی تعلیم دی تو وہاں کے منکرین نے نہ صرف عیسائیت سے بلکہ عیسائیت کے خدا سے بھی احتراز کیا۔ طالسطائے کا ذکر اُوپر آچکا ہے۔ اُسی کی طرح نطشہ بھی ایسے خدا کا منکر تھا۔ اُوپر کے شعر میں احمدے سے مراد (جیسا کہ خود علامہ اقبال نے حاشیے میں لکھا ہے) حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ ہیں جنھوں نے اکبری فتنے کے خلاف (تن تنہا) سر دھڑ کی بازی لگائی اور اسلام کا عَلم بلند کیا اور دین میں جو خرابیاں پیدا کر دی گئی تھیں ان کو دُور کر کے صحیح دین پھر پیش کیا۔ ایسے ہی لوگوں کی ضرورت مغرب میں بھی تھی۔ بہر حال بغیر اللہ کو مانے ہوئے انسانی فضیلت کے لیے کوئی معیار قائم نہیں ہو سکتا۔

سورۂ آل عمران: آیت ۸۵ میں ہے:

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ

وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

اور جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے گا تو وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارے میں رہے گا۔

صفحہ ۱۵۵ میں رومیؔ سمجھاتے ہیں کہ جنّت کیا ہے:

این کہ بینی قصر ہائے رنگ رنگ

اصلش از اعمال دنے از خشت و سنگ!

یہ مضمون بہت سی آیتوں میں آتا ہے مثلاً سورۂ محمّد (آیت ۱۲) میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ

بے شک اللہ داخل کرے گا اُن کو جو ایمان لائے اور عمل صالح کیے، جنتوں میں۔

در جنت میں یہ بھی ہوگا:

زندگی ایں جا ز دیدار است و بس

ذوقِ دیدار است و گفتار است و بس

سورۃ الدھر: آیت ۱۱ میں ہے:

فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا

سو اللہ اُن کو اُس دن کی سختی سے محفوظ رکھے گا اور ان کو تازگی اور خوشی عطا فرمائے گا۔

صفحہ ۱۵۷ میں ہے:

مومناں را تیغ با قرآں بس است

سورۃ الانفال: آیت ۶۰ میں ہے:

اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ
تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ
لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ

اور تم تیار رکھا کرو اُن کے لیے جتنا تم سے ہو سکے قوت کی چیزیں اور جنگی گھوڑے (ساز و سامان) جس سے ڈرتے رہیں اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن اور دوسرے بھی اُن کے سوا جن کو تم نہیں جانتے، اللہ اُن کو جانتا ہے۔

یہ تو تیغ اور ساز و سامان کے متعلق حکم ہے اور قرآن کی فضیلت یہ ہے۔ سورۃ یونس: ۵۷

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ
وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اے لوگو، تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی ہے اور دلوں کی بیماری کے لیے شفا اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

صفحہ ۱۵۹ میں ہے:

از تو خواہم سرِّ یزداں را کلید
طاعت از ما جُست و شیطاں آفرید

سورۃ الذاریات: آیت ۵۶ میں ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ

اور میں نے نہیں پیدا کیا جنّ اور انسان کو مگر صرف اپنی ہی عبادت کے لیے۔
اور شیطان کو اسی لیے پیدا کیا کہ اس کی برائی کو دیکھ کر دین کی اچھائی کی تمیز ہوسکے۔

سورۂ فاطر: آیات ۱۹-۲۰ میں ہے:

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۝ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ ۝

اور برابر نہیں اندھا اور آنکھ والا اور نہ اندھیرا اور اُجالا۔

سورۃ الحج: آیت ۶۲ میں ہے:

وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ

اور جس کو وہ پکارتے ہیں اُس (اللہ) کے سوا، وہی باطل ہے۔

صفحہ ۱۶۰ میں ہے:

بزم با دیو است آدم را وبال
رزم با دیو است آدم را جمال!

اس سے پہلے کی آیتیں یہاں کے لیے بھی کافی ہیں۔

صفحہ ۱۶۱ میں ہے:

دستِ مزدِ او بدستِ دیگراں
ماہیِ رودش بہ شستِ دیگراں!

اس کی مثال ایسی ہے جیسی سورۃ النحل: آیت ۷۵ میں ہے:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ
مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا ۚ

اللہ ایک مثال بیان فرماتا ہے۔ ایک غلام ہے جو دوسرے کے بس میں ہے۔ کسی چیز پر اُس کا بس نہیں چلتا اور ایک وہ ہے جسے ہم نے اپنی طرف سے اچھی روزی عطا کی ہے (یعنی وہ قدرت رکھتا ہے اور دوسرا قدرت نہیں رکھتا، تو کیا یہ دونوں برابر ہوں گے؟)۔

صفحہ ۱۶۲ میں ہے:

بادِ صبا اگر بہ جنیوا گذر کنی
حرفے زما بہ مجلسِ اقوام باز گوے

دہقان و کشت و جوے و خیاباں فروختند
قومے فروختند و چہ ارزاں فروختند

پیامِ مشرق میں بھی کہا ہے:

ع بہرِ تقسیم قبور انجمنے ساختہ اند

جنیوا کی مجلسِ اقوام ہو یا آج کی کوئی بھی ایسی انجمن ہو، سب کا واحد مقصد کمزوروں کو ہڑپ کرنا ہے۔

سورۃ المائدہ: آیت ۲ میں ہے:

تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

باہم مدد کرو نیکی اور تقوٰی کے کام میں اور نہ مدد کرو ایک دوسرے کی گناہ اور زیادتی میں۔

سورۃ النساء: آیت ۸۵ میں ہے:

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ
يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ مُّقِيْتًا ۝

جو کسی نیک کام کے لیے سفارش کرے اس کے لیے اس میں سے حصہ ہو گا اور جو سفارش کرے، بُری سفارش (یعنی بُرے کام کے لیے) اُسے بھی اس میں سے حصہ ملے گا۔ اور اللہ ہر چیز کا حصہ بانٹنے والا ہے۔

صفحہ ۱۶۲ میں ہے:

جلوہ مستی؟ خویش را دریافتن!
در شباں چوں کوکبے بر تافتن!

خویش را نایافتن نابودن است
یافتن، خود را بخود بخشودن است!

ہر کہ خود را دید و غیر از خود ندید
رخت از زندانِ خود بیروں کشید!

خود شناسی اور خودنگری کی ضرورت ہے۔

سورۃ الذاریت: آیات ۲۰-۲۱ میں ہے:

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۝ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کو اور خود تمہارے اندر۔ کیا تم کو سوجھ نہیں؟

سورۃ الحشر: آیت ۱۹ میں ہے:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۱۹

اور مت ہو جاؤ اُن جیسے جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا۔ تو اللہ نے اُن کو بھلا دیے

اُن کے جی۔ یہی لوگ ہیں نافرمان۔

صفحات ۱۶۴-۱۶۵ میں ہے:

فاش گویم با تو اے والا مقام
باج را جز با دو کس دادن حرام!
یا اُولی الامرے، کہ منکم شانِ اوست
آیۂ حق حجت و برہانِ اوست
یا جواں مردے، چو صرصر تند خیز
شہر گیر و خویش باز اندر ستیز
روزِ کیں کشور کشا از قاہری
روزِ صلح از شیوہ ہائے دلبری

سورۃ النساء: آیت ۵۹ میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ
اے ایمان والو، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور جو تم میں سے امر (اختیار والے) ہیں (یعنی اُسی امیر کی اطاعت کا حکم ہے جو خود بھی اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے اور وہ ایمان والوں میں سے ہے۔ یعنی اگر وہ اللہ کی اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہ کرے تو پھر تم بھی اس کی اطاعت مت کرو)۔

یا تو ایسے امیر کی اطاعت کرو یا اُس کی جو دشمن (کفر و باطل) کے لیے بہت سخت ہو اور اپنوں کے لیے بہت نرم۔

سورۃ الفتح کی آخری آیت میں ہے:

والذین معہٗ اشدآء علی الکفار رحمآء بینھم ہ اور وہ لوگ جو

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہیں کافروں کے لیے بہت سخت اور آپس میں بہت نرم ہیں (یہی لوگ سخت کوش اور مشکل پسند ہوتے ہیں اور یہی لوگ بڑی سے بڑی سلطنت (طاقت) کو آسانی سے زیر کر لیتے ہیں)۔

پھر صفحہ ۱۶۵ میں غنی کی زبانی بتایا ہے کہ کشمیر کے برہمن زادگان جو اسلام لا کر سخت کوش ہو جاتے ہیں اُن سے فرنگ بھی ڈرتا ہے، تو پھر وہ مایوس کیوں؟

صفحہ ۱۶۶ میں ہے:

ع زندگی جولاں میانِ کوہ و دشت

پھر کہتے ہیں۔ صفحات ۱۶۶۔ ۱۶۷:

کار و انہا راصدائے تو درا

تو زاہلِ خطہ نومیدی چرا؟

--

باش تا بینی کہ بے آوازِ صور

ملّتے بر خیزد از خاکِ قبور!

یہ پاکستان کی تشکیل کی پیشین گوئی ہے۔ الٰہ آباد میں ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ کے اجلاس میں علامہ اقبال نے صدارت کی تھی اور مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ وطن کا مطالبہ کیا تھا۔

سورۃ التوبہ سے اس مبارک موقع کے لیے یہ آیت (۳) لی جا سکتی ہے:

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ

اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ۬ وَرَسُوْلُهٗ

اور اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے بڑے حج کی تاریخوں میں عام لوگوں کے سامنے اعلان کیا جاتا ہے کہ اللہ اور اُس کے رسولؐ دونوں دستبردار ہوتے ہیں مشرکوں سے۔

فتح مکہ کے بعد حج کے موقع پر اعلان ہوا کہ چار مہینے ان مشرکین کو مہلت دی جاتی ہے، جیسا کہ اس سے پہلے والی آیت میں ہے کہ اس مدت میں خواہ لڑائی کریں خواہ وطن چھوڑیں یا مسلمان ہو جائیں اور یہ عجب اتفاق ہے کہ علامہ اقبال نے مسلم لیگ کے اجلاس کی صدارت ۲۹۔ ۳۰ دسمبر ۱۹۳۰ء کو فرمائی یعنی ۸۔ ۹ شعبان ۱۳۴۹ھ کو اور وہ حج کی تاریخوں سے پورے چار مہینے پہلے فرمائی تھی۔ وہ اعلان حج کے موقع پر تھا اور یہ اعلان حج سے پہلے۔

پھر رومی اور زندہ رُود (شاعر) آگے بڑھتے ہیں تو راستے میں برتری ہری سے ملاقات ہوتی ہے۔ صفحہ ۱۶۹ :

پادشاہے با نوائے ارجمند

ہم بہ فقر اندر مقامِ او بلند!

اس سے شاعر پوچھتا ہے:

شعر را سوز از کجا آید، بگوئے

از خودی یا از خدا آید بگوئے

برتری ہری جواب دیتا ہے۔ صفحہ ۱۷۰ :

جانِ ما را لذت اندر جستجوست

شعر را سوز از مقامِ آرزوست!

یعنی وہ بھی قرآن کے انداز میں اس بات (اور شعر) کو صحیح قرار دیتا ہے جو ستھری ہو اور آرزو یا جستجو (خیر) کی طرف لے جائے۔

سورۂ ابراہیم: آیت ۲۷ میں ہے:

یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِالۡقَوۡلِ الثَّابِتِ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا

وَفِی الۡاٰخِرَۃِ

مضبوط کرتا ہے اللہ ایمان والوں کو مضبوط بات سے، دنیا کی زندگی میں اور

آخرت میں۔

پھر برتری ہری صرف عمل کو زندگی کا ثبوت قرار دیتا ہے خواہ وہ عمل کیسا ہی ہو۔ صفحہ ۲۔

ع زندگانی ہمہ کردار چہ زیبا و چہ زشت !

اور پھر کہتا ہے:

پیشِ آئینِ مکافاتِ عمل سجدہ گذار

زانکہ خیزد ز عمل دوزخ و اعراف و بہشت!

برتری ہری اور اقبال کے پیام میں یہیں سے فرق قائم ہو جاتا ہے۔

پھر ۱۔ نادر شاہ ۲۔ ابدالی اور ۳۔ سلطان ٹیپو شہید سے حالاتِ حاضرہ وغیرہ پر گفتگو ہوتی ہے۔ نادر شاہ سے شاعر نے ایران کی یہ کیفیت بتائی ہے۔ صفحات ۱۷۴، ۱۷۵:

کارِ آں وارفتۂ ملک و نسب

ذکرِ شاپور است و تحقیرِ عرب!

روزگارِ او تہی از واردات

از قبورِ کہنہ می جوید حیات!

آہ احسانِ عرب نشناختند

از تشِ افرنگیاں بگداختند!

انھوں نے ملک و نسب پر فخر کرنا شروع کیا ہے اور عرب سے آئے ہوئے دین کو فراموش کر دیا ہے۔ حالانکہ سورۃ الحجرات: آیت ۱۳ میں یہ ارشاد ہے:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

بے شک عزت اللہ کے یہاں اُسی کو بڑی جس کا تقویٰ بڑا۔

اسی دوران شاعر ناصر خسرو ایک مستانہ غزل سنا کر غائب ہو جاتا ہے۔ اس کا ایک شعر

یہ ہے صفحہ ۱۷۶ :

دیں گرامی شد بہ دانا و بناداں خوار گشت

پیشِ ناداں دیں، چو پیشِ گاو باشد یاسمن !

سورۃ الانفال: آیت ۵۵ میں ہے :

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ

بے شک سب سے بدتر جانور اللہ کے نزدیک وہ ہیں جنہوں نے کفر کیا

پھر وہ نہیں مانتے۔

صفحہ ۱۷۷ میں ہے :

در نہادِ ماتب و تاب از دل است

خاک را بیداری و خواب از دل است !

(اہدالی کہتے ہیں کہ) دل زندہ ہے تو انسان زندہ ہے۔

سورۂ ق : آیت ۳۷ میں ہے :

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ

شَهِيْدٌ ۝

اس میں سوچنے کی جگہ ہے اُس کو جس کے اندر دل ہے یا لگائے کان

دل لگا کر۔ اور وہ ہے گواہ پکا۔

صفحہ ۱۷۸ میں ہے :

علم و فن را اے جوانِ شوخ و شنگ

مغز می باید نہ ملبوسِ فرنگ !

مغربی تہذیب سیکھ لینے سے علم و فن میں ترقی نہیں ہو جاتی۔ "ضربِ کلیم" صفحہ ۱۷۸

میں بھی ہے :

کھلے ہیں سب کے لیے غربیوں کے میخانے
علومِ تازہ کی سرمستیاں گناہ نہیں!
اسی سرور میں پوشیدہ موت بھی ہے تری
ترے بدن میں اگر سوزِ لاالٰہ نہیں!

سورۃ الشعراء: آیات ۸۸-۸۹ میں ہے:

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ

جس دن نہ کام آئے گا مال اور نہ بیٹے مگر ہاں جو اللہ کے پاس پاک دل (کفر اور شرک سے پاک) لے کر آئے۔

صفحہ ۱۸۲ میں سلطان ٹیپو کی زبانی اقبال کے کلام کی مقبولیت بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ظاہر ہوتی ہے۔ پھر سلطان شہید اقبال کے ذریعے دریائے کاویری کو پیام دیتے ہیں۔ ان کا مشہور پیام تو یہ ہے۔ صفحہ ۱۸۵:

زندگی را چیست رسم و دین و کیش؟
یک دمِ شیری بہ از صد سالِ میش!

سورہ طٰہٰ: آیت ۶۸ میں ہے:

لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى

خوف نہ کر۔ بے شک تو ہی غالب رہے گا۔

سورہ لقمان: آیت ۱۷ میں ہے:

وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ

اور استقلال اختیار کر اس پر جو مصیبت تجھ پہ پڑے۔ بے شک یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

سورہ آل عمران: آیت ۱۳۹ میں ہے:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

اور نہ سست پڑو اور نہ غم کرو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔

سی صفحہ ۱۸۵ میں ہے:

بندۂ حق ضیغم و آہوست مرگ

یک مقام از صد مقامِ اوست مرگ!

ی فتد بر مرگ آں مردِ تمام

مثلِ شاہینے کہ افتد بر حمام!

جنگِ شاہانِ جہاں غارت گری است!

جنگِ مومن سنّتِ پیغمبری است!

سورۃ النمل: آیت ۳۴ میں ہے:

اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ

اَهْلِهَآ اَذِلَّةً

بے شک جب بادشاہ داخل ہوتے ہیں کسی بستی میں تو اُس کو خراب کر دیتے ہیں اور کر ڈالتے ہیں وہاں کے سرداروں کو بے عزت۔

اور سورہ النسآء: آیت ۷۶ میں ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ

جو لوگ ایمان والے ہیں وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو لوگ کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں۔

صفحہ ۱۸۶ میں ہے:

ع جنگِ مومن چیست؟ ہجرت سوئے دوست!

صفحہ ۱۸۷ میں ہے:

راہرد کو داند اسرارِ سفر

ترسد از منزل ز رہزن بیشتر

سورۃ الرحمٰن: آیت ۲۹ میں ہے:

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ

ہر دن اُس (اللہ) کو ایک دھندا ہے۔

اسی طرح اللہ کے خلیفہ کو بھی ہر وقت سرگرمِ عمل ہونا چاہیے۔

صفحہ ۱۸۷ ہی میں ہے:

بہ آدمے نہ رسیدی، خدا چہ می جوئی

ز خود گریختہ، آشنا چہ می جوئی!

سورۃ الحشر: آیت ۱۹ میں ہے:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ

اور مت ہو جاؤ اُن جیسے جنہوں نے بھلا دیا اللہ کو تو اُس نے بھلا دیے اُن کو اُن کے جی (یعنی جو اللہ کو بھلا دے وہ خود کو بھلا دیتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ معنی ہوئے کہ جو خود کو پہچان لیتا ہے وہ خدا کو پہچان لیتا ہے)۔

صفحہ ۱۸۸ میں ہے:

علم را مقصود اگر باشد نظر

می شود ہم جادہ و ہم راہبر

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے "تزکیۂ نفس" ہوتا ہے۔

سورۂ آل عمران: آیت ۱۶۴ میں ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ
اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

بے شک اللہ نے بہت بڑا احسان کیا ایمان والوں پر جو بھیجا اُن میں رسول انہی میں کا پڑھتا ہے اُن پر آیتیں اللہ کی اور سنوارتا ہے اُن کو اور سکھاتا ہے اُن کو کتاب اور دانش (کام) کی بات۔

صفحہ ۱۹۰ میں ہے:

آنکہ گوید لا الٰہ بے چارہ ایست
فکرش از بے مرکزی آوارہ ایست!
چار مرگ اندر پئے ایں دیر میر
سود خوار و والی و مُلّا و پیر!

ہمارے غریب مسلمان اپنی مرکزیت سے جدا کر دیے گئے ہیں۔ اُن کو ہمارے سود خوار دشمنوں نے، حاکموں نے، ان پڑھ ملاؤں اور نذرانے وصول کرنے والے پیروں نے غلام بنا رکھا ہے۔ ان چار دشمنوں کے برعکس قرآن پاک میں نظامِ تمدن کے یہ چار ارکان سورۃ الحدید: آیت ۲۵ میں بیان فرمائے گئے ہیں:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ
وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ
بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَ
رُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۵﴾

ہم نے رسولوں کو دلائل (واضح احکام) کے ساتھ بھیجا ہے اور اُن کے ساتھ کتاب اور میزان اتاری ہے تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں اور ہم نے لوہا اتارا (پیدا کیا)۔ اس میں سخت طاقت (جنگی) ہے اور لوگوں کے لیے کئی منافع ہیں

اور یہ اس لیے کہ اللہ جان لے کہ کون اُس کی اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے مدد کرتا ہے۔ بے شک اللہ بہت قوت والا اور زبردست ہے۔

۱۔ رسول اپنی عملی زندگی پیش کرتے ہیں۔

۲۔ کتاب وہ صحیفہ ہے جسے "دستور" کہنا چاہیے اور جس پر عمل کرنے سے انسان کی شخصی اور اجتماعی زندگی بنتی ہے۔

۳۔ میزان میں عدل و توازن ہے۔ اس میں دولت اور مبادلۂ اشیا وغیرہ سب آجاتی ہیں۔

۴۔ حدید (لوہا) سے جنگی سامان، مشینیں اور جدید آلات بنتے ہیں۔

نظامِ تمدن ان چار چیزوں سے درست ہوتا ہے اور اُن چار شخصیتوں سے تباہ ہوتا ہے جن کا ذکر اُوپر کے اشعار میں ہے۔

صفحات ۱۹۰-۱۹۱ میں ہے:

چیست، بودن دانی اے مردِ نجیب؟

از جمالِ ذاتِ حق بُردن نصیب!

—

ہر کہ اُو را قوتِ تخلیق نیست

پیشِ ما جز کافر و زندیق نیست!

خلیفۃ اللہ کو اللہ کے اوصاف کا پرتو اپنے اُوپر ڈال کر غیر معمولی کام انجام دینے چاہئیں کیونکہ اُسے ہر چیز کو مسخر کرنے کی صلاحیت دی گئی ہے۔

سورۂ لقمٰن کی آیت ۲۰ پہلے بھی آچکی ہے:

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا

فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے مسخر کیے تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں اور زمین

بس ہیں اور پھر دیں تمہیں اپنی نعمتیں کھلی اور چھپی۔

صفحہ ۱۹۲ میں ہے:

زندگانی نیست تکرارِ نفس

اصلِ او از حیؐ و قیوم است و بس!

زندگانی صرف سانسوں کا الٹ پھیر نہیں ہے بلکہ اس میں حیؐ و قیوم والی صفات ہونی چاہییں۔

سورۃ البقرہ: آیت ۲۵۵ میں ہے:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ زندہ ہے اور سب کا تھامنے والا۔

صفحہ ۱۹۱ کی آیت بھی دیکھیں۔

صفحہ ۱۹۲ ہی میں ہے:

قربِ جاں بہ آنکہ گفت انی قریبٌ

از حیاتِ جاوداں بردن نصیب!

سورۃ البقرہ: آیت ۱۸۶ میں ہے:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ ؕ اُجِیۡبُ دَعۡوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ

اور جب آپؐ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو میں قریب ہی ہوں۔ منظور کر لیتا ہوں عرضی درخواست کرنے والے کی، جب کہ وہ میرے حضور میں درخواست کرے۔

بندہ اپنے اللہ سے اس قدر قریب ہے تو پھر اسے حیاتِ جاوداں کیونکر نصیب نہ ہوگی؟

صفحات ۱۹۲-۱۹۳ میں ہے:

چیست ملّت اے کہ گوئی لا الٰہ ؟
با ہزاراں چشم بودن یک نگہ !

—

یک نگاہی را بچشم کم مبیں
از تجلی ہائے توحید است ایں!
ملتے چوں می شود توحید مست
قوت و جبروت می آید بدست!

سورۃ البقرہ: آیت ۲۱۳ میں ہے:

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً

پہلے سب لوگ ایک ہی اُمت تھے۔

سورۂ آل عمران: آیت ۹۶ میں ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ

بے شک پہلا گھر جو ٹھہرا لوگوں کے واسطے یہی ہے جو مکہ میں ہے، برکت والا اور نیک راہ جہانوں کے لوگوں کے لیے۔

اللہ پاک نے لوگوں کو ہدایت پر متحد رکھنے کے لیے مکہ کو پہلا گھر بنایا۔ یہ اتحاد تمام قوت و جبروت کا پیش خیمہ ہے۔

صفحہ ۱۹۴ میں ہے:

زندگی خواہی خودی را پیش کن
چار سو را غرق اندر خویش کن

صفحہ ۱۹۱ میں سورۂ لقمٰن کی آیت ۲۰ دیکھیں۔ اس کے علاوہ سورۃ الجاثیہ کی آیت ۱۳ دیکھیں۔
پھر زندہ رود (شاعر) جرأت کر کے "تقدیرِ غرب و شرق" کو بے حجاب دیکھنے کی آرزو کرتا ہے کہ ناگاہ برقِ "تجلی جلال" گرتی ہے اور گرد و پیش اس سے غرقِ نور ہو جاتے ہیں اور یہ تماشائی اپنے وجود کو "جلوہ مست" دیکھتا ہے اور محسوس کرتا ہے کہ اب (صفحہ ۱۹۵):

از ضمیرِ عالمِ بے چند و چوں
یک نوائے سوزناک آید بروں!

یہ "نوائے سوزناک" یہ ہے:

بگذر از خاور و افسونیٔ افرنگ مشو
کہ نیرزد بجوئے ایں ہمہ دیرینہ و نو

یہ غزل "زبورِ عجم" صفحہ ۱۲۰ کی ہے۔

اس کے بعد "خطاب بہ جاوید" (سخنے بہ نژادِ نو) ہے۔

صفحہ ۱۹۹ میں ہے:

گرچہ من صد نکتہ گفتم بے حجاب
نکتۂ دارم کہ ناید در کتاب!
گر بگویم می شود پیچیدہ تر
حرف و صوت او را کند پوشیدہ تر!
سوزِ او را از نگاہِ من بگیر
یا ز آہِ صبح گاہِ من بگیر!

آخری شعر میں "نگاہ"[۱۴] سے مراد "صحبت" ہے اور "آہِ صبح گاہی" کے متعلق سورۃ المزمل آیت ۶ میں ہے:

إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلًا — بے شک

رات کا اٹھنا خوب مؤثر ہے (نفس کے) کچلنے میں اور بات خوب ٹھیک نکلتی ہے۔
ایسے لوگوں کو سورۃ الذاریٰت : آیات ۱۵-۱۶ میں متقین اور محسنین کہا گیا ہے اور یہ بھی کہ :

كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ ﴿۱۷﴾ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ○
وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ﴿۱۹﴾ (الذاریٰت : آیات ۱۷-۱۹)

وہ تھے رات کو تھوڑا سوتے اور صبح کے وقت معافی مانگتے اور ان کے مال میں حصہ تھا مانگنے والے کا اور محتاج کا۔
گویا صبح اٹھنے والے یعنی شب بیدار لوگ ہی صحیح بصیرت سے نوازے جاتے ہیں اور انہی کی صحبت اکسیر کا کام کرتی ہے۔
صفحہ ۲۰۰ میں ہے :

آنکہ بود اللہ او را ساز و برگ
فتنۂ او حبِ مال و ترسِ مرگ ۱۵

پہلے کا مسلمان جو اللہ کا ہوتا تھا وہ حبِ مال کو فتنہ سمجھتا تھا۔
سورۃ التغابن: آیت ۱۵ میں ہے :

إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ

تمہارے اموال اور اولاد تمہارے لیے فتنہ (آزمائش کی چیز) ہیں۔

صفحہ ۲۰۱ میں ہے :

آں شکوہِ ربی الاعلیٰ کجا ست
ایں گناہِ اوست یا تقصیرِ ماست ؟

مسلماں جب سبحان ربی الاعلیٰ کہتا تھا تو پوری کائنات (غیر اللہ کی) کانپ جاتی تھی کیونکہ وہ صرف خدا کو غالب اور غیرِ خدا کو مغلوب ہونے کا اعلان کرتا تھا۔

سورۂ طٰہٰ: آیت ۶۸ میں ہے:

لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى

خوف نہ کر۔ بے شک تو ہی غالب رہے گا۔

آجکل "ابنِ آدم" کے لوگ ایسے ہیں (صفحہ ۲۰۱):

قلبِ اُو بے واردات۔ نو بنو
حاصلش را کس نگیرد باد و جو!

عقل و دین و دانش و ناموس و ننگ
بستۂ فتراکِ لردانِ فرنگ!

سخت کوشی اور مشکل پسندی ترک کر دی ہے اور احساسِ کمتری میں "لردانِ فرنگ" نے مبتلا کر دیا ہے (جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں)۔

سورۃ المجادلہ: آیت ۲۲ میں ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ
حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

جو لوگ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اُن کو تو ایسا نہیں پائے گا کہ وہ محبت کریں اُن سے جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں۔

اسی سورۃ المجادلہ: آیت ۱۹ میں ہے:

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ

شیطان نے اُن پر قابو پا لیا ہے۔ پس اُس نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔

اس غفلت سے چونکا دینے کے لیے اقبال نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ یہ ہے۔ صفحہ ۲۰۲:

حرفِ پیچا پیچ و حرفِ نیش دار
تا کنم عقل و دلِ مرداں شکار!

صفحہ ۲۰۲ میں ہے:

سوختن می باید اندر نارِ حس
تا بدانی نقرۂ خود را ز مس
علمِ حق اوّل حواس، آخر حضور
آخرِ او می نگنجد در شعور

علمِ حق وہی ہے جو حواس میں "سوختن" (گرمی اور بیداری) پیدا کرے اور اچھے بُرے میں تمیز سکھائے، پھر اللہ کے حضور میں پہنچا دے۔

سورۃ المجادلہ: آیت ۱۱ میں ہے:

يَرۡفَعِ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ ۙ وَالَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ ﴿۱۱﴾

اللہ درجے بلند کرے گا اُن لوگوں کے جو تم میں ایمان لائے اور اُن کے جنہیں علم دیا گیا اور اللہ اس سے جو تم عمل کرتے ہو خوب واقف ہے۔

یہ علمِ حق والوں کے لیے بشارت ہے اور اسی علم کو صحیح علم کہتے ہیں۔

سورۃ الزمر: آیت ۹ میں ہے:

هَلۡ يَسۡتَوِى الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ؕ

کیا برابر ہوتے ہیں علم والے اور بے علم لوگ؟

جو لوگ رات کی گھڑیوں میں سجدے کرتے ہیں، اُس کی عبادت میں لگے رہتے ہیں۔ آخرت سے ڈرتے ہیں اور اللہ سے رحمت کی امید رکھتے ہیں، اُن کو اسی آیت میں علم والا کہا گیا ہے۔

صفحہ ۲۰۲ ہی میں ہے:

منکرِ حق نزد مُلّا کافر است

منکرِ خود نزدِ من کافرتر است!

عالم تو یہی فتویٰ دے گا کہ خدا کا منکر جو بھی ہے کافر ہے لیکن ہمارے نزدیک وہ شخص زیادہ بڑا کافر ہے جو خود کو نہیں پہچانتا۔

سورۃ الحشر: آیت ۱۹ میں ہے:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنْسٰهُمْ
أَنْفُسَهُمْ ۚ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ﴿١٩﴾

اور تم لوگ اُن جیسے نہ ہو جاؤ جنھوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے خود ان کی جان سے ان کو فراموش کرا دیا۔ یہی لوگ نافرمان ہیں۔

اللہ کو بھول جانا اور خود کو بھول جانا لازم و ملزوم ہو گیا ہے۔

اسی صفحے میں ہے:

آں بہ انکارِ وجود آمد عجول

ایں عجول و ہم ظلوم و ہم جہول

سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۱۱ میں ہے:

وَيَدْعُ الْإِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ۚ وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا ﴿١١﴾

اور انسان بُرائی کی ایسی درخواست کرتا ہے جیسی بھلائی کی درخواست اور انسان جلد باز ہے (وہ چاہتا ہے کہ اُس کی دعا جلد قبول ہو حالانکہ اُس کے لیے اس میں خیر نہیں ہے)۔

سورۃ الاحزاب: آیت ۷۲ میں ہے:

وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۖ إِنَّهٗ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا   اور وہ (امانت)

انسان نے اپنے ذمہ لے لی بے شک وہ بے ترس اور نادان ہے۔

صفحہ ۲۰۳ ہی میں ہے:

شیوۂ اخلاص را محکم بگیر

پاک شو از خوفِ سلطان و امیر

اخلاصِ محض کے لیے سورۃ الزمر: آیت ۲ میں ارشاد ہے:

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ

پس بندگی کر اللہ کی خالص کر کے اس کے واسطے بندگی۔

اور سلطان و امیر کی پروا نہ کر۔

سورۃ المائدہ: آیت ۴۴ میں ہے:

فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ

پس تم نہ ڈرو لوگوں سے اور مجھ سے ڈرو۔

سورۃ الاحزاب: آیت ۳۷ میں ہے:

وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ

اور اللہ سے چاہیے زیادہ تجھ کو ڈرنا۔ غیر اللہ سے ڈر کوئی چیز نہیں۔

غیر اللہ کے خلاف نبرد آزمائی سے اللہ سے تعلق بڑھتا ہے۔

سورۂ آل عمران: آیت ۱۷۳ میں ہے:

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ

فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ

یہ ایسے (متقی اور نیک) لوگ ہیں کہ لوگوں نے اُن سے کہا کہ ان لوگوں نے (اہل مکہ نے) تمہارے لیے سامان جمع کیا ہے سو تم کو ان سے اندیشہ کرنا چاہیے تو اس نے اُن کے ایمان کو اور زیادہ کر دیا اور کہہ دیا کہ ہم کو

اللہ کافی ہے اور وہی کیا خوب کارساز ہے۔

صفحہ ۲۰۳ ہی میں ہے:

عدل در قہر و رضا از کف مدہ

قصد در فقر و غنا از کف مدہ

عدل کے لیے سورۃ المائدہ: آیت ۸ میں ہے:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا

اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث عدل کو ہرگز نہ چھوڑو۔

قصد کے لیے سورۃ لقمٰن: آیت ۱۹ میں ہے:

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ

اور چل بیچ کی چال اور نیچی کر اپنی آواز۔

فقر و غنا میں قصد (بیچ کی چال) کے لیے سورۃ بنی اسرائیل: آیت ۲۹ میں ہے:

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ

فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾

اور نہ تو اپنا ہاتھ گردن ہی سے باندھ لینا چاہیے اور نہ بالکل ہی کھول دینا چاہیے ورنہ الزام خوردہ تہی دست ہو کر بیٹھ رہو گے۔

غایت، بخل اور اسراف سے اجتناب کریں اور کسی کے فقر و احتیاج پر رحم کھا کر خود کو پریشانی میں نہ ڈالیں۔

صفحہ ۲۰۴ میں ہے:

ع سیرِ آدم را مقام آمد حرام!

مسلسل کوشش اور پیہم جستجو ہی انسان کا اصل مقام ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے عمل سے کتنا بڑا سبق ملتا ہے۔ سورۃ الکہف: آیت ۶۰ میں ہے:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓی
اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ۝

اور (یاد کرو) جب کہا موسٰی نے اپنے خادم سے کہ میں باز نہ رہوں گا جب تک کہ نہ پہنچوں دو دریا کے ملاپ تک، یا چلتا جاؤں قرنوں (سالہا سال)۔

"سیروا فی الارض" کی کئی آیتیں قرآن پاک میں ہیں۔

صفحہ ۲۰۴ ہی میں ہے:

سترِ دیں صدقِ مقال، اکلِ حلال
خلوت و جلوت تماشائے جمال!

۱۔ صدقِ مقال کے لیے سورۃ التوبہ: آیت ۱۱۹ میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ

اے ایمان والو، ڈرتے رہو اللہ سے اور سچ بولنے والوں کے ساتھ رہو۔

سورۃ الحج: آیت ۳۰ میں ہے:

وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ

اور بچتے رہو جھوٹی بات سے۔

۲۔ اکلِ حلال کے لیے سورۃ البقرہ: آیت ۵۷ میں ہے:

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ

کھاؤ پاک چیزوں میں سے جو ہم نے روزی دی ہے تم کو۔

۳۔ "خلوت و جلوت تماشائے جمال" کے لیے سورۃ الملک: آیت ۱۳ میں ہے:

وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ

اور تم لوگ چھپی کہو اپنی بات یا کھول کر۔ بے شک وہ جانتا ہے دلوں کے بھید۔

سورۃ التغابن: آیت ۴ میں بھی یہی مضمون ہے۔

صفحہ ۲۰۴ ہی میں ہے:

در رہِ دیں سخت چوں الماس زی

دم بحق بربند و بے وسواس زی!

سورۃ الصف: آیت ۴ میں ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا

کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ﴿۴﴾

بے شک اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح مل کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ ایک عمارت ہے جس میں سیسہ پلایا گیا ہے۔

اسی صفحے میں ہے:

مردِ مومن را عزیزا اے نکتہ رس

چیست جز قرآن و شمشیر و فرس؟

قرآن کے متعلق سورۂ فصلت: آیت ۴۲ میں ہے:

لَا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ

اس کے پاس باطل نہیں آتا، نہ اس کے سامنے سے نہ اس کے پیچھے سے۔

اور سورۃ الانفال: آیت ۶۰ میں ہے:

وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّۃٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ

اور تیار رکھو اُن کے لیے جتنا ہو سکے قوت کی چیزیں اور جنگی گھوڑے (جنگی ساز و سامان)۔

صفحہ ۲۰۵ میں ہے:

دیں سراپا سوختن اندر طلب

انتہایش عشق و آغازش ادب!

دین کی ابتدا ادب اور تزکیۂ نفس سے ہوتی ہے اور اس کی انتہا عشق ہے۔

سورۃ الشمس: آیات ۷۔۱۰ میں ہے:

. . . . وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝

اور جان کی (قسم) اور اس کی جس نے اس کو درست بنایا۔ پھر اس کی بدکرداری اور پرہیزگاری کا اُس کو القا کیا۔ یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اُس کو پاک کر لیا اور نامراد ہوا جس نے خاک میں ملایا۔

نفس کو پاک کرنا بامراد ہونا ہے اور جب ابتدا ایسی ہوگی تو عمل میں سرگرمی ہوگی۔ اسی سے خوشحالی اور نیک انجامی ہوگی۔

سورۃ الرعد: آیت ۲۹ میں ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ

جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیے اُن کے لیے خوشحالی اور نیک انجامی ہے۔

صفحہ ۲۰۵ ہی میں ہے:

حرفِ بد را بر لب آوردن خطاست

کافر و مومن ہمہ خلقِ خداست!

سورۃ الانعام: آیت ۱۰۸ میں ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور بُرا مت کہو (دشنام مت دو) اُن کو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں (جھوٹے معبودوں کو بھی دشنام نہ دو۔ تو پھر جھوٹے پجاریوں کو کیوں کر دشنام دینا صحیح ہو سکتا ہے)؟

صفحہ ۲۰۵ ہی میں ہے:

آدمیت احترام آدمی
باخبر شو از مقامِ آدمی

سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۷۰ میں ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝

اور بے شک ہم نے برتری دی آدم کی اولاد کو اور خشکی وتری میں ان کو سوار کر دیا اور عمدہ اور پاک چیزوں کی ان کو روزی دی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر ان کو فضیلت دی۔

صفحہ ۲۰۶ میں ہے:

اے بسا مردِ حق اندیش و بصیر
می شود از کثرتِ نعمت ضریر!

سورۃ الشوریٰ: آیت ۲۷ میں ہے:

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ

اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کے لیے روزی فراخ کر دیتا تو وہ دنیا میں شرارت کرنے لگتے۔

صفحہ ۲۰۷ میں موجودہ مسلمانوں کے ادبار کا ذکر ہے جیسا کہ علامہ اقبال کے "مکاتیب" (۱/۲۵۰) میں مذکور ہے۔ پھر صفحہ ۲۰۷ میں مردِ حق کے اوصاف بیان کیے ہیں:

اوّل اندر نارِ خود سوزد ترا
باز سلطانی بیاموزد ترا

ما ہمہ یا سوزِ او صاحب دلیم
ورنہ نقشِ باطلِ آب و گلیم

سورۃ العنکبوت: آیت ۶۹ میں ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ

اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم اُن کو اپنے راستے ضرور دکھائیں گے اور بے شک اللہ ساتھ ہے نیکی والوں کے۔

صفحہ ۲۰۰ ہی میں ہے:

ترسم ایں عصر کہ تو زادی دراں

در بدن غرق است و کم داند زجاں!

آج کے لوگ ہوا و ہوس کو خدا بنا بیٹھے ہیں۔

سورۃ الجاثیہ: آیت ۲۳ میں ہے:

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً

تو کیا آپؐ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی ہے جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے اور اللہ نے اس کو باوجود سمجھ بوجھ کے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے۔

صفحہ ۲۰۸ میں ہے:

رقصِ تن در گردش آرد خاک را

رقصِ جاں برہم زند افلاک را

علم و حکم از رقصِ جاں آید بدست

ہم زمیں ہم آسماں آید بدست

جان کو عمل کے لیے آمادہ کرنے سے زمین و آسمان کی ہر چیز مسخّر ہو جاتی ہے۔

سورۃ الجاثیہ: آیت ۱۳ میں ہے:

وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (۲)

اور مسخر بنایا جو کچھ آسمانوں کے اندر اور زمین کے اندر ہے سب کو اپنی طرف سے بے شک ان باتوں میں ان لوگوں کے لیے دلائل ہیں جو غور کرتے رہتے ہیں۔

اسی طرح سورہ لقمٰن: آیت ۲۰ میں بھی یہی مضمون ہے۔

یہ تمام نصائح جاوید اقبال (صاحبزادہ) کے ذریعے قوم کے تمام نوجوانوں کے لیے ہیں:

سرِّ دینِ مصطفٰےؐ گویم ترا!
ہم بقبر اندر دعا گویم ترا!

—

حواشی

۱- مکاتیب ۱/۲۱۶

۲- "طٰس" قرآن کے حروفِ مقطعات میں سے ہیں جو رمزیہ ہیں۔ منصور حلاج کی "کتاب الطواسین" کا ذکر "مکاتیب" ۱/۵۴-۷۹ میں آتا ہے۔

۳- اسی سلسلے میں کہتے ہیں (اسی صفحہ ۱ میں):

ع آنیم من جاودانی کن مرا

"مکاتیب" (۱/۲۲۰) میں ہے:

"حدودِ خودی کے تعین کا نام شریعت ہے اور شریعت کو اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام طریقت ہے۔ جب احکامِ الٰہی خودی میں اس حد تک سرایت کر جائیں کہ خودی کے پرائیویٹ امیال و عواطف باقی نہ رہیں اور صرف رضائے الٰہی اس کا مقصود ہو جائے تو زندگی کی اس کیفیت کو بعض اکابر صوفیائے اسلام نے فنا کہا ہے، بعض نے اسی کا نام بقا رکھا ہے۔"

۴- آگے چل کر صفحہ ۲ پر کہتے ہیں:

شاہدِ عادل کہ بے تصدیقِ او
زندگی ما را چو گل را رنگ و بو
در حضورش کس نماند استوار
ور بماند ہست او کامل عیار

۵- "مکتوباتِ مجددی"۔ دفتر اوّل۔ مکتوب ۴۳۔

۶۔ "سیرۃ النبیؐ" (اعظم گڑھ ۱۹۵۲ء) ۵/ ۴۲۸

۷۔ تفصیل کے لیے اصل فارسی مکتوب دیکھیں۔ یہ صرف خلاصہ ہے۔

۸۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے "مکتوبات" (دفتر اوّل۔ مکتوب ۴۴۔ دفتر دوم۔ مکتوب ۶) میں اس محبّیت اور محبوبیّت پہ بحث کی ہے۔

۹۔ مکاتیب۔ ۱/ ۱۱۷۔ مولانا سلیمان ندوی نے اس پر نوٹ لکھا ہے:

"اسی معنی کا ایک اثر بھی تفسیروں میں مروی ہے جو اثر ابنِ عباس کے نام سے ہے۔ اس اثر کی تاویل و تشریح میں مولانا قاسم صاحب کا رسالہ "تحذیر الناس فی اثر ابن عباسؓ" اور مولانا عبدالحی فرنگی محلی کا ایک مضمون ہے جو اس بحث میں دیکھنے کے قابل ہے۔"

۱۰۔ نقشبندیہ حضرات شروع ہی سے دل میں اللہ کا نقش بٹھانے کی سعی کرتے ہیں۔ دوسرے سلاسل بھی ایسا کرتے ہیں لیکن بعد میں کرتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے "مکتوبات" (۲/ ۳۷۔ ۴۶؛ ۳/ ۳) میں کلمۂ طیبہ کی حقیقت پہ بحث کی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کے معنی ہیں کہ دل میں سوائے اللہ کے کوئی اور مطلوب نہ ہو اور نہ مقصود و معبود۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معنی ہیں کہ سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کی بھی پیروی نہ کی جائے۔ "مکتوبات" ۱/ ۱۰۹۔ ۱۱۶۔ ۵۳ وغیرہ میں یہی بحث آتی ہے۔

۱۱۔ اس موضوع کے لیے دیکھیں: مکاتیبِ اقبال، ۱/ ۲۰۳۔ ۲۱۱

۱۲۔ صفحہ ۱۴۷ میں ان غداروں کے متعلق ہے:

ع بندۂ غدار را مولا کجاست؟

۱۳۔ اس سیر کے سلسلے میں یہ شعر بھی آتا ہے:

چشمِ من صد عالم شش روزہ دید

تا حدِ ایں کائنات آمد پدید

اس عالمِ شش روزہ کے متعلق سورۃ ق: آیت ۳۸ میں ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ

اور ہم نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں۔

۱۴۔ "ملفوظاتِ اقبال" صفحہ ۶۸ میں ہے کہ علامہ اقبال نے بتایا کہ نظر (نگاہ) سے مراد صحبت ہے۔

۱۵۔ اسی کے بعد یہ شعر آتے ہیں:

صحبتش با عصرِ حاضر در گرفت
حرفِ دیں را از دو "پیغمبر" گرفت

آں ز ایراں بود و ایں ہندی نژاد
آں ز حج بیگانہ و ایں از جہاد!

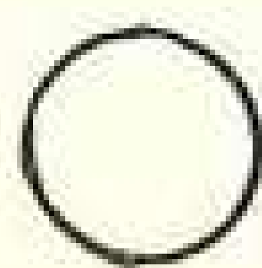
محمد علی باب اور غلام احمد قادیانی نے موجودہ نسل کو گمراہ کیا ہے۔

۱۶۔ "حرفِ پیچا پیچ" سے مراد کتاب "تشکیلِ جدیدِ الٰہیات اسلامیہ" (انگریزی) ہے۔ علامہ اقبال نے حاشیے میں اس بات کی صراحت بھی کر دی ہے۔

۱۷۔ سورۃ التوبہ: آیت ۱۲۳ میں ہے:

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً

ان کفار سے لڑو جو آس پاس ہیں اور ان کو تمہارے اندر سختی پانا چاہیے۔



بالِ جبریل

پہلی اشاعت: ۱۹۳۵ء

(متن میں حوالہ جات ۱۹۷۳ء کے ایڈیشن کے مطابق ہیں)

بالِ جبریل

صفحہ ۵ میں ہے:

میری نوائے شوق سے شور حریمِ ذات میں
غلغلہ ہائے الاماں بت کدۂ صفات میں

اللہ کو اللہ ہی کی خاطر چاہنے والا جب اس کے حریم میں پہنچتا ہے تو ایک شور اُٹھتا ہے کہ کیا ایسا بھی کوئی چاہنے والا ہے جو صفات کی وجہ سے نہیں بلکہ ذات کی وجہ سے مجھے چاہتا ہے؟ اور عالمِ صفات میں بھی ایک ہلچل مچ جاتی ہے کہ صفات کی پروا نہ کرتے ہوئے یہ چاہنے والا سیدھا حریمِ ذات میں پہنچ رہا ہے۔ یہ ایک خاص الخاص موحد کی شان ہے۔

سورۃ الکہف: آیت ۳۸ میں ہے:

هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا۝

وہ اللہ ہی میرا رب ہے۔ اور میں کسی کو اپنے رب کا شریک نہیں ٹھہراتا۔

اقبال نے یوں بھی کہا ہے:

مردِ مومن در نسازد با صفات
مصطفیؐ راضی نشد الاّ بذات!

یہ ایک شعر بھی شہرت رکھتا ہے:

موسیٰؑ زہوش رفت بیک پرتوِ صفات
تو عینِ ذات می نگری در تبسمے!

صفحہ ۵ ہی میں ہے:

گرچہ ہے میری جستجو دیر و حرم کی نقشبند
میری فغاں سے رستخیز کعبہ و سومنات میں

گو کہ انسان دیر و حرم ہی کے توسط سے اللہ پاک تک پہنچتا ہے لیکن جب وہ اُس کا ہو جاتا ہے تو پھر زمان و مکان کا پابند نہیں رہتا۔

سورۃ البقرہ: آیت ۱۱۵ میں ہے:

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (۱۱۵)

اور مشرق و مغرب سب اللہ ہی کا ہے۔ تو تم جدھر منہ کرو اُدھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ) ہے۔ بے شک اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

اسی صفحے میں ہے:

تُو نے یہ کیا غضب کیا، مجھ کو بھی فاش کر دیا
میں ہی تو ایک راز تھا سینۂ کائنات میں

انسان جیسے ضعیف البنیان کو خلیفۃ اللہ کا منصب عطا فرمایا جانا ہی اللہ پاک کا سب سے عظیم راز ہے جو فاش کیا گیا ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۳۰ میں ہے:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً قَالُوْٓا

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ

بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

اور جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا، میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں، بولے، کیا ایسے کو (نائب) کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خون ریزیاں کرے گا اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح اور تیری پاکی بولتے ہیں۔ فرمایا، مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔

صفحہ ۶ میں ہے:

اگر ہنگامہ ہائے شوق سے ہے لامکاں خالی

خطا کس کی ہے یارب! لامکاں تیرا ہے یا میرا؟

لامکاں میں عشق نہیں، فرشتے ضرور عبادت کرتے ہیں لیکن دردِ دل صرف انسان کو بخشا گیا ہے۔ چنانچہ "ہنگامہ ہائے شوق" کے لیے انسان اس دنیا میں خلیفۃ اللہ بن کر آیا ہے۔

صفحہ ۶ ہی میں ہے:

اُسے صبحِ ازل انکار کی جرأت ہوئی کیونکر؟

مجھے معلوم کیا! وہ راز داں تیرا ہے یا میرا؟

سورۃ البقرہ: آیت ۳۴ میں ہے:

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَ

اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ

اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ

کیا، سوائے ابلیس کے۔ کہ متکبر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔
ابلیس کا غرور اور اس کا انکار بھی اللہ پاک کا ایک راز معلوم ہوتا ہے۔
اسی صفحے ۱۶ میں ہے:

محمدؐ بھی ترا، جبریل بھی، قرآن بھی تیرا
مگر یہ حرفِ شیریں ترجماں تیرا ہے یا میرا؟

"یہاں "حرفِ شیریں" غالباً اقبال نے اپنے کلام ہی کے متعلق کہا ہے جو قرآن کی ترجمانی کرتا ہے اور جس کے متعلق "رموزِ بے خودی" کے آخر میں انھوں نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اس طرح "عرضِ حال" کیا ہے:

گر دلم آئینۂ بے جوہر است
ور بحرفم غیرِ قرآں مضمر است
اے فروغت صبحِ اعصار و دہور
چشمِ تو بینندۂ مافی الصدور
پردۂ ناموسِ فکرم چاک کن
ایں خیاباں را ز خارم پاک کن!
تنگ کن رختِ حیات اندر برم
اہلِ ملت را نگہدار از شرم
سبز کشتِ نابسامانم مکن
بہرہ گیر از ابرِ نیسانم مکن
خشک گرداں بادہ در انگورِ من
زہر ریز اندر مئے کافورِ من

روزِ محشر خوار و رسوا کُن مرا
بے نصیب از بوسۂ پا کُن مرا
گر دُرِ اسرارِ قرآں سفتہ ام
با مسلماناں اگر حق گفتہ ام
اے کہ از احسانِ تُو، کس کس است
یک دعایت مزدِ گفتارم بس است
عرض کُن پیشِ خدائے عزّوجل
عشقِ من گردد ہم آغوشِ عمل!

سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۹ میں اس ہدایت اور بشارت کے متعلق ارشاد ہے:

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۝۹

بے شک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے اور خوشی سناتا ہے ایمان والوں کو جو اچھے کام کریں کہ اُن کے لیے بڑا اجر ہے۔

صفحہ ۶ ہی میں ہے:

اسی کوکب کی تابانی سے ہے تیرا جہاں روشن
زوالِ آدمِ خاکی زیاں تیرا ہے یا میرا؟

صفحہ ۶ کی پہلی آیت یہاں کے لیے بھی کافی ہے۔

صفحہ ۷ میں ہے:

گیسوئے تاب دار کو اَور بھی تاب دار کر
ہوش و خرد شکار کر، قلب و نظر شکار کر

اے اللہ، تُو اپنے اندر اور بھی کشش پیدا کر دے تاکہ لوگ تیری محبت میں اپنا ہوش و خرد

اور قلب و نظر سب کچھ کھو بیٹھیں۔ لیکن اللہ کی محبت کا دار و مدار حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری پہ ہے۔

سورہ آل عمران : آیت ۳۱ میں ہے :

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

(اے محبوبؐ) آپ فرما دیں کہ لوگو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ (پھر) اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

صفحہ ۷ ہی میں ہے :

باغِ بہشت سے مجھے حکمِ سفر دیا تھا کیوں؟
کارِ جہاں دراز ہے، اب مرا انتظار کر!

سورۃ البقرہ : آیت ۳۶ میں ہے :

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۠ وَ
قُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ
مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝

پس شیطان نے اس سے (جنت سے) انہیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کر دیا اور ہم نے فرمایا، نیچے اترو۔ آپس میں ایک تمہارا دوسرے کا دشمن اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے۔

صفحہ ۸ میں ہے :

یہ مشتِ خاک، یہ صرصر، یہ وسعتِ افلاک
کرم ہے یا کہ ستم، تیری لذتِ ایجاد!

سورۃ البلد: آیت ۴ میں ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ

بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

صفحہ ۸ ہی میں ہے:

ٹھہر سکا نہ ہوائے چمن میں خیمۂ گل!
یہی ہے فصلِ بہاری؟ یہی ہے بادِ مراد؟

انسان ایسا کہ سورۃ التین: آیت ۴ میں ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ

بے شک ہم نے انسان کو اچھی صورت پر بنایا۔

لیکن یہ انسان جلد فنا ہو جاتا ہے۔

سورۃ الانبیاء: آیت ۳۵ میں ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ
وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ

ہر جان کو موت کا مزا چکھنا ہے اور تمہاری آزمائش کرتے ہیں برائی اور بھلائی سے ، جانچنے کو ۔ اور ہماری ہی طرف تم کو لوٹ کر آنا ہے۔

صفحہ ۸ ہی میں ہے:

قصور وار ، غریب الدیار ہوں ، لیکن
ترا خرابہ فرشتے نہ کر سکے آباد!

سورۃ البقرہ کی آیات ۳۰-۳۴-۳۶ کا ذکر صفحات ۶-۷ میں آچکا ہے۔

اسی صفحہ میں ہے:

۔۔ی جفا طلبی کو دعائیں دیتا ہے   وہ دشتِ سادہ، وہ تیرا جہانِ بے بنیاد!

سورۃ البلد: آیت ۴ - اور سورۃ التین: آیت ۴ کی آیتوں کا ابھی ذکر ہوا - اسی جفا طلب انسان نے اس دنیا کو آباد کر کے "احسنِ تقویم" کا مقام حاصل کیا۔

صفحہ ۸ ہی میں ہے:

خطر پسند طبیعت کو سازگار نہیں
وہ گلستاں کہ جہاں گھات میں نہ ہو صیّاد!

سورۃ البلد: آیت ۴ میں ہے جو ابھی پچھلے صفحے میں مذکور ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ

بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو مشقت میں رہتا۔

اسی لیے انسان کو مشکلات کا مقابلہ کرنا اور آسانیوں سے گریز کرنا ہی زیب دیتا ہے۔

صفحہ ۹ میں ہے:

میری بساط کیا ہے؟ تب و تابِ یک نفس!
شعلہ سے بے محل ہے الجھنا شرار کا

انسان ایک دم کے لیے جیتا ہے، اس لیے وہ کہاں تک مشقتوں کی مشق کرتا رہے گا؟

سورۃ الانبیاء کی آیت ۳۵ اوپر صفحہ ۸ میں آ چکی ہے کہ:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ
وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۗ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝

ہر جان کو موت کا مزا چکھنا ہے۔ اور ہم تمہاری آزمائش کرتے ہیں برائی اور بھلائی سے، جانچنے کو۔ اور ہماری ہی طرف تم کو لوٹ کر آنا ہے۔

صفحہ ۹ ہی میں ہے:

دلوں کو مرکزِ مہر و وفا کر
حریمِ کبریا سے آشنا کر

جسے نانِ جویں بخشی ہے تُو نے
اسے بازوئے حیدرؓ بھی عطا کر

جب کامل ایمان کی دولت حاصل ہو جاتی ہے تو نانِ شعیر کھانے کے باوجود درِ خیبر کو اکھاڑ دینے کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔

سورۃ المنافقون: آیت ۸ میں ہے:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ

اور زور اللہ کا ہے اور اُس کے رسولؐ کا اور ایمان والوں کا، لیکن منافق نہیں سمجھتے۔

صفحہ ۱۰ میں ہے:

پریشاں ہو کے میری خاک آخر دل نہ بن جائے!
جو مشکل اب ہے یارب پھر وہی مشکل نہ بن جائے!

اگر میں سراپا دل بن گیا تو پھر مزید مشکلات کو دعوت دینی ہو گی، کیونکہ دل ہی تمام مشکلات کو لبیک کہتا ہے اور عشق ہی مشکل پسندی کا دوسرا نام ہے۔

سورۂ قٓ: آیت ۳۳ میں جنت اُس کے لیے مقرر کی گئی ہے جو اخلاص مند، طاعت پذیر اور صحیح العقیدہ دل رکھتا ہے:

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ

جو رحمٰن سے بے دیکھے ڈرتا ہے اور رجوع کرتا ہوا دل لایا۔

صفحہ ۱۰ ہی میں ہے:

بنایا عشق نے دریائے ناپیدا کراں مجھ کو
یہ میری خود نگہداری مرا ساحل نہ بن جائے!

عشق اور جوش (ولولہ) کی وجہ سے جو خود نگہی کی وجہ سے ہے عمل والے کی وسعت اور صلاحیت کی کوئی حد نہیں رہتی۔

سورۃ الجاثیہ: آیت ۱۳ میں ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾

اور تمہارے لیے مسخر کیا گیا جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب اُس کے حکم سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

اسی صفحے میں ہے:

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہِ کامل نہ بن جائے!

انسان کی صلاحیتوں اور اس کی تسخیری قوتوں کو دیکھ کر ستارے بھی (گویا) سہمے جاتے ہیں۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج انسانی رفعت کا منتہیٰ ہے، کیونکہ وہ اللہ سے اتنے قریب پہنچ گئے کہ:

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى — سورۃ النجم: آیت ۹

تو اُس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

صفحہ ۱۱ میں ہے:

حرم کے دل میں سوزِ آرزو پیدا نہیں ہوتا
کہ پیدائی تری اب تک حجاب آمیز ہے ساقی!

مسلمانوں کے دلوں میں سوزِ آرزو اس لیے کم ہے کہ اللہ پاک کو انہوں نے ابھی تک پوری طرح سمجھنے کی کوشش نہیں کی حالانکہ آسمانوں اور زمین وغیرہ کی خلقت ہی مسلمانوں کے لیے

غور و فکر اور اللہ کے عرفان کا بیش بہا سرمایہ پیش کرتی ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۱۶۵ میں ہے:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ
وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ
اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا
وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ
الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ

بے شک آسمانوں اور زمین کے بنانے میں اور رات اور دن کے اختلاف میں اور کشتیوں میں جو دریاؤں میں اُن چیزوں کو لے کر چلتی ہیں جن سے لوگوں کو نفع ہوتا ہے اور اس میں جو اللہ ابر سے اتارتا ہے اور جس سے زمین کو زندہ کرتا ہے اس کی موت کے بعد اور اس میں پھیلا دیتا ہے ہر طرح کے جاندار اور ہواؤں کے پلٹانے میں اور بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان مطیع ہیں اُن لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔

ان تمام چیزوں میں اللہ کی "پیدائی" اور ظہور موجود ہے۔

صفحہ ۱۱ ہی میں ہے:

نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے
وہی آب و گلِ ایراں، وہی تبریز ہے ساقی!

سورۂ مریم: آیت ۹۶ میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا

بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے عنقریب ان کے لیے رحمن محبت کر دے گا۔

اللہ کے پیارے بندے اپنے عملِ صالح کی وجہ سے قبولِ عام حاصل کر لیتے ہیں۔ افسوس کہ اب ایران میں ایسے بندے نہیں رہے۔

صفحہ ۱۱ ہی میں ہے:

نہیں ہے نا اُمید اقبالؔ اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی!

سورۂ ابراہیم: آیت ۲۷ میں کلمہ گو لوگوں کے لیے ثبات اور فلاح کی بشارت ہے:

یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ

اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر (کلمۂ ایمان پر) دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

ایمان کا جذبہ عود کر آتا ہے اور مومن اسی سے ثبات حاصل کرتا ہے۔

صفحہ ۱۲ میں ہے:

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی!

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) نے اعلاء کلمۃ الحق کے لیے جابر حکومت کا مقابلہ کیا۔ ایسے ہی بزرگوں کے لیے سورۃ الجمعہ: آیت ۳ میں ارشاد ہے:

وَّاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ ؕ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ

اور اُن میں سے (اُمیوں میں سے) اوروں کو (حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو) پاک کرتے ہیں اور علم عطا فرماتے ہیں جو اُن اگلوں سے نہیں ملے اور وہی عزت اور حکمت والا ہے۔

صفحہ ۱۲ ہی میں ہے:

عشق کی تیغِ جگر دار اُڑا لی کس نے ؟
علم کے ہاتھ میں خالی ہے نیام اے ساقی!

علم بغیر عشق کے مکمل نہیں اور عشق دراصل ایمان ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

سورۃ المجادلہ : آیت ۱۱ میں ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ

اللہ پاک تم میں سے ایمان والوں کے اور اُن کے جن کو علم دیا گیا ہے، درجے بلند فرمائے گا۔

علم کے ساتھ ایمان ہوگا تو عمل کے لیے عشق اور ولولہ پیدا ہوگا۔

صفحہ ۱۳ میں ہے:

مٹا دیا مرے ساقی نے عالمِ من و تُو
پلا کے مجھ کو مۓ لا الٰہ الا ہُو

سورۃ التوبہ : آیت ۳۱ میں ہے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۳۱

اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ اُسے پاکی ہو اُن کے شرک سے۔

صفحہ ۱۳ ہی میں ہے:

گدائے میکدہ کی شانِ بے نیازی دیکھ
پہنچ کے چشمۂ حیواں پہ توڑتا ہے سبُو

جو اللہ کا ہو جاتا ہے اُسے غیر اللہ کی پروا نہیں ہوتی۔ کیونکہ اللہ ہی سے اُسے دنیا بھی مل سکتی ہے اور آخرت بھی۔

سورۃ النجم : آیت ۲۵ میں ہے:

فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى

پس آخرت اور دنیا سب کا مالک اللہ ہی ہے۔

صفحہ ۱۴ میں ہے:

ع متاعِ بے بہا ہے دردو سوزِ آرزو مندی

سورۂ فاطر: آیت ۱۵ میں ہے:

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ

اے لوگو، تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ ہی بے نیاز ہے، سب خوبیوں والا۔ اللہ کا محتاج ہونا اور اُسی سے اپنی آرزو رکھنا بہت بڑا سرمایہ ہے۔

صفحہ ۱۴ ہی میں ہے:

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیلؑ کو آدابِ فرزندی؟

سورۃ الصّٰفّٰت: آیت ۱۰۲ میں ہے:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰى فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى

قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ

پھر جب وہ (اسمٰعیل علیہ السلام) اُس کے ساتھ (ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ) کام کے قابل ہو گیا، کہا، اے میرے بیٹے، میں نے خواب میں دیکھا، میں تجھے ذبح کرتا ہوں۔ اب تو دیکھ، تیری کیا رائے ہے؟ کہا، اے میرے باپ کیجیے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے۔ خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔

صفحہ ۱۵ میں ہے:

رگِ تاک منتظر ہے تری بارشِ کرم کی!
کہ عجم کے میکدوں میں نہ رہی مئے مغانہ!

صفحہ ۱۱ میں سورہ مریم: آیت ۹۶ کی تلمیح ملاحظہ ہو۔

صفحہ ۱۵ ہی میں ہے:

مرے خاک و خوں سے تو نے یہ جہاں کیا ہے پیدا
صلۂ شہید کیا ہے؟ تب و تابِ جاودانہ!

یہ دنیا مسلمان کے جہاد اور شہادت کی وجہ سے آباد ہے۔

سورۃ الحج: آیت ۷۸ میں ہے:

وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا
جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ

اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا حق ہے جہاد کرنے کا، اُس نے تمہیں پسند کیا اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔

اور شہید کو "تب و تابِ جاودانہ" (ابدی زندگی حاصل ہے۔)

سورۃ البقرہ: آیت ۱۵۴ میں ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ
اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں، ہاں تمہیں خبر نہیں۔

صفحہ ۱۶ میں ہے:

بچھائی ہے جو کہیں عشق نے بساط اپنی
کیا ہے اس نے فقیروں کو وارثِ پرویز!

صفحہ ۱۲ کی آیت ۱۱ : سورۃ المجادلہ ملاحظہ فرمائیں۔

صفحہ ۱۶ ہی میں ہے :

نہ چھین لذتِ آہِ سحر گہی مجھ سے
نہ کر نگہ سے تغافل کو التفات آمیز!

سورۃ المزمل : آیت ۶ میں ہے :

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْأً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا

بے شک رات کا اٹھنا زیادہ دباؤ ڈالتا ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔

رات کا اٹھنا بہت بڑی سعادت اور برکت ہے۔ اس وقت اٹھنے سے سمجھ بوجھ اور غور و فکر کی بھی بڑی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

اسی صفحے ۱۶ میں ہے :

حدیثِ بے خبراں ہے تو با زمانہ بساز!
زمانہ با تو نسازد، تو با زمانہ ستیز!

حالات کو اپنے مطابق بنانا چاہیے۔ حالات کا شکار نہیں بننا چاہیے۔

سورۃ المجادلہ : آیت ۲۲ میں ہے :

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْ
لَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ
كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا
عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۲۲﴾

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں اُن سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کی۔

اگرچہ وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی ہوں یا کنبے والے ہوں۔ یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ان میں ہمیشہ رہیں۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ یہ اللہ کی جماعت ہے۔ سنتا ہے، اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہے۔

صفحہ ۱۷ میں ہے:

وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کرگسوں میں
اُسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسمِ شاہبازی

اللہ پاک نے انسان کو بزرگی دی لیکن جب وہ اللہ کو چھوڑ دیتا ہے تو شیطان کے قبضے میں چلا جاتا ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۷۰ میں ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝

اور البتہ ہم نے آدمؑ کی اولاد کو بزرگی دی اور ان کو سوار کر دیا اور رزق کو عطا کیا خشکی اور تری پر اور اُن کو روزی دی اچھی اچھی چیزوں سے اور ان کو بڑی فضیلت دی بہتوں پر جن کو ہم نے پیدا کیا ہے۔

لیکن ایسی فضیلت والا انسان جب شیطان کے قبضے میں چلا جاتا ہے تو سب فضیلت کھو بیٹھتا ہے۔

سورۃ المجادلہ: آیت ۱۹ میں ہے:

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ

هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

ان پر شیطان غالب آگیا تو اُس نے اُن کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا۔ وہ شیطان کے گروہ ہیں۔ یاد رکھو، شیطان کی جماعت ہی نقصان اٹھانے والی ہے۔

صفحہ ۱۷۱ ہی میں ہے:

نہیں فقر و سلطنت میں کوئی امتیاز ایسا
یہ سپہ کی تیغ بازی، وہ نگہ کی تیغ بازی!

اللہ کے پیاروں کی نگاہ میں وہ تاثیر ہوتی ہے کہ ایک عالم اُن کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔

صفحہ ۱۱ کی تلمیح (سورۂ مریم: آیت ۹۶) ملاحظہ ہو۔

بادشاہ اپنی فوجی طاقت سے غالب آ جاتا ہے اور اللہ والے اپنے عملِ صالح اور خلقِ عظیم سے تمام لوگوں پر چھا جاتے ہیں۔

صفحہ ۱۷۱ ہی میں ہے:

کوئی کارواں سے ٹوٹا، کوئی بدگماں حرم سے
کہ امیرِ کارواں میں نہیں خوئے دل نوازی!

آجکل کے رہنماؤں کا یہ حال ہے کہ اُن کی نفس پرستی کی وجہ سے لوگ اُن سے دُور ہو جاتے ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی "خوئے دلنوازی" سے سب کو اپنا شیدا بنائے ہوئے تھے۔

سورۂ آلِ عمران: آیت ۱۵۹ میں ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾

تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم)، تم اُن کے لیے

نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج، سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے چھٹ جاتے۔ تو تم انہیں معاف کردو اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں اُن سے مشورہ لو اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو اللہ پر بھروسا کرو۔ بے شک توکّل والے اللہ کو پیارے ہیں۔

صفحہ ۱۸ میں ہے:

عشق کی اک جَست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بیکراں سمجھا تھا میں

صحیح ایمان حاصل ہو تو آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب کا سب قبضہ قدرت میں آسکتا ہے، کیونکہ سورۃ الجاثیہ: آیت ۱۳ میں ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ

اور تمہارے لیے مسخر کیے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اپنے حکم سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

سورۂ لقمٰن: آیت ۲۰ میں بھی ایسا ہی مضمون ہے۔

صفحہ ۱۹ میں ہے:

اک دانشِ نورانی، اک دانشِ بُرہانی
ہے دانشِ برہانی، حیرت کی فراوانی

"پیامِ مشرق" میں بھی ہے (صفحہ ۱۷۸):

با نوریاں بگو کہ ز عقلِ بلند دست
ما خاکیاں بدوشِ ثریا سوارہ ایم

"پیامِ مشرق" کے صفحہ ۲۰۷ پر برگساں کا پیغام ہے۔

؏ عظمے بہم رساں کہ ادب خوردہ دل است

قلب وہی ہے جو اللہ کو پہچانے اور اس پر پورا یقین رکھ کر اس کی عطا کردہ صلاحیتوں کو بروئے کار لائے۔

سورۂ ق : آیت ۳۷ میں ہے :

اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَذِكۡرٰى لِمَنۡ كَانَ لَهٗ قَلۡبٌ . . . . .

بے شک اس (قرآن) میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دل رکھتا ہے . . .

اسی کو دانشِ نورانی بھی کہتے ہیں۔ ورنہ دانشِ برہانی تو صرف بحث کرنا سکھاتی ہے۔

سورۃ الشوریٰ : آیت ۱۶ میں ہے :

وَالَّذِيۡنَ يُحَآجُّوۡنَ فِى اللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا اسۡتُجِيۡبَ لَهٗ حُجَّتُهُمۡ
دَاحِضَةٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ وَعَلَيۡهِمۡ غَضَبٌ وَّلَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌ ﴿۱۶﴾

اور جو لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں بعد اس کے کہ مسلمان اس کی دعوت قبول کر چکے ہیں۔ ان کی دلیل محض بے ثبات ہے اُن کے رب کے پاس اور اُن پر غضب ہے اور ان کے لیے سخت عذاب ہے۔

صفحہ ۱۹ ہی میں ہے :

اس پیکرِ خاکی میں اک شے ہے، سو وہ تیری
میرے لیے مشکل ہے اس شے کی نگہبانی

انسان کے لیے ایمان والا دل ہی سب سے زیادہ اہم ہے اور وہ اللہ کے لیے ہے۔

سورۃ النحل : آیت ۱۰۶ میں ہے :

وَقَلۡبُهٗ مُطۡمَٮِٕنٌّۢ بِالۡاِيۡمَانِ

اور اس کا دل ایمان کے ساتھ اطمینان حاصل کرتا ہے۔

اور اصلی نیکی بھی ایمان والا دل ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۱۷۷ میں ہے:

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ ۔۔۔۔۔

اور ہاں اصل نیکی یہ ہے کہ ایمان لائے اللہ پر۔۔۔۔۔

اسی صفحے میں ہے:

تقدیر شکن قوت باقی ہے ابھی اس میں
ناداں جسے کہتے ہیں تقدیر کا زندانی

سورۃ الاعلیٰ: آیت ۳ میں اللہ کی قدرت کا ذکر ہے کہ:

وَالَّذِىْ قَدَّرَ فَهَدٰى

اور جس نے ٹھہرایا (تقدیر لکھی) پھر راہ بتائی (یعنی اللہ پاک نے تقدیر بیشک بنائی ہے، لیکن راہِ ہدایت بھی بتائی ہے)۔

صفحہ ۲۰ میں ہے:

یارب! یہ جہانِ گذراں خوب ہے لیکن
کیوں خوار ہیں مردانِ صفاکیش و ہنر مند؟

مردانِ صفاکیش کے لیے سورۃ النساء: آیت ۷۷ میں فرمایا ہے:

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ وَّالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى

آپ فرما دیں کہ دنیا کی متاع تھوڑی ہے اور آخرت اچھی ہے تقویٰ والے کے لیے۔

سورۃ طٰہٰ: آیت ۱۳۱ میں ہے:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى

اور نہ دوڑا اپنی نگاہوں کو اُن چیزوں کی طرف جن سے ہم نے کافروں کے

جوڑوں کو بہرہ مند کیا ہے (یعنی دنیوی زندگی کی آرائش کی طرف) جیتی دنیا کی تازگی، تاکہ ہم اس کے سبب انہیں فتنہ میں ڈالیں اور تیرے رب کا رزق سب سے اچھا اور سب سے دیر پا ہے۔

دنیا پاس ہوتے ہوئے بھی دنیا سے بے رغبتی ہی صفا کیشی ہے۔

صفحہ ۲۲ میں ہے:

خودی سے اس طلسم رنگ و بو کو توڑ سکتے ہیں
یہی توحید تھی جس کو نہ تو سمجھا، نہ میں سمجھا!

خودی سے مراد تعینِ ذات، یا عرفانِ نفس ہے۔ یہ ہر چیز کی اندرونی ماہیت کا نام ہے اور اس کی فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ آگے بڑھے اور راہِ عمل طے کرے۔ خودی دنیا کے ہر ذرے میں موجود ہے اور کائنات میں تمام تغیرات اور حرکات اسی فطرت کے مظاہر ہیں۔

سورۃ المائدہ: آیت ۱۰۵ میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُم
مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا
فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ

اے ایمان والو! تم اپنی فکر رکھو (اپنی خودی کی محافظت کرو) تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا۔ جو گمراہ ہوا جبکہ تم راہ پہ ہو۔ تم سب کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے۔ پھر وہ بتادے گا جو تم کرتے تھے۔

انسانی خودی جس قدر حق تعالیٰ کی خودی کے قریب آتی جائے گی اسی قدر کامیاب کہلائے گی۔ انسان کے اندر خدا کے وجود کا وجدانی شعور اور اس کے پانے کی حقیقی تڑپ اور کشش پائی جاتی ہے۔

اوپر کے شعر میں اسی خودی کو توحید کا منشا کہا گیا ہے۔ گویا ہر چیز کی اندرونی ماہیت

اسی توحید کے حصول کے لیے گامزن ہے۔

صفحہ ۲۲ ہی میں ہے:

نگہ پیدا کر اے غافل تجلی عین فطرت ہے

کہ اپنی موج سے بیگانہ رہ سکتا نہیں دریا

اللہ پاک کا جلوہ ہر چیز میں موجود ہے۔ اس لیے ہر چیز اپنی مخفی قوتوں کو بروئے کار لانے کے لیے بے قرار ہے۔ خودی کی اصل وحدت ہے جو کثرت میں ظہور کیے ہوئے ہے لیکن مقصدِ حیات جذب، وشوق ہے، فنا نہیں ہے۔

سورۂ فصلت: آیت ۵۳ میں ہے:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ

ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود اُن کے اندر، یہاں تک کہ اُن پر کُھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے۔

صفحہ ۲۳ میں ہے:

رقابت علم و عرفاں میں غلط بینی ہے منبر کی

کہ وہ حلاج کی سولی کو سمجھا ہے رقیب اپنا

وہ علم، وہ فلسفہ اور وہ عقل جو صرف سوچنا سکھائے اور عمل کے لیے آمادہ نہ کرے، اقبال کے نزدیک بے کار ہے۔ البتہ وجدان اور عرفان ہی سرفروشی سکھاتا ہے۔

سورۃ الانبیا: آیات ۶۸-۷۰ میں ہے:

قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ ﴿٦٨﴾

قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ﴿٦٩﴾ وَأَرَادُوا

بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ ﴿٧٠﴾ ——— (کفار) بولے اس (ابراہیمؑ)

کو جلا دو۔ اور مدد کرو اپنے معبودوں کی، اگر کچھ کرتے ہو۔ ہم نے کہا، اے آگ ٹھنڈک ہو جا اور آرام ہو جا ابراہیمؑ پر۔ اور وہ (کفار) چاہنے لگے اس کا بُرا۔ پھر انہی کو ہم نے خسارے میں ڈالا۔

صفحہ ۲۳ ہی میں ہے:

خدا کے پاک بندوں کو حکومت میں، غلامی میں
زِرہ کوئی اگر محفوظ رکھتی ہے تو استغنا!

سورۂ ابراہیم: آیت ۸ میں ہے:

وَقَالَ مُوسٰی اِنْ تَکْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا فَاِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ حَمِیْدٌ۝

اور موسیٰؑ نے کہا کہ اگر تم اور زمین میں جتنے ہیں سب کافر ہو جاؤ، تو بے شک اللہ بے پروا، سب خوبیوں والا ہے۔

اللہ کا نائب بھی اسی طرح بے پروا ہوتا ہے۔

استغنا یہی ہے کہ سب سے رشتہ توڑ کر صرف اللہ سے رشتہ جوڑا جائے اور صرف اُس پر بھروسہ رکھا جائے۔

سورۃ المائدہ: آیت ۲۳ میں ہے:

وَعَلَی اللّٰہِ فَتَوَکَّلُوْٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۝

اور اللہ ہی پر بھروسا کرو اگر تم مومن ہو۔

صفحہ ۲۲ ہی میں ہے:

بہت دیکھے ہیں میں نے مشرق و مغرب کے میخانے
یہاں ساقی نہیں پیدا، وہاں بے ذوق ہے صہبا!

مشرق میں دین تو ہے لیکن دین سے محبت پیدا کرانے والے مخلص لوگ اب نہیں ہیں

اور مغرب میں جو دین ہے اس میں کوئی کشش نہیں ہے۔

سورۃ الانعام: آیت ۱۶۲ میں دین سے صحیح محبت کرنے والوں کی زندگی کا ذکر اس طرح ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

آپؐ فرما دیں کہ بے شک میری نماز، میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو سب جہانوں کا رب ہے۔

صفحہ ۲۴ میں ہے:

لبالب شیشۂ تہذیبِ حاضر ہے مے لا سے
مگر ساقی کے ہاتھوں میں نہیں پیمانۂ الّا

تہذیبِ حاضر اللہ کی منکر ہے صرف لا ہی کہتی ہے اس لیے تباہی کی طرف جا رہی ہے۔

سورۃ طٰہٰ: آیت ۱۲۴ میں ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی ﴿۱۲۴﴾

اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لیے تنگ زندگانی ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔

اسی صفحے میں ہے:

غلامی کیا ہے؟ ذوقِ حسن و زیبائی سے محرومی
جسے زیبا کہیں آزاد بندے، ہے وہی زیبا!

سورۃ الاعراف: آیت ۱۷۹ میں ایسے گمراہ لوگوں کے متعلق ہے:

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا

يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ

وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ کان جن سے سنتے نہیں۔ وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ۔ وہی غفلت میں پڑے ہیں (یعنی صحیح راہ والے لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں، دیکھ سکتے ہیں اور سن سکتے ہیں)۔

صفحہ ۲۴ ہی میں ہے:

وہی ہے صاحبِ امروز جس نے اپنی ہمت سے
زمانے کے سمندر سے نکالا گوہرِ فردا

سورۃ الحشر: آیت ۱۸ میں ہے:

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ

اور چاہیے کہ ہر شخص دیکھتا رہے کہ اس نے کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے؟

صفحہ ۲۵ میں ہے:

رہے ہیں اور ہیں فرعون میری گھات میں اب تک
مگر کیا غم کہ میری آستیں میں ہے یدِ بیضا!

سورۃ الاعراف: آیت ۱۰۸ میں ہے:

وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّاظِرِينَ

اور (موسیٰ علیہ السلام نے) اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے سامنے جگمگانے لگا (فرعونیت حیرت میں پڑ گئی)۔

صفحہ ۲۵ ہی میں ہے:

محبت خویشتن بینی، محبت خویشتن داری
محبت آستانِ قیصر و کسریٰ سے بے پروا

سورۂ مریم: آیت ۹۶ میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ
الرَّحْمَٰنُ وُدًّا

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیے عنقریب ان کے لیے رحمٰن محبت کر دے گا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ارشاد ہے:

بعثت لاتمم مکارم الاخلاق ٥

میں مکارمِ اخلاق کی تکمیل کیلئے مبعوث ہوا ہوں۔

دین ہی صحیح محبت پیدا کرتا ہے جس سے سب کے حقوق ادا ہو سکتے ہیں۔

اسی صفحے میں ہے:

وہ دانائے سُبُل، ختم الرُّسُل، مولائے کُل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیِ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل، وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

ا۔ سورۃ النحل: آیت ۹ میں ہے:

وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ

اور بیچ کی راہ ٹھیک اللہ تک ہے۔

سورۃ الفاتحہ: آیت ۵ میں ہے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ

ہم کو سیدھی راہ چلا۔

ٹھیک اور سیدھی راہ پر قائم کرنے والے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

سورۂ یٰسٓ : آیت ۳ - ۴ میں ہے:

اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ؕ

بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں سیدھی راہ پر۔

۲۔ سورۃ الاحزاب : آیت ۴۰ میں ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۧ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں، ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔ اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

۳۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم کے لیے کہ وہ کل کائنات میں افضل و اعلیٰ ہیں، اللہ پاک اور اس کے فرشتے ہر وقت ان پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔ مسلمانوں پر بھی درود بھیجتے ہیں۔ (سورۃ الاحزاب : آیت ۵۶ میں ہے)

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں
(محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر۔

۴۔ سورۃ التین : آیات ۱ - ۵ میں ہے:

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۙ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۙ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۙ
لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۡ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۙ

انجیر کی قسم اور زیتون اور طور سینا اور اس امان والے شہر کی (قسم)، بیشک ہم نے انسان کو بنایا خوب سے خوب انداز سے پر۔ پھر پھینک دیا اس کو نیچوں سے نیچے۔

ان آیات میں اللہ پاک نے انجیر اور زیتون کو انسان کی جسمانی صحت کو برقرار رکھنے کے لیے مذکور فرمایا ہے اور اس کی روحانی صحت کے لیے کوہ سینا کی موسوی ہم کلامی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کو ایک نمونہ بنا کر پیش فرمایا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی طرح اللہ پاک کو اس طرح یاد کرنا کہ گویا ہم کلامی ہو رہی ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح بڑی سے بڑی مشکل کو خوشی اور رغبت سے اور رضائے الٰہی سمجھ کر برداشت کرنا انسانی کمالات کے لیے سب سے بڑا اسوۂ حسنہ ہے۔ اگر ان چیزوں کو انسان اختیار کرے تو وہ احسنِ تقویم پر پہنچ جاتا ہے ورنہ اسفل سافلین میں دھکیل دیا جاتا ہے۔

۵۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے پیام کے پہنچانے میں سب سے زیادہ تکلیفیں اٹھائیں:

سورۂ ہود: آیت ۱۱۲ میں ارشاد ہے:

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ

(اے حبیبؐ) قائم رہو جیسا تمہیں حکم ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے:

شیبتنی سورہ ھود ہ

سورۂ ہود نے مجھے بوڑھا بنا دیا (یعنی سورۂ ہود میں جو حکم آیا ہے اس کی تعمیل نے مجھے بوڑھا بنا دیا)۔

جب مکہ معظمہ کے سارے قبیلوں کے سردار جمع ہو کر ابو طالب سے شکوہ کرنے آئے کہ تمہارے بھتیجے کو اب خاموش ہو جانا چاہیے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے چچا! اگر یہ لوگ سورج کو میرے داہنے ہاتھ پر لا رکھیں اور چاند کو بائیں ہاتھ پر، تب بھی میں اپنے کام سے نہ ہٹوں گا اور خدا کے حکم میں ایک حرف بھی کم و بیش نہ کروں گا۔ اس کام میں خواہ میری جان بھی جاتی رہے۔"

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے دین کی تبلیغ میں جس عشق و مستی سے سرگرم رہے ان
کی مثال اولین و آخرین میں کہیں نظر نہیں آتی۔

۶۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول وحی ہے۔ سورۃ النجم: آیات ۳-۴ میں ہے:

وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی ﴿۳﴾ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی ﴿۴﴾

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ مگر وحی جو نہیں
کی جاتی ہے (یعنی حضور کا ہر قول وحی کا مقام رکھتا ہے)۔

۷۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول (اوپر کی دلیل سے) فرقان بھی ہے (یعنی حق اور
باطل کے درمیان فیصلہ ہے)۔

سورۃ الفرقان کی پہلی آیت ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِهٖ لِیَكُوۡنَ
لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرًا ﴿۱﴾

بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ (حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم)
پر جو سارے جہانوں کو ڈر سنائے۔

۸۔ یٰس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

۹۔ طٰہٰ بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

صفحہ ۲۶ میں ہے:

اے حلقۂ درویشاں وہ مردِ خدا کیسا
ہو جس کے گریباں میں ہنگامۂ رستاخیز!
جو ذکر کی گرمی سے شعلے کی طرح روشن
جو فکر کی سرعت میں بجلی سے زیادہ تیز!

اقبال ایسے درویشوں کو پسند کرتے ہیں جو لوگوں کو عمل کے لیے آمادہ کر دیں اور ان کا

تزکیہ اس طرح ہو کہ لوگوں کے باطنی امراض دور ہو جائیں۔

سورۂ آل عمران: آیت ۱۶۴ میں (اور اسی سے ملتی جلتی آیت الجمعہ ۲ میں) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار خصوصیات اس طرح بیان فرمائی ہیں:

. . . . لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا
مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ
وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ اُن پر انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو اُن پر اُس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے۔ اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

قرآن سناتا ہے جو انہوں نے پہلے کبھی نہ سنا تھا، کفر و ضلالت اور ملکاتِ رذیلہ سے پاک کرتا ہے اور نفس کی قوتِ عملیہ و علمیہ دونوں کی تکمیل فرماتا ہے۔

جو لوگ اپنے کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین کہلاتے ہیں ان کا عمل بھی یہی ہونا چاہیے ورنہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔

صفحہ ۲۶ ہی میں ہے:

کرتی ہے ملوکیت آثارِ جنوں پیدا
اللہ کے نشتر ہیں تیمور ہو یا چنگیز

سورۂ النمل: آیت ۳۴ میں ملکۂ سبا کی زبانی فرمایا گیا ہے:

قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾

بولی، بے شک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ

کر دیتے ہیں اور اس کے عزت والوں کو ذلیل۔ اور ایسا ہی کرتے ہیں۔

صفحہ ۲۷ میں ہے:

ستارہ کیا مری تقدیر کی خبر دے گا
وہ خود فراخیٔ افلاک میں ہے خوار و زبوں

جو خود محکوم ہو وہ مجھ پر کیا اثر انداز ہو گا اور میری تقدیر کو وہ کیا بنائے گا یا بگاڑے گا؟

سورۃ الاعراف: آیت ۵۴ میں ہے:

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ
اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ

اور سورج اور چاند اور ستارے اس کے حکم کے دبے ہوئے ہیں اور یاد رکھو کہ اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا۔

صفحہ ۲۷ ہی میں ہے:

حیات کیا ہے؟ خیال و نظر کی مجذوبی!
خودی کی موت ہے اندیشہ ہائے گوناگوں!

جب انسان مختلف وہم و گمان کا شکار ہو جاتا ہے تو وہ پھر کچھ نہیں کر سکتا گویا اس کی خودی مر جاتی ہے لیکن جب خیال اور نظر کو وہ یقین کے تابع کر لیتا ہے تو پھر وہ صحیح زندگی حاصل کر سکتا ہے۔

سورۃ الجاثیہ: آیت ۲۴ میں منکرین کے متعلق فرمایا ہے کہ:

وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ

اور انہیں اس (بات کا) علم نہیں، وہ تو نرے گمان دوڑاتے ہیں (یعنی علم اور یقین والے لوگ ظن و گمان میں نہیں پڑے رہتے)۔

سورۃ الانعام: آیات ۱۱۶، ۱۴۸؛ سورۂ یونس: آیت ۶۶ وغیرہ میں بھی ایسے اٹکل لگانے والے

اور ظن و گمان میں پڑنے والے لوگوں کا ذکر ہے جو یقین سے محروم ہیں اور جب یقین سے محروم ہیں تو پھر گویا اپنے نظریات کو کسی ایک مرکزِ خیال پر قائم نہیں کر سکتے۔

اسی صفحے میں ہے:

ضمیرِ پاک و نگاہِ بلند و مستیٔ شوق

نہ مال و دولتِ قاروں نہ فکرِ افلاطوں!

ایک مردِ مومن نہ دولت کی ہوس رکھتا ہے اور نہ افلاطون جیسی کھوکھلی عقل رکھتا ہے بلکہ وہ اللہ پر یقین رکھ کر پاک ضمیر، بلند نگاہ اور جذب و مستی حاصل کرتا ہے۔

۱۔ پاک ضمیر کے لیے ارشاد ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا (سورۃ الشمس: ۹)

بے شک مراد کو پہنچا جس نے اسے (نفس کو) ستھرا کیا۔

۲۔ بلند نگاہ کے لیے ارشاد آتا ہے:

أَفَلَمْ يَنظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِن فُرُوجٍ ۝ وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۝ تَبْصِرَةً وَذِكْرَىٰ لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ۝

تو کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہ دیکھا؟ ہم نے اسے کیسا بنایا اور سنوارا اور اس میں کہیں رخنہ نہیں۔ اور زمین کو ہم نے پھیلا دیا اور اس میں لنگر ڈالے اور اس میں ہر جا بارونق جوڑا اگایا۔ سوجھ اور سمجھ ہر رجوع والے بندے کے لیے (یہ سب اس لیے ہے کہ بینائی اور بصیرت حاصل ہو)۔

۳۔ مستیٔ شوق کے لیے ارشاد ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَ

اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝

ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے، پھر شک نہ کیا، اور اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ وہی سچے ہیں۔

صفحہ ۲۷ ہی میں ہے:

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰؐ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں!

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج انسانی رفعت اور فضیلت کے منتہیٰ کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

سورۃ النجم: آیت ۹ میں ہے:

فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی

پس اس جلوے اور اس محبوبؐ میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم (قرب اپنے کمال کو پہنچا اور نزدیکی اپنی غایت کو پہنچی)۔

صفحہ ۲۸ میں ہے:

علاج آتشِ رومیؒ کے سوز میں ہے ترا
تری خرد پہ ہے غالب فرنگیوں کا فسوں!

فرنگیوں نے احساسِ کمتری پیدا کر کے بے عمل بنادیا ہے۔ رومیؒ (ان کے برعکس) سخت کوشی اور عشق کی تعلیم دیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

مصرع
کوششِ بیہودہ بہ از خفتگی

اور قرآن پاک میں سورۃ البلد: آیت ۴ میں ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ

بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

صفحہ ۲۸ ہی میں ہے:

عالمِ آب و خاک و باد! سرِّ عیاں ہے تو کہ میں؟

وہ جو نظر سے ہے نہاں اس کا جہاں ہے تو کہ میں؟

سورۃ النحل: آیت ۳ میں ہے:

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝۳

اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا بجا (طور پر) - وہ ان کے شرک سے برتر ہے۔

سورۃ الجاثیہ: آیت ۱۳ میں ہے:

وَسَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ۝۱۳

اور مسخر کیے تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہیں سب اپنے حکم سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

صفحہ ۲۹ میں ہے:

تو ابھی رہ گزر میں ہے، قیدِ مقام سے گزر!

مصر و حجاز سے گزر، پارس و شام سے گزر!

مسلمان کسی مقام کا بن کر نہیں رہ جاتا۔ اس کے یہاں مقام کا پیوند کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اس کے لیے سورۃ الحجرات، آیت ۱۳ میں ارشاد ہے:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ

بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ تقویٰ رکھتا ہے۔

سورۃ الانعام: آیت ۹۸ بھی دیکھیں۔

صفحہ ۲۹ ہی میں ہے:

جس کا عمل ہے بے غرض اس کی جزا کچھ اور ہے

حور و خیام سے گزر، بادہ و جام سے گزر!

اللہ کے نیک بندے جنت کے لالچ میں اللہ کی عبادت نہیں کرتے بلکہ محض اللہ کی رضا کے لیے اس کی عبادت کرتے ہیں۔

سورۃ الانعام: آیت ۱۶۲ میں ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

آپ فرمادیں کہ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو رب ہے سارے جہانوں کا۔

اسی صفحے (۲۹) میں ہے:

گرچہ ہے دلکشا بہت حسنِ فرنگ کی بہار

طائرکِ بلند بال دانہ و دام سے گزر!

سورۃ العنکبوت: آیت ۳۸ میں ہے:

وَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ

اور شیطان نے ان کے اعمال ان کی نگاہ میں بھلے کر دکھانے اور انہیں صحیح راہ سے روک دیا۔

اسی طرح کا مضمون سورۃ الانفال: آیت ۴۸ اور سورۃ النمل: آیت ۲۴ میں بھی آتا ہے:

"حسنِ فرنگ" میں شراب، جوا، بت پرستی، شگون لینا وغیرہ خاص ہیں۔

سورۃ المائدہ: آیت ۹۰ میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ

رِجۡسٌ مِّنۡ عَمَلِ الشَّيۡطٰنِ فَاجۡتَنِبُوۡهُ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ۝

اے ایمان والو، بے شک شراب اور جوا اور بُت (یا عبادت کے لیے نصب کی ہوئی چیزیں) اور فال، شیطان کے عمل کی ناپاکی ہے۔ پس تم اس (ناپاکی) سے بچو تاکہ فلاح پاؤ۔

اسی صفحے میں ہے:

کوہ شگاف تیری ضرب، تجھ سے کشادِ شرق و غرب
تیغِ ہلال کی طرح عیشِ نیام سے گزر!

سورۃ البقرہ: آیت ۶۰ میں ہے:

وَاِذِ اسۡتَسۡقٰى مُوۡسٰى لِقَوۡمِهٖ فَقُلۡنَا اضۡرِبْ بِّعَصَاكَ الۡحَجَرَ

اور جب موسیٰؑ نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا تو ہم نے فرمایا اس پتھر پہ اپنا عصا مارو۔

موسیٰ علیہ السلام کے طریقے پہ ہم کو بھی بالواسطہ مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا سکھایا گیا ہے۔ صفحہ ۲۸ کی سورۃ النحل: آیت ۳ اور سورۃ الجاثیہ: آیت ۲ بھی دیکھیں۔

صفحہ ۳۰ میں ہے:

نگاہِ گرم کہ شیروں کے جس سے ہوش اُڑ جائیں
نہ آہِ سرد کہ ہے گوسفندی و میشی!

سخت کوشی اور مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہی کامیابی کا پیش خیمہ ہے۔ کمزوری اور حسرت و یاس ایک مسلمان کا شیوہ نہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کا طریقہ اس سے پہلے والے شعر کے ذیل میں آچکا ہے۔ پھر اُن کا طریقۂ سخت کوشی سورۃ الکہف: آیت ۶۰ میں ہمارے لیے ایک نمونہ ہے:

لَاۤ اَبۡرَحُ حَتّٰۤى اَبۡلُغَ مَجۡمَعَ الۡبَحۡرَيۡنِ اَوۡ اَمۡضِىَ

حُقُبًا۝

میں باز نہ رہوں گا جب تک کہ وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرنوں

چلا جاؤں (سالہا سال چلتا جاؤں)۔

صفحہ ۲۰ ہی میں ہے:

طبیبِ عشق نے دیکھا مجھے تو فرمایا
ترا مرض ہے فقط آرزو کی بے نیشی!

ہم کوئی جوش اور امنگ ہی نہیں رکھتے۔ یہی سب سے بڑا مرض ہے۔ حالانکہ ہمارے

لیے سورۃ البقرہ: آیت ۲۹ میں ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا

وہی ہے جس نے تمہارے لیے جو کچھ زمین میں ہے پیدا کیا ہے سب کا سب۔

اسی صفحے ۲۰ میں ہے:

وہ شے کچھ اور ہے کہتے ہیں جانِ پاک جسے
یہ رنگ، نم، یہ لہو، آب و ناں کی ہے بیشی!

روٹی اور پانی سے جو پتلا بنا ہے وہ انسان کا نہیں جب تک کہ اس میں آرزو اور اُمنگ

نہ ہو۔ اس سے پہلے والی آیت دیکھیں۔

صفحہ ۲۱ میں ہے:

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن

سورۃ المائدہ: آیت ۱۰۵ میں ہے (جس کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے):

. . . . يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا
يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ○

اے ایمان والو، تم پر فرض ہے خودی کی محافظت۔ اگر تم ہدایت پر ہو تو وہ شخص جو گمراہ ہے تمہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ تم سبھوں کو اللہ ہی کے پاس جانا ہے اور وہ تمہیں تمہارے اعمال پر مطلع کر دے گا۔

اسی صفحے میں ہے:

من کی دنیا؟ من کی دنیا سوز و مستی جذب و شوق
تن کی دنیا؟ تن کی دنیا سُود و سودا مکر و فن

سورۃ النحل: آیت ۱۰۶ میں ہے:

وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ

اور اس (مومن) کا دل ایمان کے ساتھ ہی اطمینان حاصل کرتا ہے۔

جوش اور ولولہ (عمل کے لیے جذبہ) دل ہی میں پیدا ہوتا ہے۔ صفحہ ۲۰ کی آیتیں بھی دیکھیں۔

سورۃ الرعد: آیت ۱۱ میں بھی عمل کی ترغیب ہے کہ:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت نہ بدلے۔

صفحہ ۲۱ ہی میں ہے:

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تُو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا نہ تن!

جب غیر اللہ کے آگے انسان (جو مسجودِ ملائک ہے) جُھک جاتا ہے تو من کے ساتھ وہ اپنا تن بھی بیچ دیتا ہے۔ یہ من اور تن دونوں کی توہین ہے۔

سورۃ الحج: آیت ۳۱ میں ہے:

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾

اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرے وہ گویا گرا آسمان سے کہ پرندے اسے اُچک لے جاتے ہیں یا ہوا اسے کسی دور جگہ پھینکتی ہے۔

اسی صفحہ میں ہے:

مسلماں کے لہو میں ہے سلیقہ دل نوازی کا
مروّت حسنِ عالمگیر ہے مردانِ غازی کا

سورۂ آل عمران: آیت ۱۰۳ میں ہے:

...... فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا

پس اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے۔

سورۃ الفتح: آخری آیت میں ہے:

رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

آپس میں ایکدوسرے سے محبت اور مہربانی کرنے والے۔

صفحہ ۲۲ میں ہے:

شکایت ہے مجھے یارب! خداوندانِ مکتب سے
سبق شاہیں بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا

ارباب تعلیم نے مسلمانوں کو پیٹ کے لیے تعلیم حاصل کرنے کا سبق دیا ہے حالانکہ مسلمان صرف ایسی تعلیم کے لیے پیدا نہیں کیا گیا تھا۔

سورۃ البقرہ: آیت ۳۱ میں ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ — اور اللہ نے آدمؑ کو تمام

(اشیا کے نام سکھائے (یعنی اشیا کے حقائق کی تعلیم دی)۔

اور سورہ بنی اسرائیل: آیت ۷۰ میں ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ

اور بے شک ہم نے اولادِ آدم کو بزرگی دی۔

اس بزرگی اور فضیلت (خلیفۃ اللہ) کی حیثیت سے اس کے عمل ہونے چاہییں۔

صفحہ ۳۲ ہی میں ہے:

قلندر جز دو حرفِ لا الٰہ کچھ بھی نہیں رکھتا
فقیہِ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا

ہمارے وہ علما جو صرف علم کی نمائش کرتے ہیں کہ وہ ایسے قلندر کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے جو غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہیں لاتا۔

سورۃ الزمر: آیت ۳۶ میں ارشاد ہے:

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ

کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟

صفحہ ۳۲ ہی میں ہے:

حدیثِ بادہ و مینا و جام آتی نہیں مجھ کو
نہ کر خارا شگافوں سے تقاضا شیشہ سازی کا

مسلمان مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

سورۃ البلد: آیت ۴ میں ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ

بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

اسی صفحے میں ہے:

عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیر و بم
عشق سے مٹی کی تصویروں میں سوزِ دمبدم

سورۃ الحج : آیت ۳۲ میں ہے :

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ

اور جو شخص شعائرِ الٰہی کا احترام کرتا ہے اس کا طریقِ عمل قلب کے تقویٰ کا نتیجہ ہے۔

تقویٰ دراصل ضمیر کے اس احساس کا نام ہے جس کی بنا پر ہر کام میں خدا کے حکم کے مطابق عمل کرنے کی شدید رغبت اور اس کی مخالفت سے شدید نفرت پیدا ہوتی ہے۔ گویا تقویٰ جو اقبال کی زبان میں عشق ہے ایک ایجابی صفت ہے جو پہلے دل سے تعلق رکھتی ہے پھر تمام جوارح سے اور اسی سے بیداری پیدا ہوتی ہے جو انسان کو عملِ پیہم کے لیے آمادہ کرتی ہے۔

صفحہ ۳۳ میں ہے :

اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاجِ ملوک
اور پہچانے تو ہیں تیرے گدا دارا و جم!

صفحہ ۳۱ میں سورۃ الحج کی آیت ۳۱ ملاحظہ فرمائیں۔

صفحہ ۳۳ ہی میں ہے :

دل کی آزادی شہنشاہی، شکم سامانِ موت
فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم؟

پیٹ کی خاطر دوسروں کی غلامی اختیار کرنا کس قدر مذموم ہے۔ دل کی آزادی چاہیے۔

سورۃ الرعد : آیت ۲۸ میں ہے :

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

سن لو، اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

یہی دل کا اطمینان اور چین، دل کی آزادی ہے۔

اسی صفحے میں ہے:

دل سوز سے خالی ہے، نگہ پاک نہیں ہے
پھر اس میں عجب کیا کہ تو بے باک نہیں ہے!

صفحہ ۳۲ میں سورۃ الحج کی آیت ۳۲ کا ذکر آ چکا ہے۔ جو شخص ایسا دل نہیں رکھتا وہ نڈر نہیں ہو سکتا۔ بے خوف دل اس کا ہوتا ہے جو غیر اللہ کو خاطر میں نہیں لاتا۔

سورۃ الاحزاب: آیت ۳۹ میں ہے:

اِلَّذِیۡنَ یُبَلِّغُوۡنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَیَخۡشَوۡنَهٗ وَلَا یَخۡشَوۡنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ

وہ جو اللہ کا پیام پہنچاتے اور اس سے ڈرتے اور اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں کرتے۔

صفحہ ۳۳ ہی میں ہے:

ہے ذوقِ تجلّی بھی اسی خاک میں پنہاں
غافل! تُو نِرا صاحبِ ادراک نہیں ہے!

انسان محض عقل نہیں رکھتا بلکہ اللہ سے ہم کلام اور اس کے دیدار سے بھی مشرف ہو سکتا ہے۔ صفحہ ۵ میں سورۃ التین کی تفسیر دیکھیں۔

اسی صفحے میں ہے:

وہ آنکھ کہ ہے سُرمۂ افرنگ سے روشن
پُرکار و سخن ساز ہے! نم ناک نہیں ہے!

صفحہ ۲۹ میں سورۃ العنکبوت: آیت ۲۸ دیکھیں۔

صفحہ ۳۴ میں ہے:

عالم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث — مومن نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے!

ایک حدیث آتی ہے کہ:

لولاک لما خلقت الافلاک ۝

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم، اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمان بھی پیدا نہ کرتا۔

سورۃ الانبیا: آیت ۱۰۵ میں ہے:

اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ

زمین کے وارث میرے صالح بندے ہوں گے۔

سورۃ الاحزاب: آیت ۲۷ میں ہے:

وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْ
هَاؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرًا۠

اور ہم نے تمہارے ہاتھ لگائے ان (کافروں) کی زمین اور ان کے مکان اور ان کے مال اور وہ زمین جس پر تم نے ابھی قدم نہیں رکھا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اور سورۃ النور: آیت ۵۵ میں ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي
الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

اللہ نے وعدہ دیا اُن کو جو تم میں سے ایمان لائے اور عملِ صالح کیے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی اُن سے پہلے لوگوں کو دی۔

صفحہ ۳۴ ہی میں ہے:

ہزار خوف ہو، لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

قول و فعل میں یکسانیت ایک مسلمان کا شیوہ ہے۔

سورۃ صٓ : آیت ۳ میں ہے:

کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ

کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔

اسی صفحے میں ہے:

علاجِ ضعفِ یقیں ان سے ہو نہیں سکتا
غریب اگرچہ ہیں رازی کے نکتہ ہائے دقیق

امام رازیؒ کی متکلمانہ شان کے سبھی معترف ہیں لیکن یقین کی پختگی ہی انسان کو صحیح منزل تک پہنچا سکتی ہے۔

سورۃ القصص: آیت ۶۷ میں ہے:

فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ۝

پس وہ جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا، قریب ہے کہ وہ فلاح یاب لوگوں میں سے ہو۔

یہی ایمانِ کامل اور یقینِ کامل تمام فلاح اور کامیابی کا ذریعہ ہے۔

صفحہ ۲۵ میں ہے:

اگر ہو عشق، تو ہے کفر بھی مسلمانی
نہ ہو، تو مردِ مسلماں بھی کافر و زندیق

صفحہ ۳۲ میں سورۃ الحج کی آیت ۳۲ سے عشق کی تشریح کی گئی ہے۔ اگر "تقوی القلوب" ہی نہ ہو تو نام کی مسلمانی بے کار ہو۔

صفحہ ۲۵ ہی میں ہے:

کافر ہے مسلماں، تو نہ شاہی نہ فقیری   مومن ہے تو کرتا ہے فقیری میں بھی شاہی!

سورۃ الحجرات: آیت ۱۴ میں ہے:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا

يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ

مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾

گنوار بولے، ہم ایمان لائے۔ آپ فرمادیں، تم ایمان تو نہیں لائے۔ ہاں یوں کہو کہ ہم مطیع ہوئے۔ اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا؟ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کروگے تو تمہارے کسی عمل کا تمہیں نقصان نہ دے گا۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

مومن ہو تو اس کا عمل صحیح ہوگا اور اس میں شانِ استغنا پیدا ہوگی۔

صفحہ ۲۵ میں ہے:

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی!

سورۃ الحجرات کی اوپر والی آیت کے بعد ہی یہ آیت ۱۵ ہے:

. . . . اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ

اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾

ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے۔ پھر شک نہ کیا اور اپنی جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ وہی سچے ہیں۔

ایمان والوں کا ایمان ہی کافروں کو مرعوب کردیتا ہے۔ اسلحہ تو علیحدہ چیز ہے۔

سورہ آل عمران: آیت ۱۵۱ میں ہے:

سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا
بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَ
بِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِیْنَ ۝

کوئی دم جاتا ہے کہ ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے کہ انہوں نے اللہ کا شریک ٹھہرایا جس پر اس نے کوئی سمجھ نہ اتاری اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا بُرا ٹھکانا ظالموں کا ہے۔

یعنی مشرک بننے سے بزدلی پیدا ہو جاتی ہے اور یہ بزدلی شمشیر رکھنے سے ختم نہیں ہوتی بلکہ ایمان حاصل کرنے سے ختم ہوتی ہے۔

صفحہ ۳۶ میں ہے:

یہ حوریانِ فرنگی، دل و نظر کا حجاب
بہشتِ مغربیاں، جلوہ ہائے پا بہ رکاب!

صفحہ ۲۹ کی آیات (العنکبوت: ۴۸؛ النحل: ۲۴؛ المائدہ: ۹۰) دیکھیں۔

صفحہ ۳۶ ہی میں ہے:

وہ سجدہ، روحِ زمیں جس سے کانپ جاتی تھی
اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب!

سورۃ النسا: آیت ۳۶ میں ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْـًٔا

اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ (نہ جاندار کو نہ بے جان کو، نہ اس کی ربوبیت میں اور نہ اس کی عبادت میں)۔

دراصل ایسا سجدہ کرنے والے ہی نہ رہے ورنہ ان کے سامنے غیر اللہ طاقتیں کانپ

جائیں ۔ یہ سجدہ ایک چیلنج ہے تمام غیر اللہ کو اور ایک اعلان ہے بندے کا کہ وہ اب صرف اللہ کے آگے جھکے گا اور غیر اللہ کی نفی کرے گا۔

صفحہ ۲۷ میں ہے :

دلِ بیدار فاروقی ، دلِ بیدار کراری!
مسِ آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری

"تقویٰ القلوب" کا ذکر صفحہ ۳۲ میں آچکا ہے۔ سورۂ ق : آیت ۳۷ میں بھی قلب سے متعلق ارشاد ہے :

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ﴿۳۷﴾

بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ رہے۔

دل سے سمجھنے والا اور غور سے سننے والا ہی صحیح معنوں میں بیدار ہے اور اسی بیداری سے وہ بڑے بڑے کارنامے انجام دے سکتا ہے۔

صفحہ ۲۷ ہی میں ہے :

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری!

خلوص اور ایثار کا فقدان ہے اور ہر جگہ عیاری ہی عیاری ہے۔

سورۃ النساء : آیت ۱۴۶ میں ہے :

...... اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾

مگر وہ جنہوں نے توبہ کی

اور سنورے اور اللہ کی رسی مضبوط تھامی اور اپنا دین خالص اللہ کے لیے کر لیا
لیا تو یہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور عنقریب اللہ مسلمانوں کو اجرِ عظیم دیگا۔

یہ تمام باتیں اخلاص ہی کا نتیجہ ہو سکتی ہیں۔ ورنہ ریا اور منافقت ہے جس کا ذکر اسی سورہ میں مذکورہ آیت سے پہلے ہی آیا ہے۔

صفحہ ۳۸ میں ہے:

مجھے تہذیبِ حاضر نے عطا کی ہے وہ آزادی
کہ ظاہر میں تو آزادی ہے، باطن میں گرفتاری

سورۃ المجادلہ: آیت ۱۹ میں ہے:

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ

شیطان نے اُن پر قابو پا لیا ہے۔ پس اس نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔

اسی لیے گرفتاری بھی آزادی معلوم ہوتی ہے۔

صفحہ ۳۸ ہی میں ہے:

خودی کی شوخی و تندی میں کبر و ناز نہیں
جو ناز ہو بھی تو بے لذتِ نیاز نہیں

خودی کے معنی (اقبال کے یہاں) تکبر نہیں بلکہ خود شناسی ہیں۔ جب انسان اپنے نفس کو پہچان لیتا ہے اور خلیفۃ اللہ ہونے کا احساس اپنے دل میں کرنے لگتا ہے تو عظیم کارنامے انجام دیتا ہے۔ پھر اللہ سے نیازمندانہ ناز بھی کرنے لگتا ہے جیسا کہ اقبال نے جگہ جگہ کیا ہے مثلاً:

سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم
بخیلی ہے یہ رزاقی نہیں ہے

سورۂ یونس : آیت ۱۴ میں ہے :

ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

پھر ہم نے اُن کے بعد تمہیں زمین میں (اپنا) جانشین بنایا کہ دیکھیں ، تم کیسے کام کرتے ہو۔

سورۂ الذاریٰت : آیات ۲۰-۲۱ میں ہے :

وَ فِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ﴿۲۰﴾ وَ فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے اور خود تم میں ۔ تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں ؟

صفحہ ۳۸ ہی میں ہے :

نگاہِ عشق دلِ زندہ کی تلاش میں ہے
شکارِ مردہ سزاوارِ شاہ باز نہیں

شہباز (شاہین) کبھی مردار نہیں کھاتا ۔ اسی طرح بیدار دل والا مسلمان کبھی گھٹیا چیز دل پر نظر نہیں کرتا اور بیدار دل کا تعلق عشق سے ہے جو زور اور مستی پیدا کرتا ہے ۔ صفحہ ۳۷ کی آیت (سورۂ ق : ۳۷) ملاحظہ ہو۔

صفحہ ۳۹ میں ہے :

میرِ سپاہ ناسزا ، لشکریاں شکستہ صف
آہ ! وہ تیرِ نیم کش ، جس کا نہ ہو کوئی ہدف

آج کل کے لیڈروں میں وہ صلاحیت نہیں ہے جو قوم کو متحد کر کے باطل کے سامنے کھڑا کر دے ۔ حالانکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جماعت کو یک جان و دو قالب کر کے کفر و باطل کے خلاف بنیانِ مرصوص بنا دیا تھا۔

سورۃ الفتح کی آخری آیت اس طرح شروع ہوتی ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور اُن کے ساتھ والے سخت ہیں کافروں پر اور نرم ہیں آپس میں۔

سورۃ الصف: آیت ۴ میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ﴿۴﴾

بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انہیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا باندھ کر، گویا وہ عمارت ہے رانگا پلائی۔

صفحہ ۳۹ ہی میں ہے:

کھول کے کیا بیاں کروں سرِّ مقامِ مرگ و عشق

عشق ہے مرگِ باشرف، مرگ، حیاتِ بے شرف!

اللہ کی محبت میں قتل ہونا ابدی زندگی ہے۔ عشق اور تقوی القلوب ہی تن من دھن کی بازی لگانے پر آمادہ کرتا ہے۔

سورۃ البقرہ کی مشہور آیت ۱۵۴ ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں، ہاں تمہیں خبر نہیں۔

صفحہ ۳۹ ہی میں ہے:

صحبتِ پیرِ رُوم سے مجھ پہ ہوا یہ راز فاش　　لاکھ حکیم سربجیب، ایک کلیم سربکف!

مولانائے رومؒ کے کلام کے مطالعے سے معلوم ہوا کہ لاکھوں فلاسفر جو صرف سوچنا سکھاتے ہیں، ہیچ ہیں ایک مرد درویش اور باعمل کلیم کے مقابلے میں جو عمل اور عشق سکھاتا ہے۔

سورۃ المائدہ: آیت ۷۷ میں ہے:

وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا

كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ۝

اور ایسے لوگوں کی پیروی (ان کی خواہش کی پیروی) نہ کرو جو پہلے گمراہ ہو چکے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے بھٹک گئے۔

ایسے ہی لوگوں کے لیے سورۃ الحج کی آیت ۴۶ میں ارشاد ہے کہ یہ لوگ دل رکھتے ہیں لیکن سمجھنے کی صلاحیت نہیں۔

صفحہ ۱۸۰ میں ہے:

مثلِ کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی

اب بھی درختِ طُور سے آتی ہے بانگِ لَاتَخَف

سورہ طٰہٰ: آیت ۶۸ میں ہے:

قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى

ہم نے کہا (اے موسیٰ) مت ڈرو۔ بے شک تم ہی غالب ہو۔

موسیٰ علیہ السلام کو اس طرح کی تسلی کا ذکر سورہ طٰہٰ: آیت ۲۱، سورۃ النمل: آیت ۱۰، سورۃ القصص: آیت ۳۱ میں بھی ہے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کی شان بھی یہی تھی کہ وہ ڈٹ کر اپنے کام میں لگ جاتے تھے۔

سورۃ الکہف: آیت ۶۰ میں ہے:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ۝

اور یاد کرو جب موسیٰؑ نے اپنے خادم سے کہا، میں باز نہ رہوں گا جب تک میں

دہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرنوں (سالہا سال) چلا جاؤں۔
صفحہ ۴۰ ہی میں ہے:

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

ملوکیت ہو یا جمہوریت ہو، عدل کی ضرورت ہے جو دین کے لوازم میں سے ہے۔
سورۃ النحل: آیت ۹۰ میں ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآیِٔ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ۝۹۰

بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی کا اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بُری بات اور سرکشی سے۔ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔

دین اور اسلام کی حکومت کی غرض وغایت سورۃ الحج: آیت ۴۱ میں بیان فرمائی ہے:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ ۝۴۱

(وہ مسلمان ہیں) جن کو اگر ہم زمین میں غلبہ اور اقتدار دیں تو وہ نماز کو قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور اچھی باتوں کا حکم دیں گے اور برائی سے لوگوں کو روکیں گے اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

صفحہ ۴۱ میں ہے:

نخچیرِ محبت کا قصہ نہیں طولانی
لطفِ خلشِ پیکاں، آسودگیٔ فتراک!

عشق والوں کی پہچان یہی ہے کہ وہ ہر مشکل میں راحت حاصل کرتے ہیں۔

سورۃ البلد: آیت ۴ میں ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ

بے شک ہم نے آدمی کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

اسی لیے مشقت اٹھانا اس کی فطرت کا تقاضا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ ہو تو پھر اس کی زندگی بے کار ہے۔

صفحہ ۱۸ ہی میں ہے:

اے رہروِ فرزانہ! بے جذبِ مسلمانی
نے راہِ عمل پیدا، نے شاخِ یقیں نمناک!

ایمان کے ساتھ عمل اور یقینِ کامل دونوں ضروری ہیں۔ پھر انسان اشرف المخلوقات بن سکتا ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۱۱۸ میں ہے:

قَدْ بَیَّنَّا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ

بے شک ہم نے نشانیاں کھول دیں یقین والوں کے لیے۔

اور سورۃ البینہ: آیت ۷ میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ

بے شک جو ایمان لائے اور عمل صالح کیے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔

صفحہ ۱۴ میں ہے:

کمالِ ترک نہیں آب و گِل سے مہجوری!
کمالِ ترک ہے تسخیرِ خاکی و نوری!

گوشہ نشینی اور ترکِ دنیا کے معنی یہ نہیں کہ دنیا کی چیزوں سے خود کو محروم کر لیا جائے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ تمام کائنات کو مسخر کر لیا جائے، کیونکہ سورۃ الجاثیہ: آیت ۱۳ میں

ارشاد ہے:

وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾

اور تمہارے لیے مسخر کر دیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب کا سب۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

صفحہ ۴۲ ہی میں ہے:

نہ فقر کے لیے موزوں، نہ سلطنت کے لیے
وہ قوم جس نے گنوایا متاعِ تیموری

خاندانِ مغلیہ جب بے عمل ہو گیا تو نہ وہ فقر کے لیے موزوں رہا اور نہ سلطنت کے لیے۔

سورۃ العصر میں ہے:

وَالْعَصْرِ ﴿۱﴾ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ﴿۲﴾ إِلَّا الَّذِينَ اٰمَنُوا وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾

زمانے کی قسم (زمانے کی تاریخ اٹھا کر دیکھو) بے شک انسان ضرور گھاٹے میں ہے مگر وہ جو ایمان لائے اور عملِ صالح کیے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایکدوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

بغیر ایمان اور عمل صالح نیز حق اور صبر کے، انسان خسارے میں ہے۔

صفحہ ۴۲ ہی میں ہے:

وہ ملتفت ہوں تو کنجِ قفس بھی آزادی!
نہ ہوں تو صحنِ چمن بھی مقامِ مجبوری!

سورۂ یونس: آیت ۱۱ میں ہے:

فَنَذَرُ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ پس ہم

چھوڑ رکھتے ہیں جن کو امید نہیں ہماری ملاقات کی، اپنی شرارت میں بھٹکتے۔

جن کو اللہ سے امید نہیں ان کے لیے ہر جگہ محرومی ہے۔

صفحہ ۴۲ میں ہے:

عقل گو آستاں سے دور نہیں
اُس کی تقدیر میں حضور نہیں

صفحہ ۳۹ میں سورۃ المائدہ: آیت ۷۷، اور سورۃ الحج: آیت ۴۶ کی آیتیں مذکور ہیں۔ وہی یہاں کے لیے بھی دیکھیں۔

صفحہ ۴۳ ہی میں ہے:

ناصبوری ہے زندگی دل کی!
آہ! وہ دل کہ ناصبور نہیں

وہ دل ہی کیا جس میں تڑپ نہ ہو اور عمل کے لیے لگن نہ ہو۔

سورۃ الحج: آیت ۳۲ میں تقویٰ القلوب کا ذکر ہے۔ صفحہ ۲۲۔۳۵ میں بھی اس کا ذکر آچکا ہے۔

اسی صفحے میں ہے:

ہر گہر نے صدف کو توڑ دیا
تو ہی آمادۂ ظہور نہیں!

ہر چیز بڑھ رہی ہے اور اُگ رہی ہے لیکن انسان ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ گیا ہے۔

اسی لیے گھاٹے میں ہے۔ صفحہ ۴۲ میں سورۃ العصر کا ذکر آچکا ہے۔

سورۃ الجاثیہ: آیت ۴ میں ہے:

وَفِي خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَابَّةٍ آيَاتٌ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ۔

اور تمہاری تخلیق میں اور جتنے جان دار جو وہ بکھیرتا ہے ان میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے

لیے جو یقین رکھتے ہیں۔

گویا ہر چیز جو پیدا ہوتی ہے وہ بڑھ رہی ہے اور اللہ پاک کی معرفت کا سبق دے رہی ہے۔

صفحہ ۴۳ ہی میں ہے:

اَرِنی میں بھی کہہ رہا ہوں مگر
یہ حدیثِ کلیمؑ و طُور نہیں!

سورۃ الاعراف: آیت ۱۴۳ میں ہے کہ موسٰی علیہ السلام نے اللہ پاک کے دیدار کے لیے عرض کیا:

قَالَ رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡكَ

(موسٰی علیہ السلام نے عرض کیا، اے رب میرے، مجھے اپنا دیدار کرا کہ میں تجھے دیکھوں۔

لیکن اقبال نے یہاں ارنی سے یہ مراد لی ہے کہ انسان اپنی شان کے مطابق عمل دکھائے ورنہ وہ زندہ نہیں بلکہ مردہ ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۲۹ میں ہے:

هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ لَكُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا

وہی ذات ہے جس نے تمہارے لیے پیدا کیا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

جب یہ سب کچھ اسی کے لیے ہے تو وہ کیوں ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھتا ہے؟

صفحہ ۴۴ میں ہے:

خودی وہ بحر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں
تو آبجو اسے سمجھا اگر تو چارہ نہیں!

جب انسان اپنی خودی کو پہچان لیتا ہے اور اپنی خفتہ صلاحیتوں کو بیدار کر لیتا ہے تو زمین و آسمان کی حدود سے بھی گزر جاتا ہے۔

سورۃ الجاثیہ کی آیت ۱۲ کا ذکر صفحہ ۴۲ کے شعر کے ساتھ آچکا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔

صفحہ ۴۵ میں ہے:

یہ پیام دے گئی ہے مجھے بادِ صبح گاہی

کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقام پادشاہی!

سورۃ النور: آیت ۵۵ میں ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور عمل صالح کیے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی اُن سے پہلے لوگوں کو دی۔

خودی کو پہچاننے والے لوگ ہی ایسے ہوتے ہیں۔

اسی صفحے میں ہے:

نہ دیا نشانِ منزل مجھے اے حکیم تُو نے

مجھے کیا گلہ ہو تجھ سے، تُو نہ رہ نشیں نہ راہی!

فلسفی تو صرف سوچنا سکھاتا ہے، منزلِ مقصود کے لیے عمل پیرا ہونا نہیں سکھاتا۔

صفحہ ۳۹ میں سورۃ المائدہ کی آیت ۷۷ ملاحظہ ہو۔

صفحہ ۴۵ ہی میں ہے:

تو عرب ہو یا عجم ہو ترا لا الٰہ الا!

لغتِ غریب، جب تک ترا دل نہ دے گواہی!

آج کا مسلمان کہیں کا ہو، دل سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نہیں کہتا، ورنہ اسے غیر اللہ کے آگے جھکنے کی کوئی ضرورت ہی نہ ہوتی۔

سورۃ الزمر: آیت ۳۶ میں ہے:

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ

کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ؟

صفحہ ۴۶ میں ہے :

گلا تو گھونٹ دیا اہلِ مدرسہ نے ترا
کہاں سے آئے صدا لاَ اِلٰہ اِلاَّ اللّٰہ!

موجودہ مدرسوں نے لا الٰہ الا اللّٰہ کا صحیح عقیدہ ہی دلوں سے دُور کرا دیا ہے۔ اس لیے طلبہ کی اقدار ہی بدل گئی ہیں ۔ اس سے اُوپر والے شعر کی آیت دیکھیں۔

صفحہ ۴۷ میں ہے :

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

صفحہ ۳۹ میں سورۃ المائدہ کی آیت ۷۷ ملاحظہ ہو۔

صفحہ ۴۷ ہی میں ہے :

ہر اک مقام سے آگے مقام ہے تیرا
حیات ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں

حیات بڑھنے کا نام ہے اور ممات مرنے کا نام ہے ، یعنی عمل والے زندہ ہیں اور بے عمل لوگ مُردہ ہیں۔

سورۃ الزخرف: آیت ۳۲ میں ہے :

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا

ہم نے دولت و مال میں لوگوں کو متفاوت کیا تاکہ ایک دوسرے سے مال کے ذریعے خدمت لے اور دنیا کا نظام مضبوط ہو۔

غریب کو ذریعۂ معاش ہاتھ آئے اور مال دار کو کام کرنے والے مل جائیں تو اس پہ کون اعتراض کر سکتا ہے کہ فلاں کو کیوں غنی کیا اور فلاں کو فقیر، یعنی پورا نظامِ عالم ایک نظامِ عمل ہے، بے عملی نہیں ہے۔

اسی صفحے ۷۴ میں ہے:

رگوں میں گردشِ خوں ہے اگر تو کیا حاصل
حیات سوزِ جگر کے سوا کچھ اور نہیں

اس کے لیے بھی اُوپر کی آیت کافی ہے۔

صفحہ ۷۸ میں ہے:

نگاہِ فقر میں شانِ سکندری کیا ہے؟
خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے!

دوسروں سے چھین جھپٹ کر کے بادشاہ بن جانا بادشاہی نہیں ہے بلکہ گداگری ہے۔ اہلِ فقر جو خدا کے سوا کسی کے محتاج نہیں، ایسی بادشاہی کو ہیچ سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ جو اللہ سے رجوع ہوتے ہیں اُن کے لیے سورۂ ہُود: آیت ۳ میں یہ بشارت ہے۔

وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ
يُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ"

اور یہ کہ اپنے رب سے معافی مانگو، پھر اس کی طرف توبہ کرو۔ تمہیں بہت اچھا برتنا دے گا ایک ٹھہرائے وعدہ تک اور ہر فضیلت والے کو اس کا فضل پہنچائے گا (یعنی دین و دنیا میں)۔

اور جو لوگ پیسہ بٹورتے ہیں ان کے لیے یہ وعید سورۃ التوبہ: آیت ۳۴ میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ
اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۗ وَالَّذِيْنَ

يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ

اے ایمان والو بے شک بہت سے پادری اور جوگی لوگ، لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور وہ کہ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ انہیں بشارت سناؤ دردناک عذاب کی۔

یہاں ناحق مال کھانے والوں پر بھی وعید ہے۔

صفحہ ۴۸ ہی میں ہے:

بتوں سے تجھ کو امیدیں، خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے!

غیر اللہ سے امید رکھنا، یعنی ایسوں سے امید رکھنا جو خود کوئی طاقت نہیں رکھتے، یقیناً کفر ہے۔

سورۃ الحج: آیت ۷۳ میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ
اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ
الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ

وہ جنہیں اللہ کے سوا تم پوجتے ہو ایک مکھی نہ بنا سکیں گے اگرچہ سب اس پر اکٹھے ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین کر لے جائے تو اس سے چھڑا نہ سکیں۔ کتنا کمزور چاہنے والا اور جس کو چاہا گیا۔

اسی صفحے میں ہے:

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا — نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے!

سورۃ الذٰریٰت : آیات ۲۰-۲۱ میں ہے :

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ﴿٢٠﴾ وَفِي أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٢١﴾

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے اور خود تم میں، تو کیا نہیں دکھائی نہیں دیتا؟ (سوجھتا نہیں)۔

صفحہ ۴۹ میں ہے :

نہ تُو زمیں کے لیے ہے نہ آسماں کے لیے
جہاں ہے تیرے لیے تُو نہیں جہاں کے لیے

سورۃ البقرہ : آیت ۲۹ میں ہے :

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لیے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

اسی صفحے میں ہے :

یہ عقل و دل ہیں شرر شعلۂ محبت کے
وہ خار و خس کے لیے ہے، یہ نیستاں کے لیے

عقل کو چاہیے کہ خار و خس کے لیے نہ ہو (بے کار سوچنے کے لیے نہیں) بلکہ نیستاں کے لیے ہو کہ جہاں آگ لگا دے اور دل کی طرح محبت اور عشق کی دمساز ہو، کیونکہ دل وہی ہے جو اللہ کی ہدایت پاتا ہے۔

سورۃ التغابن : آیت ۱۱ میں ہے :

وَمَن يُؤْمِن بِاللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُ

اور جو اللہ پہ ایمان لائے اللہ اس کے قلب کو ہدایت فرماتا ہے۔

اور جو لوگ اس ہدایت سے محروم ہیں اُن کے پاس دل تو ہیں لیکن اس دل میں صحیح سمجھ کا

مادہ نہیں ہے۔

سورۃ الاعراف: آیت ۱۷۹ میں ہے:

لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا

وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں۔

صفحہ ۴۹ ہی میں ہے:

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

سورۂ آل عمران: آیت ۱۵۹ میں ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا
مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ
فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿١٥٩﴾

تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوبؐ تم ان لوگوں کے لیے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج، سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے، تو تم انہیں معاف فرماؤ اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں اُن سے مشورہ لو۔ اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو اللہ پر بھروسا کرو۔ بے شک توکل والے لوگ اللہ کو پیارے ہیں۔

"میرِ کارواں" کے لیے ضروری صفات اس آیت میں مذکور ہوئیں۔

صفحہ ۵۰ میں ہے:

تو اے اسیرِ مکاں، لامکاں سے دُور نہیں
وہ جلوہ گاہ ترے خاکداں سے دُور نہیں

سورۂ ق : آیت ۱۶ میں ہے :

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ

اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

صفحہ ۵۱ میں ہے :

مقامِ عقل سے آساں گزر گیا اقبالؔ
مقامِ شوق میں کھویا گیا وہ فرزانہ!

ایک جگہ (صفحہ ۸۴ میں) اور بھی فرمایا ہے :

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے

صفحہ ۹۴ میں سورۃ التغابن : آیت ۱۱ ؛ اور سورۃ الاعراف : آیت ۱۷۹ کی آیتیں آ چکی ہیں۔ شوق (عشق) عمل کی طرف آمادہ کرتا ہے اور بغیر عمل کے کچھ بھی حاصل نہیں۔

سورۃ النجم : آیت ۳۹ میں ہے :

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی

اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر جو اس نے کوشش کی۔

صفحہ ۵۲ میں ہے :

احوالِ محبت میں کچھ فرق نہیں ایسا
سوز و تب و تاب اوّل، سوز و تب و تاب آخر

عشق میں سرگرمی اور تڑپ شروع سے آخر تک رہتی ہے۔ انسان کی تخلیق ہی مشقت سے ہے۔

سورۃ البلد : آیت ۴ میں ہے :

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ ۔۔۔ بے شک ہم نے پیدا کیا

انسان کو مشقت میں رہنا۔

صفحہ ۵۲ ہی میں ہے:

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیرِ امم کیا ہے
شمشیر و سناں اوّل، طاؤس و رباب آخر

قوموں کو پہلے مشقت اٹھانی پڑتی ہے۔ بعد میں آرام نصیب ہوتا ہے۔
سورۃ البقرہ کی آیت ۲۴۶ میں بادشاہ بننے کے لیے شمشیر و سناں کی ضرورت کا ذکر ضمناً آیا ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ
لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ

اے محبوبؐ، کیا تم نے نہیں دیکھا بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو جو موسیٰؑ کے
بعد ہوا وہ جب اپنے ایک پیغمبر سے بولے، ہمارے لیے کھڑا کر دو ایک بادشاہ
کہ ہم خدا کی راہ میں لڑیں۔

صفحہ ۵۳ میں ہے:

ہر شے مسافر ہر چیز راہی!
کیا چاند تارے، کیا مرغ و ماہی!

ہر چیز راہِ سفر میں ہے اور ایک جگہ ٹھہری ہوئی نہیں ہے۔

سورۃ المومن: آیت ۶۷ میں ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ
ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا ۚ
وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ
تَعْقِلُوْنَ ۝ وہی ہے جس نے تمہیں

مٹی سے بنایا، پھر پانی کی بوند سے، پھر خون کی پھٹک سے، پھر تمہیں نکالتا ہے بچہ، پھر تمہیں باقی رکھتا ہے کہ اپنی جوانی کو پہنچو، پھر اس لیے کہ بوڑھے ہو۔ اور تم میں کوئی پہلے ہی اٹھا لیا جاتا ہے اور اس لیے کہ تم ایک مقررہ وعدہ تک پہنچو اور اس لیے کہ سمجھو۔

سورۃ الفتح کی آخری آیت میں بھی کھیتی کے پھوٹنے، اُگنے اور بڑھنے کی مثال آئی ہے:

كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ

جیسے ایک کھیتی۔ اس نے اپنا پٹھا نکالا، پھر اُسے طاقت دی، پھر دبیز ہوئی، پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی۔

اسی طرح ہر مخلوق چل رہی ہے اور ایک مقام پر نہیں ہے۔

صفحہ ۵۳ ہی میں ہے:

تو مردِ میداں، تو میرِ لشکر
نوری حضوری تیرے سپاہی!

سورۃ البقرہ: آیت ۲۹ میں ہے:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا

وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لیے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

صفحہ ۵۳ ہی میں ہے:

ہر چیز ہے محوِ خود نمائی
ہر ذرّہ شہیدِ کبریائی

اسی صفحے کی اوپر کی آیتیں دیکھیں۔

سورۂ ق: آیت ۳۷ میں ہے:

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ

شَہِيۡدٌ ۝۳۷

بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو رکھتا ہو دل، یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔

اسی صفحے میں ہے:

بے ذوقِ نمود زندگی موت
تعمیرِ خودی میں ہے خدائی
رائی زورِ خودی سے پربت
پربت ضعفِ خودی سے رائی

ہر چیز میں اُگنے اور بڑھنے کی صلاحیت رکھی گئی ہے۔ جب یہ صلاحیت نہیں رہتی تو موت واقع ہو جاتی ہے۔

سورۃ الزخرف: آیت ۱۰ میں ہے:

الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ مَہۡدًا وَّ جَعَلَ لَکُمۡ فِیۡہَا سُبُلًا لَّعَلَّکُمۡ تَہۡتَدُوۡنَ ۝۱۰

وہ جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا کیا اور تمہارے لیے اس میں راستے کیے کہ تم راہ پاؤ (اپنے منازل و مقاصد کی طرف)۔

جب یہ راستے تلاش نہیں کیے جاتے تو زندگی کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔

صفحہ ۵۴ میں ہے:

اعجاز ہے کسی کا یا گردشِ زمانہ!
ٹوٹا ہے ایشیا میں سحرِ فرنگیانہ!

علامہ اقبالؒ نے ۱۹۲۵ء میں برطانیہ حکومت کے زوال کی یہ پیش گوئی کر دی ہے۔

سورہ آل عمران کی آیتیں ۱۴۰-۱۴۱ ہیں:

إِن يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهُ ۚ وَتِلْكَ
الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا
وَيَتَّخِذَ مِنكُمْ شُهَدَاءَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿١٤٠﴾
وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ

اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی تو وہ لوگ (کافر) بھی ویسے ہی تکلیف پا چکے ہیں اور یہ دن ہیں، جن میں ہم نے لوگوں کے لیے باریاں رکھی ہیں (کبھی کسی کی باری ہے کبھی کسی کی) اور اس لیے کہ اللہ پہچان کرا دے ایمان والوں کی اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے اور اللہ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو اور اس لیے کہ اللہ مسلمانوں کا نکھار کر دے اور کافروں کو مٹا دے۔

علامہ اقبال نے ظالموں کے ظلم کی وجہ سے ان کے زوال کی پیش گوئی کی تھی جو صحیح ثابت ہوئی۔

صفحہ ۵۴ ہی میں ہے:

اے لا الٰہ کے وارث باقی نہیں ہے تجھ میں
گفتارِ دلبرانہ، کردارِ قاہرانہ

سورۃ الفتح کی آخری آیت میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء کے متعلق ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ

اور جو لوگ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں وہ کافروں پر بہت سخت ہیں اور آپس میں بہت نرم دل۔

صفحہ ۵۵ میں ہے:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے!

جب بندہ اللہ کی رضا کے لیے خود کو وقف کر دیتا ہے اور اپنی حیات و ممات اس کے آگے پیش کر دیتا ہے تو پھر اللہ بھی اُس کی رضا کو اپنی رضا قرار دیتا ہے۔ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اسی لیے کہا گیا ہے کہ الذی کان رائیہ، موافق بالوحی والکتاب)۔

سورۃ الفتح: آیات ۱۸-۲۲ میں یہ بشارتیں ہیں:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا
فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ
كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَا
نِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ
عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾
وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾ وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا
الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۲۲﴾

بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس درخت کے نیچے تمہارے بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو اُن کے دلوں میں ہے تو اُن پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح (فتح خیبر) کا انعام دیا اور بہت سی غنیمتیں جن کو وہ لیں گے اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ وعدہ دیا ہے تم کو اللہ نے بہت سی غنیمتوں کا کہ تم حاصل کرو گے تو تمہیں یہ جلد عطا فرما دی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیے اور اس لیے کہ ایمان والوں کے لیے نشانی ہو اور تمہیں سیدھی راہ دکھائے۔ اور ایک فتح اور (فتح مکہ) جو تمہارے بل کی نہ تھی، وہ

اللہ کے قبضے میں ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اگر کافر تم سے لڑیں تو ضرور تمہارے مقابلے سے پیٹھ پھیر دیں گے، پھر کوئی حمایتی نہ پائیں گے، نہ مددگار۔

جب بندہ اپنے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر کے اللہ کا ہو جاتا ہے تو پھر جو وہ چاہتا ہے اللہ بھی وہی چاہتا ہے۔

سورۃ الانفال: آیت ۱۷ میں ہے:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى

جب آپؐ نے تیر چلایا تو آپؐ نے نہیں چلایا بلکہ اللہ نے چلایا۔

صفحہ ۵۶ میں ہے:

ع نوائے صبح گاہی نے جگر خوں کر دیا میرا

سورۃ المزمل: آیت ۶ میں ہے:

إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا وَأَقْوَمُ قِيلًا

بے شک رات کا اٹھنا زیادہ دباؤ ڈالتا ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔

صفحہ ۵۶ ہی میں ہے:

جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پر اسرارِ شہنشاہی

جب عشق اور لگن کے ساتھ خود شناسی حاصل ہو جاتی ہے اور انسان خود کو خلیفۃ اللہ سمجھنے لگتا ہے تو اُس کا عمل بھی اسی منصب کے مطابق ہوتا ہے اور وہ کسی بادشاہ سے کم نہیں ہوتا۔

سورۃ الانعام: آیت ۱۶۵ میں ہے:

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ

فِیْ مَآ اٰتٰکُمْ

اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں نائب کیا اور تم میں ایک کو دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ تمہیں آزمائے اُس چیز میں جو تمہیں عطا کی (اللہ کا نائب ہونا ہی سب سے بڑی شاہی ہے)۔

اسی صفحے میں ہے:

عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحرگاہی!

ابھی سورۂ المزمل کی آیت ۶ مذکور ہوئی۔

سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۹، میں ہے:

وَمِنَ الَّیْلِ فَتَہَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ
رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾

اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کرو۔ یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے۔ قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کردے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔ (مقامِ محمود مقامِ شفاعت ہے)۔

صفحہ ۵۶ ہی میں ہے:

اے طائرِ لاہوتی اُس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی!

سورۃ الحشر: آیت ۹ میں ہے:

وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچائے گئے تو وہی کامیاب ہیں۔

غیر اللہ کی محتاجی، نفس کے لالچ کی وجہ سے ہوتی ہے جو انسان کو اُس کی بلندی سے

گرا دیتی ہے۔ اور وہ لوگ جو اس لالچ سے بچ جاتے ہیں وہی کامیاب ہیں۔

صوفیہ کے نزدیک چار عالم ہیں:

۱۔ عالمِ لاہوت (ذات)

۲۔ عالمِ جبروت (صفات)

۳۔ عالمِ ملکوت (اسماء)

۴۔ عالمِ ناسوت (عالمِ ظاہر)

صفحہ ۵۷ میں ہے:

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی!
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی!

جو اللہ کا ہو جاتا ہے وہ غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہیں لاتا۔

سورۂ یونس: آیات ۶۲-۶۳ میں ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾

سُن لو، بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔ وہ جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔

ولی کی اصل ولاء سے ہے جو قرب و نصرت کے معنی میں ہے۔ اسی لیے ولی اپنے اللہ کے قرب کی وجہ سے ہر وقت نصرت والا ہوتا ہے اور وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔

صفحہ ۳۳ میں سورۃ الاحزاب کی آیت ۳۹ بھی دیکھیں۔

صفحہ ۵۸ میں ہے:

نہ ہو طغیانِ مشتاقی تو میں رہتا نہیں باقی
کہ میری زندگی کیا ہے؟ یہی طغیانِ مشتاقی!

صرف مشکلات کو لبیک کہنا زندگی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے کردار میں اس پیہم کوشش اور مشکل پسندی کا اس طرح بیان سورۃ الکہف: آیت ۶۰ میں آتا ہے:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبْرَحُ حَتّٰۤى
اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا

اور یاد کرو جب موسیٰؑ نے اپنے خادم سے کہا، میں باز نہ رہوں گا جب تک وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرنوں (سالہا سال) چلا جاؤں۔

سورۃ الرعد: آیت ۱۱ میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

بے شک اللہ اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلیں۔

صفحہ ۵۸ ہی میں ہے:

نہ کر افرنگ کا اندازہ اس کی تابناکی سے
کہ بجلی کے چراغوں سے ہے اس جوہر کی برّاقی!

صفحہ ۷۹ میں سورۃ العنکبوت کی آیت ۳۸ دیکھیں۔ سورۃ الانفال: آیت ۴۸ اور سورۃ النمل: آیت ۲۴ بھی دیکھیں۔

صفحہ ۵۹ میں ہے:

فطرت کو خرد کے روبرو کر
تسخیرِ مقامِ رنگ و بُو کر

سورۃ الروم: آیت ۳۰ میں ہے:

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ
عَلَیْهَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾

پس تم یک سو ہو کر اپنا رخ دین کی طرف رکھو۔ اللہ کی دی ہوئی قابلیت کا اتباع کرو۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی اس پیدا کی ہوئی چیز کو جس پر اس نے تمام آدمیوں کو پیدا کیا ہے بدلنا نہ چاہیے پس سیدھا دین یہی ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

انسان کی قابلیت اور صلاحیت اللہ پاک کی قوت وقدرت کی پیروی میں ہونا چاہیے۔ خدا کی طرف رجوع ہو کر فطرتِ الٰہیہ کا اتباع کرنا چاہیے۔

صفحہ ۵۹ ہی میں ہے:

تاروں کی فضا ہے بے کرانہ
تو بھی یہ مقامِ آرزو کر

تاروں کی فضا کی وسعت کی طرح انسان کی آرزو میں بھی وسعت ہونی چاہیے کیونکہ اس کے لیے سب کچھ پیدا کیا گیا ہے۔

سورۃ الجاثیہ: آیت ۱۳ میں ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾

اور تمہارے لیے مسخر کیا گیا جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے سب کا سب اس کی طرف سے، بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

صفحہ ۵۹ ہی میں ہے:

یقیں پیدا کر اے ناداں، یقیں سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری!

اللہ نے بندے کو اپنا نائب بنایا۔ یہ سب سے افضل مقام ہے جو یقین کی بدولت حاصل

ہو سکتا ہے۔

صفحہ ۵۹ میں سورۃ الانعام کی آیت ۱۶۲ دیکھیں۔

صفحہ ٦٠ میں ہے:

حدِ ادراک سے باہر ہیں باتیں عشق و مستی کی
سمجھ میں اس قدر آیا کہ دل کی موت ہے دُوری!

دل زندہ نہ ہو تو انسان اپنے ادراک سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی دل کے متعلق صفحہ ۳۲ کی سورۃ الحج کی آیت ۴۶ اور سورۃ ق کی آیت ۳۷ بھی دیکھیں۔

صفحہ ٦٠ ہی میں ہے:

عقل عیار ہے سَو بھیس بنا لیتی ہے
عشق بے چارہ نہ مُلّا ہے، نہ زاہد، نہ حکیم!

عقل کے غلط استعمال سے بے عملی کے لیے ہزار حیلے بن جاتے ہیں لیکن عشق اُن حیلوں سے بے نیاز ہے۔ ایسی عقل کے متعلق سورۃ الاعراف: آیت ۱۷۹ میں ہے:

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۚ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۚ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۚ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝

وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ کان جن سے سنتے نہیں۔ وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے زیادہ گمراہ۔ وہی غفلت میں پڑے ہیں۔

صفحہ ٦١ میں ہے:

عیشِ منزل ہے غریبانِ محبت پہ حرام
سب مسافر ہیں بظاہر، نظر آتے ہیں مقیم!

اہلِ عشق کبھی ایک منزل پر مقیم نہیں ہو جاتے بلکہ آگے بڑھتے رہتے ہیں۔
صفحہ ۵۲ میں سورۃ قٓ کی آیت ۳۷ اور سورۃ الزخرف کی آیت ۱۰ ملاحظہ ہو۔

صفحہ ۶۱ ہی میں ہے:

ہے گراں سیرِ غمِ راحلہ و زاد سے تُو
کوہ و دریا سے گزر سکتے ہیں مانندِ نسیم

بڑی سے بڑی مشکل (عشق کی وجہ سے) آسان ہو سکتی ہے۔
صفحہ ۵۸ میں سورۃ الکہف: آیت ۶۰ اور سورۃ الرعد: آیت ۱۱ کی آیتیں دیکھیں۔

اسی صفحے میں ہے:

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

اس سے پہلے والی آیتوں کے حوالے کافی ہیں۔ اس غزل کے دوسرے اشعار میں بھی "عیشِ منزل" اور "زمان و مکاں" کی قید کو حرام قرار دیا ہے اور عشق کی صلاحیتوں اور اس کے اعجاز کا تذکرہ کیا ہے۔

صفحہ ۶۲ میں ہے:

تھا اَرِنی گو کلیمؑ، میں اَرِنی گو نہیں
اس کو تقاضا روا، مجھ پہ تقاضا حرام!

سورۃ الاعراف: آیت ۱۴۳ میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے دیدار کے لیے عرض کیا:

قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ

موسیٰ (علیہ السلام) نے عرض کیا، اے رب میرے! مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔

موسیٰ علیہ السلام نے اللہ پاک کا جلوہ دیکھنے کی آرزو کی۔ وہ محب تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوبیتِ تام حاصل تھی۔ اسی لیے اللہ پاک نے (آل عمران: آیت ۳۱) یوں فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

اے میرے محبوبؐ! آپؐ فرمادیں کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ۔ اللہ تم سے محبت فرمائے گا۔

صفحہ ۶۳ میں ہے:

خودی ہو علم سے محکم تو غیرتِ جبریل
اگر ہو عشق سے محکم تو صورِ اسرافیل!

سورۃ الزمر: آیت ۹ میں ہے:

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَیَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ
قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ۹

کیا وہ جسے فرمانبرداری میں رات کی گھڑیاں گزریں سجود میں اور قیام میں، آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی آس لگائے، کیا وہ نافرمانوں جیسا ہو جائے گا؟ آپؐ فرمادیں، کیا برابر ہیں علم والے اور بے علم نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

علم اور قرآن کا تعلق جبریل علیہ السلام سے ہے اور عشق و عمل کی بیداری کے لیے گویا صورِ اسرافیل مفید ہے۔ سورۃ المجادلہ کی آیت ۱۱ میں بھی ایسے علم والے کے بلند درجات کا ذکر ہے اور عمل صالح اور عشق والے کے لیے ہر چیز آسان ہو جاتی ہے۔ سورۃ الکھف: آیت ۸۸ میں ہے:

وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ِۨالْحُسْنٰی وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا

يُسْرًاؕ

اور جو ایمان لایا اور عمل صالح کیے تو اس کا بدلہ بھلائی ہے اور عنقریب ہم اُسے آسان کام کہیں گے (اس کے کام آسان ہو جائیں گے)۔

صفحہ ۶۲ ہی میں ہے:

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؑ، ابتدا ہے اسمٰعیلؑ!

سورۃ الحج: آیت ۷۸ میں ہمارے دین کو دینِ ابراہیمؑ کہا ہے:

مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرٰهِيمَ

تمہارے باپ ابراہیمؑ کا دین۔

گویا یہ دینِ ابراہیمی ہے جس میں تسلیم و رضا کی خونیں داستان ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے صاحبزادے کی قربانی اللہ کی رضا کے لیے دی اور امام حسینؓ نے بھی اپنی اور اپنے بہتر[۷۲] رفقا کی قربانی اللہ کی رضا کے لیے دی۔

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ (۲۹ : ۶)

وَمَنْ تَزَكّٰى فَإِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ (۳۵ : ۱۸)

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ (۴۵ : ۱۵)

ان تمام قربانیوں کا محرک صرف دین ہے اور یہی داستانِ حرم ہے۔

صفحہ ۶۴ میں ہے:

علم کی حد سے پرے بندۂ مومن کے لیے
لذتِ شوق بھی ہے، نعمتِ دیدار بھی ہے

ایسے علم اور فلسفے سے جو صرف سوچنا سکھائے اور مشکلات کی بھیانک شکل دکھا کر عمل سے روک دے، کوئی فائدہ نہیں۔ اس کی جگہ عشق (جذبۂ عمل) کی ضرورت ہے جو حضور میں پہنچا

دہتا ہے۔

سورۃ التوبہ: آیت ۵۹ میں اللہ سے رشتہ رکھنے کی اور اس سے رشتہ رکھنے والوں کی باتیں ہیں:

اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ

ہمیں اللہ ہی کی طرف رغبت ہے (شوق اور رغبت ہی سے حضوری حاصل ہو سکتی ہے)۔

صفحہ ۶۵ میں ہے:

نہ ستارے میں ہے، نے گردشِ افلاک میں ہے
تیری تقدیر مرے نالۂ بیباک میں ہے

لوگوں نے گردشِ افلاک اور ستاروں کو اپنی تقدیر پر اثر انداز سمجھ لیا ہے۔ یہ بات غلط ہے۔ اقبال کے نالہ و زاری سے قوم میں ایسی صلاحیت پیدا ہو سکتی ہے جو عمل کے لیے کھڑی ہو جائے۔ یہ نالہ و زاری قوم کی بیداری کے لیے ہے۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا تھا (المدثر: آیات ۲-۳):

قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ

کھڑے ہو جاؤ، پھر ڈر سناؤ اور اپنے رب کی بڑائی بولو۔

صفحہ ۶۵ ہی میں ہے:

خراب کوشکِ سلطان و خانقاہِ فقیر
فغاں کہ تخت و مصلّٰی کمالِ زرّاقی!

حکومت اس لیے دی جاتی ہے کہ اوامر و نواہی کی پابندی ہو۔

سورۃ الحج: آیت ۴۱ میں ہے:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝

(وہ مسلمان ہیں) جن کو اگر ہم زمین میں غلبہ واقتدار دیں تو وہ نماز کو قائم
کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور بھلائی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے
اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

لیکن حاکموں نے یہ منصب چھوڑ دیا ہے۔ اسی لیے دوسروں سے بھیک مانگتے ہیں۔ اور ہماری خانقاہوں میں بھی ریاکاری رہ گئی ہے۔

سورۃ الماعون: آیات ۴۔۷ میں ہے:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ
يُرَاءُونَ ۝ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۝

پس خرابی ہے اُن نمازیوں کی جو اپنی نماز (کی حقیقت) کو بھولے بیٹھے ہیں۔ وہ
جو دکھاوا کرتے ہیں اور برتنے کی چیز مانگے نہیں دیتے۔

صفحہ ۶۶ میں ہے:

نہ چینی و عربی وہ، نہ رومی و شامی
سما سکا نہ دو عالم میں مردِ آفاقی!

مسلمان کا پیوند کسی جگہ سے نہیں ہے۔

سورۃ الحجرات: آیت ۱۳ میں ہے:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ

بے شک تم میں سب سے زیادہ بزرگی والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو سب سے
زیادہ متقی ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت آفاقی ہے۔

سورۃ السبا: آیت ۲۸ میں ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا — اور اے محبوب!

ہم نے تم کو نہیں بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام انسانوں کو گھیرنے والی ہے، خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا۔

صفحہ ۶۶ میں ہے:

مے یقیں سے ضمیرِ حیات ہے پُرسوز
نصیبِ مدرسہ یارب یہ آبِ آتش ناک!

آج کل کی تعلیم والوں کے دلوں میں یقین کی قوت نہیں ہے اسی لیے عشق اور گرمی سے محروم ہیں۔

صفحہ ۵۶ میں سورۃ الانعام کی آیت ۱۲۶ ملاحظہ ہو۔

صفحہ ۶۷ میں ہے:

زمانہ عقل کو سمجھا ہوا ہے مشعلِ راہ
کسے خبر کہ جنوں بھی ہے صاحبِ ادراک!

صفحہ ۶۰ میں سورۃ الاعراف کی آیت ۱۷۹ ملاحظہ ہو۔

جنوں اور عشق ہی کامیابی کا ذریعہ ہے۔

سورۃ الکھف: آیت ۸۸ میں ہے:

وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ۝

اور جو ایمان لایا اور عمل صالح کیا تو اس کا بدلہ بھلائی ہے اور عنقریب ہم اسے آسان کام کہیں گے (اس کے کام آسان ہو جائیں گے)۔

صفحہ ۶۷ ہی میں ہے:

جہاں تمام ہے میراث مردِ مومن کی
مرے کلام پہ حجت ہے نکتۂ لولاک!

صفحہ ۴۴ میں سورۃ الانبیاء: آیت ۱۰۵۔ اور سورۃ الاحزاب: آیت ۲۷ ملاحظہ ہوں۔

صفحہ ۶۷ ہی میں ہے:

یوں ہاتھ نہیں آتا وہ گوہرِ یک دانہ
یک رنگی و آزادی اے ہمتِ مردانہ!

کمال حاصل کرنا ہے تو ایک طرف ہو کر لگ کر اس کے ہو جاؤ۔ سورۃ الانعام: آیت ۹۱ میں نہایت بلیغ انداز میں ہے:

قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ

کہو اللہ، پھر انہیں (غیر اللہ کو) چھوڑ دو۔

پس اللہ کے ہو کر رہو اور غیر اللہ کو چھوڑ دو۔

صفحہ ۶۸ میں ہے:

صنم کدہ ہے جہاں اور مردِ حق ہے خلیلؑ
یہ نکتہ وہ ہے کہ پوشیدہ لاالٰہ میں ہے

ابراہیم علیہ السلام کی طرح تمام بتوں کو توڑ دو۔ یہی کلمۂ طیبہ کا مقصد ہے جو غیر اللہ کی نفی سکھاتا ہے۔

سورۃ الزمر: آیت ۳۶ میں ہے:

أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ

کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟

جو اللہ کا ہو گیا اسے کسی اور کی ضرورت نہیں۔

—— سورۃ الانعام کی آیت ۹۲ ابھی اوپر آ چکی ہے۔ وہ بھی دیکھیں۔

صفحہ ۶۹ میں ہے:

خبر ملی ہے خدایانِ بحر و بر سے مجھے   فرنگ رہگذرِ سیلِ بے پناہ میں ہے!

برطانیہ کے زوال کے متعلق صفحہ ۵۴ میں بھی فرمایا ہے۔ وہاں کی آیت ملاحظہ ہو۔

صفحہ ۶۹ ہی میں ہے:

فطرت نے نہ بخشا مجھے اندیشۂ چالاک
رکھتی ہے مگر طاقتِ پرواز مری خاک!

انسان بے شک مٹی سے بنایا گیا ہے لیکن اگر ایمان ہے تو وہ عملِ صالح کے لاتعداد مظاہرے کر سکتا ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۲۹ میں ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لیے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

یہ ارشاد اسی لیے ہے کہ انسان سمجھے کہ جب اُس کے لیے سب کچھ پیدا کیا گیا ہے، اُسے ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنا زیب دیتا ہے یا عمل پیش کرنا؟

صفحہ ۷۰ میں ہے:

کریں گے اہلِ نظر تازہ بستیاں آباد
مِری نگاہ نہیں سوئے کوفہ و بغداد

علامہ اقبال نے اپنی کتاب "اسلامی الٰہیات کی نئی تشکیل" (صد ۵۲) میں سورۂ ق کی اس آیت ۱۵ سے نئی تخلیق کے لیے استدلال کیا ہے:

بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ ﴿١٥﴾

بلکہ وہ لوگ نئی تخلیق کی طرف سے شبہ میں ہیں۔

صفحہ ۷۰ ہی میں ہے:

رشی کے فاقوں سے ٹوٹا نہ برہمن کا طلسم
عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد!

گاندھی نے مرن برت رکھا تھا کہ اچھوتوں کو اُن کے غصب شدہ حقوق برہمنوں سے مل جائیں، لیکن اس طرح کوئی کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ موسٰی علیہ السلام کی شان عمل کی وجہ سے نمایاں ہے۔ ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنے کی وجہ سے نہیں۔ ان کے عصا کا ذکر سورۃ طٰہٰ: آیت ۱۷ وغیرہ میں کئی جگہ آیا ہے اور ان کے عزم و حوصلے کی بات سورۃ الکھف: آیت ۶۰ میں ہے جس کے لیے صفحہ ۵۸ دیکھیں۔

صفحہ ۱۷۰ میں ہے:

سکھلائی فرشتوں کو آدم کی تڑپ اس نے
آدم کو سکھاتا ہے آدابِ خداوندی!

گویا اقبال نے فرشتوں پر ظاہر کر دیا کہ آدم اپنی تڑپ اور عشق سے کیا کیا کارنامے انجام دے سکتا ہے اور آدم کو بتایا کہ وہ خلیفۃ اللہ ہے، اس لیے اللہ کے نائب کے منصب کے مطابق اُسے بڑے سے بڑے عمل پیش کرنے ہوں گے۔

سورۃ الانعام: آیت ۱۶۶، اور سورۃ الفاطر: آیت ۳۹ کا ذکر کئی جگہ اُوپر آ چکا ہے۔ صفحہ ۷۶ کی آیتیں بھی دیکھیں۔

صفحہ ۱۷۰ ہی میں ہے:

نے مُہرہ باقی، نے مُہرہ بازی
جیتا ہے رومی، ہارا ہے رازی!

رومیؒ کا شعر یہ ہے:

گر بہ استدلال کارِ دیں بُدے
فخرِ رازی رازدارِ دیں بُدے

دراصل وہ عقل اور فلسفہ بے کار ہے جو صرف سوچنا سکھائے۔ رومیؒ کی طرح سخت کوشی کی دعوت دی جائے تو کامیابی ہو سکتی ہے۔

سورۃ الکہف: آیت ۶۰ اور سورۃ الرعد: آیت ۱۱ اُوپر آچکی ہیں وہ ملاحظہ ہوں۔

صفحہ ۷۲ میں ہے:

آزر کا پیشہ خارا تراشی
کارِ خلیلاں خارا گدازی!

ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر پتھر سے بُت تراشتے تھے۔

سورۃ الانعام: آیت ۷۴ میں ہے:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَٰهِيمُ لِأَبِيهِ ءَازَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا ءَالِهَةً

اور یاد کرو جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر سے کہا، کیا تم بتوں کو خدا بناتے ہو؟

اور ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑ دیا۔

سورۃ الانبیاء: آیت ۵۸ میں ہے:

فَجَعَلَهُمْ جُذَٰذًا إِلَّا كَبِيرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ يَرْجِعُونَ ۝٥٨

پس (ابراہیم علیہ السلام نے) سب کو چورا کر دیا مگر ایک کو جو اُن سب کا بڑا تھا

کہ شاید وہ اس سے کچھ پوچھیں (حجت قائم ہو)۔

اسی طرح غیر اللہ کی نفی ضرور دی ہے۔

صفحہ ۷۲ ہی میں ہے:

تُو زندگی ہے، پائندگی ہے
باقی ہے جو کچھ سب خاک بازی!

صفحہ ۶۹ میں سورۃ البقرہ کی آیت ۲۹ آچکی ہے۔ وہ ملاحظہ ہو۔

اسی صفحے میں ہے:

تیری طبیعت ہے اور، تیرا زمانہ ہے اور
تیرے موافق نہیں خانقہی سلسلہ!

اکثر موجودہ خانقاہیں جو صرف گوشہ نشینی یا ساز و آہنگ سے تعلق رکھتی ہیں وہ با عمل شخص کے لیے مناسب نہیں۔ سورۃ البقرہ: آیت ۲۹ کی آیت، جس کا حوالہ ص ۶۹ میں ابھی آیا ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ جب یہ دنیا سب کی سب انسان کے لیے بنائی گئی ہے تو اُسے برتنے کی ضرورت ہے، اس سے الگ رہنے اور تارک الدنیا ہونے سے زندگی کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔

اسی صفحے میں ہے:

دل ہو غلامِ خرد یا کہ امامِ خرد

سالکِ رہ ہوشیار! سخت ہے یہ مرحلہ

خانقاہ کی غلامی کی طرح اس عقل اور فلسفے کی غلامی بھی زہر ہے جو صرف سوچنا سکھائے اور عمل کے لیے آمادہ نہ کرے۔

صفحہ ۷۶ میں سورۃ الاعراف کی آیت ۱۷۹، اور سورۃ الکہف کی آیت ۸۸ دیکھیں۔

صفحہ ۷۳ میں ہے:

حقیقتِ ابدی ہے مقامِ شبیری

بدلتے رہتے ہیں اندازِ کوفی و شامی!

سورۃ النساء: آیت ۵۹ میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ

اے ایمان والو، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اور جو تم میں سے حاکم ہوں۔

یہ حکم راعی اور رعایا دونوں کے لیے ہے۔ اگر حاکم اللہ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہیں کرتا تو پھر اُس کی اطاعت بھی نہیں کرنی چاہیے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت سے یہی پیام دیا ہے۔

ص ۷۳ ہی میں ہے:

عجب نہیں کہ مسلماں کو پھر عطا کر دیں
شکوہِ سنجر و فقرِ جنیدؒ و بسطامیؒ !

ممکن ہے کہ علامہ اقبال نے پاکستان کو ایسی خوبیوں کا حامل ہونے کی یہ پیش گوئی کی ہو۔

سورۃ المجادلہ: آیت ۱۱ میں ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ⑪

اللہ درجے بلند کرے گا اُن لوگوں کے جو ایمان لائے اور اُن کے جنہیں علم دیا گیا اور اللہ خوب واقف ہے اُس سے جو تم عمل کرتے ہو۔

سورۃ النور کی آیت ۵۵ بھی دیکھیں۔

صفحہ ۷۴ میں ہے:

نگاہ پاک ہے تیری تو پاک ہے دل بھی
کہ دل کو حق نے کیا ہے نگاہ کا پیرو

سورۃ الذاریت: آیات ۲۰-۲۱ میں ہے:

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ⑳ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ㉑

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے اور خود تم میں، تو کیا تمہیں دکھائی نہیں دیتا۔

دکھائی دے گا تو اپنے اندر اور زمین میں اللہ کی نشانیاں نظر آئیں گی۔

صفحہ ۷۴ ہی میں ہے:

رہے نہ ایبک و غوری کے معرکے باقی ہمیشہ تازہ و شیریں ہے نغمۂ خسرو

شہاب الدین محمد غوری کے غلام قطب الدین ایبک نے ہندوستان میں ۶۰۲ھ سے ۶۰۷ھ تک حکومت کی ہے لیکن ان سے زیادہ پائدار امیر خسرو کا کلام ہے جس میں تازگی، شگفتگی اور سچائی ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۸۳ میں ہے:

قُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا

لوگوں سے عمدہ طریقے سے بات کرو۔

اور سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۵۳ میں ہے:

قُلْ لِعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

میرے بندوں سے فرمادو کہ وہ بات کہیں جو سب سے اچھی ہو۔

سورۃ الاحزاب: آیت ۷۰ میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا

اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور بات کہو سیدھی (سچی اور پکی)۔

صفحہ ۴۰۶ ہی میں ہے:

کھو نہ جا اس سحر و شام میں اے صاحب ہوش!

اک جہاں اور بھی ہے جس میں نہ فردا ہے نہ دوش!

ابراہیم: آیت ۴۸ میں ہے:

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ وَبَرَزُوا لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝

جس دن (قیامت کے دن) بدل دی جائے گی زمین، اس زمین کے سوا اور آسمان (بھی) اور لوگ نکل کھڑے ہوں گے ایک اللہ کے سامنے جو سب پر غالب ہے۔

اور سورۃ المومن: آیت ۱۷ میں ہے:

اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝

آج ہر جان اپنے کیے کا بدلہ پائے گی۔ آج کسی پر زیادتی نہیں۔ بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

صفحہ ۷۵ میں ہے:

نظر آئی نہ مجھے قافلہ سالاروں میں
وہ شبانی کہ ہے تمہیدِ کلیم اللّٰہی!

صفحہ ۸۸ میں بھی ہے:

دمِ عارف نسیمِ صبحدم ہے
اسی سے ریشۂ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسّر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

سورۃ القصص کی آیات ۲۲ تا ۲۸ میں موسٰی علیہ السلام کے واقعات ہیں کہ وہ مدین میں کس طرح شعیب علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے اور دس سال تک اُن کی ملازمت کی۔ اس واقعے سے یہاں علامہ اقبال نے بھی ایک صحیح عارف کی صحبت حاصل کرنے کا مشورہ دیا ہے۔

صفحہ ۷۶ میں ہے:

ایک سرمستی و حیرت ہے سراپا تاریک!
ایک سرمستی و حیرت ہے تمام آگاہی!

صوفیہ کے نزدیک حیرت کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ حیرتِ محمود جو مشاہدۂ تجلیات سے طاری ہوتی ہے:

من عرف اللہ فلا کلامہ و دام تحیرہ۔

۲۔ حیرتِ مذموم یعنی سرگشتگی جو منکرین کا خاصہ ہے:

حیرتِ محمود کی مثال موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ہے۔

سورۃ الاعراف: آیت ۱۴۳ میں ہے:

فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا

جب اُس (موسیٰؑ) کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا، اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰؑ گر گئے بے ہوش۔

صفحہ ۶، ہی میں ہے:

چیتے کا جگر چاہیے، شاہیں کا تجسس
جی سکتے ہیں بے روشنیٔ دانش و فرہنگ!

اللہ کے آگے جھک جانے کے بعد ایسا عزم اور حوصلہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی اور سہارے کی ضرورت نہیں رہتی (کرمِ کتابی بننے کی ضرورت بھی نہیں رہتی)۔

سورۃ ہُود: آیت ۱۲۳ میں ہے:

وَاِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَیْهِ

اور اسی کی طرف سب کاموں کی رجوع ہے تو اس کی بندگی کرو اور اس پر بھروسا رکھو۔

سورۃ مریم: آیت ۶۵ میں ہے:

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِیًّا

آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے سب کا مالک، تو اُسے پوجو اور اس کی بندگی پر ثابت رہو کیا تو کسی ایسے (بُت) کو جانتا ہے جو اس (اللہ) کے نام کا ہو؟

سورۂ یونس : آیت ۸۴ میں بھی ہے :

وَقَالَ مُوسٰی یٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ
فَعَلَیْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ ۝

اور موسیٰ نے کہا، اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان لائے تو اسی پر بھروسا کرو
اگر تم مسلمان ہو۔

صفحہ ۷۶ ہی میں ہے :

کر بلبل و طاؤس کی تقلید سے توبہ
بلبل فقط آواز ہے، طاؤس فقط رنگ!

سورۂ لقمٰن : آیت ۶ میں ہے :

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ
اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ ۖ وَّیَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ۝

اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں (لہو و لعب) خریدتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے بہکا دیں۔
بے سمجھے اور اُسے ہنسی بنالیں۔ اُن کے لیے ذلّت کا عذاب ہے۔

سورۃ النمل : آیت ۲۴ میں ہے :

وَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ

اور سنوار دیے اُن کے لیے شیطان نے اُن کے اعمال۔

لہو و لعب اور شیطانی کاموں سے احتراز چاہیے۔

صفحہ ۷۷ میں ہے :

فقر کے ہیں معجزات تاج و سریر و سپاہ
فقر ہے میروں کا میر، فقر ہے شاہوں کا شاہ

سورۂ طٰہٰ : آیت ۱۳۱ میں ہے :

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ

تُو نہ دوڑا اپنی نگاہوں کو اُن چیزوں کی طرف جن سے ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو بہرہ مند کیا ہے (یعنی) دنیوی زندگی کی آرائش کی طرف۔ یہ اس لیے ہے کہ ہم اس میں اُن کو آزمائیں۔ اور تیرے رب کا رزق بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

پس جب اللہ پاک اپنے انعام کا وعدہ کر کے دنیا سے بے رغبتی اور بے نیازی کی تعلیم دے رہا ہے تو پھر بندہ کیوں غیر اللہ کا محتاج بنے؟

صفحہ ۷۷ ہی میں ہے:

علم کا مقصود ہے پاکیٔ عقل و خرد
فقر کا مقصود ہے عفتِ قلب و نگاہ
علم فقیہہ و حکیم، فقر مسیح و کلیم
علم ہے جویائے راہ، فقر ہے دانائے راہ
فقر مقامِ نظر، علم مقامِ خبر
فقر میں مستی ثواب، علم میں مستی گناہ!

یہ تمام اشعار قریب قریب ایک ہی مفہوم والے ہیں۔ علم و حکمت کی رغبت کے لیے سورۂ طٰہٰ: آیت ۱۱۴ میں یہ دعا سکھائی ہے:

رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا — اے رب، بڑھاتا رہ مجھے علم میں۔

سورۃ البقرہ: آیت ۲۶۹ میں ہے:

مَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا

جس کو حکمت دی گئی تو گویا اُسے دولتِ کثیر دی گئی۔

علم و حکمت سے ضرور یہ نعمتیں حاصل ہوتی ہیں لیکن یہ چیزیں "چراغِ راہ" ہیں۔ اصل منزلِ مقصود جو غیر اللہ سے بے نیازی اور اللہ سے حضوری سکھاتی ہے وہ بندے کو اللہ کی رضا میں ضم کر دیتی ہے اور وہ کہتا ہے (الانعام: آیت ۱۶۲):

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

صفحہ ۸۷ میں ہے:

تڑپ رہا ہے فلاطوں میانِ غیب و حضور
ازل سے اہلِ خرد کا مقام ہے اعراف!

غیب یعنی حواسِ انسانی کا احوالِ خلق کی طرف متوجہ ہونا اور حضور یعنی خود کو خدا کے روبرو موجود سمجھنا — یہ صوفیہ کا قول ہے، لیکن افلاطون دوسرے طریقے سے یوں کہتا ہے کہ اشیائے کائنات کا علم محض کلیات، تصورات اور عالمگیر صداقتوں کے ذریعے سے کسی حد تک ہو سکتا ہے لیکن چونکہ اشیاء ہر وقت متغیر ہوتی رہتی ہیں اس لیے ان کا علم حقیقی اور اصلی نہیں ہے۔ چنانچہ دنیا میں جو کچھ نظر آتا ہے وہ لائقِ اعتبار نہیں۔ گویا اس نے عالمِ موجودات کا انکار اور عالمِ غیر محسوس کا اثبات کیا۔ اقبال کے شعر میں یہی ذکر ہے کہ افلاطون کو غیب و حضور کے متعین کرنے میں ناکامی ہوئی۔ اور وہ ظن و تخمین ہی کی دنیا میں رہا۔ خرد والے اور ظن و تخمین والے گھاٹے میں ہیں:

سورۃ التوبہ: آیت ۴۵ میں ہے:

.... اِنَّمَا یَسْتَاْذِنُکَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِیْ رَیْبِهِمْ یَتَرَدَّدُوْنَ ﴿۴۵﴾

رخصت وہی مانگتے ہیں آپ سے جو یقین نہیں کرتے اللہ پر اور یومِ آخر پر

اور شک میں پڑے ہیں دل ان کے، سو وہ اپنے شک ہی میں بھٹکتے ہیں۔

یہ آیت دراصل جہاد سے بچنے والوں کے متعلق ہے۔ یہاں حقیقت سے بچنے والوں پر بھی صادق آتی ہے۔

صفحہ ۷۸ ہی میں ہے:

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی، نہ صاحبِ کشاف

فخرالدین محمد رازی (المتوفی ۶۰۶ھ) نے "تفسیرِ کبیر" لکھی اور محمد بن عمر جاراللہ زمخشری (المتوفی ۵۳۷ھ) نے "تفسیرِ کشاف" لکھی۔

علامہ اقبال کے والد صاحب نے ان کے بچپن میں یہ نصیحت کی تھی کہ:

"جب تک تم یہ نہ سمجھو کہ قرآن تمہارے قلب پر بھی اسی طرح اترتا ہے، جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اقدس پر نازل ہوا تھا، تلاوت کا مزہ نہیں آئے۔"

سورۃ النساء: آیت ۱۶۶ میں ہے:

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ

لیکن اللہ شاہد ہے اس پر جو آپ پر نازل کیا کہ یہ نازل کیا ہے اپنے علم کے ساتھ (نزولِ قرآن اللہ کے علم اور شہادت کے ساتھ ہے)۔

صفحہ ۷۹ میں ہے:

میں جانتا ہوں جماعت کا حشر کیا ہو گا
مسائلِ نظری میں الجھ گیا ہے خطیب

غلط قسم کے مولویوں نے اپنے حلوے مانڈے کی خاطر چھوٹی چھوٹی باتوں سے گروہ بندی کی ہوئی ہے۔

سورۃ الروم : آیات ۳۱ ، ۳۲ میں ہے:

مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۳۱﴾ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا
دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾

اس کی طرف رجوع لاتے ہوئے اور اس سے ڈرو اور نماز قائم رکھو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔ اُن میں سے جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کئی فرقے ہو گئے۔ ہر گروہ (کے لوگ) اُس پر جو اُن کے پاس ہے، مگن ہیں۔

صفحہ ۷۰۹ ہی میں ہے:

سنا ہے میں نے سخن رس ہے ترکِ عثمانی
سنائے کون اسے اقبال کا یہ شعرِ غریب
سمجھ رہے ہیں وہ یورپ کو ہم جوار اپنا
ستارے جن کے نشیمن سے ہیں زیادہ قریب

صدیوں تک تُرک نے یورپ اور ایشیا کے علاقوں پر اپنا قبضہ رکھا۔ پھر پہلی جنگِ عظیم میں کمزور ہوگیا۔ تاہم مصطفےٰ کمال پاشا نے اُسے تقویت دی لیکن اب وہ خود کو۔ یورپ کا ملک کہنے میں فخر محسوس کرنے لگا ہے۔ اگر وہ خود کو مسلمان سمجھے تو آسمانوں کی بلندی تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

سورۃ الجاثیہ : آیت ۱۳ میں ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾

اور مسخر کر دیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اپنے حکم سے

بے شک اس میں نشانیاں ہیں غور کرنے والوں کے لیے۔ اسی صفحے میں ہے:

اندازِ بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اُتر جائے ترے دل میں مری بات!

یا وسعتِ افلاک میں تکبیرِ مسلسل
یا خاک کے آغوش میں تسبیح و مناجات

وہ مذہبِ مردانِ خود آگاہ و خدا مست
یہ مذہبِ مُلّا و جمادات و نباتات!

"مردانِ خود آگاہ" وسعتِ افلاک میں پہنچ جاتے ہیں جیسا کہ ابھی سورۃ الجاثیہ کی آیت ۱۲ دیکھی ہے۔ انسان کے علاوہ دوسری مخلوق صرف تسبیح ہی کرتی ہے۔

سورۃ الحشر: آیت ۱، سورۃ الصف: آیت ۱:

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

اللہ کی تسبیح کرتی ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور زمین میں۔

صفحہ ۸۰ میں ہے:

ظلامِ بحر میں کھو کر سنبھل جا
تڑپ جا پیچ کھا کھا کر بدل جا
نہیں ساحل تری قسمت میں اے موج!
ابھر کر جس طرف چاہے نکل جا

مسلمان ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔ وہ سخت کوشی اور پیہم جستجو کے لیے پیدا ہوا ہے۔ سورۃ الکھف (آیت ۶۰) میں موسیٰؑ کے ذریعے پیام ہے ـــ جس کا ذکر صفحہ ۵۸ میں آچکا ہے۔ صفحہ ۷۶ میں سورۃ ہود: آیت ۱۲۳ ـــ سورۃ مریم: آیت ۶۵ ـــ اور سورۃ یونس: آیت ۸۴ بھی ملاحظہ ہوں۔

صفحہ ۸۱ میں ہے:

مکانی ہوں کہ آزادِ مکاں ہوں؟
جہاں میں ہوں کہ خود سارا جہاں ہوں؟

مسلمان کسی مکان کا پابند نہیں اور اسی کے لیے سارا جہان پیدا کیا گیا ہے۔ صفحہ ۶۹ میں سورۃ البقرہ کی آیت ۲۹ دیکھیں۔

صفحہ ۸۱ ہی میں ہے:

یقیں مثلِ خلیل آتش نشینی!
یقیں اللہ مستی، خودگزینی!

یقین اور ایمانِ کامل ہو تو ابراہیم علیہ السلام کی آگ بھی گلزار بن جاتی ہے۔

سورۃ الانبیاء: آیت ۶۹ میں ارشاد ہے:

قُلْنَا يٰنَارُ كُونِي بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ

ہم نے حکم دیا، اے آگ، ہو جا ٹھنڈک اور سلامتی ابراہیم (علیہ السلام) کے لیے۔

صفحہ ۸۲ میں ہے:

ع ہر اک ذرہ میں ہے شاید مکیں دل

ہر چیز میں دل ہو گا کیونکہ ہر چیز اگتی اور بڑھتی ہے۔

صفحہ ۷۰ میں سورۃ الذاریات کی آیتیں ۲۰-۲۱ دیکھیں۔ سورۃ المائدہ کی آیت ۱۰۵ بھی آ چکی ہے، یعنی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ....

اے ایمان والو تو اپنی فکر رکھو (اپنی خودی کی حفاظت کرو)۔

یہی خودی ہر مخلوق کے دل میں ہے جو اُسے آگے بڑھنے میں آمادگی سکھاتی ہے۔

صفحہ ۸۱ ہی میں ہے :

ترا اندیشہ افلاکی نہیں ہے
تری پرواز لولاکی نہیں ہے
یہ مانا اصل شاہینی ہے تیری
تری آنکھوں میں بیباکی نہیں ہے

مسلمان ہی کے لیے یہ کائنات بنائی گئی ہے۔ سورۃ البقرہ : آیت ۲۹ ۔ سورۃ الانبیاء : آیت ۱۰۵
اور سورۃ الاحزاب : آیت ۲۷، اُوپر آ چکی ہیں۔

صفحہ ۸۳ میں ہے :

ع نہیں ممکن امیری بے فقیری !

فقیر سوائے اللہ کے کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔ یہی بے نیازی اصل امیری ہے۔ صفحہ ۷۷ میں سورۂ طٰہٰ کی آیت ۱۳۱ مذکور ہوئی وہ دیکھیں۔

صفحہ ۸۳ ہی میں ہے :

خودی کی جلوتوں میں مصطفائیؐ
خودی کی خلوتوں میں کبریائیؔ
زمین و آسمان و کرسی و عرش
خودی کی زد میں ہے ساری خدائی

خودی کی بہترین مثال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے جو انسانیت کی معراج ہے اور خودی جو ہر چیز میں موجود ہے اس کے پسِ پردہ اللہ کی ذات ہے جس سے خودی کی تخلیق ہوتی ہے۔

سورۃ المائدہ : آیت ۱۰۵ ۔ اور سورۃ الجاثیہ : آیت ۱۱۳ کے علاوہ انسانیت کی معراج کبھی رحمۃ للعالمینؐ (الانبیاء : آیت ۱۰۷) کبھی رؤف رحیمؐ (التوبہ : آیت ۱۲۸) اور کبھی خاتم النبیینؐ

(الاحزاب : آیت ۴۰) کی شان میں نظر آتی ہے اور کبھی دین و نعمت کی تکمیل (المائدہ : آیت ۳) کی خوشخبری سناتی ہے۔ یہی مقام خودی کا منتہیٰ ہے۔

اسی صفحے میں ہے:

نہ چھوڑ اے دل فغانِ صبح گاہی
اماں شاید ملے اللہ ھُو میں

(سورۃ المزمل : آیت ۲) کا حکم بھی ہے اور امان و سکون کے لیے سورۃ الرعد:

آیت ۲۸ میں ارشاد ہے:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

سن لو۔ اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

صفحہ ۵۳ ہی میں ہے:

جمالِ عشق و مستی نَے نوازی
جلالِ عشق و مستی بے نیازی
کمالِ عشق و مستی ظرفِ حیدرؓ
زوالِ عشق و مستی حرفِ رازیؒ!

جب بندہ اللہ کا ہو جاتا ہے اور جذبِ کامل حاصل کر لیتا ہے تو وہ رومیؒ کی طرح کہتا ہے:

بشنو از نَے چوں حکایت می کند
وز جدائیہا شکایت می کند

ایسا شخص تمام عالم سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور حیدری قوتِ بازو بھی حاصل کر لیتا ہے۔ ایسے شخص کے لیے فخر الدین رازی کی متکلمانہ بحث کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ وہ یقینِ کامل کا نمونہ ہوتا ہے۔

سورۃ العنکبوت: آیت ۶۹ میں ہے:

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝

اور جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھادیں گے اور بے شک اللہ، نیکوں کے ساتھ ہے (ان کی مدد فرماتا ہے)۔

صفحہ ۴۸ میں ہے:

مری تقدیر ہے خاشاک سوزی
فقط بجلی ہوں میں، حاصل نہیں میں

سورۃ النجم: آیت ۳۹ میں ہے:

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی

انسان نہ پائے گا مگر اپنی کوشش۔

حدیث میں بھی ہے:

السعی منی والاتمام من اللہ ٥

کوشش میری اور نتیجہ اللہ کے ہاتھ ہے۔

صفحہ ۴۸ ہی میں ہے:

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے

صفحہ ۱۵ کی آیتیں دیکھیں۔

صفحہ ۵۱ میں ہے:

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے
مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے

مسلمانوں کا جوش اور ولولہ جو محبت اور عشق کے لوازمات میں سے ہے ختم ہوگیا ہے۔ اسی کو حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کا ایمان یہ ہونا چاہیے جو سورۃ الانعام: آیت ۱۶۲ میں مذکور ہے کہ:

إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے

جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔

مسلمان کی زندگی اور موت سب کچھ اللہ کے لیے ہونی چاہیے اور یہ مقام اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب عشق ہو اور عشق جوش اور ولولے ہی سے ظاہر ہوتا ہے۔

صفحہ ۸۶ میں ہے:

جوانوں کو مری آہِ سحر دے
پھر ان شاہیں بچوں کو بال و پر دے
خدایا آرزو میری یہی ہے
مرا نورِ بصیرت عام کر دے

شاہیں بچے یعنی مسلمان۔ شاہین میں اسلامی فقر کی خصوصیات ملتی ہیں، یعنی:

۱۔ خود دار اور غیرت مند ہے کہ دوسرے کا مارا ہوا شکار نہیں کھاتا۔

۲۔ بے تعلق ہے کہ آشیانہ نہیں بناتا۔

۳۔ بلند پرواز ہے۔

۴۔ خلوت پسند ہے۔

۵۔ تیز نگاہ ہے۔

آہِ سحر = تہجد کی بیداری۔ سورۃ المزمل: آیت ۶ میں ہے:

إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلًا

بے شک رات کا اٹھنا، وہ زیادہ دبا ؤ ڈالتا ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔

صفحہ ۸۶ ہی میں ہے:

کرم تیرا کہ بے جوہر نہیں میں   غلامِ طغرل و سنجر نہیں میں

جہاں، بینی مری فطرت ہے لیکن   کسی جمشید کا ساغر نہیں ہیں

اللہ کے فضل سے میں کسی بادشاہ کا غلام نہیں ہوں جو اللہ کا صحیح بندہ ہوتا ہے وہ غیر اللہ کا محتاج نہیں ہوتا۔

سورۃ الاعراف : آیت ۵۴ میں ہے :

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ

سن لو، اسی (اللہ کے) ہاتھ میں ہے، پیدا کرنا اور حکم دینا۔

اور

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ   (اعراف : ۵۶)

بے شک اللہ کی رحمت نیکوں سے قریب ہے (پھر وہ نیک کسی غیر اللہ کا محتاج کیوں بنے؟)۔

صفحہ ۸۰ میں ہے :

کبھی تنہائیِ کوہ و دمن عشق
کبھی سوز و سرور و انجمن عشق
کبھی سرمایۂ محراب و منبر
کبھی مولا علیؓ خیبر شکن عشق!

صفحہ ۸۲ میں سورۃ العنکبوت کی آیت ۶۹ دیکھیں۔

صفحہ ۸۷ ہی میں ہے :

عطا اسلاف کا جذبِ دروں کر
شریکِ زمرہ لَا یَحْزَنُوْنَ کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
مرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

سورۂ یونس: آیت ۶۲ میں ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾

سن لو، بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔

عارفین کے نزدیک ولایت نام ہے قربِ الٰہی کا اور ہمیشہ اللہ کے ساتھ مشغول رہنے کا۔ جب بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے تو اسے کسی چیز کا خوف نہیں ہوتا۔ اور نہ کسی شے کے فوت ہونے کا غم ہوتا ہے۔

صفحہ ۸۰ ہی میں ہے:

یہ نکتہ میں نے سیکھا بوالحسن سے
کہ جاں مرتی نہیں مرگِ بدن سے

بوالحسن یعنی حضرت علیؓ سے یہ قول "نہج البلاغہ" میں منقول ہے:

انہ یموت من مات منا و لیس بمیت ہ

جو مرتا ہے وہ لوگوں کے نزدیک مرجاتا ہے لیکن اس کی روح نہیں مرتی۔

سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۸۵ میں ہے:

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾

آپؐ فرما دیں، روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا۔

مرگِ بدن کے بعد روح کا قائم رہنا صحیح ہے لیکن انسان اس بات کو کیا سمجھ سکتا ہے؟

صفحہ ۸۵ میں ہے:

ع نہ خود بیں، نے خدا بیں، نے جہاں بیں

انسان کا مقام کتنا بلند ہے کہ وہ اللہ کا نائب ہے (البقرہ: آیت ۳۰) اور اسی کے لیے ہر چیز پیدا کی گئی ہے (البقرہ: آیت ۲۹)، لیکن جب وہ اپنے اس مقام کو نہیں پہچانتا اور

احسن التقویم کی منزل سے واقف نہیں ہوتا تو پھر:

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ (سورۃ التین: آیت ۵)

پھر ہم نے اسے نیچے سے نیچی حالت کی طرف پھیر دیا۔

صفحہ۵۸ ہی میں ہے:

دمِ عارف نسیمِ صبحدم ہے
اسی سے ریشۂ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسّر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

صفحہ ۷۵ میں ذکر آچکا ہے۔ اس "دو قدم" کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ) نے "مکتوبات": دفتر اوّل، مکتوب ۱۱۵ میں لکھا ہے:

"یہ راہ جسے ہم طے کرنا چاہتے ہیں سات قدموں کی ہے۔ دو قدم عالم خلق میں اور پانچ قدم عالمِ امر میں ہیں۔ . . . . بعضوں نے کہا ہے کہ یہ راہ دو قدم کی ہے۔ اس سے اُن کی مراد عالمِ خلق اور عالمِ امر ہے "اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ۔ (الاعراف: ۵۴)۔"

صفحہ ۸۹ میں ہے:

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تُو باقی نہیں ہے

ہم رسمیہ مسلمان ہیں، صحیح مسلمان نہیں۔ ہماری مثال ان لوگوں جیسی ہے جن کا ذکر سورۃ الحجرات: آیت ۱۴ میں ہے:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾

گنوار بولے، ہم ایمان لائے۔ آپؐ فرمادیں کہ تم ایمان تو نہ لائے، ہاں یوں کہو کہ ہم مطیع ہوئے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا؟ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کروگے تو تمہارے کسی عمل کو اللہ ضائع نہیں کرے گا۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

صفحہ ۸۹ ہی میں ہے:

کُھلے جاتے ہیں اسرارِ نہانی
گیا دورِ حدیثِ لن ترانی
ہوئی جس کی خودی پہلے نمودار
وہی مہدی، وہی آخر زمانی

موسیٰ علیہ السلام کو کہا گیا تھا لن ترانی (الاعراف: آیت ۱۴۳)، لیکن اب زمانہ یہ ہے کہ انسان خودنگری اور خودی کی بدولت بڑے سے بڑے مدارج حاصل کرسکتا ہے، یعنی عمل اور عشق اصل راز ہے۔

سورۂ آل عمران: آیت ۱۳۹ میں ہے:

وَ لَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾

اور نہ سست پڑو اور نہ غم کرو۔ تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔

مومن کے ایمان کا تقاضا عمل اور عشق ہے۔

اسی صفحے میں ہے:

؎ فقط امروز ہے تیرا زمانہ

سورۃ الرحمٰن : آیت ۲۹ میں ہے :

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ

وہ ہر دن ایک دھندے میں ہے۔

اور سورۃ البقرہ : آیت ۲۵۵ میں ہے :

لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ

اسے نہ اونگھ آئے نہ نیند۔

جب اللہ ایسا ہے تو اس کا نائب کیوں بے عمل ہے اور کیوں آج بیدار نہیں ؟

صفحہ ۸۹ ہی میں ہے :

تجھے گُر فقر و شاہی کا بتا دوں
غریبی میں نگہبانی خودی کی

صفحہ ۸۹ میں سورۃ طٰہٰ : آیت ۱۳۱ دیکھیں۔

صفحہ ۹۰ میں ہے :

تنِ بے روح سے بے زار ہے حق
خدائے زندہ زندوں کا خدا ہے

صفحہ ۸۹ میں سورۃ الرحمٰن کی آیت ۲۹ ، اور سورۃ البقرہ کی آیت ۲۵۵ دیکھیں۔

صفحہ ۹۰ ہی میں ہے :

ہیں صورتِ گل دستِ صبا کا نہیں محتاج
کرتا ہے مرا جوشِ جنوں میری قبا چاک!

مسلمان غیر اللہ کا محتاج نہیں۔ اس کا ایمان ہی اس کو عشق اور عمل سکھاتا ہے۔ صفحہ ۸۹ میں سورۃ آلِ عمران کی آیت ۱۳۹ دیکھیں۔

صفحہ ۹۱ میں ہے :

ہے یہی میری نماز، ہے یہی میرا وضو
میری نواؤں میں ہے میرے جگر کا لہو

جنت کی بشارت اُن لوگوں کے لیے ہے جو اس کی طرف رجوع کریں اور رجوع کرتا ہوا دل رکھتے ہوں۔

سورۂ ق: آیات ۳۲-۳۳ میں ہے:

هٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٍ ﴿٣٢﴾ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُّنِيبٍ ﴿٣٣﴾

یہ ہے وہ جس کا تم وعدہ دیے جاتے ہو ہر رجوع لانے نگہداشت والے کے لیے۔ جو رحمٰن سے بے دیکھے ڈرتا ہے اور رجوع کرتا ہوا دل لایا۔

صفحہ ۹۱ ہی میں ہے:

ع صحبتِ اہلِ صفا، نور و حضور و سرور

سورۃ الکہف: آیت ۲۸ میں ہے:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ

اور اپنے آپ کو ثابت قدم رکھ اُن لوگوں کے ساتھ جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں، اس کی خوشنودی (رضا) چاہتے ہیں اور تیری آنکھیں اُن سے نہ ہٹنے پائیں۔

صفحہ ۹۱ ہی میں ہے:

تجھ سے گریباں مرا مطلعِ صبحِ نشور
تجھ سے مرے سینے میں آتشِ اللّٰہ ہو

صفحہ ۸۲ میں سورۃ الرعد کی آیت ۲۸ آ چکی ہے وہ دیکھیں۔

صفحہ ۹۳ میں ہے:

سلسلۂ روز و شب، نقش گرِ حادثات!
سلسلۂ روز و شب، اصلِ حیات و ممات!

سورۃ البقرہ: آیت ۱۶۴ میں ہے:

..... اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کے بدلنے میں اور کشتی کو دریا میں لوگوں کے فائدے کے لیے چلتی ہے اور وہ جو اللہ نے آسمان سے پانی اتار کر مردہ زمین کو اس سے زندہ کیا اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے اور ہواؤں کی گردش اور وہ بادل کہ آسمان و زمین کے بیچ میں مسخّر ہیں، ان سب میں عقل مندوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں۔

سورۂ آل عمران: آیت ۱۹۰، اور سورۂ یونس: آیت ۶ وغیرہ میں بھی ایسے مضامین ہیں۔

صفحہ ۹۳ ہی میں ہے:

تیرے شب و روز کی اور حقیقت ہے کیا
ایک زمانے کی رَو، جس میں نہ دن ہے نہ رات

صفحہ ۸۹ میں سورۃ الرحمٰن کی آیت ۲۹ اور سورۃ البقرہ کی آیت ۲۵۵ دیکھیں۔

صفحہ ۹۴ میں ہے:

اوّل و آخر فنا، باطن و ظاہر فنا
نقشِ کہن ہو کہ نَو، منزلِ آخر فنا

سورۃ الرحمٰن: آیت ۲۶ میں ہے:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ

زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے۔

صفحہ ۹۴ ہی میں ہے:

ع عشق ہے اصلِ حیات، موت ہے اُس پر حرام

جوش، دلولہ، دُھن اور لگن سے زندگی عبارت ہے۔

سورۃ الحج: آیت ۳۲ میں ہے:

وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ

اور جو شخص شعائرِ الٰہی کا احترام کرتا ہے اس کا طریقِ عمل قلب کے تقوٰی کا نتیجہ ہے۔

تقوٰی دراصل ضمیر کے اس احساس کا نام ہے جس کی بنا پر ہر کام میں خدا کے حکم کے مطابق عمل کرنے کی شدید رغبت اور اس کی مخالفت سے شدید نفرت پیدا ہوتی ہے۔ گویا تقوٰی جو اقبال کی اصطلاح میں عشق ہے ایک ایجابی صفت ہے جو پہلے دل سے تعلق رکھتی ہے پھر تمام جوارح سے اور اسی سے بیداری پیدا ہوتی ہے جو انسان کو عملِ پیہم کے لیے آمادہ کرتی ہے۔ صفحہ ۲۲ میں بھی یہ بحث آ چکی ہے۔

صفحہ ۹۴ ہی میں ہے:

عشق دمِ جبرئیل، عشق دلِ مصطفےٰ!

عشق خدا کا رسول، عشق خدا کا کلام!

"تقوی القلوب" جس کا ذکر ابھی آیا، جبریل علیہ السلام نے بھی اسی کا پیام دیا اور حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی کی عملی تعلیم دی۔ جبریل علیہ السلام کو بھی چونکہ سورۃ التکویر میں (انہ لقول رسولٍ کریم) رسول کہا گیا ہے اس لیے یہاں بھی عشق کو (جس کا پیام جبریل علیہ السلام لائے ہیں) "خدا کا رسول" کہا ہے۔ بہرحال عشق ہی خدا کا مقصد ہے، ورنہ آدم کی تخلیق بے کار ہو

جائے گی۔

صفحہ ۹۵ میں ہے:

قطرۂ خونِ جگر، سِل کو بناتا ہے دل
خونِ جگر سے صدا سوز و سرور و سرود

یہی تقوی القلوب انسان کو جگر کاوی کے لیے آمادہ کرتا ہے۔ مسجدِ قرطبہ بھی اسی کا مظاہرہ ہے۔ اور اسی لیے:

ع عرشِ معلیٰ سے کم سینۂ آدم نہیں!

صفحہ ۹۵ ہی میں ہے:

پیکرِ نوری کو ہے سجدہ میسّر تو کیا
اس کو میسّر نہیں سوز و گدازِ سجود

فرشتے عبادت کرتے ہیں لیکن اس عبادت میں لذت صرف انسان کو اس کے قلب کے سوز کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ صفحہ ۹۱ میں سورۂ ق کی آیتیں ۴۲-۴۳ ملاحظہ ہوں۔

صفحہ ۹۶ میں ہے:

مٹ نہیں سکتا کبھی مردِ مسلماں، کہ ہے
اُس کی اذانوں سے فاش سرِّ کلیم و خلیل

مسلمان کی اذان سے غیر اللہ کے انکار کا اعلان ہوا کرتا ہے۔ یہ اعلان اگر دل سے ہے تو گویا ابراہیم علیہ السلام کی طرح بت شکنی اور موسیٰ علیہ السلام کی طرح فرعونی طاقت کی بیخ کنی کا اعلان ہے جو مسلمان ایسا ایمان رکھتا ہے وہ کبھی مٹ نہیں سکتا۔

سورۃ العنکبوت: آیت ۶۹ میں ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے (فلاح کے)

دکھا دیں گے۔

صفحہ ۹۷ میں ہے:

ہاتھ ہے اللہ کا، بندۂ مومن کا ہاتھ

غالب و کار آفریں، کار کشا، کار ساز

ایک حدیث ہے:

العبد یتقرب الیّ بالنوافل حتیٰ احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہٖ و بصرہٖ الذی یبصر بہٖ و یدہ الذی یبطش بہ و رجلہ الذی یمشی بہٖ ۔

بندہ مجھ سے نوافل (عبادت) کے ذریعے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے دوست بنا لیتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بینائی بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

سورۃ الانفال: آیت ۷ میں ہے:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ

(اے محبوبؐ) جب تم نے (کنکریاں) پھینکی تھیں تو تم نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں۔

سورۃ الفتح: آیت ۱۰ میں ہے:

يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ

اللہ کا ہاتھ اُن کے (مومنوں کے) ہاتھوں پر ہے۔

صفحہ ۹۷ ہی میں ہے: اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل

اس کی ادا دلفریب، اس کی نگہ دل نواز

مسلمان کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہ صفات سورۂ آل عمران: آیت ۱۵۹ میں بیان کی گئی ہیں۔ انہی کا پیرو مسلمان کو ہونا چاہیے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾

تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوبؐ، تم اُن کے لیے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج، سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے۔ تو تم انہیں معاف فرماؤ اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں اُن سے مشورہ لو اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو اللہ پر بھروسا کرو۔ بے شک توکل والے لوگ اللہ کو پیارے ہیں۔

صفحہ ۹۷ ہی میں ہے:

نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو!
رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاک باز!

سورۂ فتح کی آخری آیت میں ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

محمد رسول اللہ ہیں اور ان کے ساتھی جو ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔

اوپر کی آیت ۱۵۹ سورۂ آلِ عمران بھی دیکھیں۔

صفحہ ۹۸ میں ہے:

نقطۂ پرکارِ حق، مردِ خدا کا یقیں
اور یہ عالم تمام وہم و طلسم و مجاز

مردِ خدا کے ایمان اور یقین ہی کے گرد تمام عالم گھومتا ہے اور وہ سب پر غالب رہتا ہے۔

سورہ آلِ عمران : آیت ۱۳۹ میں ہے:

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ

اور مت سستی کرو اور مت غم کھاؤ۔ تم ہی غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

صفحہ ۹۸ ہی میں ہے:

عقل کی منزل ہے وہ، عشق کا حاصل ہے وہ
حلقۂ آفاق میں گرمیٔ محفل ہے وہ

مومنِ کامل ہر خیر کا مرجع ہے اور اسی کی وجہ سے دنیا کی محفل میں گرمی ہے، کیونکہ اسی کے لیے دنیا بنائی گئی ہے۔

سورۃ البقرہ : آیت ۲۹ میں ہے:

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لیے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

اور وہ خلیفۃ اللہ بھی ہے (سورۃ الانعام : آیت ۱۶۵)

صفحہ ۹۸ ہی میں ہے:

آہ وہ مردانِ حق! وہ عربی شہسوار
حاملِ خلقِ عظیم، صاحبِ صدق و یقیں

مردانِ حق کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سورۃ القلم : آیت ۴ میں ہے:

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ

اور بے شک آپ کے اخلاق بہت بلند ہیں۔

صفحہ ۹۸ ہی میں ہے:

جن کی حکومت سے ہے فاش یہ رمزِ غریب
سلطنتِ اہلِ دل فقر ہے، شاہی نہیں

سورۃ النور: آیت ۵۵ میں حکومت کے اہل ہونے کی یہ بشارت آئی ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ
مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا

اللہ نے وعدہ کیا ہے اُن لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور عمل صالح کیے کہ وہ ضرور ان کو زمین میں خلافت (حکومت) دے گا جس طرح اُن سے پہلوں کو دی اور ضرور اُن کے دین کو مضبوط کر دے گا جس کو اس نے پسند کیا ہے اور ضرور اُن کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

صفحہ ۹۹ میں ہے:

بوئے یمن آج بھی اس کی ہواؤں میں ہے
رنگِ حجاز آج بھی اس کی نواؤں میں ہے

ایک حدیث (گو کہ موضوع ہے) اس طرح ہے:

انی لاجد نفس الرحمٰن من قبل الیمن۔[۵]

یمن کی طرف سے مجھے خدا کی خوشبو آتی ہے۔

حضرت اویس قرنی رضؓ وہیں کے تھے، اُن کے متعلق یہ اشارہ ہے۔

صفحہ ۱۰۱ میں ہے:

جس میں نہ ہو انقلاب، موت ہے وہ زندگی
روحِ اُمم کی حیات کشمکشِ انقلاب!

سورۃ النور: آیت ۴۴ میں ہے:

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۴۴﴾

اللہ بدلی کرتا ہے رات اور دن کی۔ بے شک اس میں عبرت ہے نگاہ والوں

کے لیے۔

اور سورۂ آل عمران : آیت ۱۴۰ میں ہے :

وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ

اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لیے باریاں رکھی ہیں (کبھی کسی کی باری ہے کبھی کسی کی)۔

صفحہ ۱۰۳ میں ہے :

ع ہے سوزِ دروں سے زندگانی

سورۂ آلِ عمران : آیت ۱۳۹ میں ہے :

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ

اور نہ سست پڑو اور نہ غم کرو۔ تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔

صفحہ ۱۰۳ ہی میں ہے :

مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے
مومن کا مقام ہر کہیں ہے

سورۃ البقرہ : آیت ۲۹ میں ہے :

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لیے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

صفحہ ۱۰۴ میں ہے :

دیکھا بھی دکھایا بھی ، سنایا بھی سنا بھی
ہے دل کی تسلی نہ نظر میں نہ خبر میں

دل کی تسلی صرف اللہ سے رشتہ رکھنے میں ہے۔

سورۃ الرعد : آیت ۲۸ میں ہے :

اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ

سن لو، اللہ کی یاد ہی میں دل کا چین ہے۔

صفحہ ۱۰۵ میں ہے:

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی

شہادت ابدی زندگی ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۱۵۴ میں ہے:

وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ یُّقۡتَلُ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتٌ ؕ بَلۡ اَحۡیَآءٌ وَّلٰکِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۵۴﴾

اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں۔ ہاں تم کو خبر نہیں۔

پھر شہید کا درجہ صدیق کے بعد ہی ہوتا ہے۔

سورۃ النساء: آیت ۶۹ میں ہے:

وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا ﴿۶۹﴾

اور جو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرے تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور صالح لوگ۔ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

صفحہ ۱۰۵ ہی میں ہے: دلِ مردِ مومن میں پھر زندہ کردے
وہ بجلی کہ تھی نعرۂ لاتذر میں

نوح علیہ السلام کی دعا سورۂ نوح: آیت ۲۶ میں ہے:

وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِينَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾

اور نوح نے عرض کی' اے میرے رب، ان کافروں میں سے کسی کو بھی روئے زمین پر باقی نہ چھوڑ۔

صفحہ ۱۰۶ میں ہے:

اے انفس و آفاق میں پیدا ترے آیات!
حق یہ ہے کہ ہے زندہ و پابندہ تری ذات!

سورۂ فصلت: آیت ۵۳ میں ہے:

سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ .....

اب ہم دکھائیں گے اپنی نشانیاں آفاق میں اور ان کی جانوں میں حتیٰ کہ کھل جائے اُن پر کہ یہ ٹھیک ہے۔

صفحہ ۱۰۶ ہی میں ہے:

آج آنکھ نے دیکھا تو وہ عالم ہوا ثابت!
میں جس کو سمجھتا تھا کلیسا کے خرافات!

عرب میں قبیلۂ عذرہ کا ایک دروغ گو شخص خرافہ تھا۔ اسی سے یہ لفظ بنایا گیا، یعنی لغو باتیں۔ کلیسا والوں نے خلافِ عقل باتیں (عقائد و اعمال) شروع کر دی تھیں اس لیے اُن کے خلاف احتجاج شروع ہوا، پھر یہ احتجاج ضد اور نفرت کی حد تک پہنچ گیا حتیٰ کہ کلیسا کے بتائے ہوئے خدا کا بھی انکار ہونے لگا۔

سورۂ فصلت: آیت ۲۹ میں ہے:

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ

وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۲۹﴾

اور کافر بولے (جہنم میں) "اے ہمارے رب، ہمیں دکھا وہ دونوں جن اور آدمی جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا کہ ہم انہیں اپنے پاؤں تلے ڈالیں کہ وہ ہوں نیچے سے نیچے والوں میں۔

صفحہ ۱۰۱ میں ہے:

یہ علم، یہ حکمت، یہ تدبر، یہ حکومت
پیتے ہیں لہو، دیتے ہیں تعلیمِ مساوات

یورپ والوں کے علم، تدبر وغیرہ کا مقصد صرف خون چوسنا ہے کیونکہ ان پر شیطان نے قابو پا لیا ہے۔

سورۃ المجادلہ: آیت ۱۹ میں ہے:

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

ان پر شیطان نے قابو پا لیا۔ پس اس نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا۔ یہ شیطان کی جماعت ہے۔ سن رکھو، شیطان کی جماعت ہی نقصان اٹھانے والی ہے۔

اسی لیے اس جماعت کی وجہ سے ہے:

؎ بیکاری و عریانی و مے خواری و افلاس

صفحہ ۱۰۸ میں ہے:

؎ ہیں تلخ بہت بندۂ مزدور کے اوقات

سورۃ الذاریات: آیت ۱۹ میں ارشاد ہے:

وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾

اور اُن کے مالوں میں حق ہے سائل اور محروم کا۔

مزدور کو محروم رکھا جاتا ہے اور اسے اس کا پورا حق نہیں دیا جاتا۔

سورۃ الفجر: آیات ۱۹۔ ۲۰ میں ہے:

وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا ﴿١٩﴾ وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿٢٠﴾

اور میراث کا مال ہپ ہپ کھاتے ہو اور مال کی نہایت محبت رکھتے ہو۔

صفحہ ۱۰۸ ہی میں ہے:

؏ کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ؟

معیشت پر اترانے والوں کی ہلاکت یقینی ہے۔

سورۃ القصص: آیت ۵۸ میں ہے:

وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا

اور کتنے شہر ہم نے ہلاک کر دیے جو اپنے عیش پر اترا گئے تھے۔

صفحہ ۱۰۹ میں ہے:

؏ دانش و دین و علم و فن بندگیِ ہوس تمام

صفحہ ۱۰۷ کی آیت دیکھیں۔

صفحہ ۱۰۹ ہی میں ہے:

؏ جوہرِ زندگی ہے عشق، جوہرِ عشق ہے خودی

زندگی بغیر عشق کے اور عشق بغیر خودی کے نہیں ہے۔

صفحہ ۹۴ میں سورۃ الحج کی آیت ۳۲ دیکھیں۔

صفحہ ۱۱۰ میں ہے:

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہیں روزی
اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

صفحہ ۱۰۸ میں سورۃ الذاریات: آیت ۱۹۔ سورۃ الفجر: آیات ۱۹۔ ۲۰۔ اور سورۃ القصص: آیت ۵۸

دیکھیں۔

صفحہ ۱۱۱ میں ہے:

سرخ و کبود بدلیاں چھوڑ گیا سحابِ شب!
کوہِ اضم کو دے گیا رنگ برنگ طیلساں!
گرد سے پاک ہے ہوا، برگِ نخیل دُھل گئے
ریگِ نواحِ کاظمہ نرم ہے مثلِ پرنیاں!

امام صالح شرف الدین ابو عبداللہ محمد بن حسن البوصیری (المتوفی ۶۹۴ھ/ ۱۲۹۶ء) کا قصیدہ بُردہ اس طرح شروع ہوتا ہے:

امن تذکر جیرانٍ بذی سلم
مزجت دمعاً جریٰ من مقلۃٍ بدم
ام ھبت الریح من تلقآء کاظمۃٍ
او اومض البرق فی الظلمآء من اضم

"کیا تجھے ذی سلم کے ہمسائے یاد آ گئے کہ آنسو ملا ہوا خون تیری آنکھوں سے جاری ہے یا کاظمہ کی طرف سے ہوا آ گئی، یا اضم سے اندھیری رات میں بجلی چمکی؟"

کاظمہ (مدینہ) اور کوہِ اضم (مدینہ کے قریب پہاڑ) کے متعلق:

آئی صدائے جبرئیل تیرا مقام ہے یہی
اہلِ فراق کے لیے عیشِ دوام ہے یہی

ایک مسلمان کے لیے کونین میں اس سے زیادہ دلکش اور راحت افزا مقام کوئی نہیں۔

رومیؒ کہتے ہیں:

مسکنِ یار است و شہرِ شاہِ من
پیشِ عاشق ایں بود حب الوطن

سورۃ الانبیاء کی آیت ۱۰۷ ہے:

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۰۷﴾

اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کے لیے۔

ایسے پیارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دیار کی چیزیں اقبال کو کیوں عزیز نہ ہوں؟

صفحہ ۱۱۲ میں ہے:

قافلۂ حجاز میں ایک حسینؓ بھی نہیں
گرچہ ہے تاب دار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات

کیا پوری قوم میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرح حق کے لیے قربانی دینے والا اب کوئی نہیں۔

سورۃ النساء: آیت ۵۹ میں ہے:

۔۔۔۔۔۔۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِى الۡاَمۡرِ مِنۡكُمۡ‌ۚ فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِىۡ شَىۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ‌ ؕ ذٰلِكَ خَيۡرٌ وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِيۡلًا ﴿۵۹﴾

اے ایمان والو، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اور جو تم میں سے حاکم۔ پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اللہ اور رسولؐ کے حضور رجوع کرو۔ اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی خلافت کو اسی لیے تسلیم نہیں کیا کہ اُس نے اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت چھوڑ دی تھی۔

اب بھی ہمارے حاکم ایسے ہی ہیں لیکن قومِ حجاز میں کوئی حسینؓ نظر نہیں آتا۔

صفحہ ۱۱۲ ہی میں ہے:

صدق خلیلؑ بھی ہے عشق صبرِ حسینؓ بھی ہے عشق!

معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق!

ایمان کی گرمی اور تقوی القلوب نہ ہوتا تو یہ تمام واقعات ہمیشہ کے لیے زندگی نہ پاتے۔ صفحہ ۹۴ میں سورۃ الحج کی آیت ۳۲ دیکھیں۔

صفحہ ۱۱۲ ہی میں ہے:

آیۂ کائنات کا معنئ دیر یاب تُو!

نکلے تری تلاش میں قافلہ ہائے رنگ و بُو!

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں جن کی منتظر کائنات رہی ہے۔

سورۃ الاحزاب: آیت ۴۰ میں ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝

محمدؐ، تمہارے مَردوں میں سے کسی کے والد نہیں، ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے، اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

اگر معنئ دیر یاب سے مراد اللہ پاک ہے تو پھر سورۃ الانعام: آیت ۱۰۴ میں ارشاد ہے:

لَّا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ ۖ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۝

نگاہیں اُس کو نہیں پاتیں اور وہ نگاہوں کو پا لیتا ہے۔ وہ لطیف اور باخبر ہے۔

صفحہ ۱۱۳ میں ہے:

لوح بھی تُو، قلم بھی تُو تیرا وجود الکتاب!

گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب!

ہر چیز مسلمانوں کے لیے ہے اور ہر چیز سے وہ بلند ہے۔ "ضربِ کلیم" میں بھی کہا ہے کہ:

ع قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

صفحہ ۸۷ دیکھیں۔

صفحہ ۱۱۳ ہی میں ہے:

شوکتِ سنجر و سلیم، تیرے جلال کی نمود!

فقرِ جنید و بایزید، تیرا جمالِ بے نقاب!

علامہ اقبال اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:

"دینِ اسلام جو ہر مسلمان کے عقیدے کی رُو سے ہر شے پر مقدم ہے نفسِ انسانی اور اس کی مرکزی قوتوں کو فنا نہیں کرتا بلکہ اُن کے عمل کے لیے حدود معین کرتا ہے۔ ان حدود کے معین کرنے کا نام، اصطلاحِ اسلام میں شریعت یا قانونِ الٰہی ہے۔ خودی خواہ مسولینی کی ہو خواہ ہٹلر کی، قانونِ الٰہی کی پابند ہو جائے تو مسلمان ہو جاتی ہے۔ مسولینی نے حبشہ کو محض جوع الارض کی تسکین کے لیے پامال کیا مسلمانوں نے اپنے عروج کے زمانے میں حبشہ کی آزادی کو محفوظ رکھا۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ پہلی صورت میں خودی کسی قانون کی پابند نہیں، دوسری صورت میں قانونِ الٰہی اور اخلاق کی پابند ہے۔ بہر حال حدودِ خودی کے تعین کا نام شریعت ہے اور شریعت کو اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام طریقت ہے۔ جب احکامِ الٰہی خودی میں اس حد تک سرایت کر جائیں کہ خودی کے پرائیوٹ امیال و عواطف

باقی نہ رہیں اور صرف رضائے الٰہی اس کا مقصود ہو جائے
تو زندگی کی اس کیفیت کو بعض اکابر صوفیائے اسلام
نے فنا کہا ہے، بعض نے اسی کا نام بقا رکھا ہے۔"[۱۱]

اسلامی حکومت اور اسلامی فقر دونوں کا مقصد امر بالمعروف اور دعوتِ خیر ہے۔

سورہ آل عمران: آیت ۱۰۴ میں ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں، اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔

صفحہ ۱۱۴ میں ہے:

تازہ مرے ضمیر میں معرکۂ کہن ہوا!
عشق تمام مصطفٰےؐ، عقل تمام بولہب!

مظاہر کے عرفان میں عقل مدد تو دے سکتی ہے لیکن حقائق کو پہچاننے سے قاصر ہے۔ عشق کا مفہوم، جیسا کہ خود علامہ اقبال نے ایک جگہ بتایا ہے، ہر اس چیز کو اپنے اندر جذب کرنا ہے جو اعلیٰ اور اکمل ہو۔ یہ صرف جذباتی چیز نہیں بلکہ قوتِ فعال بھی ہے۔ گویا اعلیٰ اور اکمل کی طلب ایک طرح سے عشقِ الٰہی کے مترادف ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس عشق کا سب سے اعلیٰ مظہر ہیں اور اس قسم کی عقل کا نمائندہ ابولہب ہے۔

سورہ یونس: آیت ۱۵ میں ہے:

قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ أَنْ أُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ إِنْ أَتَّبِعُ
إِلَّا مَا يُوْحٰٓى إِلَيَّ

آپ فرما دیں، مجھے نہیں پہنچتا کہ میں اپنی طرف سے (قرآنی آیات کو) بدل دوں

ہیں تو اسی کا اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی ہوتی ہے (اعلیٰ اور اکمل کی طلب کی یہ شان ہے)۔

اور سورۃ الجاثیہ : آیت ۳۲ میں ہے :

وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿۳۲﴾

اور جب کہا جاتا ہے بے شک اللہ کا وعدہ سچا اور قیامت میں شک نہیں، تم کہتے ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہے، ہمیں تو یونہی کچھ گمان سا ہوتا ہے اور ہمیں یقین نہیں (یہ ظن و تخمین والی عقل ایسا سوچتی ہے)۔

سورۃ النجم : آیت ۲۸ میں ہے :

وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ﴿۲۸﴾

اور بے شک گمان، یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔

صفحہ ۱۱۴ ہی میں ہے :

گرمیِ آرزو فراق ! شورشِ ہائے وہو فراق !
موج کی جستجو فراق ! قطرہ کی آبرو فراق !

ہجر کی وجہ سے تڑپ پیدا ہوتی ہے اور اعلیٰ و اکمل کی طلب بھی۔ اقبال فنا اور وصل کے قائل نہیں بلکہ درد و اضطراب اور سوز و فراق کو روحِ انسانی کا نقطۂ عروج مانتے ہیں۔

سورۃ النمل : آیت ۶۲ میں ہے :

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾

یا وہ لاچار کی سنتا ہے جب وہ اُسے پکارے اور دور کر دیتا ہے برائی اور تمہیں زمین کا وارث کرتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی خدا ہے؟ بہت ہی کم دھیان

کرتے ہیں۔

پکارنا اور اضطراب میں مبتلا ہونا طلب کی دلیل ہے۔ پھر یہ طلب نیابتِ الٰہی کے اعلیٰ مدارج تک پہنچا دیتی ہے۔

صفحہ ۱۱۵ میں جگنو کہتا ہے:

اللہ کا سو شکر کہ پروانہ نہیں میں!
دریوزہ گرِ آتشِ بیگانہ نہیں میں!

اس شعر میں سبق دیا ہے کہ غیر اللہ کی محتاجی سے بچنا چاہیے۔

سورۂ یونس: آیت ۱۰۶ میں ہے:

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور اللہ کے سوا کسی اور کو نہ پکار جو نہ تیرا بھلا کر سکے اور نہ بُرا۔ پھر اگر تو ایسا کرے تو اُس وقت تو ظالموں میں سے ہو گا۔

صفحہ ۱۱۶ میں ہے:

یہ ایک بات کہ آدم ہے صاحبِ مقصود
ہزار گونہ فروغ و ہزار گونہ فراغ!

انسان اگر یہ سمجھ لے کہ اُسی کے لیے دنیا پیدا کی گئی تو وہ غیر اللہ سے فراغت پالے گا اور ہر طرح کے فروغ کے لیے کوشاں رہے گا۔

سورۃ البقرہ: آیت ۲۹ میں ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا

وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

صفحہ ۱۱۷ میں ہے:

مانگنے والا گدا ہے! صدقہ مانگے یا خراج!
کوئی مانے یا نہ مانے میر و سلطاں سب گدا!

ایک دنیوی بادشاہ کا کردار سورۃ الکھف: آیت ۷۹، میں حضرت خضرؑ کے بیان میں مذکور ہے:

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾

وہ جو کشتی تھی وہ کچھ محتاجوں کی تھی کہ دریا میں کام کرتے تھے تو میں نے چاہا کہ اُسے عیب دار کردوں اور اُن کے پیچھے ایک بادشاہ تھا کہ ہر ثابت کشتی زبردستی چھین لیتا۔

عام بادشاہوں کا یہی حال ہے جو دوسروں کے مال کی بدولت بادشاہ بنتے ہیں۔

صفحہ ۱۱۷ ہی میں ہے:

نہیں فردوس مقامِ جدل و قال و اقول
بحث و تکرار اس اللہ کے بندے کی سرشت!

صفحہ ۷۹، میں سورۃ الروم کی آیتیں ۳۱-۳۲ دیکھیں۔

صفحہ ۱۱۸ میں ہے:

ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی
ہوس کی امیری، ہوس کی وزیری

جب اللہ کے لیے حکومت تھی تو امر بالمعروف کے لیے تھی اور جب یہ حکومت دنیا کے لیے ہوگئی تو پھر ہوس ہی ہوس کارفرما ہوگئی۔

صفحہ ۱۱۳ میں سورۃ آل عمران کی آیت ۱۰۴ - اور صفحہ ۱۱۰ میں سورۃ الکھف کی آیت ۷۹، دیکھیں۔

صفحہ ۱۱۸ ہی میں ہے:

یہ اعجاز ہے ایک صحرا نشیں کا
بشیری ہے آئینہ دارِ نذیری

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم بشیر بھی ہیں اور نذیر بھی۔

سورۃ السبا : آیت ۲۸ میں ہے :

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا

اور اے محبوب ہم نے تم کو نہیں بھیجا مگر ایسی رسالت کیساتھ جو تمام انسانوں کو گھیرنے والی ہے، خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا۔

(بشیر، یعنی کثرت سے اللہ کے انعامات کی خوشخبری سنانے والا۔
نذیر، یعنی نافرمانوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا۔)

اس سے پہلے والی آیتیں دیکھیں - وہ کافی ہیں۔

صفحہ ۱۱۵ میں ہے:

دہ خدایا! یہ زمیں تیری نہیں، تیری نہیں!
تیرے آبا کی نہیں، تیری نہیں، میری نہیں!

سورۃ الرعد : آیت ۱۶ میں ہے:

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ

آپؐ فرمادیں کہ کون ہے رب آسمانوں کا اور زمین کا؟ فرمادیں کہ اللہ۔

اس نظم کے مضامین، سورہ ابراہیم کی آیات ۳۲ - ۳۴ سے ماخوذ ہیں:

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ

لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۝

اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین بنائے اور آسمان سے پانی اتارا تو اس سے کچھ پھل تمہارے کھانے کو پیدا کیے اور تمہارے لیے کشتی کو مسخر کیا کہ اس کے حکم سے دریا میں چلے اور تمہارے لیے ندیاں مسخر کیں اور تمہارے لیے سورج اور چاند مسخر کیے جو برابر چل رہے ہیں اور تمہارے لیے رات اور دن مسخر کیے اور تمہیں بہت کچھ منہ مانگا دیا اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کر سکو گے۔ بے شک انسان بڑا ظالم، بڑا ناشکرا ہے۔

صفحہ ۱۲۰ میں ہے:

نہ ڈھونڈ اس چیز کو تہذیبِ حاضر کی تجلّی میں
کہ پایا میں نے استغنا میں معراجِ مسلمانی!

سورۂ فاطر: آیت ۸ میں ہے:

. . . . أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوْءُ عَمَلِهِ فَرَاٰهُ حَسَنًا فَإِنَّ
اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ
عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝

تو کیا وہ جس کی نگاہ میں اس کا برا کام آراستہ کیا گیا کہ اس نے اسے بھلا سمجھا، ہدایت والے کی طرح ہو جائے گا؟ پس بے شک اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور راہ دیتا ہے جسے چاہے۔ تو تمہاری جان ان پر حسرتوں میں نہ جائے اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

غیر اللہ سے بے نیازی اور صرف اللہ کے آگے جھکنا ہی اصل استغنا ہے۔ صفحہ ۱۱۵ کی آیت بھی دیکھیں۔

صفحہ ۱۲۰ ہی میں ہے:

نہ ہو نومید، نومیدی زوالِ علم و عرفاں ہے
امیدِ مردِ مومن ہے خدا کے رازدانوں میں!

سورۂ یوسف: آیت ۸۷ میں ہے:

اِنَّہٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ

بے شک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے، مگر کافر۔

صفحہ ۱۲۰ ہی میں ہے:

نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے! بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں!

اقبال نے مسلمان کو شاہین سے تشبیہ دی ہے کہ اس میں یہ خصوصیات پائی جاتی ہیں:

۱۔ خوددار اور غیرت مند ہے کہ اور کے ہاتھ کا مارا شکار نہیں کھاتا؛
۲۔ بے تعلق ہے کہ آشیانہ نہیں بناتا؛
۳۔ بلند پرواز ہے؛
۴۔ خلوت پسند ہے؛
۵۔ تیز نگاہ ہے۔

سورۃ البلد: آیت ۴ میں ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ

بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

صفحہ ۱۲۱ میں ہے:

ہے شباب اپنے لہو کی آگ میں جلنے کا نام
سخت کوشی سے ہے تلخ زندگانی! انگبیں

مشکلات کا مقابلہ کرنا ہی عین زندگی اور عین شباب ہے۔

سورۃ الرعد کی آیت ۱۱ میں ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

بے شک اللہ اُس قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت نہ بدلے۔

صفحہ ۱۲۱ میں شاہین اپنے بچے سے کہتا ہے:

جو کبوتر پر جھپٹنے میں مزا ہے اے پسر!
وہ مزا شاید کبوتر کے لہو میں بھی نہیں

سورۃ الانعام: آیت ۳۸ میں ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْہِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ

اور نہیں کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرندہ کہ اپنے پروں پر اُڑتا ہے مگر تم جیسی اُمتیں۔

اللہ پاک نے زمین پر چلنے والوں اور آسمان پر اڑنے والوں کو تم جیسا بنایا ہے۔ وہ بھی حرکت اور عمل کی وجہ سے زندہ رہتے ہیں۔

صفحہ ۱۲۱ ہی میں ہے:

تو شاخ سے کیوں پھوٹا، میں شاخ سے کیوں ٹوٹا
اک جذبۂ پیدائی، اک لذتِ یکتائی!

سورۃ الزخرف: آیت ۱۰ میں ہے:

اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَہْدًا وَّ جَعَلَ لَکُمْ فِیْہَا سُبُلًا لَّعَلَّکُمْ تَہْتَدُوْنَ ۝

وہ جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا کیا اور تمہارے لیے اس میں راستے (منازل اور مقاصد کی طرف) کیے کہ تم راہ پاؤ۔

اسی بات کو اسی غزل میں آگے بیان کیا ہے:

ع ہے گرمیِ آدم سے ہنگامۂ عالم گرم !

صفحہ ۱۲۱ سے "ساقی نامہ" شروع ہوتا ہے جس میں بھی عمل، حرکت، گرمی، پیہم کوشش، مسلسل جستجو اور مشکل پسندی کے پیام ہیں :

ع ٹھہرتے نہیں آشیاں میں طیور

ع رُکے جب تو سِل چیر دیتی ہے یہ

ع لڑادے ممولے کو شہباز سے !

ع پرانی سیاست گری خوار ہے !

ع گیا دورِ سرمایہ داری گیا

ع گراں خواب چینی سنبھلنے لگے !

اس کے بعد صفحہ ۱۲۴ میں مسلمانوں کے ادبار کا ذکر ہے کہ :

تمدن، تصوف، شریعت، کلام

بتانِ عجم کے پجاری تمام

مسلمانوں نے اپنے تمام کاموں میں قرآن و حدیث کی پیروی کے بجائے عجم کی پیروی اپنا رکھی ہے۔ اسی لیے:

حقیقت خرافات میں کھو گئی

یہ اُمت روایات میں کھو گئی

سورۃ المائدہ : آیت ۴۸ میں ہے :

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ

اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب اتاری جو تصدیق کرنے والی ہے اُن

کتابوں کی جو اس سے پہلے آچکی ہیں اور وہ ان پر محافظ و گواہ ہے۔ پس آپ ان میں اُسی کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے نازل کیا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اُس کو چھوڑ کر جو آپؐ کے پاس حق کے ساتھ آیا ہے۔

خطیبوں کی لچھے دار تقریریں اور صوفیوں کے عجمی خیالات رہ گئے ہیں اور صفحہ ۱۲۴ :

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

جوش اور گرمی، عمل کے لیے سرگرمی اور تن دہی نہ ہونے سے آج کا مسلمان راکھ کا ڈھیر بن گیا ہے، حالانکہ وہ عمل کے لیے پیدا کیا گیا تھا۔

سورۃ الملک کی آیت ۲ ہے :

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ
عَمَلًا وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ﴿۲﴾

وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہاری جانچ ہو (دنیا کی زندگی میں) کہ تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے اور وہی عزت والا اور بخشش والا ہے۔

صفحہ ۱۲۴ ہی میں ہے :

تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے
دلِ مرتضیٰؓ ، سوزِ صدیقؓ دے

اے اللہ ہم کو پھر عمل کی توفیق دے تاکہ ہم صحیح معنوں میں تیرے نائب اور خلیفہ کہلائے جا سکیں۔

سورۃ یونس : آیت ۱۴ میں ہے :

ثُمَّ جَعَلْنٰکُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِھِمْ لِنَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

پھر ہم نے ان کے بعد (بعض اُمتوں کے بعد) تمہیں زمین میں (اپنا) خلیفہ بنایا کہ

دیکھیں تم کیسے کام کرتے ہو۔

اس کے آگے آتا ہے:

جوانوں کو سوزِ جگر بخش دے
مرا عشق، میری نظر بخش دے

میری قوم کے نوجوان میری طرح دیکھنے کی توفیق حاصل کریں۔

سورۃ الحشر: آیت ۱۸ میں ہے:

وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ

اور چاہیے کہ ہر شخص دیکھتا رہے کہ اس نے کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے۔

پھر اقبال اپنے قلبی واردات اور ذاتی جذبات بیان کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ قوم بھی اسی طرح ہو جائے۔ اس کے بعد صفحہ ۱۲۵:

دمادم رواں ہے یمِ زندگی
ہر اک شے سے پیدا رمِ زندگی
اسی سے ہوئی ہے بدن کی نمود
کہ شعلے میں پوشیدہ ہے موجِ دود
گراں گرچہ ہے صحبتِ آب و گل
خوش آئی اسے محنتِ آب و گل

سورۃ البلد: آیت ۴ میں ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي كَبَدٍ

بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

سورۃ الاحقاف: آیت ۱۹ میں ہے:

وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِّمَّا عَمِلُوا — اور ہر ایک کے اپنے اپنے عمل کے درجے ہیں۔

سورۃ السجدہ: آیت ۷ میں ہے:

الَّذِیْٓ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ

وہ جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی۔

سورۃ العنکبوت: آیت ۲۰ میں ہے:

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ

آپ فرمادیں، زمین میں سفر کر کے دیکھو، اللہ کیونکر پہلے بناتا ہے۔

پھر صفحہ ۱۲۶ میں ہے:

فریبِ نظر ہے سکون و ثبات
تڑپتا ہے ہر ذرہ کائنات
ٹھہرتا نہیں کاروانِ وجود
کہ ہر لحظہ ہے تازہ شانِ وجود
سمجھتا ہے تو راز ہے زندگی
فقط ذوقِ پرواز ہے زندگی

صفحہ ۱۲۱ کی آیتیں دیکھیں یعنی الرعد: آیت ۱۱۔ الانعام: آیت ۳۸۔ الزخرف: آیت ۱۰

صفحہ ۱۲۷ میں ہے:

مذاقِ دوئی سے بنی زوج زوج
اٹھی دشت و کہسار سے فوج فوج

سورۂ یٰسٓ: آیت ۳۶ میں ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ

پاکی ہے اُسے جس نے سب جوڑے بنائے ان چیزوں سے جنہیں زمین اُگاتی

ہے اور خود اُن سے (اُن کی جانوں سے) اور اُن چیزوں سے جن کی انہیں خبر نہیں۔

صفحہ ۱۲۷ ہی میں ہے:

زمانہ کہ زنجیرِ ایام ہے
دموں کے الٹ پھیر کا نام ہے

سورہ آل عمران: آیت ۱۴۰ میں ہے:

وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ

اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لیے باریاں رکھی ہیں (کبھی کسی کی باری ہے کبھی کسی کی)۔

اسی صفحے میں ہے:

یہ موجِ نفس کیا ہے؟ تلوار ہے
خودی کیا ہے؟ تلوار کی دھار ہے
خودی کیا ہے؟ رازِ درونِ حیات!
خودی کیا ہے؟ بیدارئ کائنات!
خودی جلوہ بدمست و خلوت پسند!
سمندر ہے اک بوند پانی میں بند!

سورۃ المائدہ کی آیت ۱۰۵ پہلے بھی مذکور ہوئی:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

اے ایمان والو، تم اپنی فکر رکھو (اپنی خودی کی محافظت کرو) تمہارا کچھ نہ

بگاڑے گا جو گمراہ ہوا جب کہ تم راہ پر ہو۔ تم سب کی رجوع اللہ ہی کی طرف ہے۔ پھر وہ بتادے گا جو تم کرتے تھے۔

بعد کے اشعار میں بھی خودی کی تعریف و تشریح آتی ہے۔

صفحہ ۱۲۸ میں ہے:

خودی کے نگہباں کو ہے زہرِ ناب
وہ ناں جس سے جاتی رہے اس کی آب
وہی ناں ہے اس کے لیے ارجمند
رہے جس سے دنیا میں گردن بلند

صفحہ ۵۶ میں بھی انہوں نے کہا ہے:

اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی!

غیر اللہ کی محتاجی اپنے نفس کے لالچ کی وجہ سے ہے اور خودی کے منافی ہے۔

سورۃ الحشر: آیت ۹ میں ہے:

وَمَنْ يُوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۹

اور جو شخص اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہے۔

بندۂ حرص و ہوا کا ذکر سورۃ الاعراف: آیت ۱۷۶ میں آیا ہے۔

صفحہ ۱۲۸ ہی میں ہے:

تری آگ اِس خاک داں سے نہیں
جہاں تجھ سے ہے، تو جہاں سے نہیں
بڑھے جا یہ کوہِ گراں توڑ کر!
طلسمِ زمان و مکاں توڑ کر!

خودی شیرِ مولا، جہاں اس کا صید!
زمیں اس کی صید، آسماں اس کا صید!

سورۃ البقرہ: آیت ۲۹ میں ہے:

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا

وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

اور سورۃ الجاثیہ: آیت ۱۳ میں ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۱۳

اور تمہارے لیے مسخّر کیا گیا جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب اس کے حکم سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

سورۃ الدہر کی ابتدائی تین آیتوں میں انسان کو نیست سے ہست کرنے کی منزلیں بتائی گئی ہیں۔ اسی طرح سورۃ الحج کی آیت ۵ میں ہے۔ انسان اسی طرح منزلیں طے کرتا ہوا آگے سے آگے بڑھ سکتا ہے۔ جس قدر کسی چیز کی خودی قوی ہے اسی قدر اس کی زندگی پائیدار ہے۔ چنانچہ انسان کی خودی اس قدر قوی ہونی چاہیے کہ وہ ہر مقاومت پر غالب آجائے۔

صفحہ ۱۲۹ میں ہے:

جو تھا نہیں ہے، جو ہے نہ ہوگا، یہی ہے اک حرفِ محرمانہ!
قریب تر ہے نمود جس کی، اسی کا مشتاق ہے زمانہ!

ع لا تسبّوا الدہر را فرمانِ نبیؐ ست: (اسرارِ خودی)

یعنی زمانے کو بُرا نہ کہو۔ علامہ اقبال نے ڈاکٹر نکلسن کی فرمائش پر اپنے فلسفے کا جو خاکہ تیار کیا تھا، اس میں فرماتے ہیں:

"زمانے کو لمحات میں تقسیم کر دینے سے ہم اسے مکان سے

وابستہ کرتے ہیں۔ اسی لیے اس کو عبور کرنے میں
دشواری محسوس کرتے ہیں۔ زمانے کی حقیقت اس
وقت آشکارا ہو سکتی ہے جب ہم اپنی ذات میں غوطہ زنی
کریں، کیونکہ حقیقی زمانہ خود ہماری حیات ہی ہے
. . . . . دراصل ہم غیر زمانی ہیں اور موجودہ مقید
بالزمان زندگی میں بھی کبھی کبھی ہمیں اپنے غیر زمانی
ہونے کا احساس ہو سکتا ہے اگرچہ آنی ہوگا۔"

سورۃ الحشر: آیت ۱۸ میں ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ
اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾

اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو اور ہر نفس دیکھے کہ کل کے لیے کیا آگے بھیجا،
اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

صفحہ ۱۳۱ میں ہے:

عطا ہوئی ہے تجھے روز و شب کی بے تابی!
خبر نہیں کہ تو خاکی ہے یا کہ سیمابی!

عشق اور جوش (ولولہ، دھن، لگن) کی وجہ سے انسان میں سیمابی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔
جو اسے سرگرمِ عمل کرتی ہے۔

فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ (مریم: آیت ۶۵)

فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ (ھود: آیت ۱۲۳)

لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾ (النجم: آیت ۳۹)

وغیرہ آیتیں پہلے بھی مذکور ہوئی ہیں۔

صفحہ ۱۳۱ ہی میں ہے:

ع گراں بہا ہے ترا گریۂ سحر گاہی!

سورۂ مزمل: آیت ۶ میں ہے:

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ۝

بے شک رات کا اٹھنا بہت زیادہ دباؤ ڈالتا ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔

صفحہ ۱۳۲ میں ہے:

خورشیدِ جہاں تاب کی ضَو تیرے شرر میں!
آباد ہے اک تازہ جہاں تیرے ہُنر میں!
جچتے نہیں بخشے ہوئے فردوس نظر میں!
جنت تری پنہاں ہے ترے خونِ جگر میں!
اے پیکرِ گِل کوششِ پیہم کی جزا دیکھ!

صفحہ ۱۳۱ کی آیتوں کے علاوہ سورۃ الرعد کی آیت ۲۹ ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ

وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کو خوشی ہے اور اچھا انجام۔

سورۃ العصر بھی ملاحظہ ہو۔

صفحہ ۱۳۳ ہی میں ہے:

ع محنت کش و خوں ریز و کم آزار ازل سے

صفحہ ۱۲۵ کی آیتیں دیکھیں۔

صفحہ ۱۳۳ ہی میں ہے:

ع ہے راکبِ تقدیرِ جہاں تیری رضا دیکھ!

صفحہ ۵۵ کی آیتوں میں تفصیل سے بحث آ چکی ہے۔

صفحات ۱۲۴ تا ۱۴۳ میں مرید ہندی (یعنی اقبال) کے سوالات آتے ہیں جن کے جوابات پیرِ رومی کی "مثنوی" سے جمع کیے گئے ہیں۔

صفحہ ۱۳۴ میں ہے:

علم را بر تن زنی مارے بود

علم را بر دل زنی یارے بود

ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی دعا تھی کہ:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۱۲۹﴾

: البقرہ : ۱۲۹

اے رب ہمارے اور بھیج ان میں (ہماری ذرّیت میں سے) ایک رسول انہی میں سے کہ اُن پر تیری آیتیں تلاوت کرے اور انہیں سکھائے تیری کتاب اور حکمت اور ان کا تزکیہ فرمائے۔ بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

یعنی علم کتاب و حکمت کے بعد تزکیہ ہے اور علم کا مقصد یہی ہے۔

صفحہ ۱۳۵ میں ہے:

بر سماعِ راست ہر کس چیر نیست!

طعمہ ہر مرغکے انجیر نیست!

سورۃ النساء: آیت ۵۸ میں ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلٰى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ

بے شک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں اُن کے اہل کے سپرد کرو اور جب لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

یہاں امانت وسیع معنوں میں ہے۔ مادی اور غیر مادی چیزیں (مثلاً علم، ووٹ وغیرہ) بھی جن پر ہمارا قابو ہے غیر اہل کو نہیں دینا چاہیے۔

صفحہ ۱۲۵ ہی میں ہے:

دستِ ہر نا اہل بیمار ت کند

سوئے مادر آ کہ تیمارت کند

سورۃ التوبہ: آیت ۱۱۹ میں ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۱۹﴾

اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

سورۃ الاعراف: آیت ۱۹۹ میں ہے:

وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۱۹۹﴾

اور کنارہ کر جاہلوں سے۔

اسی صفحے ۱۲۵ میں ہے:

نقشِ حق را ہم بہ امرِ حق شکن!

بر زُجاجِ دوست سنگِ دوست زن!

اللہ کے حکم کے آگے چون و چرا کی گنجائش نہیں۔

سورۃ الانعام: آیت ۱۶۲ میں ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

آپ فرما دیں، بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے، پروردگار ہے سب جہانوں کا۔

صفحہ ۱۳۶ میں ہے: ظاہرِ نقرہ گر اسپید است و نو!

دست و جامہ ہم سیہ گردد ازو!

صفحہ ۱۲۵ کی آیتیں (التوبہ: ۱۱۹ - الاعراف: ۱۹۹) دیکھیں۔

صفحہ ۱۲۶ ہی میں ہے:

مرغِ پرنارستہ چوں پراں شود

طعمۂ ہر گربۂ دراں شود

مرید ہندی کے سوال میں ہے:

آہ مکتب کا جوانِ گرم خون

ساحرِ افرنگ کا صیدِ زبوں

سورۃ النور: آیت ۲۱ میں ہے:

لَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ
الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ

مت پیچھے چلو شیطان کے قدموں کے، اور جو شیطان کے قدموں کے پیچھے چلے گا تو وہ بے شک حکم دے گا بے حیائی کا اور برے کام کا۔

صفحہ ۱۳۶ ہی میں ہے:

قلب پہلو می زند با زر بشب

انتظارِ روز می دارد ذہب

سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۸۱ میں ہے:

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾

حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔

صفحہ ۱۳۷ میں ہے:

ظاہرش را پشۂ آرد بچرخ

باطنش آمد محیطِ ہفت چرخ

ضعیف البنیان انسان کے لیے سورۃ الجاثیہ: آیت ۱۳ میں ہے:

وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ

اور تمہارے لیے مسخر کیا گیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے سب کا سب، اس کے حکم سے۔

صفحہ ۱۳۷ ہی میں ہے:

آدمی دید است، باقی پوست است

دید آں باشد کہ دید دوست است

اللہ کو پہچاننے والا ہی آنکھ والا ہے اور اُسے بھولنے والا اندھا ہے۔

سورۂ طٰہٰ: آیت ۱۲۴ میں ہے:

وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ أَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾

اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لیے زندگانی تنگ ہے اور ہم قیامت کے دن اسے اندھا اٹھائیں گے۔

سورۂ ص: آیت ۴۵ میں ابراہیم، اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام کو ہاتھ والا اور آنکھ والا کہا ہے

سورۃ الذاریٰت: آیات ۲۰۔۲۱ میں آنکھوں والوں کا ذکر ہے جو زمین میں اور اپنی جانوں میں دیکھتے ہیں۔

صفحہ ۱۳۷ ہی میں ہے:

ہر ہلاک امت پیشیں کہ بُود!

زانکہ بر جندل گماں بردند عُود!

سورۃ المومن: آیت ۸۲ میں ہے:

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً وَ

اثَارًا فِی الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰی عَنْھُمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ۝

کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے اُن سے اگلوں کا کیسا انجام ہوا۔ وہ ان سے بہت تھے اور ان کی قوت زیادہ اور زمین میں نشانیاں (محل اور عمارتیں) ان سے زیادہ، تو اُن کے کام کیا آیا جو انہوں نے کمایا؟

صفحہ ۱۳۸ میں ہے:

تا دلِ صاحب دلے نامد بہ درد
ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد

موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کرنے والوں (یعنی فرعون کے قبطیوں) کی سخت پکڑ ہوئی۔

سورۃ الحج: آیت ۴۴ میں ہے:

وَکُذِّبَ مُوْسٰی فَاَمْلَیْتُ لِلْکٰفِرِیْنَ ثُمَّ اَخَذْتُھُمْ فَکَیْفَ کَانَ نَکِیْرِ ۝

اور موسیٰ کی تکذیب ہوئی تو ہم نے کافروں کو بہت ڈھیل دی، پھر انہیں پکڑا تو کیسا ہوا میرا عذاب؟

صفحہ ۱۳۸ ہی میں ہے:

زیرکی بفروش و حیرانی بخر!
زیرکی ظن است و حیرانی نظر!

سورۃ النجم: آیت ۲۸ میں ہے:

وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا

اور بے شک گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔

سورۃ البقرہ: آیت ۲۵۶ میں ہے:

قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ

بے شک خوب جدا ہوگئی نیک راہ (یقین) گمراہی سے۔

صفحہ ۱۳۸ ہی میں ہے:

بندۂ یک مردِ روشن دل شوی

بہ کہ بر فرقِ سرِ شاہاں روی

سورۃ المائدہ: آیت ۳۵ میں ہے:

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ
وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو (قربِ الٰہی حاصل کرنے کے لیے) اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

صفحہ ۱۳۹ میں ہے:

بال بازاں را سوے سلطاں برد

بال زاغاں را بگورستاں برد

سورۃ الاعلیٰ: آیات ۲، ۳ میں ہے:

... الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی ۝ وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی

جس نے پیدا کیا پھر ٹھیک کیا اور جس نے مقدر کیا پھر راہ دکھائی۔

بے شک ہر چیز لوحِ محفوظ میں لکھ دی گئی لیکن راہِ ہدایت بھی دی ہے تاکہ اچھے بُرے میں تمیز کرنے کی صلاحیت پیدا ہو۔

صفحہ ۱۳۹ ہی میں ہے:

مصلحت در دینِ ما جنگ و شکوہ

مصلحت در دینِ عیسیٰ غار و کوہ

اسلام نے رہبانیت نہیں سکھائی بلکہ حق و باطل کے درمیان تفریق کر کے حقوق العباد پر زیادہ زور دیا ہے۔ جہاد مومن کے لیے خصوصی فائدے پہنچاتا ہے۔

سورۃ العنکبوت: آیت ۶ میں ہے:

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ

اور جس نے جہاد کیا (اللہ کی راہ میں کوشش کی) تو اپنے بھلے ہی کے لیے کوشش کی۔

صفحہ ۱۲۹ ہی میں ہے:

بندہ باش و بر زمیں رو چوں سمند!
چوں جنازہ نے کہ بر گردن برند!

اللہ کے بندے بن جاؤ پھر سب کچھ مل سکتا ہے۔

سورۃ ہود: آیت ۱۲۳ میں ہے:

..... وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ
كُلُّهُ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿١٢٣﴾

اور اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کے غیب اور اسی کی طرف سب کاموں کی رجوع ہے تو اُس کی بندگی کرو اور اس پر بھروسا رکھو اور تمہارا رب تمہارے کاموں سے غافل نہیں۔

صفحہ ۱۴۰ میں ہے:

پس قیامت شو قیامت را بہ بیں!
دیدنِ ہر چیز را شرط است ایں!

یعنی اخلاص ہر کام میں کامیابی دلاتا ہے۔

سورۂ ص: آیات ۴۶ - ۴۷ میں ہے:

إِنَّا أَخْلَصْنَاهُم بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿٤٦﴾ وَإِنَّهُمْ عِندَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ ﴿٤٧﴾

بے شک ہم نے انہیں (پیغمبران کو) ایک خلوص کی بات سے امتیاز بخشا کہ وہ

اس گھر کی (دارِ آخرت کی) یاد ہے اور بے شک وہ ہمارے نزدیک چُنے ہوئے پسندیدہ ہیں۔

صفحہ ۱۴۰ ہی میں ہے:

آں کہ ارزد صید را عشق است و بس
لیکن او کے گنجد اندر دامِ کس!

سورۂ آل عمران: آیت ۱۳۹ میں ہے:

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ

اور نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ تم ہی غالب آؤگے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

عشق اور لگن ہو اور سستی نہ ہو تو ایمان کی برکت سے کامیابی ہو گی۔

صفحہ ۱۴۰ ہی میں ہے:

دانہ باشی مرغکانت بر چنند!
غنچہ باشی کودکانت بر کنند!

خود کو مضبوط رکھنا چاہیے تاکہ کوئی طاقت غالب نہ آسکے۔

سورۃ الانفال: آیت ۶۰ میں ہے:

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ
تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ
لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ﴿٦٠﴾

اور تم تیار رکھا کرو ان کے لیے جتنا تم سے ہو سکے، قوت کی چیزیں اور جنگی گھوڑے جس سے ڈرتے رہیں اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن اور دوسرے بھی ان کے سوا جن کو تم نہیں جانتے، اللہ ان کو جانتا ہے (ان کاموں کے لیے) اور جو کچھ تم اللہ کی

خوشنودی میں خرچ کرو گے تم کو پورا پورا دے دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اس آیت میں قوّۃ کے ذیل میں اسلحہ اور جسمانی قوت بھی ہے اور رباط الخیل (گھوڑوں کی بندھی قطار) میں بری، بحری اور فضائی انتظامات بھی آجاتے ہیں۔

صفحہ ۱۴۱ میں ہے:

تو ہمی گوئی مرا دل نیز ہست!

دل فرازِ عرش باشد نے بہ پست!

صفحہ ۹۵ میں اقبال نے بھی کہا ہے:

ع عرشِ معلّٰی سے کم سینۂ آدم نہیں

سورۃ الحج کی آیت ۳۲ میں تقوی القلوب کی صلاحیتوں کا ذکر اوپر کئی جگہ آچکا ہے۔

صفحہ ۱۴۲ میں ہے:

آں کہ بر افلاک رفتارش بود

بر زمیں رفتن چہ دشوارش بود

سورۃ الجاثیہ کی آیت ۱۳ کا ذکر بھی کئی جگہ اوپر آچکا ہے کہ انسان کے لیے آسمانوں میں اور زمین میں ہر چیز مسخر کردی گئی ہے۔

صفحہ ۱۴۲ ہی میں ہے:

علم و حکمت زاید از نانِ حلال!

عشق و رقت آید از نانِ حلال!

۱۔ سورۃ طٰہٰ: آیت ۱۱۴ میں ہے:

رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا

اے رب، بڑھاتا رہ مجھے علم میں۔

۲۔ سورۃ البقرہ: آیت ۲۶۹ میں ہے:

مَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا

جس کو حکمت دی گئی تو (گویا) اُسے دولتِ کثیر دی گئی۔

۳۔ سورۃ الانفال: آیت ۳ میں ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ

ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کو یاد کیا جائے تو اُن کے دل ڈر جائیں۔

سورۃ المؤمنون: آیت ۶۰ ؛ الزمر: آیت ۲۳ میں بھی ایسے مضمون ہیں۔

ایمان والوں کی پہچانیں اُوپر بتائی گئیں۔ ایمان نہ ہو تو پھر کچھ نہیں۔

صفحہ ۱۴۲ ہی میں ہے:

ع خلوت از اغیار باید، نے زیار

سورۃ الاعراف: آیت ۱۹۹ میں ہے:

أَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ

کنارہ کر جاہلوں سے۔

سورۃ الانعام: آیت ۱۰۶ میں ہے:

أَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ

کنارہ کر مشرکوں سے۔

صفحہ ۱۴۲ ہی میں ہے:

کارِ مرداں روشنی و گرمی است

کارِ دوناں، حیلہ و بے شرمی است

(سورۃ آلِ عمران: آیت ۲۰۰ میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

اے ایمان والو، ثابت قدم رہو اور باہم ہمت دلاتے رہو اور جہاد کے لیے مستعد رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب رہو۔

اور سورۂ آل عمران: آیت ۱۳۹ میں ہے:

وَلَا تَهِنُوْا اور سستی مت کرو۔

صفحہ ۱۴۱ میں ہے:

جس کی نومیدی سے ہو سوزِ درونِ کائنات
اس کے حق میں تقنطوا اچھا ہے یا لا تقنطوا؟

یہاں شیطان، جبریل علیہ السلام سے کہہ رہا ہے کہ آدم علیہ السلام کو میں نے سجدہ نہیں کیا اس لیے راندۂ درگاہ ہوا۔ لیکن کائنات میں میری وجہ سے حق و باطل کی جنگ ہوئی اور میری وجہ سے دہاں سوز اور گرمی پیدا ہوئی۔

سورۃ الزمر: آیت ۵۳ میں ہے:

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا

اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔

صفحہ ۱۴۴ ہی میں ہے:

کھو دیے انکار سے تو نے مقاماتِ بلند
چشمِ یزداں میں فرشتوں کی رہی کیا آبرو!

سورۃ البقرہ: آیت ۳۴ میں ہے:

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ

اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔

صفحہ ۱۴۴ ہی میں ہے:

عـ قصۂ آدم کو رنگیں کر گیا کس کا لہو؟

اسی صفحے کی اوپر کی آیتیں دیکھیں کہ شیطان نے انکار ہی کی وجہ سے بنی آدم کو خیر و شر میں امتیاز کرنے کا موقع ملا۔

صفحہ ۱۴۵ میں ہے:

واقف ہو اگر لذتِ بیداریٔ شب سے
اونچی ہے ثریا سے بھی یہ خاکِ پُر اسرار

سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۷۹ میں ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾

اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کرو۔ یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے۔ قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے، جو تمہارے لیے مقامِ محمود ہے۔

صفحہ ۱۴۶ میں ہے:

یہ جوہر اگر کارفرما نہیں ہے
تو ہیں علم و حکمت فقط شیشہ بازی

یہ جوہر یعنی محبت اور عشق (تقوی القلوب) ہی وہ شے ہے جس کی وجہ سے علم و حکمت سراپا خیر ہے، ورنہ نہیں۔

صفحہ ۱۴۲ میں سورۂ طٰہٰ: آیت ۱۱۴؛ البقرہ: آیت ۲۶۹؛ الانفال: آیت ۲ وغیرہ آ چکی ہیں۔

صفحہ ۱۴۶ ہی میں ہے:

تو اے مسافرِ شب خود چراغ بن اپنا
کر اپنی رات کو داغِ جگر سے نورانی!

داغِ جگر (سوزِ جگر) سحر خیزی سے حاصل ہوتا ہے۔
صفحہ ۱۴۵ کی آیت دیکھیں۔

صفحہ ۱۴۷ میں ہے:

دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ، نئے صبح و شام پیدا کر

عشق (تقوی القلوب) کی وجہ سے بڑے بڑے کام انجام دیے جاسکتے ہیں۔
سورۃ الکہف: آیت ۶۰ اور سورۃ الحج: آیت ۳۲ دیکھیں۔

صفحہ ۱۴۷ ہی میں ہے:

خدا اگر دلِ فطرت شناس دے تجھ کو
سکوتِ لالہ و گل سے کلام پیدا کر

سورۃ النمل: آیت ۶۰ میں ہے:

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۗ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ۝

بادہ جس نے آسمان و زمین بنائے اور تمہارے لیے آسمان سے پانی اتارا، تو ہم نے اس سے باغ اگائے رونق والے۔ تمہاری طاقت نہ تھی کہ ان کے پیڑ اگاتے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے؟ بلکہ وہ لوگ راہ سے کتراتے ہیں (جو لوگ مشرک ہیں)۔

صفحہ ۱۴۷ ہی میں ہے:

مرا طریق امیری نہیں، فقیری ہے
خودی نہ بیچ، غریبی میں نام پیدا کر

سورۂ فاطر: آیت ۱۵ میں ہے:

يَاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۱۵﴾

اے لوگو تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔

جو اللہ کا محتاج ہو جاتا ہے وہ غیر اللہ سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

سورۂ یونس: آیت ۱۰۶ میں ہے:

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ

اور اللہ کے سوا اُس کی بندگی نہ کر جو نہ تیرا بھلا کر سکے اور نہ بُرا۔

صفحہ ۱۴۸ میں ہے:

حیراں ہے بوعلیؒ کہ میں آیا کہاں سے ہوں
رومیؒ یہ سوچتا ہے کہ جاؤں کدھر کو میں؟

حکیم ابو علی ابن سینا فلسفی تھے اور رومی اہلِ عشق تھے۔ اہلِ عشق اپنی منزلِ مقصود کو آسانی سے پہچان لیتا ہے لیکن فلسفی اپنی گتھیوں کے سلجھانے ہی میں عمر ختم کر دیتا ہے۔

سورۃ النور: آیت ۳۱ میں ہے:

وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾

اور اللہ کی طرف رجوع کرو اے مسلمانو، سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

پوری طرح رجوع الی اللہ دراصل عشق سکھاتا ہے اور پھر یقینی کامیابی ہے۔

صفحہ ۱۴۹ میں رومیؒ کا شعر ہے:

ہر کہ کاہ و جو خورد قرباں شود
ہر کہ نورِ حق خورد قرآں شود

گھاس کھانے والے جانور ذبح کیے جاتے ہیں لیکن نورِ حق سے مستفید ہونے والے لوگ

قرآن کی طرح ہر زمانے میں زندہ رہتے ہیں۔

سورۂ بنی اسرائیل : آیت ۸۲ میں ہے :

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ

اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔

ایک روایت ہے کہ قرآن سے شغف رکھنے والوں کی عمر بڑھادی جاتی ہے خواہ لوحِ محفوظ میں کم ہو۔

صفحہ ۱۵۰ میں ہے :

صفِ جنگاہ میں مردانِ خدا کی تکبیر !
جوششِ کردار سے بنتی ہے خدا کی آواز !

سورۃ الانفال : آیت ۱۷ میں ہے :

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى

اور اے محبوبؐ وہ جو تم نے مٹی پھینکی تم نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

یعنی مردانِ خدا کا ہر عمل خدا کا عمل ہوتا ہے۔

صفحہ ۱۵۰ ہی میں ہے :

ع ہے مگر فرصتِ کردار نفس یا دو نفس !

سورۃ المنافقون : آیت ۱۱ میں ہے :

وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا

اور ہرگز اللہ کسی جان کو مہلت نہ دے گا جب اس کا وعدہ (وقت) آجائے گا۔

صفحہ ۱۵۰ ہی میں ہے :

ندرتِ فکر و عمل کیا شے ہے ؟ ذوقِ انقلاب !
ندرتِ فکر و عمل کیا شے ہے ؟ ملت کا شباب !

صحیح فکر و عمل مطلوب ہے اور وہی انقلاب ہے۔

سورہ الرعد: آیت ۱۱ میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی

نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا (حالی)

اس نظم کا عنوان "مسولینی" ہے۔ اس کا آخری شعر یہ ہے:

فیض یہ کس کی نظر کا ہے؟ کرامت کس کی ہے؟

وہ کہ ہے جس کی نگہ مثلِ شعاعِ آفتاب!

مکاتیبِ اقبال" (حصہ دوم، مکتوب ۱۲۶) میں اقبال فرماتے ہیں:

"اس (مسولینی) کی نگاہ میں ایک ناممکن البیان تیزی ہے جس کو شعاعِ آفتاب سے تعبیر کر سکتے ہیں"۔

صفحہ ۱۵۱ میں ہے:

ع کرتے ہیں عطا مردِ فرومایہ کو میری؟

کیا فرومایہ لوگ دولتمند ہوتے ہیں؟ سورۃ الکہف: آیت ۴۶ میں ہے:

اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا

مال اور بیٹے یہ جیتی دنیا کا سنگار ہیں اور باقی رہنے والی اچھی باتیں (اعمالِ خیر) ہیں۔ اُن کا ثواب تمہارے رب کے یہاں بہتر اور وہ اُمیدیں سب سے بھلی۔ [۱۱۱]

صفحہ ۱۵۲ میں ہے:

زمانے میں جھوٹا ہے اس کا نگیں

جو اپنی خودی کو پرکھتا نہیں

بخاکِ بدن دانۂ دل فشاں
کہ ایں دانہ دارد ز حاصل نشاں

سورہ قٓ : آیت ۳۷ میں بتایا ہے کہ دلِ بیدار ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ

بے شک اس میں نصیحت ہے اُس کے لیے جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو (یعنی جس کی خودی بیدار ہو)۔

صفحہ ۱۵۳ میں ہے:

مرنگِ دیدۂ نادر بہ داغِ لالہ فشاں!
چناں کہ آتشِ او را دگر فرو نہ نشاں!

نادر شاہ افغان کے جوشِ ایمانی کو سراہا گیا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے سورۃ العنکبوت: آیت ۶۹ میں ہے:

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝

اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی، ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے اور بے شک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔

صفحہ ۱۵۴ میں ہے:

ع قبائل ہوں ملت کی وحدت میں گم

سورۃ الحجرات: آیت ۱۳ میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ
لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ۝

اے لوگو، ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور

قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔ بے شک، اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

صفحہ ۱۵۵ میں ہے:

اگر محصور ہیں مردانِ تاتار
نہیں اللہ کی تقدیر محصور

صفحہ ۱۵۰ میں سورۃ الرعد کی آیت ۱۱ دیکھیں اور اس سے پہلے والی سورۃ الحجرات کی آیت ۱۲ بھی دیکھیں۔ اس نظم کا شعر بھی انہی آیات کی روشنی میں دیکھیں:

خودی را سوز و تابے دیگرے دہ
جہاں را انقلابے دیگرے دہ

صفحہ ۱۵۶ میں ہے:

دل زندہ و بیدار اگر ہو تو بتدریج
بندے کو عطا کرتے ہیں چشمِ نگراں اور

صفحہ ۱۵۷ میں سورۃ ق کی آیت ۷، ۳ دیکھیں۔

اسی سلسلے کے یہ دو شعر ہیں:

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
مُلّا کی اذاں اور، مجاہد کی اذاں اور
پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

سورۃ ق: آیت ۸ میں ہے:

تَبۡصِرَةً وَّذِكۡرٰى لِكُلِّ عَبۡدٍ مُّنِيۡبٍ ۝

دیکھنا اور سمجھنا ہر رجوع والے بندے کے لیے ہے۔

رجوع الی اللہ کرنے سے نگاہ حقیقت کو دیکھنے لگتی ہے۔

صفحہ ۱۵۷ میں ہے:

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات!

سورۃ الانفال: آیت ۶۰ میں ہے کہ خود کو قوت کی چیزوں سے تیار رکھا کرو:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ
تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ
لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ

اور تم تیار رکھا کرو اُن کے لیے جتنا تم سے ہو سکے قوت کی چیزیں اور جنگی گھوڑے (سامان) جس سے ڈرتے رہیں اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن اور دوسرے بھی ان کے سوا جن کو تم نہیں جانتے، اللہ اُن کو جانتا ہے۔

حدیث میں ہے:

المؤمن القوی خیرٌ واحب الی اللہ من المؤمنین الضعیف:

(صحیح مسلم: ۲/۲۱۵)

قوی مومن، کمزور مومن سے، خدا کے نزدیک زیادہ بہتر اور محبوب ہے۔

صفحہ ۱۵۸ میں ہے:

وہی بُت فروشی وہی بُت گری ہے
سنیما ہے یا صنعتِ آزری ہے؟

سورہ لقمٰن: آیت ۶ میں ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ

اور لوگوں میں وہ بھی ہیں جو خریدتے ہیں باتوں کا کھیل تماشا تاکہ "بغیر علم" کے

ذریعے اللہ کی راہ سے بھٹکائیں اور اُسے ہنسی مذاق (کا ذریعہ) بنائیں۔ انہی کے لیے ذلّت کا عذاب ہے۔

لھوالحدیث میں ہر وہ چیز شامل ہے جو انسان کا وقت ضائع کرے اور اللہ کی راہ سے ہٹائے۔

صفحہ ۱۵۹ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) کے پیام کو اس طرح پیش کیا ہے:

عارف کا ٹھکانا نہیں وہ خطہ کہ جس میں
پیدا کلہِ فقر سے ہو طرۂ دستار

اہل اللہ کو ظاہری شان وشوکت زیب نہیں دیتی کیونکہ یہ شان وشوکت "خدمتِ سرکار" کی بدولت ہے۔ گویا اللہ والے دنیاداروں کے محتاج ہیں۔

سورۃ الزمر: آیت ۳۶ میں ہے:

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَیُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۶﴾

کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں؟ اور تمہیں ڈراتے ہیں اُس کے سوا دوسروں سے اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت کرنے والا نہیں۔

صفحہ ۱۵۹ ہی میں ہے:

اس کھیل میں تعیینِ مراتب ہے ضروری
شاطر کی عنایت سے تو فرزیں میں پیادہ

موجودہ سیاست میں بڑی مکاری اور عیاری ہے۔

سورۃ الانعام: آیت ۱۲۴ میں ہے:

وَمَا یَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ اور وہ مکر نہیں

کرتے مگر خود اپنی جانوں پر اور انہیں شعور نہیں۔

صفحہ ۱۶۰ میں ہے:

اک فقر سکھاتا ہے صیاد کو نخچیری!
اک فقر سے کھلتے ہیں اسرارِ جہانگیری!
اک فقر سے قوموں میں مسکینی و دلگیری!
اک فقر سے مٹی میں خاصیتِ اکسیری!
اک فقر ہے شبیری، اس فقر میں ہے میری!
میراثِ مسلمانی، سرمایۂ شبیری!

حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ (المتوفی ۱۲۴۰ھ) اپنے مکتوب نمبر ۹۳ میں لکھتے ہیں:

"(۱) فقر مذموم آنکہ از عدمِ اسباب بے صبری نماید۔ معاذ اللہ سیاہ روئی در آخرت است، خلاف امر خدا و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کردہ باشد کہ امر بصبر و ورع یافتہ، و در دنیا بشکایت و اظہارِ تنگی بے آبروئی است۔ الفقر سواد الوجہ فی الدارین ثابت شد۔

(۲) فقرِ محمود آنکہ از عدمِ اسباب صبر بلکہ رضا بلکہ التذاذ بآن نماید و در باطن عدم آرزو و عدمِ التفات بغیر وثوق بہ رجاء و خوف و توجہ بحضرتِ کبریا سبحانہ، کانک تراہ تمکن قوی باشد و این گاہ مرتبۂ احسان آنچناں غلبہ کند کہ ہر جا شہودِ او حق باشد۔ الفقر اذا تم ھو اللہ یعنی عدمِ التفات بغیر۔۔۔۔"

سورۃ العنکبوت: آیت ۶۹ میں ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی، ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے اور بے شک اللہ نیکی (احسان) والوں کے ساتھ ہے۔

صفحہ ۱۶۰ ہی میں ہے:

ع خودی کو نہ دے سیم و زر کے عوض

سورۃ النسا: آیت ۷۷ میں ہے:

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَّالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى

آپ فرمادیں، دنیا کی متاع تھوڑی (حقیر) ہے اور آخرت بہتر ہے اس شخص کے لیے جس نے تقویٰ کیا (خودی خود تقوی القلوب ہے)۔

صفحہ ۱۶۱ میں ہے:

شنایاں ہے مجھے غمِ جدائی
یہ خاک ہے محرمِ جدائی

سورۃ البقرہ: آیت ۳۶ میں آدم علیہ السلام کے اخراج کا ذکر آتا ہے:

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ

پس شیطان نے اُس (جنت) سے انہیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے اُن کو الگ کر دیا۔

ہجر اور جدائی ہی سے آتشِ شوق بڑھتی ہے۔

صفحہ ۱۶۱ ہی میں ہے:

ع قم باذن اللہ کہہ سکتے تھے جو رخصت ہوئے

اللہ جب اپنے بندے کے درجات بلند فرماتا ہے تو وہ بندہ اس کے اذن سے مردہ کو بھی زندہ کر سکتا ہے جیسا کہ عیسٰی علیہ السلام کے متعلق سورۃ المائدہ: آیت ۱۱۰ میں ہے:

وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ

اور جب نکال کھڑے کرتا مُردے میرے حکم سے۔

بندے کو یہ مقام اُس وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ اپنی رضا کو اللہ کی رضا میں محو کر دیتا ہے۔

سورۃ الفتح: آیات ۱۸ اور ۲۲ - اور سورۃ الانفال: آیت ۷ ابھی دیکھیں۔

صفحہ ۱۶۲ میں ہے:

ع جمہور کے ابلیس ہیں اربابِ سیاست!

صفحہ ۵۹ میں سورۃ الانعام کی آیت ۱۲۴ دیکھیں۔

صفحہ ۱۶۳ میں ہے:

اگر لہو ہے بدن میں تو خوف ہے نہ ہراس
اگر لہو ہے بدن میں تو دل ہے بے وسواس

ایسے دل اور جوش والوں کے لیے جنت کی راحتیں مقرر ہیں۔

سورۃ ق: آیت ۳۳ میں انہی کے لیے ارشاد ہے:

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ

جو رحمٰن سے بے دیکھے ڈرتا ہے اور رجوع کرتا ہوا دل لایا۔

صفحہ ۱۶۳ ہی میں ہے:

جہاں میں لذتِ پرواز حق نہیں اُس کا
وجود جس کا نہیں جذبِ خاک سے آزاد

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو معراج ہوئی تو اُن کا مقام سورۃ النجم: آیت ۲ میں یوں بتایا ہے:

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى

(کبھی) تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔

صفحہ ۱۶۴ میں ہے:

ع شیخِ مکتب ہے اک عمارت گر

آج کل کے استادوں نے راج مزدور کا کام شروع کر رکھا ہے۔ شاگردوں کی تربیت سے ان کو کوئی واسطہ نہیں۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے "یزکیہم" پر بھی زور دیا ہے۔

سورۂ آلِ عمران: آیت ۱۶۴ میں ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ
يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ اُن میں انہی سے ایک رسول کو بھیجا جو اُن پر اُس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔

صفحہ ۱۶۴ ہی میں ہے:

ع حکیم سرِّ محبت سے بے نصیب رہا

فلسفی نے خرد کی گتھیاں ضرور سلجھائیں لیکن عمل کے لیے آمادگی نہ دکھائی جو محبت اور عشق والوں کا حصہ ہے۔

صفحہ ۱۵۴ میں سورۃ العنکبوت کی آیت ۶۹ دیکھیں۔

صفحہ ۱۶۵ میں ہے:

جھپٹنا، پلٹنا، پلٹ کر جھپٹنا
لہُو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ

یہاں بھی سورۃ العنکبوت کی آیت ۶۹ دیکھیں۔

صفحہ ۱۶۶ میں ہے:

میراث میں آئی ہے انہیں مسندِ ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن!

آجکل کے پیروں نے بھی دوسروں سے نذرانے لینے کی عادت سیکھ لی ہے اور جو صحیح منصب اُن کا تھا وہ انہوں نے چھوڑ دیا ہے۔

صفحہ ۱۶۴ کی آیت (آل عمران: ۱۶۴) یہاں کے لیے بھی کافی ہے۔

صفحہ ۱۶۷ میں ہے:

پوشیدہ ہے کافر کی نظر سے ملک الموت
لیکن نہیں پوشیدہ مسلماں کی نظر سے!

سورۃ السجدہ: آیت ۱۱ میں ہے:

قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾

(اے میرے محبوبؐ! آپؐ فرمادیں) تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔ پھر اپنے رب کی طرف واپس جاؤ گے۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پیام مسلمان سنتے ہیں اور کافر توجہ نہیں دیتے۔

صفحہ ۱۶۷ ہی میں ہے:

جرأت ہے تو افکار کی دنیا سے گزر جا
ہیں بحرِ خودی میں ابھی پوشیدہ جزیرے!

یہاں بھی سورۃ العنکبوت کی آیت ۶۹ کافی ہے۔

صفحہ ۱۶۸ میں ہے:

اس قوم میں ہے شوخیِ اندیشہ خطرناک
جس قوم کے افراد ہوں ہر بند سے آزاد!

جس قوم کے افراد ہر بند سے آزاد ہوں اور خدا کو بھی نہ مانیں اُن کے متعلق سورۃ ابراہیم کی آیت ۱۸ میں ارشاد ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰي شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۸﴾

جن لوگوں نے اپنے رب کو نہ مانا اُن کی مثال یہ ہے کہ ان کے اعمال راکھ کی

طرح ہیں کہ آندھی کے دن ہوا لے اُڑی جو کچھ انہوں نے کمایا۔
اُن میں سے کسی چیز پر اُن کا بس نہیں چلے گا۔ یہی سخت گمراہی ہے۔
ایسے بے لگام لوگ جو کچھ کرتے ہیں وہ بے کار ہو کر رہتا ہے۔

صفحہ ۱۶۹ میں ہے:

ع میں نہ سپہر کو نہیں لاتا نگاہ میں!

مسلمان کے لیے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب مسخر ہو سکتا ہے۔ سورۃ الجاثیہ کی آیت ۱۳، اور سورۂ لقمٰن کی آیت ۲۰، اُوپر مذکور ہوئیں۔

صفحہ ۱۷۰ میں ہے:

زہراب ہے اُس قوم کے حق میں مئے افرنگ
جس قوم کے بچے نہیں خوددار و ہنرمند

سورۃ الانعام: آیت ۵۹ میں ہے:

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ

اور کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب (قرآن) میں لکھا نہ ہو۔

قرآن اور دینِ اسلام ماکان ومایکون کے جملہ علوم سکھاتا ہے۔ اُسے چھوڑ کر دوسروں کی غلامی کرنا زہرِ ہلاہل ہے۔

حواشی

۱۔ اس شعر سے پہلے یہ شعر ہے۔

اسی کشمکش میں گزریں مری زندگی کی راتیں
کبھی سوز و سازِ رومی، کبھی پیچ و تابِ رازی

علم و عشق کے مقابلے کے لیے اشعار آ چکے ہیں۔ رومی کا شعر ہے:

حاصلِ عمرم سہ سخن بیش نیست
خام بدم پختہ شدم سوختم

۲۔ البوصیری کے قصیدۂ بردہ میں ہے:

محمد سید الکونین و الثقلین
والفریقین من عربٍ و من عجمِ

۳۔ امام فخرالدین رازیؒ کے متعلق ایک قصہ مشہور ہے کہ نزع کے وقت شیطان ان کو ورغلانا اور بہکانا چاہتا تھا اور ان کے متکلمانہ دلائل کو رد کر رہا تھا۔ اتنے میں اُن کے شیخ (نجم الدین کبریٰؒ) کو پتا چلا تو انھوں نے رازیؒ سے فرمایا کہ شیطان سے کہہ دو کہ میرا ایمان اللہ پر ایسا ہی ہے جیسا کہ میرے شہر کی بوڑھی عورتوں کا ہوتا ہے (یعنی بغیر دلیل کے ان کا یقین کامل ہوتا ہے)۔ لیکن اس قصے کی صحت کے لیے کوئی سند نہیں ہے۔

۴۔ "اقبال نامہ" ۱/ ۲۰۵ میں شاہین کی خصوصیات بیان کی ہیں:

۱۔ خوددار اور غیرت مند ہے کہ اور کے ہاتھ کا مارا ہوا شکار نہیں کھاتا۔

۲۔ بے تعلق ہے کہ:

۳۔ آشیانہ نہیں بناتا۔

۴۔ بلند پرواز ہے۔

۵۔ خلوت پسند ہے۔

۶۔ تیز نگاہ ہے۔

۵۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے یہی بات "مکتوبات" (دفتر دوم: مکتوب،) میں تحریر فرمائی ہے۔

۶۔ رسالہ "اقبال" (لاہور، اکتوبر ۱۹۷۲ء تا جنوری ۱۹۷۳ء) ص۴۹۔ مولانا سلیمان ندوی نے رسالہ "جوہر" (دہلی ۱۹۴۸ء) میں بھی یہ واقعہ دوسرے انداز سے بیان کیا ہے۔

۷۔ راقم الحروف شاعر نہیں لیکن کبھی یہ شعر کہا تھا:

قلب را عرشِ الٰہی گفتہ اند

ایں زمیں را آسمانے دیگر است

۸۔ قرآن پاک میں یعقوب علیہ السلام کے متعلق سورۂ یوسف: آیت ۹۴ میں آیا ہے کہ انہوں نے یوسف علیہ السلام کی خوشبو محسوس کی تھی:

اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ

بے شک میں یوسفؑ کی خوشبو پاتا ہوں۔

۹۔ اس کے بعد جو اشعار ہیں ان میں دو تلمیح یہ ہیں:

ع دیکھ چکا المنی شورشِ اصلاحِ دیں

یعنی Luther (۱۴۸۳ء تا ۱۵۴۶ء) جس نے رومن کیتھولک کے خلاف Protestants کی بنیاد ڈالی تھی۔ پھر French Revolution کے مطابق تلمیح ہے:

چشمِ فرانسیس بھی دیکھ چکی انقلاب

۱۰۔ "مکاتیبِ اقبال" ۱/۲۰۲-۲۰۳۔ صفاتِ وجود ایجابیہ (یعنی حیات، قدرت، علم، ارادہ وغیرہ) جو انسان میں پائی جاتی ہیں وہ دراصل حق تعالیٰ کی صفات کا پرتو ہیں۔ صفحہ ۹۶ میں یہ شعر آچکا ہے:

تیرا جلال و جمال مردِ خدا کی دلیل

وہ بھی جلیل و جمیل، تو بھی جلیل و جمیل

۱۱۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ دنیوی اعزاز کی کوئی قدر و قیمت ہوتی تو کافروں کو نہ دیا جاتا۔

مثنوی

پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق

(پہلی اشاعت ۱۹۳۶ء)

مثنوی

مسافر

(پہلی اشاعت ۱۹۳۴ء)

(متن کے حوالے ۱۹۷۳ء کے مطابق ہیں)

مثنوی

پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق

صفحہ ۵ میں ہے:

سپاہِ تازہ بر انگیزم از ولایتِ عشق
کہ در حرم خطرے از بغاوتِ خرد است

سورۃ الانعام کی مسلسل تین آیتیں اس طرح ختم ہوتی ہیں:

ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (۱۵۱)

ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (۱۵۲)

ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (۱۵۳)

ان سب آیتوں میں اوامر اور نواہی کو ملحوظ رکھنے کے لیے احکام ہیں۔ پہلی آیت یہ ہے:

.... قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا .

اَوْلَادَکُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُکُمْ وَاِیَّاھُمْ وَلَا تَقْرَبُوا
الْفَوَاحِشَ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ
حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾

آپؐ فرما دیں، آؤ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں جو تم پر تمہارے رب نے حرام کیا۔ یہ کہ اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے باعث۔ ہم تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیں گے۔ اور بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ جو اُن میں کھلی ہیں اور جو چھپی۔ اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی اُسے ناحق نہ مارو۔ یہ تمہیں حکم فرمایا ہے کہ تمہیں عقل ہو۔

چنانچہ صحیح عقل جو تقوی القلوب ہے اوامر و نواہی کو ملحوظ رکھنے پر آمادہ کرتی ہے اور غلط قسم کی عقل احکام الٰہی کی پروا نہیں کرتی۔ اقبال صحیح عقل تقوی القلوب اور عشق پر زور دیتے ہیں۔ اسی صفحے (۵) پر یہ شعر بھی ہے:

گماں مبر کہ خرد را حساب و میزاں نیست

نگاہِ بندۂ مومن قیامت خرد است

جو صحیح عقل نہیں ہوتی اس کے لیے بندۂ مومن کی نگاہ ہی قیامت ہے اور ایسی عقل کا محاسبہ بھی ضرور ہوگا۔ سورۃ الزلزال کی آخری آیتیں ہیں:

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ ﴿۷﴾ وَمَنْ
یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ﴿۸﴾

تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اُسے وہ دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اُسے دیکھے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا ٥

اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا حساب لیا جائے۔ (خدا جانے

حساب کی گھڑی کب آجائے گا۔

صفحہ ۷ میں ہے:

اُمتاں را زندگی جذبِ درُوں

کم نظر ایں جذب را گوید جنوں

حضرت حسن بصریؒ سے اُن کے ایک شاگرد نے پوچھا کہ آپ نے تو صحابۂ کرامؓ کو دیکھا ہے، وہ کیسے تھے؟

فرمایا کہ اگر تم ان کو دیکھتے تو سمجھتے کہ سب کے سب دیوانے ہیں۔ ۔۔۔

جذبِ درون، جسے تقوی القلوب اور عشق بھی کہیے، قوموں کو زندگی بخشتا ہے اور غلط قسم کی عقل جو وہم و گماں اور غیر یقین کی طرف آمادہ کرتی ہے محض فریب ہے۔

سورۃ الحج: آیت ۳۲ میں ہے:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝۳۲

اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیز گاری میں سے ہے۔

شعائر اللہ کو ملحوظ رکھنے والے لوگ دنیا والوں کو مجنوں نظر آتے ہیں۔

صفحہ ۸ میں ہے:

مومن از عزم و توکل قاہر است

گر ندارد ایں دو جوہر کافر است

ایک مکتوب میں علامہ لکھتے ہیں:

"اس ملک میں قناعت اور توکل کے وہ معنی لیے جاتے ہیں جو عربی زبان میں ہرگز نہیں ہیں۔"[۴]

سورۃ آل عمران: آیت ۱۵۹ میں ہے:

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۝

پس جب کسی بات کا پکا ارادہ کر لو تو اللہ پر بھروسا کرو۔ بے شک توکل والے لوگ اللہ کو پیارے ہیں (توکل یعنی اللہ پاک پر اعتماد اور سب کاموں کو اس کے سپرد کر دینا)۔

صفحہ ہی میں ہے:

اے خوشا آں مردے کہ دل باکس نداد
بندِ غیر اللہ را از پا کشاد

کلمۂ طیبہ کا بھی یہی پیام ہے۔

سورۃ القصص: آیت ۸۸ میں ہے:

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو خدا نہ پکارو۔ کوئی خدا (طاقت) نہیں سوائے اُس (اللہ) کے (یعنی غیر اللہ کو طاقت نہ سمجھو)۔

صفحہ ہی میں ہے:

یوسفِ ما را اگر گرگے برد
بہ کہ مردے ناکسے او را خرد

سورۃ یوسف: آیت ۱۷ میں ہے کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے والد سے جھوٹ کہا کہ:

فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ

پس اُسے (یوسف کو) بھیڑیا کھا گیا۔

غلط شخص کو اگر بھیڑیا کھا لے تو اُس سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں۔ اس طرح چاہیے کہ ہماری بات صحیح آدمی تک پہنچے تاکہ وہ سمجھ سکے کہ قرآن کس طرح غیر اللہ کی محتاجی سے آزاد کرانا چاہتا ہے۔

صفحہ ۹ میں ہے:

قلزمی؟ بادشت و در پیہم ستیز
شبنمی؟ خود را بہ گلبرگے بریز

تم کو مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ آسانیوں میں رہنا تمہیں زیب نہیں دیتا۔ تم قُلزم ہو، شبنم نہیں۔

سورۃ البلد: آیت ۴ میں ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي كَبَدٍ

بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

صفحہ ۱۱ میں ہے:

چوں شود اندیشۂ قومے خراب
ناسرہ گردد بدستش سیم ناب

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"حدیث میں آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔ افسوس ہے مسلمان مُردہ ہیں۔ انحطاطِ ملّی نے ان کے تمام قویٰ کو شل کر دیا ہے اور انحطاط کا سب سے بڑا جادو یہ ہے کہ یہ اپنے صید پر ایسا اثر ڈالتا ہے جس سے انحطاط کا مسحور اپنے قاتل کو اپنا مربّی تصور کرنے لگ جاتا ہے۔ یہی حال اس وقت مسلمانوں کا ہے۔"[۳]

احساسِ کمتری کی وجہ سے اپنی چیزوں کو بے قیمت سمجھنے لگتے ہیں۔

سورۃ الانعام: آیت ۱۱۴ میں ہے:

وَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ مِّن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ اور جن کو ہم نے کتاب دی وہ جانتے

ہیں کہ یہ تیرے رب کی طرف سے سچ اُتری ہے (تو سننے والے) تو ہرگز شک والوں میں نہ ہو۔

اسی شعر کے مضمون کے تسلسل میں کئی اشعار ہیں جو مترادف کہے جا سکتے ہیں۔

صفحہ ۱۲ میں ہے:

تا نبوت حکمِ حق جاری کند

پشتِ پا بر حکمِ سلطاں می زند

سورۃ فاطر: آیت ۱۳ میں ہے:

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴿۱۳﴾

یہ ہے اللہ تمہارا رب۔ اسی کی بادشاہی ہے اور اُس کے سوا جنہیں تم پُوجتے ہو وہ دانۂ خرما کے چھلکے تک کے مالک نہیں (جب نبوت، اللہ کا حکم جاری کرتی ہے تو بادشاہ کے حکم پر لات مار دیتی ہے۔)

صفحہ ۱۲ ہی میں ہے: معنیٔ جبریل و قرآن است او

فطرۃ اللہ را نگہبان است او

سورۃ الروم: آیت ۳۰ میں ہے:

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۚ

پس اپنا منہ سیدھا کرو اللہ کی اطاعت کے لیے ایک اکیلے اسی کے ہو کر۔ اللہ کی ڈالی ہوئی بنا جس پر لوگوں کو پیدا کیا (دینِ الٰہی پر قائم رہو جس پہ اللہ نے خلق کو پیدا کیا) اللہ کی بنائی چیز کو نہ بدلنا۔

صفحہ ۱۲ ہی میں ہے:

اندر آہِ صبحگاہِ او حیات
تازہ از صبحِ نمودش کائنات

سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۷۹، میں ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ
رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾

اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کرو۔ یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے۔ قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جو تمہارے لیے مقامِ محمود ہے۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے غلاموں کی سحر خیزی سے کائنات کی تقدیر بدل جاتی ہے۔

صفحہ ۱۲ میں ہے:

درسِ لاخوفٌ علیہم می دہد
تا دلے در سینۂ آدم نہد

سورۂ یونس: آیت ۶۲ میں ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾

سن لو، بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔

صفحہ ۱۳ ہی میں ہے:

چوں فنا اندر رضائے حق شود
بندۂ مومن قضائے حق شود

علامہ اقبال ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

"حدودِ خودی کے تعین کا نام شریعت ہے اور شریعت اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام طریقت ہے۔ جب احکامِ الٰہی خودی میں اس حد

تک سرایت کر جائیں کہ خودی کے پرائیویٹ امیال و عواطف باقی نہ رہیں اور صرف رضائے الٰہی اس کا مقصود ہو جائے تو زندگی کی اس کیفیت کو بعض اکابر صوفیائے اسلام نے فنا کہا ہے اور بعض نے اسی کا نام بقار کھا ہے۔"[۴]

سورۃ الانفال: آیت ۱۷ میں ہے:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ

اور (اے محبوبؐ) وہ خاک جو تم نے پھینکی، تم نے نہیں پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

صفحہ ۱۴۱ میں ہے:

ابتدائے عشق و مستی قاہری است

انتہائے عشق و مستی دلبری است

سورۃ الفتح: آخری آیت میں ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور ان کے رفقا کافروں پر سخت اور آپس میں بہت نرم دل ہیں۔

علامہ اقبال ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

"مسلم حنیف جذبات متناقض یعنی قہر و محبت اپنے قلب کی گرمی سے تحلیل کرتا ہے اور اس کا دائرہ اثر اخلاقی تناقضات تک ہی محدود نہیں بلکہ تمام طبعی تناقضات پر بھی حاوی ہے۔ پھر مسلم جو حامل ہے محمدیت کا اور وارث ہے موسویت کا اور ابراہیمیت کا کیونکر کسی شے میں جذب ہو سکتا ہے۔ البتہ اس زمان و مکان کی مقید دنیا کے مرکز میں ایک ریگستان (عرب) ہے جو مسلم کو جذب کر سکتا ہے اور اس کی قوتِ جاذبہ ذوقی اور فطری نہیں بلکہ مستعار ہے ایک کفِ پا سے جس نے اس ریگستان کے چمکتے ذروں کو کبھی پامال کیا تھا۔" (صلی اللہ علیہ وسلم)[۵]

صفحہ ۱۴ ہی میں ہے:

گر بگیرد سوز و تاب از لا الٰہ

جز بکامِ او نگردد مہر و مہ

صفحہ ۸ میں سورۃ القصص کی آیت ۸۸ دیکھیں اور سورۃ البقرہ کی آیت ۲۹ بھی دیکھیں۔

صفحہ ۱۵ میں ہے:

حکمتِ اربابِ کیں مکر است و فن

مکر و فن؟ تخریبِ جاں تعمیرِ تن!

سورۂ فاطر: آیت ۱۰ میں ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ

وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ السَّيِّئَاتِ لَهُمْ

عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَكْرُ أُولَٰئِكَ هُوَ يَبُورُ ۝

جسے عزت کی چاہ ہو تو عزت سب اللہ کے ہاتھ ہے۔ اسی کی طرف چڑھتا ہے (مقامِ قبول و رضا تک پہنچتا ہے) پاکیزہ کلام اور عملِ صالح اُسے بلند کرتا ہے اور جو برے داؤں کرتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اور انہی کا مکر برباد ہوگا۔

مکر کرنے والے تعمیرِ تن اور دنیا کی عزت چاہتے ہیں تو عزت صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔

اسی کے آگے اقبال کہتے ہیں:

مکتب از تدبیرِ او گیرد نظام

تا بکامِ خواجہ اندیشد غلام

وہ ایک مکتوب میں بھی فرماتے ہیں:

"آخر اس غلامی کے زمانے میں مسلمانوں کے پاس کون سا ذریعہ ہے جس سے وہ اپنی آئندہ نسلوں کو اسلامی تصورات کے بننے اور بگڑنے کی تاریخ

سے آگاہ کر سکیں۔ غلام قوم مادیات کو روحانیات پر مقدم سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور جب انسان میں خوئے غلامی راسخ ہو جاتی ہے تو وہ ہر ایسی تعلیم سے بیزاری کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد قوتِ نفس اور روحِ انسانی کا ترفع ہو۔" ہے

اور ایسی غلام قوم کا مقصدِ زندگی یہ ہوتا ہے (صفحہ ۱۶):

ہر زماں اندر تلاشِ ساز و برگ
کارِ اُو فکرِ معاش و ترسِ مرگ

ایسے لوگ جب خوار کیے جاتے ہیں تو اس کا ایک سبب مال کی محبت بھی ہے۔ سورۃ الفجر کی آیات ۱۶-۲۰ میں ایسے لوگوں کا ذکر ہے۔ اس کی آیت ۲۰ ہے:

وَّ تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا

اور تم مال کی نہایت محبت رکھتے ہو۔

سورۃ الاحزاب: آیت ۱۶ میں ہے:

قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

آپؐ فرما دیں، ہرگز تمہیں بھاگنا نفع نہ دے گا اگر موت یا قتل سے بھاگو اور جب تو دنیا نہ برتنے دیے جاؤ گے مگر تھوڑی۔

صفحہ ۱۷ میں ہے:

نکتۂ می گویم از مردانِ حال
اُمتاں را لا جلال الا جمال

تا نہ رمزِ لا الٰہ آید بدست
بندِ غیر اللہ را نتواں شکست

جب تک غیر اللہ کی قوت کا انکار نہ کیا جائے ایک انسان اپنے اللہ کا بندہ ہونے کا اہل (مستحق) نہیں۔

سورۃ الذاریات: آیت ۵۰ میں ہے:

فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ

پس ہر جگہ سے بھاگ کر اللہ کے ہاں پناہ لو۔

سورۃ التوبہ: آیت ۱۱۸ میں بھی اسی خدائی آسرے کو اللہ کی مہربانی کا مترادف کہا گیا ہے:

لَا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ

کوئی پناہ نہیں اللہ سے مگر اسی کی طرف (یعنی اسی کے پاس ہے)۔

اس کے بعد اسی سلسلے کے اشعار صفحہ ۱۹ تک آتے ہیں۔

صفحہ ۲۰ میں ہے:

چیست فقر اے بندگانِ آب و گل
یک نگاہِ راہ بیں، یک زندہ دِل
فقر کارِ خویش را سنجیدن است
بر دو حرفِ لا الٰہ پیچیدن است
فقر خیبر گیر با نانِ شعیر
بستۂ فتراکِ او سلطان و میر
فقر ذوق و شوق و تسلیم و رضاست
ما امینیم ایں متاعِ مصطفیٰؐ ست

جو اللہ کا محتاج ہوتا ہے اور غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہیں لاتا وہی صحیح فہم کا فقر رکھتا ہے۔ پھر ایسے شخص سے خیبر شکنی، ذوق و شوق، تسلیم و رضا وغیرہ بکثرت صفات کا

ظہور ہوتا ہے۔ جو اللہ کا ہو جاتا ہے اس میں تمام فضائل پیدا ہو جاتے ہیں اور جو غیر اللہ کا محتاج ہوتا ہے اس میں تمام رذائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ گویا صحیح مردِ مومن ہی اہلِ فقر ہے اور اللہ کی جماعت میں ہے۔

سورۃ المجادلہ: آیت ۲۲ میں ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ
كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا
عَنْهُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۲۲

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں اُن سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ سے مخالفت کی۔ اگرچہ وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔ یہ ہیں وہ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے اُن کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں۔ ان میں ہمیشہ رہیں۔ اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ یہ اللہ کی جماعت ہے۔ دیکھو اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے (یعنی اللہ کی جماعت والے اللہ کی رضا کے لیے اپنی محبوب سے محبوب چیز کو قربان کر دیتے ہیں اور غیر اللہ کی پرواہ بھی نہیں کرتے اور نہ غیر اللہ کو کوئی طاقت سمجھتے ہیں)۔

سورۃ ابراہیم: آیت ۲۷ میں ایسے لوگوں کے ثبات و استحکام کا ذکر ہے:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

وَفِي الْآخِرَةِ

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیوی اور اُخروی زندگی میں مضبوط بات سے مستعد اور ثابت قدم رکھتا ہے۔

سورۃ الانبیا: آیت ۱۸ میں (ایسے لوگوں کے) حق کے متعلق ہے:

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ

بات یہ ہے کہ ہم حق کو باطل کے سر پر دے مارتے ہیں پس (اس طرح) وہ اس کا (باطل کا) سر توڑ دیتا ہے، پھر وہ (باطل) فنا ہو جاتا ہے۔

غرض کہ بڑی سے بڑی قوتیں بھی اہلِ فقر اور اہلِ ایمان کے آگے ہیچ ہیں۔

صفحہ ۲۱ میں ہے:

قلبِ اُو را قوت از جذب و سلوک
پیشِ سلطاں نعرۂ اُو لا ملوک!

سورۃ الفرقان: آیت ۲ میں ہے:

وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ

اور اس کی سلطنت میں کوئی ساجھی نہیں (حکومت صرف اللہ کی ہے)۔

صفحہ ۲۲ میں ہے:

فقرِ مومن چیست؟ تسخیرِ جہات
بندہ از تاثیرِ اُو مولا صفات

سورۃ لقمٰن: آیت ۲۰ میں ہے:

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا
فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے لیے مسخر کر دیے جو کچھ آسمانوں اور

زمین میں ہیں اور تمہیں بھرپور دے دیں گے اپنی نعمتیں ظاہر اور پوشیدہ۔

صفحہ ۲۲ ہی میں ہے:

فقرِ کافر خلوتِ دشت و در است

فقرِ مومن لرزۂ بحر و بر است

کافر سادھو اور جوگی لوگ گوشہ نشین ہو کر عبادت کرتے ہیں لیکن مومن گوشہ نشینی کے لیے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ اُس کے لیے دنیا کو برتنا اور حقوق العباد ادا کرنا ہی عبادت ہے اور بحر و بر میں صرف مومن کو غالب رہنا ہے۔

اوپر والی آیت یہاں بھی دیکھیں۔

صفحہ ۲۳ میں ہے:

دل ز غیر اللہ بپرداز اے جواں

ایں جہانِ کہنہ در باز اے جواں

دل کو غیر اللہ کے تعلق سے خالی کر دو اور ایک نئی (صحیح) دنیا تیار کر دو۔ صفحہ ۲۰ کی آیتیں دیکھیں۔

صفحہ ۲۴ میں ہے:

عصرِ ما مارا ز ما بیگانہ کرد

از جمالِ مصطفیٰؐ بیگانہ کرد

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی سے موجودہ زمانہ محروم اور غیر منوّر ہے۔ حالانکہ صرف ان کے اسوۂ حسنہ کی پیروی ہی سے فلاحِ دارین وابستہ ہے۔

سورۃ الاحزاب: آیت ۲۱ میں ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

بے شک تمہیں رسولُ اللہ کی پیروی ہی میں بہتری ہے۔

صفحہ ۲۵ میں ہے:

اندرونِ تست سیلِ بے پناہ
پیشِ او کوہِ گراں مانندِ کاہ

صفحہ ۲۰ میں سورۃ الانبیا: آیت ۱۸ دیکھیں۔

علامہ اقبال ایک مکتوب میں بھی لکھتے ہیں:

'میں عمل کی تمام صور و اشکالِ مختلفہ کو جن میں تصادم و پیکار بھی شامل ہے، ضروری سمجھتا ہوں اور میرے نزدیک اُن سے انسان کو زیادہ استحکام و استقلال حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی خیال کے پیشِ نظر میں نے سکون و جمود اور اس نوع کے تصوّف کو جس کا دائرہ محض قیاس آرائیوں تک محدود ہو' مردود قرار دیا ہے۔'' [۹]

صفحہ ۲۶ میں مردِ حُر کے اوصاف بیان ہوتے ہیں:

مردِ حُر محکم ز وِردِ لاتخف
ما بمیداں سر بجیب او سر بکف

سورۂ طٰہٰ: آیت ۶۸ میں ہے:

لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنتَ الْأَعْلَىٰ

ڈر نہیں، بے شک تو ہی غالب ہے۔

سورۂ آلِ عمران: آیت ۱۳۹ میں ہے:

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ

اور نہ سستی کرو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

صفحہ ۲۶ ہی میں ہے:

پائے خود را آنچناں محکم نہد
نبضِ رہ از سوزِ او بر می جہد

سورۂ آلِ عمران: آیت ۴۹ میں عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے:

اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًاۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ . . . .

کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں، پھر اُس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے . . . . .

اللہ کے پیاروں کی وجہ سے زمین سے بھی سوز اور گرمی پیدا ہو سکتی ہے اور مُردہ قومیں بھی بیدار ہو سکتی ہیں۔

سورۃ المائدہ: آیت ۱۶ میں ہے:

يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ
السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ
بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾

(قرآن) جس سے اللہ راہ پر لاتا ہے جو کوئی تابع ہوا اُس کی رضا کا، بچاؤ کی راہ پر اور اُن کو نکالتا ہے اندھیروں سے روشنی میں اپنے حکم سے اور ان کو چلاتا ہے سیدھی راہ۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے متبعین کے ذریعے، لوگوں کو صحیح راہ نصیب ہوئی اور قوموں میں زندگی پیدا ہوئی۔

صفحہ ۲۶ ہی میں ہے:

سرِّ دیں ما را خبر، اُو را نظر
اُو درونِ خانہ، ما بیرونِ در

محمد حسین عرشی لکھتے ہیں:

"ایک دفعہ میں نے پوچھا، مثنوی 'پس چہ باید کرد'. . . . . میں آپ کے مصرع (علم و حکمت از کتب، دیں از نظر) میں "نظر" سے کیا

مراد ہے؟ فرمایا: "صحبت"۔[۱]

لیکن اس مثنوی میں ایسا کوئی مصرع نہیں ہے۔ البتہ مثنوی "مسافر" (ص ۶۹) میں موجود ہے لیکن اس کا مترادف یہاں کا مصرع ہے، یعنی:

سرِ دیں ما را خبر، اُو را نظر

نظر یقیناً صحبت ہے۔ صحابہ کرامؓ اسی صحبت اور معیت کی وجہ سے صحابہ کہلائے گئے اور انبیاء بنی اسرائیل (علیہم السلام) جیسا ان کا مقام ہوا۔

سورۃ الفتح کی آخری آیت میں ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ

محمدؐ تو اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کی معیت میں ہیں وہ کافروں پر بہت سخت ہیں اور آپس میں بہت نرم دل۔

صفحہ ۲۷ میں ہے:

در جہانِ بے ثبات اُو را ثبات

مرگ اُو را از مقاماتِ حیات

سورۂ ابراہیم: آیت ۲۷ میں ایسے لوگوں کے ثبات کا ذکر ہے:

یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیوی اور اُخروی زندگی میں مضبوط بات سے مستعد اور ثابت قدم رکھتا ہے۔

صفحہ ۲۹ میں ہے:

"مال را گر بہرِ دیں باشی حمول

نعم مالٌ صالحٌ گوید رسول"[۲]

رومیؒ ــــــــ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے :

نعم مال" صالح" ٥

اگر مال دینی امور پر خرچ کرنے کے لیے جمع کیا جائے، تو وہ مال صالح ہے۔

سورۃ التوبہ: آیت ۱۱۱ میں ہے :

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم
بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ

بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اور اُن کے مال خرید لیے ہیں اس بدلے میں کہ اُن کے لیے جنت ہے۔

صفحہ ۳۰ میں ہے :

تا نداني نكتۂ اکلِ حلال
بر جماعت زیستن گردد وبال

سورۃ الزخرف: آیت ۳۲ میں اس اکلِ حلال کی تقسیم کا ذکر ہے :

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ
دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا ۗ

ہم نے اُن میں اُن کی زیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا اور ان میں ایک دوسرے پر درجوں بلندی دی تاکہ ایک دوسرے سے مال کے ذریعے خدمت لے (اور دنیا کا نظام چل سکے۔ اس طرح نظامِ جماعت قائم رکھا گیا ہے اور کوئی کسی پر بوجھ نہیں)۔

صفحہ ۳۱ میں ہے :

حکمتش از عدل است تسلیم و رضا ست
بیخِ اُو اندر ضمیرِ مصطفیٰؐ ست

شریعت کا حکم، عدل اور تسلیم و رضا کے لیے ہے۔ سورۃ النحل: آیت ۹۰ میں ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٩٠﴾

بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی کا اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے۔ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔

اور تسلیم و رضا بھی مسلمان کی شان ہے۔ سورۃ الانعام: آیت ۱۶۲ میں ہے:

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

آپ فرمادیں، بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے۔ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

صفحہ ۳۱ ہی میں ہے:

از شریعت احسن التقویم شو

وارثِ ایمانِ ابراہیم شو

سورۃ التین: آیت ۴ میں ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ

بے شک ہم نے انسان کو بہترین طریق پر بنایا۔

اور سورۃ الحج: آیت ۷۸ میں ہے:

مِّلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ۚ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِن قَبْلُ وَفِي هَٰذَا . . . . .

تمہارے باپ ابراہیمؑ کا دین۔ اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اگلی کتابوں میں اور اس قرآن میں۔

صفحہ ۳۱ ہی میں ہے:

پس طریقت جستن اے والا صفات
شرع را دیدن بہ اعماقِ حیات

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"حدودِ خودی کے تعین کا نام شریعت ہے اور شریعت کو اپنے دل کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام طریقت ہے۔ جب احکامِ الٰہی خودی میں اس حد تک سرایت کر جائیں کہ خودی کے پرائیویٹ امیال و عواطف باقی نہ رہیں اور صرف رضائے الٰہی اس کا مقصود ہو جائے تو زندگی کی اس کیفیت کو بعض اکابر صوفیائے اسلام نے فنا کہا ہے۔ بعض نے اسی کا نام بقا رکھا ہے۔"[الله]

صفحہ ۳۱ کی آیت (سورۃ الانعام: ۱۶۳) یہاں کے لیے دیکھیں۔

صفحہ ۳۲ میں ہے:

اے کہ می نازی بہ قرآنِ عظیم
تا کجا در حجرہ می باشی مقیم
در جہاں اسرارِ دیں را فاش کن
نکتۂ شرعِ مبیں را فاش کن
کس نہ گردد در جہاں محتاجِ کس
نکتۂ شرعِ مبیں این است و بس

علامہ اقبال ایک مکتوب میں ایک پیر صاحب کو لکھتے ہیں:

"میں نے آپ کے مخلص کا خط پڑھا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ کے احباب اور مخلصین آپ سے اس روحانیت کی بنا پر جو آپ نے اپنے آباد اجداد سے ورثے میں پائی ہے بہت بڑی بڑی امیدیں رکھتے ہیں۔ ان امیدوں میں مَیں بھی شریک ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کو اس امر کی توفیق دے کہ

آپ اپنی قوت، ہمت، اثر، رسوخ اور دولت وعظمت کو حقائقِ اسلام کی نشر و اشاعت میں صرف کریں۔ اس تاریک زمانے میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی خدمت یہی ہے۔ کچھ عجب نہیں کہ جلد آپ کی طبیعت میں ایک بہت بڑا انقلاب پیدا ہو جس کی ابھی تک آپ کو توقع نہیں۔ افسوس ہے کہ شمال مغربی ہندوستان میں جن بزرگوں نے علم اسلام بلند کیا اُن کی اولادیں دنیوی جاہ و منصب کے پیچھے پڑ کر تباہ ہو گئیں۔ اور آج اُن سے زیادہ جاہل کوئی مسلمان مشکل سے ملے گا۔ الا ماشاء اللہ۔ وقت تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ انہی بزرگوں کی اولاد سے کسی کی روحانیت کو بیدار کر دے اور کلمۂ اسلام کے اعلا پر مامور کرے۔"[۱]

سورۃ الرعد: آیت ۲۹ میں ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰی لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ

وہ جو ایمان لائے اور عمل صالح کیے ان کو خوش حالی ہے اور اچھا انجام۔

صحیح خوشحالی اور صحیح خوشی دراصل ایمان اور عملِ صالح ہے جو غیر اللہ کی محتاجی سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

صفحہ ۳۲ ہی میں ہے:

زندہ قومے بود از تاویلِ مُرد
آتشِ او در ضمیرِ اُو فسُرد

اور "ضربِ کلیم" میں فرمایا ہے:

ع خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

علامہ اقبال نے ایک مکتوب میں بھی لکھا ہے:

"حقیقت یہ ہے کہ کسی مذہب یا قوم کے دستور العمل و شعار

میں باطنی معنی تلاش کرنا یا باطنی مفہوم پیدا کرنا اصل میں اس دستور العمل کو مسخ کر دینا ہے۔ یہ ایک نہایت SUBTLE طریق تمسیخ کا ہے۔ اور یہ طریق وہی قومیں اختیار یا ایجاد کر سکتی ہیں جن کی فطرت گوسفندی ہو۔ ....."[۱۳]

بنی اسرائیل نے جب ایسی تاویل کی تھی اور معنی بدل دیے تھے تو ان پر سخت عذاب نازل ہوا تھا۔

سورۃ البقرہ: آیت ۵۹ میں ہے:

فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَھُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾

تو ظالموں نے اور بات بدل دی جو فرمائی گئی تھی اس کے سوا، تو ہم نے آسمان سے ان پر عذاب اتارا، بدلہ ان کی بے حکمی کا۔

یہ عذاب طاعون تھا جس سے ایک ساعت میں چوبیس ہزار نفوس ہلاک ہوئے۔

صفحہ ۳۳ میں ہے:

اُمتے کز آرزو نیشے نہ خورد
نقشِ او را فطرت از گیتی سترد

آرزو (عملِ صالح) ہی کامیابی کا راز ہے ورنہ تباہی ہے۔ سورۃ النور (آیت ۵۵) میں ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا

اللہ نے وعدہ دیا اُن کو جو تم میں سے ایمان لائے اور عملِ صالح کیے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی اُن سے پہلے لوگوں کو دی اور ضرور اُن کے لیے مضبوط کر دے گا ان کا وہ دین جو اُن کے لیے پسند فرمایا ہے اور

ضرور اُن کے خوف کو امن سے بدل دے گا (اور جو ایسا نہ ہو گا وہ ان نعمتوں سے محروم رہے گا)۔

صفحہ ۳۴ میں ہے:

آشیانش گرچہ در آب و گِل است
نُہ فلک سرگشتۂ این یک دل است

آرزو والا دل جس کا ابھی پچھلے شعر میں ذکر آیا ہے ایمان اور عملِ صالح والا ہوتا ہے۔

سورۃ التغابن: آیت ۱۱ میں ہے:

وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰہِ یَھْدِ قَلْبَہٗ

اور جو اللہ پر ایمان لائے (یقین رکھے) اللہ اس کے دل کو ہدایت فرما دیتا ہے۔

ایمان اور عملِ صالح والے کامیاب ہوتے ہیں جن کا ذکر ابھی سورۃ النور کی آیت ۵۵ میں آیا ہے اور جن کا ذکر سورۃ العصر میں بھی دیکھیں۔

سیاسیاتِ حاضرہ

صفحہ ۳۵ میں ہے:

گرمیٔ ہنگامۂ جمہور دید
پردہ بر روئے ملوکیت کشید ہے
سلطنت را جامعِ اقوام گفت
کارِ خود را پختہ کرد و خام گفت

در فضایش بال و پر نتواں کشود
با کلیدش ہیچ در نتواں کشود

سورۃ القصص: آیت ۵۰ میں ہے:

. . . . وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ
هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۵۰

اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اپنی خواہش کی پیروی کرے اللہ کی ہدایت سے جدا۔ بے شک اللہ ہدایت نہیں فرماتا ظالموں کو۔

صفحہ ۳۶ میں ہے:

پیشِ فرعوناں بگو حرفِ کلیم
تا کند ضربِ تو دریا را دو نیم

سورۃ الشعراء: آیات ۶۳-۶۶ میں ہے:

. . . . . فَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ
فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۶۳ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ۶۴
وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ۶۵ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۶۶

تو ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ دریا پر اپنا عصا مار۔ تو جبھی دریا پھٹ گیا، تو ہر حصہ ہو گیا جیسے بڑا پہاڑ۔ اور وہاں قریب لائے ہم دوسروں کو (یعنی فرعون اور فرعونیوں کو) اور ہم نے بچا لیا موسیٰ اور اس کے سب ساتھیوں کو۔ پھر دوسروں کو (یعنی فرعون اور فرعونیوں کو) ڈبو دیا۔

صفحہ ۳۶ ہی میں ہے:

دائم از رسوائیِ ایں کارواں
در امیرِ او ندیدم نورِ جاں

تن پرست و جاہ مست و کم نگہ
اندرونش بے نصیب از لا الٰہ!
در حرم زاد و کلیسا را مرید
پردۂ ناموسِ ما را بر درید

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"علما میں مداہنت آگئی ہے۔ یہ گروہ حق کہنے سے ڈرتا ہے۔ صوفیہ اسلام سے بے پروا اور حکام کے تصرف میں ہیں۔ اخبار نویس اور آجکل کے تعلیم یافتہ لیڈر خود غرض ہیں اور ذاتی منفعت و عزت کے سوا کوئی مقصد اُن کی زندگی کا نہیں۔ عوام میں جذبہ موجود ہے مگر ان کا کوئی بے غرض راہنما نہیں ہے۔"[۱۵]

سورۃ النسآ: آیت ۵۸ میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَاۙ وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِؕ

بے شک اللہ حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کر دو اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

امانت وسیع معنی میں غیر مادی چیزوں پر بھی حاوی ہے۔ ہر شخص کو اپنی ذمہ داری کے مطابق کام کرنا چاہیے۔

صفحہ ۳۸ میں ہے:

عیدِ آزاداں شکوہِ ملک و دیں
عیدِ محکوماں ہجومِ مومنیں

سورۃ الحج: آیات ۲۷-۲۸ میں ہے:

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ﴿۲۷﴾ لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ ....

اور لوگوں میں حج کی ندا عام کر دے۔ وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور ہر دبلی اونٹنی پر کہ ہر دور کی راہ سے آتی ہیں تاکہ وہ (لوگ) اپنا فائدہ پائیں (دین اور دنیا دونوں کا)۔

مسلمانوں کے اجتماع سے "یخظم شعائراللہ" (سورۃ الحج: آیت ۳۲) بھی ہے اور دین و دنیا کے فائدے بھی مقصود ہیں۔

حرفے چند با اُمتِ عربیہ

صفحہ ۳۹ میں ہے:

در جہانِ نزد و دُور و دیر و زود
اوّلیں خوانندۂ قرآں کہ بود؟

سورۃ الشعراء: آیات ۱۹۳-۱۹۵ میں ہے:

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰی قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ ﴿۱۹۵﴾

اسے (قرآن کو) روح الامین لے کر اترا۔ تمہارے دل پہ (کہ دل تمیز و عقل و اختیار کا مقام ہے) کہ تم ڈر سناؤ، روشن عربی زبان میں۔

قرآن کے سب سے پہلے مخاطب عرب لوگ ہی ہیں۔

صفحہ ۳۹ ہی میں ہے:

علم و حکمت ریزۂ از خوانِ کیست؟
آیۂ فاصبحتم اندر شانِ کیست؟

سورۂ آلِ عمران: آیت ۱۰۲ میں ہے:

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا

اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو۔ جب تم میں بیَر تھا۔ اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو اُس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے۔
دین ہی کی وجہ سے یہ سعادت حاصل ہوئی۔
صفحہ ۳۹ ہی میں ہے:

از دمِ سیراب آں اُمی لقب
لالہ رُست از ریگِ صحرائے عرب

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۂ الاعراف میں دو جگہ (آیات ۱۵۷، ۱۵۸) النبی الامی کہا گیا ہے۔ اُن کے طفیل میں صحرائے عرب کے دلوں میں عشق پیدا ہوا۔ ابھی سورۂ آلِ عمران کی آیت ۱۰۲ مذکور ہوئی۔
صفحہ ۴۰ میں ہے:

سطوتِ بانگِ صلوٰت اندر نبرد
قرأتِ الصّٰفّٰت اندر نبرد

سورۂ الصّٰفّٰت اس طرح شروع ہوتی ہے:

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ﴿۲﴾ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ﴿۳﴾ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ﴿۴﴾

قسم ان کی کہ باقاعدہ صف باندھیں (مجاہدین کے گروہ جو دشمنانِ حق کے مقابل

ہوتے ہیں) پھر اُن کی کہ جھپٹ کر چلائیں (مجاہدین جو گھوڑوں کو ڈپٹ کر جہاد میں چلاتے ہیں) پھر جماعتوں کی کہ قرآن پڑھیں۔ بے شک تمہارا معبود ضرور ایک ہے۔

یہ سب حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا طفیل ہے کہ دین کے ایسے مجاہدین تیار ہوئے۔

صفحہ ۱۴۱ میں ہے:

ہر کہ از بندِ خودی وارست، مُرد
ہر کہ با بیگانگاں پیوست، مُرد

وہ عرب جس پر اسلام نے نعمتوں کے تمام دروازے کھول دیے اب دشمنوں کے فریب میں آکر عرب قومیت کے نعرے لگانے لگے ہیں۔

سورۂ آلِ عمران کی آیت ۱۰۳ اس طرح شروع ہوتی ہے:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا۔

صفحہ ۱۴۱ ہی میں ہے:

قوت از جمعیتِ دینِ مبیں
دیں ہمہ عزم است و اخلاص و یقیں

سورۂ محمد: آیت ۲۱ میں ہے:

فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿٢١﴾

پھر جب حکم ناطق ہو چکا تو اگر اللہ سے سچے رہتے تو اُن کا بھلا تھا۔

اللہ سے سچا رہنے میں یعنی اخلاص و یقین ہی میں بھلائی ہے۔

صفحہ ۱۴۳ میں ہے:

یورپ از شمشیرِ خود بسمل فتاد
زیرِ گردوں رسمِ لادینی نہاد

یورپ نے دین کو چھوڑ کر لادینی اختیار کی ہے اس لیے اس کی تباہی قریب ہے۔

سورۂ طٰہٰ: آیت ۱۲۴ میں ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی ﴿۱۲۴﴾

اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا (میری ہدایت سے روگردانی کی) تو بے شک اس کے لیے زندگانی تنگ (تلخ) ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔

صفحہ ۴۳ ہی میں ہے:

ہر کہ آیاتِ خدا بیند حُر است
اصل ایں حکمت زحکمِ اُنظر است

اس دوسرے مصرعے کے حاشیے میں خود علامہ اقبال نے لکھا ہے کہ یہ "تلمیح ہے آیۂ قرآنی کی طرف: اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ كَیْفَ خُلِقَتْ ﴿۱۷﴾ (الغاشیہ: ۱۷)" یعنی نظامِ فطرت کا بغور مطالعہ کرو۔ اس آیت کے ساتھ ہی آیتیں آتی ہیں کہ: اور آسمان کو کیسا اونچا کیا گیا اور پہاڑوں کو، کیسے قائم کیے گئے اور زمین کو، کیسے بچھائی گئی۔

صفحہ ۴۴ میں ہے:

علمِ اشیا خاکِ ما را کیمیاست
آہ! در افرنگ تاثیرش جداست

علمِ اشیا (سائنس) سے معرفتِ الٰہی حاصل ہوتی ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۳۱ میں ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا

اور اللہ نے آدم کو تمام اشیا کے نام سکھائے۔

علم کی وجہ سے آدم مسجودِ ملائکہ ہوئے۔ ان کا طالبِ عفو ہونا اور اللہ سے رجوع کرنا

عشق کی وجہ سے ہے[16]

صفحہ ۴۴ ہی میں ہے:

عقل اندر حکمِ دل یزدانی است
چوں ز دل آزاد شد شیطانی است

سورۃ المجادلہ: آیت ۱۱ میں ہے:

. . . . يَرْفَعِ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا
مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۚ وَاللهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١١﴾

اللہ درجے بلند کرے گا اُن لوگوں کے جو تم میں ایمان لائے اور ان کے جنہیں علم دیا گیا اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو اللہ اس سے خوب واقف ہے۔

یزدانی علم و عقل ایمان کے ساتھ ہوتی ہے لیکن جب وہ ایمان سے آزاد ہو جائے تو پھر وہ شیطانی ہے۔ ایمان کا تعلق دل سے ہے جیسا کہ سورۃ التغابن کی آیت ۱۱ میں ہے:

وَمَن يُؤْمِن بِاللهِ يَهْدِ قَلْبَهُ

اور جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت فرما دیتا ہے۔

صفحہ ۴۵ میں ہے:

؎ در جنیوا چیست غیر از مکر و فن

جنیوا ہو یا کوئی جمعیتِ اقوام کا مرکز ہو:

؎ بہرِ تقسیم قبور انجمنے ساختہ اند

یہ سب حزب الشیطان ہیں۔

سورۃ المجادلہ: آیت ۱۹ میں ہے:

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَأَنسٰهُمْ ذِكْرَ اللهِ ۚ أُولٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ

شیطان نے اُن پر قابو پا لیا ہے۔ پس اس نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل

کر دیا ہے۔ یہ شیطان کی جماعت ہے۔

صفحہ ۴۵ ہی میں ہے:

اہلِ حق را زندگی از قوت است

قوتِ ہر ملت از جمعیت است

سورۃ الانفال: آیت ۶۰ میں ہے:

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ

اور تم تیار رکھا کرو اُن کے لیے جتنا تم سے ہو سکے قوت اور طاقت کی چیزیں (سامان)۔

اسی صفحے میں ہے:

ہم ہنر ہم دیں زخاکِ خاور است

رشکِ گردوں خاکِ پاکِ خاور است

تمام بڑے ادیان و مذاہب مشرق ہی سے اٹھے اور وہ سب اسلام ہی تھے جن کے ذریعے مختلف علوم و فنون جاری ہوئے۔

سورۃ الحج: آیت ۷۸ میں ہے:

هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا

اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اگلی کتابوں میں اور اس قرآن میں۔

سورۃ البقرہ: آیت ۱۴۲ میں ہے:

لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۭ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

آپؐ فرما دیں کہ مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کا ہے۔ جسے چاہے سیدھی راہ چلاتا ہے۔

صفحہ ۴۶ میں ہے: وانی از افرنگ و از کارِ فرنگ

تا کجا در قیدِ زنارِ فرنگ

زخم ازو، نشتر ازو، سوزن ازو

ما و جوئے خون و امیدِ رفو

خود بدانی پادشاہی قاہری است

قاہری در عصرِ ما سوداگری است

یورپ نے جس طرح ہم لوگوں کو فریب میں رکھا ہے وہ اہلِ نظر سے پوشیدہ نہیں۔

سورۃ الانعام: آیت ۱۲۳ میں ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

اور یونہی رکھے ہیں ہم نے ہر بستی میں گنہ گاروں کے سردار کہ مکر کریں وہاں اور جو مکر کرتے ہیں سو اپنے ہی اوپر اور نہیں بوجھتے۔

در حضورِ رسالتمآب ﷺ

صفحہ ۸۴ پر اس عنوان کے نیچے علامہ اقبال لکھتے ہیں:

"شب سوم اپریل ۱۹۳۶ کہ در دارالاقبال بھوپال بودم سید احمد خاں رحمۃ اللہ علیہ را در خواب دیدم فرمودند کہ از علالتِ خویش در حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم عرض کن۔"

یہی بات وہ اپنے ایک مکتوب میں بھی لکھتے ہیں:

"۳۔ اپریل کی رات ۳ بجے کے قریب (میں اس شب بھوپال میں تھا) میں نے سرسید علیہ الرحمہ کو خواب میں دیکھا۔ پوچھتے ہیں

"تم کب سے بیمار ہو؟"

میں نے عرض کیا: "دو سال سے اُوپر مدت گزر گئی۔"

فرمایا: "حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرو۔"

میری آنکھ اسی وقت کھل گئی اور اس عرضداشت کے چند شعر جو اَب طویل ہو گئی ہے میری زبان پہ جاری ہو گئے۔ انشاء اللہ ایک مثنوی فارسی "پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق" نام کے ساتھ یہ عرض داشت شائع ہو گی۔ ۴۔ اپریل کی صبح سے میری آواز میں کچھ تبدیلی شروع ہوئی۔ اب پہلے کی نسبت آواز صاف تر ہے اور اس میں وہ رِنگ (Ring) عود کر رہا ہے جو انسانی آواز کا خاصہ ہے۔ گو اس ترقی کی رفتار بہت سست ہے جسم میں بھی عام کمزوری ہے....."[۱]

اے تو ما بے چارگاں را ساز و برگ
وا رہاں ایں قوم را از ترسِ مرگ
سوختی لات و مناتِ کہنہ را
تازہ کردی کائناتِ کہنہ را
در جہان ذکر و فکرِ انس و جاں
تو صلوٰتِ صبح، تو بانگِ اذاں

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی وجہ سے کائنات سے غیر اللہ کی پرستش ختم ہوئی تھی اور انہی کے طفیل میں کائنات کو بیداری حاصل ہوئی تھی۔

سورہ سبا: آیت ۲۸ میں ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا اور (اے محبوبؐ)

ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام انسانوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر۔

سورۃ الانبیا: آیت ۱۰۷ میں ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

اور (اے محبوبؐ) ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔

صفحہ ۴۹ میں ہے:

مومن و از رمزِ مرگ آگاہ نیست
در دلش لا غالب الا اللہ نیست

سورہ یوسف: آیت ۲۱ میں ہے:

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ

اور اللہ غالب رہتا ہے اپنے امر پہ اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (اللہ ہی غالب ہے، موت غالب نہیں)۔

صفحہ ۵ میں ہے:

قم باذنی گوئی و اُو را زندہ کن!
در دلش اللہ ھو را زندہ کن!

سورہ آلِ عمران: آیت ۴۹ میں ہے کہ عیسٰی علیہ السلام اللہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ یہاں اقبال نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی ہے کہ افرنگ زدہ مسلمان کو آپ زندہ و بیدار فرما دیں۔ صرف اس لیے:

ع تا مسلماں باز بیند خویش را

پھر اسی صفحہ ۵ میں اقبال نے اپنی آواز کی خرابی کا ذکر اس طرح کیا ہے:

نغمہ من در گلوے من شکست
شعلہ از سینہ ام بیروں نجست

در نفس سوزِ جگر باقی نماند
لطفِ قرآنِ سحر باقی نماند

سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۷۸، میں ہے:

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا

بے شک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

آگے چل کر عرض کرتے ہیں کہ جس طرح عربی قصیدہ بردہ کے مصنف بوصیریؒ کو آپؐ کی خدمت میں عرض کرنے سے فالج کی بیماری سے نجات ملی اسی طرح مجھے بھی گلے کی خرابی سے نجات حاصل ہو۔

صفحہ ۵۱ میں ہے:

چوں بصیریؒ از تومی خواہم کشود
تا بمن باز آید آں روزے کہ بود

آخر میں کہتے ہیں (صفحہ ۵۲):

گرچہ کشتِ عمرِ من بے حاصل است
چیزکے دارم کہ نامِ اُو دل است
دارمش پوشیدہ از چشمِ جہاں
کز سُمِ شبدیزِ تو دارد نشاں

سورۃ الشعراء: آیات ۸۸-۸۹ میں ہے:

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ۝

جس دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے مگر وہ جو اللہ کے حضور ہوا سلامت دل لے کر۔

یہ سلامت دل حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہی میں حاصل ہو سکتا ہے۔

؎

اندریں دشت ددرے بہنادرے
بو کہ آید کاردانے دیگرے

حواشی

۱۔ مولانا سلیمان ندوی نے "سیرۃ النبیؐ" (اعظم گڑھ ۱۹۵۲ء) ۵/ ۲۲۸۔ میں اسی تقویٰ القلوب کو (اقبال کی اصطلاح میں عشق) خدا کے حکم کے مطابق عمل کرنے کی شدید رغبت اور اس کی مخالفت سے شدید نفرت سے تعبیر کیا ہے۔

۲۔ مکاتیب ۱/۱۴۱۔

۳۔ ایضاً ۱/۳۴۔۳۵

۴۔ ایضاً ۱/۲۰۲۔۲۰۳

۵۔ ایضاً ۱/۱۵

۶۔ ایضاً ۱/۲۰۱۔۲۰۲

۷۔ مولانا سلیمان ندوی نے "سیرۃ النبیؐ" ۴/۵۰۲ میں یہی ترجمہ کیا ہے۔

۸۔ صفحہ ۲۳ میں یہ شعر بھی ہے:

از سہ قرن ایں امتِ خوار و زبوں!
زندہ بے سوز و سرورِ اندروں!

"بالِ جبریل" میں بھی کہا ہے:

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی!

شعر میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (م ۱۰۳۴ھ) کے متعلق اشارہ ہے۔

۹۔ مکاتیب ۱/۴۶۵

۱۰۔ ملفوظاتِ اقبال، ص ۶۸

۱۱۔ مکاتیب ۱/۲۰۲-۲۰۳

۱۲۔ ایضاً ۱/۲۳۱-۲۳۲

۱۳۔ ایضاً ۱/۳۵

۱۴۔ "پیامِ مشرق" میں ہے:

گریز از طرزِ جمہوری غلامِ پختہ کارے شو

کہ از مغزِ دو صد خر فکرِ انسانی نمی آید

۱۵۔ مکاتیب ۱/۲۵۰

۱۶۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم، "فکرِ اقبال" (لاہور، بزمِ اقبال، سالِ طباعت ندارد) ص ۳۸۴

۱۷۔ مکاتیب ۱/۴۱۔

علامہ اقبال نے ایک خط میں یہ بھی اظہار کیا ہے کہ:

"میں سرسید کو انیسویں صدی میں مشرقی دنیا کا

سب سے بڑا سیاسی مدبر سمجھتا ہوں۔"

دیکھیں رسالہ "صحیفہ" لاہور۔ اکتوبر ۷۳ء۔ ص ۲۳۳

—

مثنوی

مسافر

مثنوی

مسافر

یعنی سیاحتِ چند روزہ افغانستان — اکتوبر ۱۹۳۳ء

"تجویز یہ تھی کہ ۱۴۔ اکتوبر ۱۹۳۳ء کے جشنِ استقلال کے موقع پر مولانا سلیمان ندوی، علامہ اقبال، سر سید راس مسعود اور ڈاکٹر ہادی حسن کابل پہنچ جائیں لیکن مولانا سلیمان ندوی کو پاسپورٹ دیر میں ملا۔ اور وہ ۲۵ اکتوبر کو پشاور سے روانہ ہو سکے۔ بقیہ حضرات ۲۱ اکتوبر کو وہاں سے روانہ ہو گئے تھے۔ علامہ اقبال نے حضرت نادر شاہ کی ملاقات کا ذکر مثنوی مسافر (صہ ۶۱ ع۔ شہرِ کابل، خطۂ جنت نظیر) میں کیا ہے۔

"انجمن ادبی کابل نے بھی ان مہمانوں کا استقبال کیا۔ ۳۰ اکتوبر کو یہ حضرات غزنین بھی گئے اور دوسرے دن وہاں سے روانہ ہو کر قندھار پہنچے۔ وہاں خرقہ شریف کی زیارت کی جس کا ذکر علامہ اقبال نے اس

مثنوی (ص۲۲ - ۵۴ خرقۂ آں برزخ "لایبغیان . . . . . .) میں کیا ہے
۲ نومبر کو وہاں سے چمن پہنچے، پھر واپس اپنے اپنے مستقر کو روانہ
ہوئے۔"[۱]

اس سے پہلے ۲۴ مارچ ۱۹۳۲ء کو چھ شعر ملتِ کہسار کے نام علامہ اقبال نے لکھے
تھے جو "کابل" نام کے رسالے میں شائع ہوئے تھے:

صبا بگوی بافغانِ کوہسارِ ازمن
بمنزلے رسد آں ملتے کہ خودنگر است
مرید پیر خراباتیانِ خودبیں شو
نگاہِ او زعقابِ گرسنہ تیز تر است
ضمیرِ تست کہ نقشِ زمانۂ تو کشد
نہ حرکتِ فلک است این نہ گردشِ قمر است
دگر بسلسلۂ کوہسار خود بنگر
کہ تو کلیمی و صبحِ تجلّی دگر است
بیا بیا کہ دامانِ نادر آویزیم
کہ مردِ پاک نہاد است وصاحبِ نظر است
یکے است ضربتِ اقبال وضربتِ فرہاد
بجز این کہ تیشۂ ما را نشانہ بر جگر است[۲]

یہ مثنوی نادر شاہ کی شہادت (نومبر ۱۹۳۳ء) کے بعد شائع ہوئی اس لیے
اس کی تمہید میں (ص۵۱) علامہ اقبال لکھتے ہیں:

اے صبا اے رہ نوردِ تیزگام
در طوافِ مرقدش نرمک خرام

شاہ در خواب است پا آہستہ نہ
غنچہ را آہستہ تر بکشا گرہ
از حضور او مرا فرماں رسید
آنکہ جانِ تازہ در خاکم دمید
"سوختیم از گرمیٔ آوازِ تو
اے خوش آں قومے کہ داند رازِ تو"

تا کجا در بندہا باشی اسیر
تو کلیمی راہِ سینائے بگیر!

سورۂ مریم : آیت ۵۲ میں ہے:

وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿٥٢﴾

اور اُسے (موسیٰؑ کو) ہم نے طُور کی جانب سے ندا فرمائی اور اُسے اپنا راز کہنے کو قریب کیا۔

صفحہ ۵۷ میں ہے:

آہ قومے بے تب و تابِ حیات!
روزگارش بے نصیب از واردات

افسوس ہے اس قوم پر جس میں بیداری نہیں اور عمل کے لیے سرگرمی نہیں۔

سورۃ الرعد : آیت ۱۱ میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا (حالی)

صفحہ ۵۸ میں ہے:

اے ز خود پوشیدہ خود را باز یاب
در مسلمانی حرام است ایں حجاب!
رمزِ دینِ مصطفےٰؐ دانی کہ چیست
فاش دیدن خویش را شاہنشہی است!
چیست دیں؟ دریافتن اسرارِ خویش
زندگی مرگ است بے دیدارِ خویش

خود کو پہچانو کہ خدا نے تمہیں اپنا نائب بنایا ہے۔ چنانچہ تمہارا عمل اسی منصب کے مطابق ہونا چاہیے۔

سورۃ الانعام کی آخری آیت ہے:

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَٰٓئِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَآ آتَٰكُمْ

اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں نائب کیا اور تم میں ایک کو دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ تمہیں آزمائے اس چیز میں جو تمہیں عطا کی۔

صفحہ ۶۰ میں ہے:

برگ و سازِ کائنات از وحدت است
اندریں عالم حیات از وحدت است

صرف خدا کو ایک طاقت سمجھنا اور خود کو متحد کرنا بھی وحدت ہے۔

سورۃ القصص: آیت ۸۸ میں ہے:

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ

اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو طاقت نہ جان۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔

اور سورۂ آل عمران : آیت ۱۰۲ میں ہے :

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا۔

علامہ اقبال اپنے رفقا کے ساتھ کابل پہنچے۔ نادر شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے فرمایا (صـ۶۳) :

غیرِ قرآں غمگسارِ من نبود
قوتش ہر باب را بر من کشود

سورۂ بنی اسرائیل : آیت ۹ میں ہے :

.... اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَ
يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا

بے شک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے اور خوشی سناتا ہے ایمان والوں کو جو اچھے کام کریں کہ اُن کے لیے بڑا اجر ہے۔

بابر کے مزار پر علامہ اقبال کے جذبات میں گرمی پیدا ہوئی اور انھوں نے کہا (صـ۶۵) :

اگرچہ پیرِ حرم وردِ لا الٰہ دارد
کجا نگاہ کہ برندہ تر ز پولاد است !

زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہنا آسان ہے۔ عمل سے اس کلمۂ توحید کی شان کو ظاہر کرنا چاہیے کہ غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہ لائیں۔

صفحہ ۶۰ میں سورۃ القصص کی آیت ۸۸ دیکھیں اور سورۃ الفتح کی آخری آیت میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ حضرات کے متعلق ہے کہ :

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

وہ کافروں پر بہت سخت اور آپس میں بہت نرم دل ہیں۔

صفحہ ۶۶ میں ہے:

خفتہ در خاکش حکیمِ غزنوی

از نوائے او دلِ مرداں قوی!

غزنین میں حکیم سنائی (المتوفی ۵۴۵ھ) کے مزار کی زیارت کی جنھوں نے لوگوں میں صحیح عرفان کی تبلیغ کی تھی اور حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس تزکیۂ نفس کے لیے سعی فرمائی تھی اُس کی انھوں نے پیروی کی تھی۔[۲]

سورۂ آل عمران: آیت ۱۶۴ میں ہے:

..... لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پہ کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو اُن پر اُس کی آیتیں پڑھتا ہے اور اُن کا تزکیہ کرتا ہے، (نفس کو قوتِ عملیہ و علمیہ دے کر پاک کرتا ہے) اور انھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔)

صفحات ۶۸ تا ۷۰ میں روحِ سنائیؒ کا جواب مذکور ہے:

مومناں زیرِ سپہرِ لاجورد

زندہ از عشق اند نَے از خواب و خورد

می ندانی عشق و مستی از کجاست

ایں شعاعِ آفتابِ مصطفیٰؐ است

زندۂ تا سوزِ او در جانِ تست

ایں نگہ دارندۂ ایمانِ تست

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا دین عشق و عمل، حرکت اور بیداری سکھاتا ہے، رہبانیت نہیں سکھاتا۔

سورۃ الحدید: آیت ۲۷ میں ہے:

وَرَهْبَانِيَّةَ ۨابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنٰهَا

اور رہبانیت کو اُن لوگوں نے خود ایجاد کر لیا تھا۔ ہم نے اس کو اُن پر واجب نہیں کیا تھا۔

یہ عیسائیوں کی ایجاد تھی۔

سورۃ الملک: آیت ۲ میں ہے:

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

[(اللہ) جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون شخص عمل میں زیادہ اچھا ہے۔]

سورۃ الاحقاف: آیت ۱۹ میں ہے:

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا

اور ہر ایک کے مرتبے اُن کے اعمال کے مطابق ہیں۔

صفحہ ۶۹ میں ہے:

دل ز دیں سرچشمۂ ہر قوت است
دیں ہمہ از معجزاتِ صحبت است

سورہ ق: آیت ۳۷ میں ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ ﴿۳۷﴾

بے شک اس میں اُس شخص کے لیے بڑی عبرت ہے جس کے پاس (فہیم)

دل ہو یا وہ (کم از کم دل سے) متوجہ ہو کر (بات کی طرف) کان ہی لگاتا ہو۔
اور ایسا دل، معیت اور صحبت ہی سے تیار ہوتا ہے۔
سورۃ الفتح کی آخری آیت میں معیت اور صحبت والوں ہی کے متعلق ہے کہ :

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

اور وہ لوگ جو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت (صحبت) میں ہیں وہ کافروں پر بہت سخت اور آپس میں بہت نرم دل ہیں۔

صفحہ ۶۹ ہی میں ہے :

دیں مجو اندر کتب اے بے خبر
علم و حکمت از کتب، دیں از نظر

محمد حسین عرشی لکھتے ہیں :

"ایک دفعہ میں نے پوچھا : "مثنوی پس چہ باید کرد"..... میں آپ کے مصرعے (علم و حکمت از کتب، دیں از نظر) میں نظر سے کیا مراد ہے؟"

فرمایا : "صحبت"۔[۱]

یہ مصرعِ مثنوی "پس چہ باید کرد" کے اس دوسرے حصے "(مسافر)" میں ہے۔ اس کے متعلق ص ۲۶ میں ذکر آچکا ہے، وہاں دیکھیں۔

صفحہ ۶۹ ہی میں ہے :

مصطفیٰ بحر است و موجِ اُو بلند
خیز و ایں دریا بجوئے خویش بند
مدتے بر ساحلش پیچیدۂ
لطمہ ہائے موجِ اُو نادیدۂ

یک زماں خود را بدریا در فگن
تا روانِ رفتہ باز آید بہ تن
اے مسلماں جز براہِ حق مرو
نا امید از رحمتِ عامے مشو
پردہ بگذار آشکارائی گزیں
تا بہ لرزد از سجودِ تو زمیں

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں ہو کر اُن کی تعلیم سے صحیح فائدہ نہ اٹھانا بڑی محرومی ہے۔ انہی کی تعلیم زندگی اور خویشتن شناسی سکھاتی ہے اور انہی کے قرآن سے پہاڑ بھی لرز جاتا ہے۔

سورۃ الحشر: آیت ۲۱ میں ہے:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو (اے مخاطب) تو اسے دیکھتا کہ خدا کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا۔

سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۸۲ میں ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝۸۲

اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں کہ وہ ایمان والوں کے حق میں تو شفا اور رحمت ہیں اور نا انصافوں کو اس سے اور اُلٹا نقصان بڑھتا ہے۔

صفحہ ۸ میں ہے:

باش تا بینی بہارِ دیگرے
از بہارِ پاستاں رنگیں ترے
ہر زماں تدبیر ہا دارد رقیب
تا نگیری از بہارِ خود نصیب
بر درونِ شاخِ گل دارم نظر
غنچہ ہا را دیدہ ام اندر سفر!

حضرت سنائیؒ کی طرف سے علامہ اقبال ایک روشن مستقبل کی امید دلاتے ہیں۔

سورۃ المائدہ: آیت ۵۴ میں ہے:

. . . . يَاأَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ
يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ
يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ۚ ذَٰلِكَ
فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

اے ایمان والو، تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرے گا (کافروں کی دوستی کی وجہ سے) تو عنقریب اللہ ایسے لوگوں کو لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ اُن کا پیارا۔ مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت۔ اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والی کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے۔

صفحہ ۱۷۰، ۱۷۲ میں مزارِ سلطان محمودؒ پر حاضری کے موقع کے اشعار ہیں۔ صفحہ ۱۷۰ میں ہے:

آنکہ چوں کودک لب از کوثر بشست
گفت در گہوارہ نامِ اُو نخست!

یہ دراصل فردوسی طوسی کے اس شعر میں ترمیم ہے:

چو کودک لب از شیرِ مادر بشست
ز گہوارہ محمود گوید نخست!

محمود کے لیے علامہ اقبال کا شعر ہے:

زیرِ گردوں آیت اللہ راتش
قدسیاں قرآں سرا بر تربتش

سلطان محمود نے دین کے لیے ممالک کو مسخر کیا۔ اس لیے اُسے "آیت اللہ" کہا ہے۔ مثلاً سورۃ النحل: آیت ۱۲ میں تسخیر کے سلسلے میں ارشاد ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومُ
مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۱۲

اور اس نے تمہارے لیے مسخر کیے رات اور دن اور سورج اور چاند اور ستارے (بھی) اس کے حکم سے مسخر ہیں۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کے لیے۔

صفحہ ۷۴۳ میں غزنیں کے کھنڈر دیکھ کر علامہ اقبال کے تاثرات درج ہیں:

ہر دو آمد یک دگر را ساز و برگ
من ندانم زندگی خوشتر کہ مرگ؟

سورۃ الملک: آیت ۲ میں ہے:

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے۔

صفحہ ۷۴۴ میں ہے:

ایں مسلماں از پرستارانِ کیست؟
در گرہ بالش یکے ہنگامہ نیست!

ابھی سورۃ الملک کی آیت ۲ سے معلوم ہوا کہ موت اور زندگی اسی لیے ہے کہ ہم اپنے عمل کی جانچ کریں بلکہ ایک دوسرے سے مقابلت اور مسابقت بھی کریں تاکہ ہمارا عمل بہتر سے بہتر بن سکے (ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنے کے لیے ہم پیدا نہیں کیے گئے)۔

صفحہ ۷۶ میں ہے:

ع پیرانِ حرم دیدم در صحنِ کلیسا مست!

"مکاتیب" ۱/۲۵۰، میں علامہ اقبال نے مختلف طبقوں کے مسلمانوں کی طاغوت پرستش کا حال لکھا ہے۔ ۲۱۔ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو جب علامہ اقبال اور ان کے رفقا قندھار پہنچے تو وہاں کے خرقہ شریف کی زیارت کی اور کہا (صفحہ ۷۷):

خرقۂ آں "برزخٌ لا یبغیان"
دیدمش در نکتۂ "لی خرقتان"

پہلے مصرعے میں سورۃ الرحمٰن کی آیت ۲۰ ہے کہ اس نے دو سمندر بہلائے کہ دیکھنے میں معلوم ہوں کہ ملے ہوئے ہیں۔ لیکن ہے ان میں روک کہ ایک دوسرے پر بڑھ نہیں سکتا۔

دوسرے مصرعے میں ایک حدیث مذکور ہے:

لی خرقتان الفقر والجہاد

میرے دو خرقے ہیں، ایک فقر اور دوسرا جہاد۔

فقر یعنی غیر اللہ سے بے نیازی اور جہاد یعنی اعلائے کلمۃ الحق۔

صفحہ ۷۸ میں ہے:

ع مستی و وارفتگی کارِ دل است!

عشق و مستی (یعنی عمل کے لیے دھن اور لگن ہی) دل کی زندگی ہے۔

سورۃ الاحقاف: آیت ۱۹ میں ہے:

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا

اور ہر ایک کے لیے اپنے اپنے عمل کے درجے ہیں۔

سورۃ الانعام: آیت ۱۶۵ میں ہے:

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا

اور جو کوئی کچھ کمائے وہ اسی کے ذمے ہے (عمل ہی انسان کی زندگی کی دلیل ہے)۔

صفحات ۷۹۔۸۰ میں احمد شاہ بابا کے مزار پر حاضری کا ذکر ہے۔ وہ افغان قوم کو بیدار کرنا چاہتے تھے۔ علامہ اقبال نے ان کے پیام کا خلاصہ اس طرح دیا ہے (صفحہ ۸۰):

گرمیٔ ہنگامۂ می بایدش
تا بخسپد رنگ و بو بازآیدش

یہ شعر بھی عمل کے لیے ہے اور ایسا عمل جو سلف صالحین کا تھا۔ اوپر کی آیتیں یہاں کے لیے بھی مناسب ہیں۔

پھر صفحہ ۸۱ سے صفحہ ۸۶ تک ظاہر شاہ (ابنِ نادر شاہ شہید) سے خطاب ہے اور اسی خطاب کے اندر (صفحہ ۸۴۔۸۵ میں) "زبورِ عجم" (صفحہ ۱۹۱) کے چھ اشعار بھی دے دیے ہیں۔

صفحہ ۸۲ میں ہے:

روز و شب آئینۂ تدبیرِ ماست
روز و شب آئینۂ تقدیرِ ماست

سورۃ النور: آیت ۴۴ میں ارشاد ہے:

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ﴿۴۴﴾

اللہ بدلی کرتا ہے رات اور دن کی۔ بے شک اس میں سمجھنے کا مقام ہے نگاہ

والوں کو۔
یہ تبدیلیاں انسان کی آنکھیں کھولتی ہیں اور عمل و حرکت کا پیام دیتی ہیں۔
صفحہ ۸۲، ہی میں ہے:

ہر کہ خود را صاحبِ امروز کرد
گردِ او گردد سپہر گرد گرد
او جہانِ رنگ و بو را آبروست
دوش از و، امروزِ او، فردا ازوست

سورۃ الفرقان: آیت ۶۲ میں ہے:

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ أَرَادَ أَن يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا ﴿٦٢﴾

اور وہی ہے جس نے رات اور دن کی بدلی رکھی اُس کے لیے جو دھیان کرنا چاہے یا شکر کا ارادہ کرے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۲۹ میں ہے:

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

سورۃ القمر: آیت ۴۹ میں ہے:

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ﴿٤٩﴾

بے شک ہم نے ہر چیز ایک اندازے سے پیدا فرمائی۔
ہر چیز، ہر گھڑی اور ہر کام خواہ بڑے سے بڑا ہو، سب کچھ انسان کے لیے، اگر وہ غور کرے۔
صفحہ ۸۲، ہی میں ہے:

اُستاں را در جہانِ بے ثبات !

نیست ممکن جز بکرّاری حیات !

مسلسل کوشش اور پیہم جستجو ہی سے زندگی حاصل ہوتی ہے۔

سورۃ البلد : آیت ۴ میں ہے :

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ

بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

سورۃ النجم : آیت ۳۹ میں ہے :

لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ﴿٣٩﴾

نہیں ہے انسان کے لیے مگر وہ جو سعی کرے۔

سعی کے معنی ہی مسلسل کوشش کے ہیں۔ امام راغب "مفردات" میں لکھتے ہیں کہ سعی کے معنی مشئیِ سریع (تیز روی، لپکنا) ہیں۔

پھر موسٰی علیہ السلام کے فعل میں ہم کو سعیِ پیہم اور انتھک کوشش کا پیام ملتا ہے۔

سورۃ الکہف : آیت ۶۱ میں ہے :

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ
أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا ﴿٦٠﴾

اور جب موسٰیؑ نے اپنے خادم سے کہا، میں باز نہ رہوں گا حتٰی کہ وہاں نہ پہنچوں، جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرنوں (سالہا سال) چلا جاؤں۔

اور حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیہم سعی و کوشش کو سراہتے ہوئے اللہ پاک ان کو فتحِ مکہ کی خوش خبری دیتا ہے۔

سورۃ الفتح : آیت ۲۷ میں ہے :

لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ

الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ
لَا تَخَافُوْنَ

بے شک اللہ نے سچ کر دیا اپنے رسول ؐ کا سچا خواب، بے شک تم ضرور مسجدِ حرام میں داخل ہو گے اگر اللہ چاہے امن وامان سے، اپنے سروں کے بال منڈاتے یا ترشواتے بے خوف۔

صفحہ ۸۳ میں ہے:

صد جہاں باقی است در قرآں ہنوز
اندر آیاتش یکے خود را بسوز

سورۂ صٓ: آیت ۲۹ میں ہے:

کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْۤا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾

یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اتاری برکت والی تاکہ اس کی آیتوں میں غور کریں اور عقل والے نصیحت لیں۔

سورۃ النحل: آیت ۸۹ میں ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ
هُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۸۹﴾

اور ہم نے تم پر قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے (ہر چیز کی تشریح کے لیے) اور یہ ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے مسلمانوں کے لیے۔

صفحہ ۸۳ ہی میں ہے:

مردِ میداں زندہ از اللہ ہوست
زیرِ پائے او جہانِ چار سوست!
بندۂ کو دل بہ غیر اللہ نہ بست
می تواں سنگ از زجاجِ او شکست!

سورۃ المائدہ: آیت ۱۲۰ میں ہے:

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کی سلطنت، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اور اللہ کا نائب بھی اسی لیے بڑی قدرت اور قوت والا ہے۔

سورۃ الاعراف: آیت ۱۱ میں ارشاد ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ

اور بے شک ہم نے تم کو پیدا کیا پھر تمہارے نقشے بنائے پھر ہم نے ملائکہ سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو (مسجودِ ملائک بھی بنایا گیا اور ہر مخلوق پر فضیلت بھی دی)۔

سورہ بنی اسرائیل: آیت ۷۰ میں ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا

اور بے شک ہم نے بزرگی دی آدمؑ کی اولاد کو اور خشکی و تری میں ان کو سوار کر دیا اور عمدہ اور پاک چیزوں کی اُن کو روزی دی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر اُن کو فضیلت دی۔

اور سورۃ الجاثیہ: آیت ۱۳ میں ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ

اور تمہارے لیے مسخر کیے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور زمین میں سب کا سب۔

مخمسہ میں ہے:

برگ و سازِ ما کتاب و حکمت است   ایں دو قوت اعتبارِ ملت است

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سورۂ آلِ عمران: آیت ۱۶۴ میں ہیں:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ اُن میں اُنہی میں سے ایک رسول بھیجا جو اُن پر اُس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۲۶۹ میں ہے:

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۭ

اور جسے حکمت دی گئی اُسے بہت بھلائی ملی۔

سورۃ المجادلہ: آیت ۱۱ میں ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ

اللہ درجے بلند کرے گا اُن لوگوں کے جو تم میں ایمان لائے اور اُن کے جنہیں علم دیا گیا۔

صفحہ ۸۴ میں ہے:

لیکن از تہذیب لا دینے گریز
زاں کہ او با اہلِ حق دارد ستیز
فتنہ ہا ایں فتنہ پرداز آورد
لات و عزیٰ در حرم باز آورد

سورۃ المجادلہ: آیت ۱۹ میں ہے:

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ۭ

اُن پر شیطان غالب آگیا۔ پس اس نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا۔

یہ شیطان کی جماعت ہے۔

صفحہ ۸۴ سے ۸۵ میں "زبورِ عجم" کے اشعار (ص ۱۹۱) آتے ہیں۔ پھر صفحہ ۸۵ میں ہے:

برخور از قرآں اگر خواہی ثبات
در ضمیرش دیدہ ام آبِ حیات!
می دہد مارا پیامِ لا تخف
می رساند بر مقامِ لا تخف

سورہ طٰہٰ: آیت ۶۸ میں ہے:

لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿۶۸﴾

خوف نہ کر۔ بے شک تو ہی غالب رہے گا۔

صفحہ ۸۵ ہی میں ہے:

قوّتِ سلطان و میر از لا الٰہ
ہیبتِ مردِ فقیر از لا الٰہ

جو اللہ کا ہو جاتا ہے وہ غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہیں لاتا۔

سورۃ الزمر: آیت ۳۶ میں ہے:

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ

کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟

سورۃ الفرقان: آیت ۵۸ میں ہے:

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ

اور بھروسا کر اس زندہ پر جو کبھی نہ مرے گا اور تسبیح کر اس کی حمد کے ساتھ۔

صفحہ ۸۶ میں ہے:

گوہر دریائے قرآں سفتہ ام
شرحِ رمزِ صبغۃ اللہ گفتہ ام

سورۃ البقرہ: آیت ۱۳۸ میں ہے:

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫

ہم نے اللہ کا رنگ لیا اور اللہ سے بہتر کس کا رنگ ہے؟

فکرِ من گردوں میسر از فیضِ اوست
جوئے ساحل ناپذیر از فیضِ اوست
پس بگیر از بادۂ من یک دو جام
تا درخشی مثلِ تیغِ بے نیام

حواشی

۱- تفصیل کے لیے دیکھیں مولانا عبدالسلام ندوی: اقبالِ کامل (لاہور، ۱۹۶۷ء) ص ۳۰-۳۴۔ اور مکاتیب (۱/۱۷۲-۱۷۸) مکتوب ۸۵ تا ۹۰۔ میں بھی اس سفر کی تیاری کا ذکر ہے اور مکتوب ۹۰ جو ۱۸۔ نومبر ۱۹۳۳ء کا ہے اس میں نادر شاہ کی شہادت پر قلق کا ذکر ہے۔

۲- اسلامی تعلیم: اقبال نمبر لاہور، مارچ تا جون ۱۹۷۴ء۔ ص ۴-۵

۳- علامہ اقبال نے سنائی کے متعلق بہیں لکھا ہے:

ع پختہ از فیضِ تو خامِ عارفاں

لیکن انہوں نے ایک مکتوب میں لکھا ہے:

"اگر اسلام افلاس کو برا کہتا ہے تو حکیم سنائی افلاس کو اعلیٰ درجے کی سعادت قرار دیتا ہے"۔

مکاتیب: ۱/۳۶

۴- ملفوظاتِ اقبال: ص ۶۸

ضربِ کلیم

پہلی اشاعت ۱۹۳۶ء

علامہ اقبال نے ضربِ کلیم کو نواب بھوپال حمید اللہ خان کے نام طالب آملی کے اس شعر کے دوسرے مصرع کے ساتھ معنون کیا تھا:-

زغارتِ چمنت بر بہار منتہاست
کہ گل بدستِ تو از شاخ تازہ تر ماند

ضربِ کلیم

"۔۔۔۔ باقی رہی یہ کتاب (ضربِ کلیم)، سو یہ ایک Topical چیز ہے۔ اس کا مقصود یہ ہے کہ بعض خاص خاص مضامین پر میں اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے یہ ایک اعلانِ جنگ ہے زمانۂ حاضر کے نام اور "ناظرین" سے میں نے خود کہا ہے کہ

میدانِ جنگ میں نہ طلب کر نوائے چنگ

نوائے چنگ یہاں موزوں نہیں ہے۔ اس کتاب کا Realistic ہونا ضروری ہے اور نوائے چنگ کی تلافی Epigrammatic Style سے کی گئی ہے۔"[1]

صفحہ ۱ میں ہے:

جب تک نہ زندگی کے حقائق پہ ہو نظر
تیرا زجاج ہو نہ سکے گا حریفِ سنگ

سورۃ الملک : آیت ۲ میں ہے :

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

وہ جس نے بنایا مرنا اور جینا کہ تم کو جانچے، کون تم میں اچھا عمل پیش کرتا ہے۔

زندگی کے حقائق میں سے یہ بھی ہے کہ انسان اپنے مرنے اور جینے کے مقصد کو سمجھے اور اپنے منصب کے مطابق عمل پیش کرے۔

صفحہ ۱۰۹ میں ہے:

یہ زورِ دست و ضربتِ کاری کا ہے مقام
میدانِ جنگ میں نہ طلب کر نوائے چنگ!
خونِ دل و جگر سے ہے سرمایۂ حیات
فطرت 'لہو ترنگ' ہے غافل! نہ جل ترنگ

انسان کو مشکلات سے مقابلہ کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

سورۃ البلد : آیت ۴ میں ہے :

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ

بے شک ہم نے انسان کو بنایا مشقت سہنا۔

سورۃ النجم : آیت ۳۹ میں ہے :

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿۳۹﴾

نہیں ہے انسان کے لیے مگر وہ جو سعی کرے۔

مشرق والوں کی روح تریاکی (افیونی) ہو چکی ہے اس کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لیے علامہ اقبال فرماتے ہیں :

صفحہ ۱۱۰ میں ہے :

اگر نہ سہل ہوں تجھ پر زمیں کے ہنگامے
بُری ہے مستیٔ اندیشہ ہائے افلاکی!

آسمانوں اور ستاروں کی راہوں کے متعلق سوچنے سے پہلے خود اپنی دنیا اور اس کی حقیقت کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

سورۃ الذاریٰت: آیات ۲۰۔۲۱ میں ہے:

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ﴿٢٠﴾ وَفِي أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٢١﴾

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کے لیے اور خود تمہارے اندر۔ کیا تم کو سُوجھ نہیں؟

صفحہ ۱۱ ہی میں ہے:

تری نجات غمِ مرگ سے نہیں ممکن
کہ تُو خودی کو سمجھتا ہے پیکرِ خاکی!

مرجانے سے، یا مرجانے کے غم سے چھٹکارا نہیں ہو جاتا۔

سورۃ المومنون: آیت ۳۷ میں ہے:

إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴿٣٧﴾

(کفار کہنے لگے) وہ تو نہیں مگر ہماری دنیا کی زندگی کہ ہم مرتے جیتے ہیں اور ہمیں اٹھنا نہیں۔

لیکن سورۃ المؤمنون: آیت ۱۱۵ میں ارشادِ خداوندی ہے:

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿١١٥﴾

تو کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تمہیں ہماری طرف پھرنا نہیں؟

سورۃ الزلزال: آیت ۷۔۸ میں ہے:

فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ﴿٧﴾ وَمَن

يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝

تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے گا اُسے دیکھے گا اور جو ذرہ بھر برائی کرے گا اُسے دیکھے گا۔

اسی صفحے میں ہے:

زمانہ اپنے حوادث چھپا نہیں سکتا
ترا حجاب ہے قلب و نظر کی ناپاکی!

مختلف واقعات اور حوادث کو اللہ پاک نے آیۃ للعالمین کہا ہے، مثلاً سورۃ الانبیاءُ آیت ۹۱، سورۃ العنکبوت آیت ۱۵۔ پھر بھی اگر کوئی نہیں سمجھتا تو اس کی مثال ایسی ہے جیسی کہ سورۃ الاعراف: آیت ۱۷۹ میں ہے:

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ

وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ بوجھ نہیں اور وہ آنکھیں رکھتے ہیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ کان رکھتے ہیں جن سے سنتے نہیں۔

صفحہ ۱۲ میں ہے:

تری سزا ہے نوائے سحر سے محرومی
مقامِ شوق و سرور و نظر سے محرومی!

سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۷۹ میں ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ڰ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝

اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کرو۔ یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے۔ قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے۔ جو تمہارے لیے مقام محمود ہے۔

صفحہ ۱۴ میں ہے:

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

بندۂ مومن جب اللہ اکبر کہہ کر اللہ کو سب سے بڑا سمجھنے کا اعلان کرتا ہے تو تمام غیر اللہ کا وجود لرز جاتا ہے کہ اب ایسا مومن آ گیا ہے جو ہم کو خاطر میں بھی نہیں لائے گا۔ اللہ کے قرآن سے پہاڑ بھی لرز جاتے ہیں تو اللہ کے سامنے کائنات کیوں نہ لرزے گی؟

سورۃ الحشر: آیت ۲۱ میں ہے:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ

اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا، پاش پاش ہوتا، اللہ کے خوف سے۔

یہی حال قیامت کے دن ہو گا کہ لوگ لرز رہے ہوں گے اور انہیں بولنے تک کا یارا نہ ہو گا۔

سورۃ المومن: آیت ۱۶ میں اس منظر کا بیان ہے:

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾

آج کس کی بادشاہی ہے؟ (اللہ پاک کے سامنے سب خاموش ہوں گے، پھر وہ خود ہی فرمائے گا کہ) اللہ ہی ہے جو سب پر غالب ہے۔

اسی شعر کا مترادف 'بالِ جبریل' میں ہے:

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
مُلّا کی اذاں اور، مجاہد کی اذاں اور

صفحہ ۱۵ میں ہے:

خودی کا سرِ نہاں، لاالٰہ الا اللہ

خودی ہے تیغ، فساں، لاالٰہ الا اللہ

سورۃ القصص: آیت ۸۸ میں ہے:

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ

اور مت پکار اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا۔

یعنی غیر اللہ کا انکار کر، تب تو اللہ کے لائق بن سکے گا۔ چنانچہ تمام طاغوتی طاقتوں کے انکار ہی سے انسان میں اللہ کے لائق بننے کی صلاحیت پیدا ہوسکتی ہے اور یہ صلاحیت ایسی قوت اور استعداد پیدا کر دیتی ہے کہ انسان نہ صرف اپنے منصب کے مطابق کام پیش کرتا ہے بلکہ تمام کائنات پر چھا جاتا ہے کیونکہ وہ خلیفۃ اللہ ہے اور اسی کی خاطر یہ دنیا بنائی گئی ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۲۹ میں ہے:

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا

وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

غیر اللہ سے انکار کر کے اور اللہ کے لائق بن کر جو عمل کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے وہ خودی ہے۔

علامہ اقبال لکھتے ہیں:

"جہاں یہ لفظ (خودی) میں نے استعمال کیا ہے اس سے مراد تشخصِ ذاتی یا احساسِ نفس ہے۔ انگریزی لفظ Individuality کا یہ ترجمہ ہے۔ ہماری زبان میں اس مفہوم کو ادا کرنے کے لیے، جہاں تک مجھے علم ہے، کوئی ایسا لفظ نہیں جو شعر میں کام دے سکے۔ تشخص یا تعین وغیرہ ایسے الفاظ ہیں جن کا یہ مفہوم ہے، مگر یہ دونوں الفاظ شعر کے لیے موزوں نہیں — انا یا انانیت بھی ایسے ہی الفاظ ہیں۔ لفظ خودی میں نے مجبوراً اختیار کیا

ہے۔"...... (مکتوب مورخہ ۲۴ جون ۱۹۱۶ء)[۲]

ایک دن پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے فلسفۂ خودی کا ماخذ علامہ اقبال سے براہِ راست دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا:

"ہاں سورۂ مائدہ کی آیت ۱۰۵، استحکامِ خودی پر دال ہے:

یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

اے ایمان والو، تم پر فرض ہے خودی کی حفاظت۔ اگر تم ہدایت پر ہو تو وہ شخص جو گمراہ ہے تمہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ تم سبھوں کو اللہ ہی کے پاس واپس جانا ہے اور وہ تمہیں تمہارے اعمال پر مطلع کر دے گا (تاکہ ان کے مطابق جزا و سزا مل سکے)[۳]

صفحہ ۱۵ ہی میں ہے:

یہ دور اپنے براہیمؑ کی تلاش میں ہے

صنم کدہ ہے جہاں، لا الٰہ الا اللہ

ابراہیم علیہ السلام کا کام بت شکنی تھا۔ سورۃ الانبیاء: آیت ۵۸ میں ہے:

فَجَعَلَھُمْ جُذٰذًا اِلَّا کَبِیْرًا لَّھُمْ لَعَلَّھُمْ اِلَیْہِ یَرْجِعُوْنَ

تو (ابراہیم علیہ السلام نے) اُن سب کو چُورا کر دیا مگر ایک کو جو اُن سب کا بڑا تھا کہ شاید وہ اس سے کچھ پوچھیں۔

اسی طرح ایسے لوگوں کی اس زمانے میں بھی ضرورت ہے جو تمام طاغوتی طاقتوں کا چُورا کر دیں۔

اسی صفحے میں ہے: یہ مال و دولتِ دنیا، یہ رشتہ و پیوند

بتانِ وہم و گماں! لا الٰہ الا اللہ

سورۃ الکہف: آیت ۴۶ میں ہے:

اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ الْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَیْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾

مال اور بیٹے یہ جیتی دنیا کا سنگار ہے اور باقی رہنے والی اچھی باتیں (اعمالِ خیر) اُن کا ثواب تمہارے رب کے یہاں بہتر اور وہ امید میں سب سے بھلی۔

اسی صفحہ میں ہے:

خرد ہوئی ہے زمان ومکاں کی زناری
نہ ہے زماں نہ مکاں! لا الٰہ الا اللہ

کسی چیز کا اچھا یا بُرا ہونا کسی زمانے یا کسی مقام کی وجہ سے نہیں ہے۔ اللہ پاک کے نزدیک تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار (تقویٰ والا) ہے۔

سورۃ الحجرات: آیت ۱۳ میں ارشاد ہے:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ

بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

صفحہ ۱۶ میں ہے:

اگرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں، لا الٰہ الا اللہ

مکہ میں منافقین اپنی آستینوں میں بُت چھپائے رکھتے تھے اور مسلمانوں کی جماعت میں بھی شامل ہو کر خود کو مسلمان کہلانا چاہتے تھے۔ ٹھیک اسی طرح آج کے مسلمان ہیں کہ خود کو مسلمان کہلاتے ہیں لیکن غیر اللہ کے پجاری بنے ہوئے ہیں ـــــ بہر حال ہر موقع پر اعلائے کلمۃ الحق کی ضرورت ہے۔

سورۃ التوبہ: آیت ۳ میں ہے:

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ

اور منادی پکار دینا ہے اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے سب لوگوں میں بڑے حج کے دن کہ اللہ بیزار ہے مشرکوں سے اور اس کا رسولؐ۔

صفحہ ۱۶ ہی میں ہے:

'تن بہ تقدیر' ہے آج اُن کے عمل کا انداز
تھی نہاں جن کے ارادوں میں خدا کی تقدیر
تھا جو ناخوب، بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

'غلام قوم مادیات کو روحانیت پر مقدم سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور جب انسان میں خوئے غلامی راسخ ہو جاتی ہے تو وہ ہر ایسی تعلیم سے بیزاری کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد 'قوتِ نفس اور روحِ انسانی کا ترفع ہو۔'

اللہ پاک نے انسان کو خاصا اختیار دیا ہے۔ سورۃ البقرہ: آیت ۲۸۶ میں ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا، لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ

اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔ اس کا فائدہ ہے جو اچھا کمایا اور اس کا نقصان ہے جو برائی کمائی۔

اور سورہ بنی اسرائیل: آیت ۷ میں ہے:

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا

اگر تم بھلائی کرو گے اپنا بھلا کرو گے اور اگر برا کرو گے تو اپنا۔

زندگی کی تسخیر کے لیے جب انسان کی حرکت اور اس کے عمل میں نظم پیدا ہو جاتا ہے تو وہ اعلیٰ سے اعلیٰ کام انجام دے سکتا ہے۔ اور یہی اس کی نیابتِ الٰہی کا تقاضا بھی ہے۔

صفحہ ۱۷ میں ہے:

دے ولولۂ شوق جسے لذتِ پرواز
کر سکتا ہے وہ ذرہ مہ و مہر کو تاراج!

ناوک ہے مسلماں! ہدف اس کا ثریا
ہے سرِ سراپردۂ جاں نکتۂ معراج!

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج انسانی کمالات کا منتہیٰ ہے جو زمان و مکان کی ہر قید سے آزاد ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل کی ابتدا میں ارشاد ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا

پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصا تک۔

پھر سورۂ النجم کی ابتدائی اٹھارہ آیتوں میں اس معراج شریف کی مزید تفصیل ہے۔ اقبال کے نزدیک یہ سب شوق اور عشق کا مظاہرہ ہے۔

صفحہ ۱۸ میں ایک "فلسفہ زدہ سید زادے" کو عقل اور فلسفہ کی بے عملی سمجھاتے ہوئے اقبال کہتے ہیں:

افکار کے نغمہ ہائے بے صوت
ہیں ذوقِ عمل کے واسطے موت!

دیں مسلکِ زندگی کی تقویم
دیں سرِّ محمدؐ و ابراہیمؑ!

افکار اور فلسفیانہ خیالات بقول رومیؒ:

پائے استدلالیاں چوبیں بود
پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

سورۃ المومن: آیت ۸۳ میں ایسی عقل اور علم والے منکرین کا ذکر ہے:

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ
وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾

تو جب اُن (منکروں) کے پاس اُن کے رسول روشن دلائل لائے تو وہ اسی پر خوش رہے جو ان لوگوں کے پاس (ناقص) علم تھا اور انہی پر اُلٹ پڑا جس کی ہنسی بناتے تھے۔

دراصل دین ہی انسانی زندگی کا مکمل نظام ہے جو ابراہیم علیہ السلام نے اور حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا۔

سورۃ الحج: آیت ۷۸ میں ہے:

مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ

تمہارے باپ ابراہیمؑ کا دین ہے۔

علامہ اقبال ایک جگہ لکھتے ہیں:

(میرے والد نے) فرمایا، انسانیت کو جس معراج پہ پہنچانا فطرت کا مقصود ہے اس کا نمونہ ہمارے سامنے محمدؐ کی صورت میں پیش کر دیا گیا ہے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک ہر نبی میں محمدؐ ہی کے مختلف مدارج تھے۔ وہ سلسلے گویا Muhammad in the making (تکمیلِ محمدؐ)

کے منازل تھے۔ بنیادی اصول ہر جگہ ایک تھا البتہ شعورِ انسانی کے ارتقا کے ساتھ ساتھ فروعات کی تکمیل ہوتی جاتی تھی حتٰی کہ محمدؐ مکمل ہو گیا اور بابِ نبوت بند ہو گیا۔ انسانیت اپنی معراجِ کبریٰ تک پہنچ گئی۔ اب ہر انسان کے سامنے معراجِ انسانیت کا نمونہ محمدؐ موجود ہے۔"[۵]

صفحہ ۱۹ میں ہے:

دل در سخنِ محمدیؐ بند
اے پورِ علی ز بوعلی چند
چوں دیدۂ راہ بیں نداری
قاید قرشی بہ از بخاری[۶]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"قرشی سے مراد حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
بخاری سے مراد، بوعلی سینا۔۔۔۔"[۷]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے مقامِ محبوبیت حاصل ہوتا ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت ۳۱ میں ہے:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ

آپ فرما دیں کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرماں بردار ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔

ایک فلسفی کی پیروی سے دماغی ورزش تو ہو جائیگی لیکن عملِ صالح کی آمادگی حاصل نہ ہو گی۔

صفحہ ۱۹ ہی میں ہے:

شاید کہ زمیں ہے یہ کسی اور جہاں کی
تو جس کو سمجھتا ہے فلک اپنے جہاں کا!

اوپر کی آیت بیان کے لیے کافی ہے۔ (ناقص عقل اور فلسفہ ایک چیز کو کبھی اچھا کہتا ہے، اور کبھی برا۔ اس لیے بہتر ہے کہ "دیدۂ راہ بیں" کی غیر موجودگی میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم جیسی کامل و مکمل ذاتِ گرامی ہی سے استفادہ کیا جائے۔

صفحہ ۲ میں ہے:

اگر جواں ہوں مری قوم کے جسور و غیور
قلندری مری کچھ کم سکندری سے نہیں!

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"ہندوستان کے مسلمان کئی صدیوں سے ایرانی تاثرات کے اثر میں ہیں۔ ان کو عربی اسلام سے اور اس کے نصب العین اور غرض و غایت سے آشنائی نہیں۔ ان کے لٹریری آئیڈیل بھی ایرانی ہیں اور سوشل نصب العین بھی ایرانی ہیں۔"[۵۹]

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"افسوس ہے کہ مسلمان مردہ ہیں۔ انحطاطِ ملی نے ان کے تمام قوائ کو شل کر دیا ہے اور انحطاط کا سب سے بڑا جادو یہ ہے کہ یہ اپنے صید پہ ایسا اثر ڈالتا ہے جس سے انحطاط کا مسحور اپنے قاتل کو اپنا مربّی تصور کرنے لگ جاتا ہے۔

سورۃ التوبہ: آیت ۲۰ میں ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾

وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں لڑے، اللہ کے یہاں ان کا درجہ بڑا ہے اور وہی مراد کو پہنچے۔

ایسے لوگ ہی "جسور و غیور" ہوتے ہیں۔

صفحہ ۲۰ سے نظم "علم و عشق" شروع ہوتی ہے جس میں علم (عقل اور فلسفہ بھی) کو تخمین و ظن کہا گیا ہے۔ اسی لیے وہ سراپا حجاب ہے۔ اس کے برعکس عشق جو مستی و جوش سکھاتا ہے سراپا حضور ہے اور وہ صرف مشکلات کو دعوت دیتا ہے، یقین پیدا کرتا ہے اور "حاصل" کے لیے نہیں بلکہ سعی و کوشش کے لیے بے قرار رہتا ہے۔ علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :

"حقیقت یہ ہے کہ یہ دنیا عجیب قسم کی فرضی کامیڈی کا ٹریجڈی پر مبنی انجام ہے۔ جس ڈرامہ کی ایکٹنگ ہم آپ جیسے انسان انجام دے رہے ہیں۔ اس کے ڈائرکٹر کی انسان نوازی پر فخر کرنا چاہیے کہ اس نے اپنے ڈرامہ کی شوٹنگ کے لیے انسان کو مختص فرمایا۔ دنیا میں انسان کی کامیابی یا ناکامی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ یہ دونوں بے معنی لفظ ہیں اور اسی دھن میں دنیا کی اکثریت مبتلا ہے۔

انسان صرف جویائے محبت اور اپنے یارِ حقیقی کی دھن میں لگا رہے۔ باقی تمام عبث اور خیالی دنیا کا بیہودہ فلسفہ ہے۔ ہم اس کو ڈھونڈتے رہیں جو ہم کو ڈھونڈنا چاہتا ہے۔ اُس کو ڈھونڈیں، خوب ڈھونڈیں اور اتنا ڈھونڈیں کہ اپنے آپ کو پالیں۔"[۱۱]

اسی سلسلے میں یہ بند ہے (صفحہ ۲۱) :

شرعِ محبت میں ہے عشرتِ منزل حرام
شورشِ طوفاں حلال، لذتِ ساحل حرام
عشق پہ بجلی حلال، عشق پہ حاصل حرام
علم ہے ابن الکتاب، عشق ہے ام الکتاب!

مشکلات سے بھاگنے والے لوگ شک میں گرفتار رہتے ہیں اور یقین سے تعلق نہیں رکھتے۔

سورۃ التوبہ: آیت ۴۵ میں ہے:

اِنَّمَا یَسْتَاْذِنُکَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُھُمْ فَھُمْ فِیْ رَیْبِھِمْ یَتَرَدَّدُوْنَ۝

رخصت آپ سے وہی مانگتے ہیں جو یقین نہیں رکھتے اللہ پر اور پچھلے دن پر اور شک میں پڑے ہیں دل اُن کے، سو وہ اپنے شک ہی میں بھٹکتے ہیں۔

سورۃ النجم: آیت ۲۸ میں ہے:

وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا۝

اور بے شک ظن و تخمین حقیقت کی تلاش میں کچھ کام نہیں دیتے۔

اور انسان مشکلات ہی کے لیے پیدا کیا گیا ہے جیسا کہ سورۃ البلد: آیت ۴ میں ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ۝

بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو مشقت سہتا۔

گویا اس کی فطرت ہی مشقت کو برداشت کرنے کے لیے ہے اور اُسے اس طرح تسلی دی گئی ہے جیسا کہ سورۃ الانشراح: آیت ۶ میں ہے:

اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۝

بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

سورۃ الملک: آیت ۲ میں بھی ہے:

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

جس نے بنایا مرنا اور جینا کہ تم کو جانچے، کون تم میں اچھا عمل پیش کرتا ہے۔

صفحہ ۲۲ میں ہے: ان غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب۔
کہ سکھاتی نہیں مومن کو غلامی کے طریق!

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"افسوس ہے کہ مسلمان مردہ ہیں۔ انحطاطِ ملّی نے ان کے قویٰ کو شل کر دیا ہے اور انحطاط کا سب سے بڑا جادو یہ ہے کہ یہ اپنے صید پر ایسا اثر ڈالتا ہے جس سے انحطاط کا مسحور اپنے قاتل کو اپنا مُربّی تصور کرنے لگ جاتا ہے"۔۔۔۔

حقیقت یہ ہے کہ کسی مذہب یا قوم کے دستور العمل و شعار میں باطنی معانی تلاش کرنا یا باطنی مفہوم پیدا کرنا اصل میں اس دستور العمل کو مسخ کر دینا ہے۔ یہ ایک نہایت Subtle طریق تنسیخ کا ہے اور یہ طریق وہی قومیں اختیار یا ایجاد کر سکتی ہیں جن کی فطرت گوسفندی ہو۔[۱۲]

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"غلام قوم مادیات کو روحانیت پر مقدم سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور جب انسان میں خوئے غلامی راسخ ہو جاتی ہے تو وہ ایسی تعلیم سے بیزاری کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد قوتِ نفس اور روحِ انسانی کا ترفع ہو"۔[۱۴]

اسی بات کو صفحہ ۲۲ کے اس شعر میں بیان کیا ہے:

لیکن مجھے پیدا کیا اس دیس میں تو نے
جس دیس کے بندے ہیں غلامی پہ رضا مند!

انسان نے ایسے لوگوں کو خدا بنا لیا ہے جن کو خود اپنے لیے کوئی اختیار حاصل نہیں پھر بھی ایسے لوگوں کی خوشنودی چاہتے ہیں۔

سورۃ الفرقان: آیت ۳ میں ہے:

وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ آلِهَةً لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ
وَلَا يَمْلِكُونَ لِأَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا

وَّلَا حَیٰوۃً وَّلَا نُشُوْرًا۝

اور لوگوں نے اس (اللہ) کے سوا اور خدا ٹھہرائے کہ وہ کچھ نہیں بناتے اور خود پیدا کیے گئے ہیں اور خود اپنی جانوں کے برے بھلے کے مالک نہیں اور نہ مرنے کا اختیار نہ جینے کا اور نہ اٹھنے کا۔

صفحہ ۲۳ ہی میں ہے:

یہ ہیں سب ایک ہی سالک کی جستجو کے مقام
وہ جس کی شان میں آیا ہے علم الاسماء!
مقامِ ذکر کمالاتِ رومی و عطار
مقامِ فکر مقالاتِ بو علی سینا!
مقامِ فکر ہے پیمائشِ زمان و مکاں
مقامِ ذکر ہے سبحان ربی الاعلیٰ!

وہ انسان جس کو اللہ پاک نے تمام (اشیاء) کے نام سکھائے (وعلم آدم الاسماء کلھا۔ البقرہ: ۳۰) جب عملی دنیا میں داخل ہوتا ہے تو رومی و عطار کے کمالات حاصل کرتا ہے اور بے خوف ہو کر صرف اللہ سے رشتہ جوڑتا ہے، لیکن اگر وہ صرف فکر اور فلسفہ کو مقصد بناتا ہے تو زیادہ سے زیادہ ابو علی ابن سینا جیسے مقالات لکھ سکتا ہے جو صرف سوچنا سکھاتے ہیں اور عمل کے لیے آمادہ نہیں کرتے، حالانکہ انسان کے لیے جو کچھ زمین میں ہے سب کو برتنا ہوگا۔

سورۃ البقرہ: آیت ۲۹ میں ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا

وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

اور سورۃ الجاثیہ: آیت ۱۲ میں ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ

اور تمہارے لیے مسخر کیے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہیں اپنے حکم سے مدب کے سب۔

اس لیے صرف سوچنے اور فکر کرنے کے لیے انسان پیدا نہیں کیا گیا۔

صفحہ ۲۴ میں ہے:

مُلّائے حرم

عجب نہیں کہ خدا تک تری رسائی ہو
تری نگہ سے ہے پوشیدہ آدمی کا مقام
تری نماز میں باقی جلال ہے، نہ جمال
تری اذاں میں نہیں ہے مری سحر کا پیام!

آج کل کے مُلا جو رسمیہ عبادت کرتے ہیں اور عبادت کے مقصد کو پیشِ نظر نہیں رکھتے ان سے نماز اور سحرخیزی کی حقیقت پوشیدہ ہے۔ نماز اور عبادت کا مقصد صرف اللہ کے آگے جھکنے کی سعادت ہے اور غیر اللہ سے بیزاری کا اعلان ہے۔

سورۃ الذاریت: آیت ۵۶ میں ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾

اور ہم نے نہیں پیدا کیا جن اور انسان کو مگر صرف اپنی عبادت کے لیے۔

یعنی انسان صرف اللہ کے آگے جھکے اور غیر اللہ سے بے نیاز رہے۔

سحرخیزی کے لیے سورہ بنی اسرائیل: آیت ۷۹ میں ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ

رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾

اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کیا کرو۔ یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے

قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں ایسی جگہ کھڑا کرے جو تمہارے لیے مقامِ محمود

ہے۔(یہ مقامِ شفاعت ہے)۔

صفحہ ۲۵ میں ہے:

'ہر لحظہ ہے قوموں کے عمل پر نظر اس کی

برّاں صفتِ تیغِ دو پیکر نظر اس کی'!

تقدیر کی نظر قوموں کے عمل پر ہوتی ہے۔ عمل اچھے ہوں گے تو تقدیر اچھی ہوگی، ورنہ نہیں۔ صفحہ ۱۶ میں سورۃ البقرہ کی آیت ۲۸۶ اور سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۷ دیکھیں۔

صفحہ ۲۵ ہی میں ہے:

زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی

آج کیا ہے؟ فقط اک مسئلہ علمِ کلام!

سلف صالحین کے لیے اصل قوت توحید تھی یعنی وہ غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہیں لاتے تھے لیکن آج ہم توحید کو صرف علمِ کلام کے ایک مسئلے کی طرح پڑھ لیتے ہیں اور بس!

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴿۱﴾

آپ فرما دیں کہ اللہ ایک ہے۔

یعنی ہر شان میں (ربوبیت اور الوہیت میں) یگانہ و یکتا ہے۔ کلمہ طیبہ بھی صرف اللہ کی حاکمیت اور غیر اللہ کے انکار کا عہد اور اقرار ہے اور یہی وحدتِ کردار کے لیے ضروری ہے۔ یہ عقیدہ ایسی قوت پیدا کرتا ہے کہ (ماسوا اللہ) اس کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ ہمارے امام اور لیڈر ایسی قوت سے خالی ہیں۔ علامہ اقبال کی دعا تھی کہ'

"خدا تعالیٰ آپ کو اس امر کی توفیق دے کہ آپ اپنی قوت، ہمت، اثر، رسوخ اور دولت وعظمت کو حقائقِ اسلام کی نشر و اشاعت میں صرف کریں۔"[۱۴]

صفحہ ۲۶ میں "علم و دین" سے متعلق اشعار ہیں:

وہ علم اپنے بتوں کا ہے آپ ابراہیم
کیا ہے جس کو خدا نے دل و نظر کا ندیم

وہ علم، کم بصری جس میں ہم کنار نہیں
تجلیاتِ کلیم و مشاہداتِ حکیم!

صحیح علم وہ ہے جو ابراہیم علیہ السلام کی طرح غیر اللہ کی طاغوتی طاقتوں کو ختم کر دے اور موسیٰ علیہ السلام کی طرح اللہ کو دیکھنا اور پہچاننا سکھائے۔ حکیم اور عاقل کی طرح سوچنا ممنوع نہیں، لیکن عمل میں انبیاء علیہم السلام کی شان ہونی چاہیے۔

سورۃ العنکبوت: آیت ۶۹ میں اللہ پاک کا وعدہ ہے:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٦٩﴾

اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھائیں گے اور بے شک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔

یہی صحیح عقل والوں کی علامت ہے ورنہ غلط علم اور غلط عقل والے تو ایسے ہوتے ہیں جن کا ذکر سورۃ المؤمن: آیت ۸۳ میں آتا ہے:

فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِندَهُم مِّنَ الْعِلْمِ
وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٨٣﴾

تو جب اُن کے پاس ان کے رسول روشن دلائل لائے تو وہ اسی پر خوش رہے جو اُن کے پاس (غلط اور ناقص) علم تھا اور وہ انہی پر الٹ

پڑا جس کی ہنسی بناتے تھے۔

التوبہ : ۸۲ میں ہے : فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَّلْيَبْكُوا كَثِيرًا

صفحہ ۲۶ میں "ہندی مسلمان" عنوان ہے۔ اس مسلمان کو برہمن (ہندو) لوگ "غدارِ وطن" کہتے ہیں کیونکہ وہ پاکستان بنانا چاہتا ہے۔ انگریز اس کو "گداگر" سمجھتا ہے اور غلام احمد قادیانی اس مسلمان کو کافر سمجھتا ہے۔ ایسے لوگوں ہی کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے (سورۃ البقرہ : آیت ۱۵) :

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿۱۵﴾

اللہ اُن سے استہزاء فرماتا ہے اور انہیں ڈھیل دیتا ہے کہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔

"آزادیٔ شمشیر کے اعلان پر" (صفحہ ۲۷)۔ تلوار کا استعمال اللہ کے دین کی حفاظت کے لیے ہونا چاہیے :

قبضے میں یہ تلوار بھی آجائے تو مومن

یا خالدِؓ جانباز ہے یا حیدرِؓ کرار!

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :

'میں جنگ کا حامی نہیں ہوں اور نہ کوئی مسلمان شریعت کے حدودِ معیّنہ کے ہوتے ہوئے اس کا حامی ہو سکتا ہے۔ قرآن کی تعلیم کی رُو سے جہاد یا جنگ کی صرف دو صورتیں ہیں۔ محافظانہ اور مصلحانہ۔ پہلی صورت میں یعنی اس صورت میں جبکہ مسلمانوں پر ظلم کیا جائے اور ان کو گھروں سے نکالا جائے تو مسلمان کو تلوار اٹھانے کی اجازت ہے (نہ حکم) دوسری صورت جس میں جہاد کا حکم ہے ۹ : ۹م میں بیان ہوئی ہے"۔ [۱۵]

سورۃ النحل : آیت ۱۱۰ میں ارشاد ہے :

ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوا ثُمَّ جَاهَدُوا وَصَبَرُوا إِنَّ

رَبَّكَ مِنۢ بَعۡدِهَا لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۱۰﴾

پھر بے شک تمہارا رب اُن کے لیے جنہوں نے اپنے گھر چھوڑے بعد اس کے کہ ستائے گئے پھر انہوں نے جہاد کیا اور صابر رہے ۔ بے شک تمہارا رب اس کے بعد ضرور بخشنے والا ہے۔

اوپر کے اقتباس میں علامہ اقبال نے جو حوالہ ۹ : ۴۹ دیا ہے وہ غالباً کتابت سے سہو کا شکار ہو گیا ہے ۔ وہ حوالہ ۹ : ۷۳ (التوبہ : ۷۳) ہو گا:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الۡکُفَّارَ وَ الۡمُنٰفِقِیۡنَ وَ اغۡلُظۡ عَلَیۡهِمۡ

اے نبیؐ جہاد کیجیے کفار اور منافقوں پہ اور اُن پر سخت ہو جائیے۔

یا وہ حوالہ ۹ : ۲۹ (التوبہ : ۲۹) ہو گا:

قَاتِلُوا الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ

لڑو اُن سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت پر۔

غلام احمد قادیانی نے جہاد بالسیف کے بجائے جہاد بالقلم کا فتویٰ دیا تھا اور یہ صرف حکومتِ برطانیہ کو خوش کرنے کے لیے تھا۔

صفحہ ۲۸ میں ہے:

باطل کے فال و فر کی حفاظت کے واسطے
یورپ زرہ میں ڈوب گیا دوش تا کمر!
ہم پوچھتے ہیں شیخِ کلیسا نواز سے
مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر

جہاد سے بھاگنے والے کے لیے وعید سورۃ التوبہ : آیت ۴۵ میں یوں ہے:

اِنَّمَا یَسۡتَاۡذِنُكَ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ الۡیَوۡمِ
الۡاٰخِرِ وَ ارۡتَابَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ فَهُمۡ فِیۡ رَیۡبِهِمۡ یَتَرَدَّدُوۡنَ ﴿۴۵﴾

ترجمہ: تم سے چھٹی (جہاد سے بچنے کے لیے) وہی مانگتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہیں اور وہ اپنے شک میں ڈانواں ڈول ہیں۔

صفحہ ۲۹ میں ہے:

لا دیں ہو تو ہے زہرِ ہلاہل سے بھی بڑھ کر
ہو دیں کی حفاظت میں تو ہر زہر کا تریاک!

قوت اگر دین کے لیے استعمال کی جائے تو وہ ہر زہر کے لیے تریاق بن جاتی ہے اور اگر دین کے لیے استعمال نہ ہو تو پھر وہ زہرِ ہلاہل ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۳۳ میں ہے:

.... وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۗ وَمَن قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِف فِّي الْقَتْلِ ۖ إِنَّهُ كَانَ مَنصُورًا ﴿٣٣﴾

اور کوئی جان جس کی حرمت اللہ نے رکھی ہے ناحق نہ مارو اور جو ناحق مارا جائے (مظلوم مارا جائے) تو بے شک ہم نے اس کے وارث کو قابو دیا ہے تو وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے۔ ضرور اس کی مدد ہونی ہے۔

صفحہ ۳۰ میں ہے:

فقر جنگاہ میں بے ساز و یراق آتا ہے
ضرب کاری ہے اگر سینے میں ہے قلبِ سلیم!

سورۃ الشعراء: آیات ۸۸-۸۹ میں ہے:

يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ﴿٨٨﴾ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿٨٩﴾

جس دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے مگر وہ جو اللہ کے حضور حاضر ہوا سلامت

دل لے کر۔

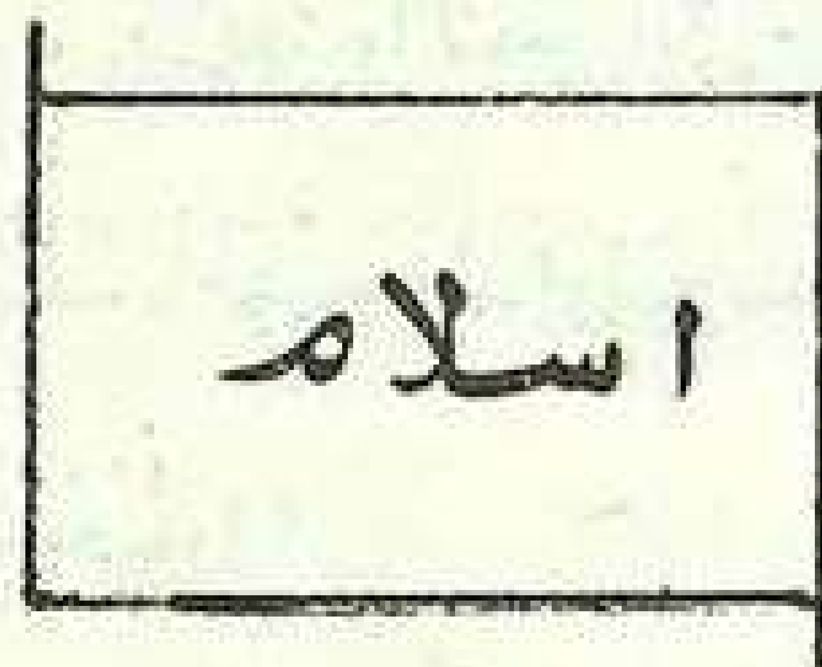
سورۃ الصّٰفّٰت : آیات ۸۳-۸۴ میں ہے:

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ۝ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝

اور بے شک اسی کے گروہ سے ابراہیم ہے جبکہ اپنے رب کے پاس حاضر ہوا غیر سے سلامت دل لے کر۔

جب مسلمان کا قلب غیر اللہ سے آزاد ہو کر صرف اللہ کا ہو جاتا ہے تو اُسے ظاہری ساز و سامان کی بھی چنداں ضرورت نہیں رہتی۔ اس کا اللہ اس کے لیے کافی ہے اور وہ باطل پہ یقیناً غالب ہو جاتا ہے۔

صفحات ۳۰-۳۱ میں ہے:



روح اسلام کی ہے نورِ خودی، نارِ خودی
زندگانی کے لیے نارِ خودی، نور و حضور!
یہی ہر چیز کی تقویم، یہی اصلِ نمود
گرچہ اس روح کو فطرت نے رکھا ہے مستور
لفظِ اسلام سے یورپ کو اگر کد ہے تو خیر
دوسرا نام اسی دین کا ہے 'فقرِ غیور'!

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"میرے عقیدے میں حقیقت ایسے اجزا کا مجموعہ ہے جو تصادم کے واسطے سے ربط و امتزاج پیدا کر کے 'کل' کی صورت میں تبدیلی کی

سعی کر رہے ہیں اور یہ تصادم لامحالہ اُن کی شیرازہ بندی اور ارتباط پہ منتج ہو گا۔ دراصل بقائے شخصی اور زندگی کے علو و ارتقا کے لیے تصادم نہایت ضروری ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میرے نزدیک بقا انسان کی بلند ترین آرزو اور ایسی متاعِ گراں مایہ ہے جس کے حصول پر انسان اپنی تمام قوتیں مرکوز کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں عمل کی تمام صور و اشکالِ مختلفہ کو جن میں تصادم و پیکار بھی شامل ہے، ضروری سمجھتا ہوں اور میرے نزدیک اُن سے انسان کو زیادہ استحکام حاصل ہوتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔

"میں تصادم کو سیاسی حیثیت سے نہیں بلکہ اخلاقی حیثیت سے ضروری سمجھتا ہوں۔"[۱۶]

یہی چیز یعنی تصادم کو اقبال نے نارِ خودی سے تعبیر کیا ہے جس سے اخلاقی برائیاں دُور کی جا سکتی ہیں اور جب تک ایسی قوت نہ ہو سکوت و جمود ختم نہیں ہوتا۔ جہاد بھی انسانیت کے سڑے ہوئے عضو کے لیے نشتر ہوتا ہے جس میں خیر ہی خیر ہے۔ اللہ کے مردِ مومن کے پاس سوائے اللہ کے اور کچھ نہیں ہوتا، لیکن اللہ کے ہونے کی وجہ سے اس کے پاس سب کچھ ہوتا ہے۔ یہی "فقرِ غیور" ہے اور یہی صحیح اسلام ہے۔

سورۃ الزمر: آیت ۳۶ میں ہے:

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ وَیُخَوِّفُوْنَکَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ

کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟ اور تمہیں ڈراتے ہیں اس کے سوا دوسروں سے۔

صفحہ ۱۸۱ میں ہے:

ہو اگر خود نگر و خودگر و خود گیر خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے!

اگر انسان خود کو پہچانے، خود کو بنائے اور خود کی گرفت (محاسبہ) کرے تو وہ ایسے کام سرانجام دے سکتا ہے جن کی بدولت اُسے حیاتِ ابدی حاصل ہو سکتی ہے۔

سورۃ الکھف: آیات ۲-۳ میں ہے:

وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۝ مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۝

اور (یہ کتاب) ایمان والوں کو بشارت دیتی ہے جو عملِ صالح کرتے ہیں کہ اُن کے لیے اچھا اجر ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے (یہ اجر حیاتِ ابدی کے لیے ہے)۔

سورۃ الذاریات: آیات ۲۰-۲۱ میں ہے:

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۝ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے اور خود تم میں۔ تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں؟

صفحات ۳۱-۳۲ میں ہے:

سُلطانی

کسے خبر کہ ہزاروں مقام رکھتا ہے
وہ فقر جس میں ہے بے پردہ روحِ قرآنی
خودی کو جب نظر آتی ہے قاہری اپنی
یہی مقام ہے کہتے ہیں جس کو سُلطانی

صفحہ ۲۰ کے ذیل میں علامہ اقبال کے ایک مکتوب کا اقتباس آچکا ہے وہ یہاں

کے لیے بھی کافی ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۹ میں ہے:

...... اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَ
یُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًا ۙ

بے شک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے اور خوشی سناتا ہے ایمان والوں کو جو عمل صالح کریں کہ اُن کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔

قرآن پر عمل ہو اور برائیوں کو دور کرنے کے لیے قاہری بھی استعمال کی جائے تو پھر ایسی زندگی ہی اصل سلطانی ہے۔

صفحہ ۳۲ میں ہے:

مثالِ ماہ چمکتا تھا جس کا داغِ سجود
خرید لی ہے فرنگی نے وہ مسلمانی!

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں رہنے والوں کی شان میں سورۃ الفتح کی آخری آیت میں ہے:

سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ

ان کی علامت اُن کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے۔

ایسے مسلمانوں کی اولاد آجکل انگریز کے لیے بکاؤ مال بن گئی ہے۔ علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"علما میں مداہنت آگئی ہے۔ یہ گروہ حق کہنے سے ڈرتا ہے۔ صوفیہ اسلام سے بے پروا اور حکام کے تصرف میں ہیں۔ اخبار نویس اور آجکل کے تعلیمیافتہ لیڈر خود غرض ہیں اور ذاتی منفعت و عزت کے سوا کوئی مقصد ان کی زندگی کا نہیں۔ عوام میں جذبہ موجود ہے مگر ان کا کوئی بے غرض

راہنما نہیں ہے"[۱۷]۔

صفحہ ۳۲ میں ہے:

صُوفی سے

تخیلات کی دنیا غریب ہے لیکن
غریب تر ہے حیات و ممات کی دنیا!

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"میرا تو عقیدہ ہے کہ غلو فی الزہد اور مسئلہ وجود مسلمانوں میں زیادہ تر بدھ (سمنیت) مذہب کے اثرات کا نتیجہ ہیں۔ خواجہ نقشبندؒ اور مجدد سرہندؒ کی میرے دل میں بہت بڑی عزت ہے مگر افسوس ہے کہ آج یہ سلسلہ بھی عجمیت کے رنگ میں رنگ گیا ہے۔ یہی حال سلسلۂ قادریہ کا ہے جس میں مَیں خود بیعت رکھتا ہوں، حالانکہ حضرت محی الدینؒ (جیلانی) کا مقصود اسلامی تصوّف کو عجمیت سے پاک کرنا تھا"[۱۸]۔

سورۃ الملک: آیت ۲ میں ہے:

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو تم میں کس کا عمل زیادہ اچھا ہے۔

صفحات ۴۳۔۴۴ میں ہے:

افرنگ زدہ

ترا وجود سراپا تجلیِّ افرنگ   کہ تو وہاں کے عمارت گروں کی ہے تعمیر!

تری نگاہ میں ثابت نہیں خدا کا وجود
مری نگاہ میں ثابت نہیں وجود ترا!

سورۃ الحشر: آیت ۱۹ میں ہے:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنْسٰهُمْ
أَنْفُسَهُمْ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ﴿۱۹﴾

اور اُن جیسے نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول بیٹھے تو اللہ نے انہیں اپنی جانوں سے غافل کر دیا۔ وہی فاسق ہیں۔

مغرب زدہ لوگ، تو خدا کے منکر ہیں اس لیے ہم اُن کے منکر ہیں۔

صفحہ ۳۴ میں ہے:



یہ حکمتِ ملکوتی، یہ علم لاہوتی
حرم کے درد کا درماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

ابھی صفحہ ۳۳ میں علامہ اقبال کے ایک مکتوب کا اقتباس آچکا ہے۔ وہ ایک دوسری جگہ ایک پیر صاحب کو لکھتے ہیں:

'دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کو اس امر کی توفیق دے کہ آپ اپنی ہمت، قوت، اثر، رسوخ اور دولت و عظمت کو حقائقِ اسلام کی نشر و اشاعت میں صرف کریں۔ اس تاریک زمانے میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی خدمت یہی ہے۔ کچھ عجب نہیں کہ جلد آپ کی طبیعت میں ایک بہت بڑا انقلاب پیدا ہو جس کی ابھی تک آپ کو

توقع نہیں۔ افسوس ہے کہ شمال مغربی ہندوستان میں جن بزرگوں نے علمِ اسلام بلند کیا اُن کی اولادیں دنیوی جاہ و منصب کے پیچھے پڑ کر تباہ ہو گئیں اور آج اُن سے زیادہ جاہل کوئی مسلمان مشکل سے ملے گا۔ الا ماشاء اللہ۔"[۱۹]

صفحہ ۳۵ میں ہے:

ھندی اسلام

ہے زندہ فقط وحدتِ افکار سے ملّت
وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد!

امام راغبؒ نے "المفردات" میں لکھا ہے کہ "دین کی طرح ملّت بھی اُس دستورِ الٰہی کا نام ہے جو اللہ اپنے بندوں کے لیے جاری فرماتا ہے تاکہ اُس پر چل کر انسان قربِ الٰہی حاصل کر سکے اور یہ دستور انبیاء علیہم السلام کی وساطت سے بندوں تک پہنچتا ہے (گو کہ لفظ ملّت کا اطلاق قرآن مجید میں باطل مذہب پر بھی ہوا ہے)"۔ تاہم ملّت کا قیام وحدتِ افکار سے ہے جس سے اتحاد اور وحدتِ کردار کی بنیاد پڑتی ہے۔

سورہ آل عمران: آیت ۱۰۳ میں ہے:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا

اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا۔

اس آیت سے کچھ پہلے (آل عمران: آیت ۱۰۱) ہے:

وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

اور جس نے اللہ کا سہارا لیا تو ضرور سیدھی راہ دکھایا گیا۔

صفحہ ۲۶ میں ہے:

دلِ مُردہ دل نہیں ہے، اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے اُمتوں کے مرضِ کُہن کا چارہ

تقوی القلوب (سورۃ الحج: آیت ۳۲) ہی خیر کے لیے سخت آمادگی پیدا کرتا ہے ایسے ہی لوگوں کے متعلق سورۃ ق: آیت ۳۷ میں ہے:

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَذِکۡرٰی لِمَنۡ کَانَ لَہٗ قَلۡبٌ اَوۡ اَلۡقَی السَّمۡعَ وَ ہُوَ شَہِیۡدٌ ﴿۳۷﴾

بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔

ایسے لوگ ہی زندہ دل والے ہوتے ہیں اور عمل کے لیے بے تاب رہتے ہیں۔

صفحہ ۳۷ میں ہے:

حق بات کو لیکن میں چھپا کر نہیں رکھتا
تُو ہے، تجھے جو کچھ نظر آتا ہے، نہیں ہے!

سورۃ البقرہ: آیت ۲۹ میں ہے:

ہُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ لَکُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا

وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

یعنی انسان کے لیے سب کچھ پیدا کیا گیا ہے۔ سب کچھ کے لیے انسان پیدا نہیں کیا گیا۔

صفحہ ۳۷ ہی میں ہے:

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات!

جو شخص صرف اللہ کے آگے جھکتا ہے اُسے کسی اور کے آگے جھکنے کی ضرورت نہیں۔

ابراہیم علیہ السلام نے یہی پیام دیا ہے۔

سورۃ الانعام : آیت ۸۰ میں ہے :

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ

میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائی۔ ایک اسی کا ہو کر اور میں مشرکوں میں نہیں۔

پھر ابراہیم علیہ السلام نے غیر اللہ سے قطعی بیزاری اختیار فرمالی۔

صفحہ ۳۸ میں ہے :

عقلِ بے مایہ امامت کی سزاوار نہیں
راہبر ہو ظن و تخمیں تو زبوں کارِ حیات!

سورۃ النجم : آیت ۲۸ میں اس ظن و تخمیں والی عقل کے متعلق ارشاد ہے :

وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا

اور بے شک ظن و تخمین یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔

سورۃ الحجرات : آیت ۱۵ میں مومن کی پہچان یہی بتائی گئی ہے کہ وہ شک اور گمان نہیں کرتے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ

ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے پھر شک نہ کیا اور اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ وہی سچے ہیں۔

صفحہ ۳۹ میں ہے :

گریز کشِ زندگی سے مردوں کی
اگر شکست نہیں ہے تو اور کیا ہے شکست!

سورۃ البلد: آیت ۴ میں ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ۝۴

بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

انسان کی خلقت کا تقاضا یہی ہے کہ وہ مشقت اٹھائے اور مشکلات کا مقابلہ کرے۔

سورۃ النجم: آیت ۳۹ میں ہے:

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۝۳۹

نہیں ہے انسان کے لیے مگر جو اس نے کوشش کی۔

سورۃ الانشراح: آیات ۵۔۶ میں ہے کہ دشواری مقدم ہے:

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝۵ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝۶

پس بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔

صفحہ ۳۹ ہی میں ہے:

ع اک دل ہے کہ ہر لحظہ الجھتا ہے خرد سے

صفحہ ۲۸ میں ظن و تخمین والی عقل کا ذکر آچکا ہے۔ اس کے مقابلے میں یقین ہے۔ اس کا ذکر بھی وہیں سورۃ النجم کی آیت ۲۸ میں آچکا ہے۔

صفحہ ۴۰ میں ہے:

وہ مردِ مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو
ہو جس کے رگ و پے میں فقط مستیِ کردار!

صفحہ ۳۲ کے سلسلے میں علامہ اقبال کے ایک مکتوب (مکاتیب ۱/۲۵۰) کا اقتباس

(صفحہ ۱۸۰، حاشیہ ۷، اپر آچکا ہے۔ وہ دیکھیں۔

اب ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو عمل پیش کریں تاکہ قوم ترقی کر سکے۔ سورۃ الرعد: آیت ۲۹ میں ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ﴿٢٩﴾

وہ جو ایمان لائے (یقین والے لوگ،) اور جنہوں نے عملِ صالح پیش کیے ان کو خوشی ہے، اور اچھا انجام ہے۔

سورۃ البیّنہ: آیت ۷ میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۞

بے شک جو ایمان لائے اور عملِ صالح کیے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔

صفحہ ۹۷ ہی میں ہے:

مرقد کا شبستاں بھی اُسے راس نہ آیا
آرام قلندر کو تہِ خاک نہیں ہے

قلندر سراپا عمل ہوتا ہے اور مرنے کے بعد بھی وہ عمل کے لیے بے قرار رہتا ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت ۱۵۴ میں ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿١٥٤﴾

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مُردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، ہاں تم کو خبر نہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں آتا ہے:

"موت کے بعد ہی اللہ تعالیٰ شہدا کو حیات عطا فرماتا ہے۔
اُن کی ارواح پر رزق پیش کیے جاتے ہیں اور انہیں راحتیں دی جاتی ہیں

اور اُن کے عمل جاری رہتے ہیں اور اجر و ثواب بڑھتا رہتا ہے"۔

صفحہ ۱۸۱ میں ہے:

مہر و مہ و انجم کا محاسب ہے قلندر!
ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر!

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"اسلامی تصوّف کا دار و مدار پیوستن پر ہے۔ تصوّفِ وجودیہ کا گسستن یا فنا پر۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میرا ذاتی میلان پیوستن کی طرف ہے مگر وقت کا تقاضا اور ہے اور میں نے جو کچھ لکھا ہے اس کے لکھنے پر مجبور تھا۔"[20]

قلندر اور صحیح مسلمان کے لیے آسمانوں اور زمین کے درمیان اور اندر ہر چیز مسخر ہے۔

سورۂ لقمان: آیت ۲۰ میں ہے:

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا
فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے لیے مسخر کیے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور تمہیں بھرپور دیں اپنی نعمتیں ظاہر اور چھپی۔

صفحہ ۱۸۲ میں ہے:

فلسفہ

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا
غواص کو مطلب ہے صدف سے کہ گہر سے!

یا مُردہ ہے یا نزع کی حالت میں گرفتار
جو فلسفہ لکھا نہ گیا خونِ جگر سے!

فلاسفہ صرف الفاظ کے پیچوں میں اُلجھے رہتے ہیں اور عمل کے لیے آمادہ نہیں ہوتے۔

سورۃ الصف: آیت ۳ میں ہے:

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۳

کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔

چنانچہ وہ عقل اور فلسفہ بیکار ہے جو جگرکاوی نہ سکھائے اور عمل کے لیے آمادہ نہ کرے۔
(صفحہ ۸۱ کی آیتیں بھی دیکھیں)۔

صفحہ ۲۰۴ میں ہے:

مردانِ خُدا

(مردانِ خدا خدا نباشند لیکن ز خدا جدا نباشند)

وہی ہے بندۂ حُر جس کی ضرب ہے کاری
نہ وہ کہ حرب ہے جس کی تمام عیّاری

بندۂ حُر وہی ہے جو صرف خدا سے تعلق رکھتا ہے اور غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہیں لاتا اور قول و فعل میں ہرگز فرق نہیں کرتا۔ سورۃ الحجرات کی آیت ۱۵ کا ذکر اوپر صفحہ ۳۸ کے ذیل میں آچکا ہے۔

سورۃ الانفال: آیت ۳۴ میں ہے:

اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ

اس کے اولیا تو پرہیزگار ہی ہیں۔

یہ پرہیز گاری اور تقویٰ القلوب ہی خیر اور عملِ صالح میں سخت رغبت پیدا کر دیتی ہے۔[۲۱]

صفحہ ۴۴ میں ہے:

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گُم ہے

مومن کی یہ پہچان کہ گُم اُس میں ہیں آفاق

جو دنیا کا محتاج ہے وہی کافر ہے اور جو اللہ کا محتاج ہے اور جس کی محتاج دنیا ہے وہی دراصل صحیح مومن ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۲۱۱ میں ہے:

زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوا

رچھایا گیا ہے کافروں کو دنیا کی زندگی پر اور وہ ہنستے ہیں ایمان والوں سے۔

اور مسلمان کی شان سورۃ الانعام: آیت ۱۶۲ میں بیان فرمائی گئی ہے:

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿۱۶۲﴾

آپ فرما دیں، بے شک میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

جب مسلمان اس عقیدے میں پختہ ہو جاتا ہے تو وہ تمام آفاق کا حاکم ہو جاتا ہے۔

سورۃ النور: آیت ۵۵ میں ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ

كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

اللہ نے وعدہ دیا کہ جو لوگ ایمان لائے اور کیے عملِ صالح،

کرے گا اُن کو ملک میں، جیسا کہ حاکم کیا تھا اُن سے اگلوں کو۔

یعنی زمین کی حکومت اُس مومن کی ہے جو عملِ صالح والا ہوتا ہے۔

صفحہ ۴۴ ہی میں ہے:

دنیا کو ہے اُس مہدیٔ برحق کی ضرورت
ہو جس کی نگہ زلزلۂ عالمِ افکار!

علامہ اقبال لکھتے ہیں:

"۔۔۔۔ مہدی سے مراد کوئی خاص مہدی نہیں ہے — وہی جو عالمِ افکار میں زلزلہ پیدا کر سکے" [۶۲] مہدی یعنی لیڈر۔

سورۃ الرعد: آیت ۱۱ میں ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

سورۃ الانفال: آیت ۵۳ میں ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

یہ اس لیے کہ اللہ کسی قوم سے جو نعمت انہیں دی تھی بدلتا نہیں جب تک وہ خود نہ بدل جائیں۔

جو اللہ کا ہو جاتا ہے اس کے لیے اللہ ہی ہے ہر معاملے میں۔ سورۃ انفال: آیت ۶۴ میں ارشاد ہوتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

اے نبیؐ! تمہارے لیے اور یہ جتنے مسلمان تمہاری پیروی کرتے ہیں ان کے لیے بھی اللہ کافی ہے۔

صفحہ ۵۴ میں ہے: ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن!

سورۃ الفتح کی آخری آیات میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں رہنے والوں سے متعلق ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ

اور وہ لوگ جو اُن (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی ہیں، کافروں پر بہت سخت ہیں اور آپس میں بہت نرم دل۔

یہی مومن جنت میں فرشتوں کے لیے دلآویز ہے اور وہاں کی نعمتوں کے لیے کم آمیز ہے، کیونکہ وہ صرف اللہ کی رضا کی خاطر جینا اور مرنا چاہتا ہے۔

سورۃ الانعام: آیت ۱۶۲ میں ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۲﴾

آپ فرما دیں، بے شک میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

صفحہ ۷۲ میں ابلیس کہتا ہے:

حرفِ استکبار، تیرے سامنے ممکن نہ تھا
ہاں مگر تیری مشیّت میں نہ تھا میرا سجود!

گویا وہ اپنی آزادی کو مجبوری کہہ رہا ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۳۴ میں ہے:

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰۗىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ڎ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۴﴾

اور (یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، کہ وہ منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر

ہو گیا۔

صفحہ ۴۸ میں ہے:

اس راز کو اب فاش کر اے روحِ محمدؐ!

آیاتِ الٰہی کا نگہبان کدھر جائے!

قرآن کی حفاظت کرنے والے لوگ (مسلمان) کیوں پریشان ہیں؟

سورۃ النسآء: آیت ۶۴ میں ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾

اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں (نافرمانی کر کے) تو اے محبوبؐ تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسولؐ ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

نافرمان مسلمان بھی حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ اسی لیے علامہ اقبالؒ نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت چاہی ہے:

اے بہ سراپردۂ یثرب بخواب

خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

صفحہ ۴۸ ہی میں ہے:

بتاؤں تجھ کو مسلماں کی زندگی کیا ہے

یہ ہے نہایتِ اندیشہ و کمالِ جنوں!

انتہا تک سوچنا اور عمل کے لیے سخت کوش ہونا ہی ایک مسلمان کی زندگی کا تقاضا ہے۔ اس سے عجم کا حسنِ طبیعت اور عرب کا سوزِ دروں ظاہر ہوتا ہے۔ صرف شعور (اندیشہ، سمجھ) کے سلسلے میں قرآن پاک میں ۲۵ آیتیں آئی ہیں جن میں شہادت کی زندگی،

قیامت کی آمد، اعمال کی خرابی، کافروں کی مکاری، عنایاتِ الٰہی وغیرہ کا ذکر ہے۔ تدبّر، تفقہ، تعقّل اور تفکر کے سلسلے میں بھی بکثرت آیات ہیں۔ علم، نظر، بصر اور عبر کے لیے بھی اسی طرح متعدد آیات ہیں جن میں غور و فکر کی دعوت ہے۔

پھر سورۃ الاعراف: آیت ۱۸۵ میں ہے:

أَوَلَمْ يَنظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ

کیا انہوں نے نگاہ نہ کی آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں اور جو جو چیز اللہ نے بنائی۔

گویا آسمانوں اور زمین کی ہر ہر چیز اور ہر ہر معاملے پر غور و فکر کی دعوت ہے اور یہ غور و فکر اور یہ اندیشہ یا سمجھ مسلمان کی زندگی کا تقاضا ہے۔

اور سخت کوشی جیسے تقوی القلوب یا کمالِ جنوں کہیے مسلمان اور انسان کی فطرت کا تقاضا ہے جیساکہ سورۃ البلد: آیت ۴ میں ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي كَبَدٍ

بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

قوم کے رہبر کی خصوصیت یہ ہونی چاہیے (صفحہ ۵۰):

موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رُخِ دوست
زندگی تیرے لیے اور بھی دشوار کرے!

صفحہ ۴۴ میں سورۃ الرعد: آیت ۱۱؛ سورۃ الانفال: آیت ۵۳؛ وغیرہ کی آیتیں آچکی ہیں۔ قوم کا لیڈر اللہ کے لیے مرنے کو عین زندگی سمجھتا ہے۔

سورۃ الانعام کی آیت ۱۶۲، اوپر بھی آچکی ہے۔

إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

بے شک میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کیلیے

ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔
شہادت یعنی دین کے لیے سر بکف ہونا اصل زندگی ہے جو صدیق کے بعد ہی اپنا مقام رکھتی ہے۔

سورۃ البقرہ : آیت ۱۵۴ میں ہے :

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

اور مت کہو جو کوئی مارا جائے اللہ کی راہ میں کہ مُردے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔

اور مرنے کے بعد ایک مومن کو جو راحتیں ملنے والی ہیں اُن کا پورا اندازہ اگر اس کی زندگی میں ہو جائے تو وہ ایک لمحے کے لیے بھی اس دنیا میں رہنا پسند نہ کرے گا۔ قوم کا مخلص لیڈر ایسی ہی زندگی کے لیے قوم کو آمادہ کرتا ہے۔

صفحہ ۵۰ ہی میں ہے :

سکوں پرستیٔ راہب سے فقر ہے بیزار
فقیر کا ہے سفینہ ہمیشہ طوفانی
پسند روح و بدن کی ہے، وانمود اس کو
کہ ہے نہایتِ مومن خودی کی عریانی!

طالوت کو جب بادشاہ بنایا گیا تو نبیؑ نے فرمایا (البقرہ : آیت ۲۴۷) :

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۷﴾

بے شک اُسے اللہ نے تم پر چُن لیا اور اسے علم اور جسم میں کشادگی زیادہ دی اور اللہ اپنا ملک جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

یعنی نسل اور دولت پر سلطنت اور وراثت کا استحقاق نہیں۔ علم اور قوت دونوں سلطنت کے لیے معیّن ہیں۔ علم کا تعلق روح سے اور قوت کا تعلق بدن سے ہے۔ مردِ مومن اسی لیے رہبانیت سے روکا گیا ہے اور دنیا کی مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے جیسا کہ صفحہ ۴۸ میں سورۃ البلد کی آیت ۴ مذکور ہوئی۔ مشکلات کا مقابلہ کرنے والا ہی خودی والا ہوتا ہے۔

صفحات ۵۱-۵۲ میں ہے:

معجزۂ اہلِ فکر، فلسفۂ پیچ پیچ
معجزۂ اہلِ ذکر، موسیٰؑ و فرعون وطور
مصلحتاً کہہ دیا میں نے مسلماں تجھے
تیرے نفس میں نہیں گرمیِ یوم النشور!

خوار جہاں میں کبھی ہو نہیں سکتی وہ قوم
عشق ہو جس کا جسور، فقر ہو جس کا غیور!

فلسفۂ پیچ پیچ کوئی فخر کی بات نہیں بلکہ کفر و باطل اور مشکلات کا مقابلہ کرنا فخر کی بات ہے۔ وہ قوم کبھی ذلیل نہیں ہو سکتی جو مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کرتی ہے اور سوائے اللہ کے کسی کو خاطر میں نہیں لاتی۔

سورۃ النور کی آیت ۵۵ پہلے بھی آ چکی ہے۔

. . . . . وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ
مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۚ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ۚ

اللہ نے وعدہ

دیا اُن کو جو تم میں سے ایمان لائے اور عمل صالح کیے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور ان کے لیے جما دے گا اُن کا وہ دین جو اُن کے لیے پسند فرمایا ہے اور ضرور اُن کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ میری ہی عبادت کریں، میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں۔

صفحہ ۵۱-۵۲ میں ہے:

تسلیم و رضا

ہر شاخ سے یہ نکتۂ پیچیدہ ہے پیدا
پودوں کو بھی احساس ہے پہنائے فضا کا!

جرأت ہو نمو کی تو فضا تنگ نہیں ہے
اے مردِ خدا ملکِ خدا تنگ نہیں ہے

سورۂ عبس: آیات ۲۶-۲۷ میں ہے:

ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾

پھر ہم نے زمین کو خوب چیرا تو اس میں اگایا اناج۔

اُگنے اور بڑھنے کی صلاحیت ہر چیز میں رکھی گئی ہے اور انسان کو بھی بڑھنے اور ترقی کرنے کے اسباب سمجھائے گئے ہیں مثلاً سورۃ الزخرف: آیت ۱۰ میں ہے:

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰﴾

جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اور تمہارے لیے اس میں راستے

بنائے کہ تم راہ پاؤ۔

سورۂ نوح: آیات ۱۹-۲۰ میں ہے:

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۝١٩ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۝٢٠

اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنا دیا کہ اس کے وسیع راستوں میں چلو۔

سورۃ الملک: آیت ۱۵ میں ہے:

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا

وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین رام کر دی تو اس کے راستوں میں چلو۔

سورۃ الزمر: آیت ۱۰ میں ہے:

وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ

اور اللہ کی زمین وسیع ہے۔

صفحہ ۵۳ میں ہے:

سرور جو حق و باطل کی کارزار میں ہے
تو حرب و ضرب سے بیگانہ ہو تو کیا کہیے!

سورۃ البقرہ: آیت ۲۱۸ میں ہے:

. . . . . اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا
وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ

بے شک وہ جو ایمان لائے اور وہ جنھوں نے اللہ کے لیے اپنے گھر بار چھوڑے اور اللہ کی راہ میں لڑے وہ رحمتِ الٰہی کے امیدوار ہیں۔

صفحہ ۵۴ میں ہے:

ہو بندۂ آزاد اگر صاحبِ الہام
ہے اس کی نگہ فکر و عمل کے لیے مہمیز!

اگر فکر و عملِ صالح کے لیے کوئی شخص مستعد ہو تو سمجھنا چاہیے کہ اس کو اللہ کی طرف سے الہام ہوا ہے اور یہی تقویٰ ہے۔

سورۃ الشمس: آیت ۸ میں ہے:

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۝

پھر (ہر نفس اور جان کو) الہام کیا (سمجھ دی) اس کی بدکاری اور اس کا تقویٰ۔

تقویٰ القلوب دراصل خیر کے لیے شدید رغبت اور شر کے لیے شدید نفرت کو کہتے ہیں۔

صفحہ ۵۵ میں ہے:

میری مشکل؟ مستی و شور و سرور و درد و داغ
تیری مشکل؟ مے سے ہے ساغر کہ مے ساغر سے ہے!

فلسفی صرف سوچنا جانتا ہے۔ اگر یہ بات بھی حل ہو جائے کہ شراب سے ساغر ہے یا ساغر کی وجہ سے شراب ہے (مرغی سے انڈا ہے یا انڈے سے مرغی ہے) تب بھی کون سا فائدہ حاصل ہو گا؟ ہم کو تو یہ مسئلہ حل کرنا ہے کہ فرد اور جماعت میں بیداری اور عمل کیونکر پیدا ہو۔

سورۃ العصر میں ہے:

وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

زمانے (کی تاریخ) کی قسم! بے شک انسان ضرور گھاٹے میں ہے مگر جو

ایمان لائے اور عملِ صالح کیے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

گویا فرد کے لیے ایمان اور عملِ صالح ہے اور جماعت کے لیے ایک دوسرے کو حق اور صبر کی تاکید۔ اس طرح قوم درست ہو سکتی ہے اور قوموں کی تاریخ یہی بات سکھاتی ہے۔

لاہور کے مسلمانوں اور کراچی کے غازی عبدالقیوم وغیرہ نے دین کی خاطر جو قربانیاں دی تھیں، ان کے متعلق علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ ان شہیدوں کی دیت (خون بہا) کہاں مل سکتی ہے اور یہ لوگ تو ابدی زندگی حاصل کر چکے ہیں۔ صفحہ ۵۵ میں ہے:

نظر اللہ پہ رکھتا ہے مسلمانِ غیور
موت کیا شے ہے؟ فقط عالمِ معنیٰ کا سفر!

صفحہ ۴۰ میں سورۃ البقرہ کی آیت ۱۵۴ دیکھیں۔

صفحہ ۵۶ میں ہے:

آہ! اے مردِ مسلماں تجھے کیا یاد نہیں؟
حرفِ لاتدع مع اللہ الٰھاً آخر!

یہ آیت سورۃ القصص (۸۸) میں ہے، یعنی سوائے اللہ کے کسی اور کو خدا نہ ٹھہرا (یعنی غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہ لا)۔

صفحہ ۵۶ ہی میں ہے:

وہ نبوّت ہے مسلماں کے لیے برگِ حشیش!
جس نبوّت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام!

وہ شخص ہرگز پیغمبر نہیں ہو سکتا جو حسن بن صباح کی طرح بھنگ پلا کر اپنی جماعت میں داخل کرے اور چوری چھپے کے کام سکھائے۔ صفحہ ۵۰ میں سورۃ البقرہ کی آیت (۲۴۷) آ چکی ہے کہ علم اور قوت دونوں کی ضرورت ہے۔ پھر ہمارے لیے تو یہ حکم سورۃ الانفال

کی آیت ۶۰ میں ہے:

اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ
تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ
لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝

اور تم تیار رکھا کرو اُن کے لیے جتنا تم سے ہو سکے قوت وطاقت کی چیزیں اور جنگی گھوڑے (ساز و سامان) کہ ان سے ان کے دلوں میں بٹھا دو جو اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن ہیں اور اُن کے سوا دوسروں کے دلوں میں (بھی) جن کو تم نہیں جانتے۔ اللہ انہیں جانتا ہے اور (ان کاموں کے لیے) اللہ کی راہ میں جو کچھ خرچ کر دگے تمہیں پورا دیا جائے گا اور کسی طرح گھاٹے میں نہیں رہو گے۔

صفحہ ۵۷ میں ہے:

اگر نہ ہو تجھے اُلجھن تو کھول کر کہہ دوں
وجودِ حضرتِ انساں، نہ روح ہے، نہ بدن!

انسان روح اور بدن کا مرکب نہیں ہے بلکہ خلیفۃ اللہ ہے جو ہمیشہ اپنی شایانِ شان کارگذاریوں سے زندہ و پایندہ رہے گا۔

سورۃ البقرہ: آیت ۳۰ میں فرشتوں سے اللہ کا ارشاد ہے:

اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً

بے شک میں زمین میں (انسان کو) اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

چنانچہ اللہ کی طرح اس کا نائب بھی زندہ و پایندہ ہے اگر وہ نائب بنکر رہے۔

صفحہ ۵۸ میں ہے:

مکّے نے دیا خاکِ جنیوا کو یہ پیغام
جمعیّتِ اقوام کہ جمعیتِ آدم؟

جنیوا میں جمعیتِ اقوام (ع بہرِ تقسیم قبور انجمنے ساختہ اند) قائم کی گئی تھی جہاں عقل و دانش کا دعویٰ کرتے ہوئے وہ اپنی پارٹی والی قوموں کی حمایت کرتی تھیں، خواہ دوسری پارٹی لاکھ حق پر ہو۔ ان کے برعکس مکہ معظمہ تمام انسانوں کے لیے (بغیر کسی رنگ و نسل کی تفریق کے) مرکز ہے۔

سورۂ آلِ عمران: آیت ۹۶ میں ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ہُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۹۶﴾

بے شک سب میں پہلا گھر جو انسانوں کی عبادت کے لیے مقرر ہوا وہ مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہانوں کا راہنما۔

جوانوں کو یہ سبق دیجیے (صفحہ ۵۸):

ع دے ان کو سبق خود شکنی، خود نگری کا

تاکہ وہ اپنے منصب (نیابتِ الٰہی) کو پہچانیں اور مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔
صفحہ ۸۴ میں سورۃ البلد کی آیت ۴ دیکھیں۔

صفحہ ۵۹ میں ہے:

ع قوموں کی حیات اُن کے تخیل پہ ہے موقوف

سورۃ الروم: آیت ۳۲ میں ہے:

کُلُّ حِزۡبٍۭ بِمَا لَدَیۡہِمۡ فَرِحُوۡنَ ﴿۳۲﴾

ہر گروہ جو اس کے پاس ہے اُسی پر خوش ہے۔

اسی نظم کے آخر میں ہے:

ع ہو زندہ کفن پوش تو میّت اسے سمجھیں

اگر کوئی قوم ' باوجود زندہ ہونے کے ، کفن پہن لے اور بالکل ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جائے تو ہمارے نزدیک ایسی قوم ہی میت ہے۔ سورۃ الصٰفٰت میں جنت اور دوزخ میں جانے والے دو ساتھیوں کا انجام مذکور ہے۔ اس کے ساتھ ہی ارشاد ہے (آیات ۶۱-۶۲):

لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾

ایسی ہی بات کے لیے عمل والوں کو محنت کرنا چاہیے۔ تو یہ مہمانی (جنت کی) بھلی یا تھوہر کا درخت؟

صفحہ ۶۰ میں "مردِ مسلمان" کے عنوان سے نظم ہے:

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان!

سورۃ الرحمٰن: آیت ۲۹ اللہ پاک کے متعلق ہے:

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ﴿۲۹﴾

اُسے ہر دن کام ہے۔
اسی طرح خلیفۃ اللہ کو ہونا چاہیے۔
صفحہ ۶۰ ہی میں ہے:

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان!

یہ چاروں الفاظ مختلف صیغوں میں قرآن پاک میں آئے ہیں۔

۱- قہاری : قہار یعنی ایسا زبردست غالب جس کے مقابلے میں سب ذلیل ہیں۔

۲- غفاری : غفار (صیغۂ مبالغہ)۔ غفر کے معنی ہیں کسی چیز کو محفوظ رکھنے کے لیے کسی چیز میں چھپا دینا۔ پس غفار کے معنی بہت

معاف کرنے والا۔

۳۔ قدوسی : قدوس، یعنی بہت پاک ذات۔

۴۔ جبروت : جبار، یعنی زبردست، زور آور۔ ایک معنی یہ بھی ہیں کہ وہ نقصانات کو پورا کرتا ہے اور احوال کو درست کرتا ہے۔

بہرحال یہ تمام صفات اللہ کی ہیں اور اللہ کے خلیفہ میں بھی ہونی چاہییں۔

صفحہ ۶۰ ہی میں ہے:

جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان!

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں رہنے والوں کی شان سورۃ الفتح کی آخری آیت میں بیان ہوتی ہے:

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

اور جو لوگ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہیں وہ کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں بہت نرم دل ہیں۔

علامہ اقبال کے ظرف کی بلندی ہے کہ وہ اپنوں کے نقائص بھی برملا بیان کرتے ہیں صفحہ ۶۱ میں "پنجابی مسلمان" کے عنوان کے تحت ہے:

مذہب میں بہت تازہ پسند اس کی طبیعت
کرلے کہیں منزل تو گزرتا ہے بہت جلد
تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا
ہو کھیل مریدی کا تو ہرتا ہے بہت جلد!

وہ اپنے ایک مکتوب میں بھی لکھتے ہیں:

"یہاں کے لوگوں میں اثر قبول کرنے کا مادہ زیادہ ہے۔ سادہ دل صحرائیوں

کی طرح ان میں ہر قسم کی باتیں سننے اور ان سے متاثر ہو کر ان پر عمل کرنے کی صلاحیت اور مقامات سے بڑھ کر ہے۔ ایک معمولی جلسے کے لیے آٹھ دس ہزار مسلمانوں کا جمع ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں بلکہ بیس بیس ہزار کا مجمع بھی غیر معمولی نہیں۔ یہ بات پنجاب کے ہندوؤں میں بھی نہیں پائی جاتی۔"[۲۳]

ایسے سادہ دل لوگوں کے متعلق سورۃ التوبہ: آیت ۹۹ میں ہے:

. . . . . . وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ
يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبَاتٍ
عِنْدَ اللَّهِ وَصَلَوَاتِ الرَّسُولِ ۚ أَلَا إِنَّهَا قُرْبَةٌ لَهُمْ ۚ
سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٩٩﴾

اور کچھ گاؤں والے وہ ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو خرچ کریں اُسے اللہ کی نزدیکیوں اور رسولؐ سے دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھیں۔ ہاں وہ اُن کے لیے باعثِ قرب ہے۔ اللہ جلد انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

صفحہ ۶۲ میں ہے:

ہے مملکتِ ہند میں اک طرفہ تماشا
اسلام ہے محبوس، مسلمان ہے آزاد!

لوگ اپنی آزادیٔ رائے سے اسلام اور قرآن کی من مانی تاویل کرتے ہیں، یعنی:

ع خود بدلتے نہیں، قرآں کو بدل دیتے ہیں

سورۂ آلِ عمران: آیت ۷ میں ہے:

. . . . . هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ
آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ ۖ فَأَمَّا الَّذِينَ
فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ

الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَأْوِيْلِهٖ

وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری۔ اس کی کچھ آیتیں صاف معنی رکھتی ہیں۔ وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں جن کے معنی میں اشتباہ ہے۔ وہ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں گمراہی چاہنے اور اس کا پہلو ڈھونڈنے کو۔

صفحہ ۶۲ ہی میں ہے:

ع فرنگیوں میں اخوت کا ہے نسب پہ قیام

قرآن نے تو یہ تعلیم دی تھی:

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

(سورۃ الحجرات: آیت ۱۳)

اے لوگو، ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ تقویٰ رکھتا ہے۔

یعنی رنگ و نسل وغیرہ صرف آپس کی پہچان کے لیے ہے اور صحیح بزرگی تقویٰ کی وجہ سے ہے۔

صفحہ ۱۲۳ میں ہے:

نہادِ زندگی میں ابتدا لا، انتہا اِلّا

پیامِ موت ہے جب لا ہوا اِلّا سے بیگانہ

صرف لا الٰہ کہنا گویا موت ہے اور چونکہ خدا کا انکار ہے اس لیے خدا کی پیدا کردہ ہر چیز جتی کہ دنیا اور خود اپنی جان سے انکار ہے۔ کیا کوئی اور ہستی دنیا کو پیدا کر

سکتی ہے؟

سورۃ النحل: آیت ۱۷ میں ہے:

اَفَمَنْ یَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا یَخْلُقُ

تو کیا جو بنائے وہ ایسا ہے جو نہ بنائے؟

صفحہ ۶۲۴ میں ہے:

نہیں وجود حدود و ثغور سے اس کا
محمدؐ عربی سے ہے عالمِ عربی!

سورۃ السبا: آیت ۲۸ میں ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا

اور ہم نے آپؐ کو نہیں بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام انسانوں کو گھیرنے والی ہے بشیر اور نذیر بن کر۔

صفحہ ۶۲۴ ہی میں ہے:

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکامِ الٰہی کا ہے پابند

سورۃ بنی اسرائیل: آیت ۷ میں ہے:

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۚ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا

اگر تم بھلائی کرو گے اپنا بھلا کرو گے اور اگر بُرا کرو گے تو اپنا۔

یہ پیام انسان کے لیے ہے لیکن نباتات و جمادات اور غیر انسانی حیوانات کیلئے نہیں۔

سورۃ الاعلیٰ: آیت ۳ میں ہے:

وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰى

اور جس نے مقدر کیا پھر ہدایت دی۔

یعنی انسان کی اور ہر چیز کی تقدیر بھی بنائی لیکن ہدایت بھی فرمائی کہ وہ اپنی راہ ڈھونڈ لے۔

اسی صفحے میں ہے:

لحد میں بھی یہی غیب و حضور رہتا ہے!

اگر ہو زندہ تو دل ناصبور رہتا ہے!

صفحہ ۴۰ میں سورۃ البقرہ کی آیت ۱۵۴ کی تفسیر دیکھیں۔

صفحہ ۶۵ میں ہے:

غمیں نہ ہو کہ پراگندہ ہے شعور ترا

فرنگیوں کا یہ افسوں ہے، قم باذن اللہ

مغرب والوں نے احساسِ کمتری میں مبتلا کر رکھا ہے ورنہ تم اگر بیدار ہو جاؤ تو عیسیٰ علیہ السلام کی طرح مُردوں کو بھی زندہ کر سکتے ہو۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے:

اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْــٴَـةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِۚ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِۚ

(آل عمران: ۴۹)

کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرندکی سی صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مُردوں کو زندہ کر دیتا ہوں اللہ کے حکم سے۔

صفحہ ۶۸ میں ہے:

حیات و موت نہیں التفات کے لائق

فقط خودی ہے خودی کی نگاہ کا مقصود

صرف حیات و موت پر نظر رکھنے کے بجائے اگر ہم یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ ہم کیا ہیں، ہمارا مقام کیا ہے اور مقصدِ زندگی کیا ہے؟ تو ہم وہ کام انجام دے سکتے ہیں جو حیات اور موت کے تخیل سے بھی بہت بلند ہیں۔

سورۃ البقرہ: آیت ۳۰ میں ہے:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً

اور (یاد کرو) جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا، میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

نیابتِ الٰہی کا تقاضا یہی ہے کہ موت و حیات سے بے نیاز ہو کر انسان وہ کام کرے جو اس کے منصب کے مطابق ہوں۔

صفحہ ۶۹ میں ہے:

جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شبِ تاریک، سحر کر نہ سکا

زمانۂ حاضر کا انسان بے شک سورج کی شعاعوں کو گرفتار کر سکتا ہے لیکن خود اپنی زندگی کی تاریکی کو دور نہیں کرتا۔

سورۂ یونس: آیت ۴۴ میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۴﴾

بے شک اللہ لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا، ہاں لوگ ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں (کہ وہ غور نہیں کرتے)۔

سورۃ الذّٰریٰت: آیات ۲۰-۲۱ میں ہے:

وَفِى الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَفِىْٓ اَنْفُسِكُمْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کو اور خود تم میں، تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں؟

صفحہ ۶۹ ہی میں ہے:

نظر آتے نہیں بے پردہ حقائق ان کو

آنکھ جن کی ہوئی محکومی و تقلید سے کور

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"غلام قوم مادیات کو روحانیت پر مقدم سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور جب انسان میں خوئے غلامی راسخ ہو جاتی ہے تو وہ ہر ایسی تعلیم سے بیزاری کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد قوتِ نفس اور روحِ انسانی کا ترفع ہو"[۲۴]

سورۃ النحل: آیت ۷۵ میں ہے:

ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْکًا لَّا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰہُ

مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَھُوَ یُنْفِقُ مِنْہُ سِرًّا وَّجَھْرًا ھَلْ یَسْتَوٗنَ

اللہ ایک مثال بیان کرتا ہے۔ ایک غلام ہے جو دوسروں کے بس میں ہے۔ کسی چیز پر اس کا بس نہیں چلتا اور ایک وہ ہے جسے ہم نے اپنی طرف سے اچھی روزی عطا کی ہے اور وہ اس میں سے چھپا کر اور ظاہرا خرچ کرتا ہے۔ کیا وہ برابر ہو جائیں گے؟

صفحہ ۷۰ میں ہے:

خودی کو جس نے فلک سے بلند تر دیکھا

وہی ہے مملکتِ صبح و شام سے آگاہ!

آسمان کسی کی قسمت پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ آسمان سے بھی بہت بلند انسان کی خودی ہے جو انسان کو قوتِ نفس کی تعلیم دیتی ہے۔

سورۃ الجاثیہ: آیت ۱۲ میں ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾

اور مسخر کر دیے گئے تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اپنے حکم سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

آج کل کے مصلحین ایسے ہیں کہ (صفحہ ۱۷۰):

نئی بجلی کہاں اُن بادلوں کے جیب و دامن میں
پرانی بجلیوں سے بھی ہے جن کی آستیں خالی!

جدید دنیا کی چالوں سے بچنے کے لیے ہمارے لیڈروں میں کوئی صلاحیت نہیں پائی جاتی بلکہ وہ تو پرانی سیاست سے بھی واقف نہیں، حالانکہ ارشادِ خداوندی — (سورۃ الانفال: آیت ۶۰) ہے:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ

اور تم تیار رکھا کرو ان کے لیے جتنا تم سے ہو سکے قوت اور طاقت کی چیزیں اور جنگی گھوڑے (ساز و سامان)۔

سورۂ آل عمران: آیت ۲۰۰ میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۣ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾

اے ایمان والو! ثابت قدم رہو اور باہم ہمت دلاتے رہو (مقابلے میں مضبوطی کرو) اور لگے رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم کامیاب رہو۔

صفحہ ۱۷۰ ہی میں ہے: فسادِ قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف!

ہر مدنیت میں اور ہر جگہ ایک ہی شریعت تھی لیکن لوگوں نے اپنی ہوا اور خواہش سے اسے بدل دیا۔

سورۃ المائدہ : آیت ۴۸ میں ہے :

. . . . لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً
وَّمِنْهَاجًا ۚ وَلَوْ شَاۤءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ
فِيْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۚ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ
بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝

ہم نے تم سب کے لیے ایک ایک شریعت اور راستہ رکھا اور اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی امت کر دیتا مگر منظور یہ ہے کہ جو کچھ تمہیں دیا اس میں تمہیں آزمائے تو بھلائیوں کی طرف سبقت چاہو۔ تم سب کا پھرنا اللہ ہی کی طرف ہے۔ تو وہ تمہیں بتا دے گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔

اسی سورۃ المائدہ : آیت ۴۱ میں ہے :

وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ
اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ۭ لَهُمْ
فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ښ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

اور جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے تو ہرگز تو اللہ سے اس کا کچھ نہ بنا سکے گا۔ وہ ہیں کہ اللہ نے ان کا دل پاک کرنا نہ چاہا۔ انہیں دنیا میں رسوائی ہے اور انہیں آخرت میں بڑا عذاب۔

اسی لیے فرنگ کے سنجیدہ لوگ اب اپنی تہذیب سے بیزار ہو رہے ہیں اور وہاں کے بہت سے لوگ اب دوسرے ملکوں میں منتقل ہونا پسند کرتے ہیں۔

صفحہ ۲۷ میں ہے :

اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
ہو جس کے جوانوں کی خودی صورتِ فولاد!

شاہیں کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا
پُر دم ہے اگر تُو، تو نہیں خطرۂ افتاد!

قوم میں ایمان اور یقین کی قوّت ہو تو وہ ضرور غالب ہو کر رہے گی۔
سورۂ آل عمران: آیت ۱۳۹ میں وعدہ ہے:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ⑬

اور نہ سست پڑو اور نہ غم کرو۔ تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔
صفحہ ۷۴۲ میں ہے:

سلطان ٹیپو کی وصیّت:

تُو رہ نوردِ شوق ہے؟ منزل نہ کر قبول
لیلیٰ بھی ہم نشیں ہو تو محمل نہ کر قبول!

باطل دوئی پسند ہے، حق لا شریک ہے
شرکت میانۂ حق و باطل نہ کر قبول!

علامہ اقبال ٹیپو سلطانؒ کے متعلق لکھتے ہیں:
"ٹیپو ہندوستان کا آخری مسلمان سپاہی تھا جس کو
ہندوستان کے مسلمانوں نے جلد فراموش کر دینے میں بڑی

ناانصافی سے کام لیا ہے۔ جنوبی ہندوستان میں جیسا کہ میں نے خود مشاہدہ کیا ہے اس عالی مرتبت مسلمان سپاہی کی قبر زندگی رکھتی ہے بہ نسبت ہم جیسے لوگوں کے جو بظاہر زندہ ہیں یا اپنے آپ کو زندہ ظاہر کر کے لوگوں کو دھوکا دیتے رہتے ہیں۔"[۲۵]

سلطان ٹیپو کی زندگی کا یہی پیغام ہے کہ غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہ لاؤ اور اللہ کے لیے آگے بڑھو، خواہ مقصود حاصل بھی ہو چکا ہو۔

سورۂ آل عمران: آیت ۲۰۰ میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۣ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۲۰۰

اے ایمان والو، ثابت قدم رہو اور باہم ہمت دلاتے رہو اور جہاد کے لیے مستعد رہو اور اللہ سے ڈرتے ہو تاکہ تم کامیاب رہو۔

سورۂ طٰہٰ: آیت ۶۸ میں ہے:

لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ۝۶۸

خوف نہ کر۔ بے شک تو ہی غالب رہے گا۔

صفحہ ۷۳ میں ہے:

؎ نہ میں اعجمی، نہ ہندی، نہ عراقی و حجازی

صفحہ ۶۲ میں سورۃ الحجرات کی آیت ۱۳ دیکھیں۔

صفحہ ۷۴ میں ہے:

؎ نہ جدا رہے نوا گر تب و تابِ زندگی سے

پیام پہنچانے والے پر فرض ہے کہ وہ زندگی اور بیداری کا پیام پہنچائے۔

سورۃ الاعراف: آیت ۶۲ میں نوح علیہ السلام کا پیام مذکور ہے:

أُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾

تمہیں اپنے رب کی رسالتیں پہنچاتا ہوں اور تمہارا بھلا چاہتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ علم رکھتا ہوں جو تم نہیں رکھتے۔

صفحہ ۴۷ ہی میں ہے:

جس بندۂ حق بیں کی خودی ہو گئی بیدار
شمشیر کی مانند ہے برّندہ و برّاق!

جو شخص یہ یقین رکھتا ہے کہ وہ خلیفۃ اللہ ہے وہ غیراللہ کو خاطر میں بھی نہیں لاتا اور کسی مشکل کو مشکل نہیں سمجھتا، کیونکہ دنیا تو اسی کے لیے پیدا کی گئی ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۲۹ میں ہے:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا

وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

جب تمام چیزیں انسان ہی کے لیے بنائی گئی ہیں تو پھر وہ ان کو نہ برتے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جائے تو یہ بات اس کے منصب کے منافی ہے۔

صفحہ ۷۵ میں ہے:

خودی کی تربیت:

خودی کی پرورش و تربیت پہ ہے موقوف
کہ مشتِ خاک میں پیدا ہو آتشِ ہمہ سوز!
یہی ہے سرِّ کلیمی ہر اک زمانے میں
ہوائے دشت و شعیب و شبانی شب و روز!

خودی کی تربیت ہو جاتی ہے تو ایسی قوت پیدا ہوتی ہے جس کے سامنے پوری فرعونیت ختم ہو سکتی ہے۔

"بالِ جبریل" میں بھی ہے:

دمِ عارف نسیمِ صبحدم ہے
اسی سے ریشۂ معنیٰ میں نم ہے
اگر کوئی شعیبؑ آئے میسّر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

سورۃ القصص: آیات ۲۱ تا ۲۸ میں اس تربیت کا ذکر ہے۔ یہی تربیت پھر فرعونیت پر غالب کر دیتی ہے:

سورۂ طٰہٰ: آیت ۶۸ میں ہے:

قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَىٰ ﴿٦٨﴾

ہم نے فرمایا، خوف نہ کر۔ بے شک تو ہی غالب رہے گا۔

صفحہ ۷۶ میں ہے:

ہو فکر اگر خام تو آزادیٔ افکار
انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ!

صفحہ ۶۲ میں سورۂ آلِ عمران کی آیت ۷ ملاحظہ فرمائیں۔

صفحہ ۷۶ ہی میں ہے:

خودی ہو زندہ تو دریائے بیکراں پایاب
خودی ہو زندہ تو کہسار پرنیان و حریر!

صفحہ ۷۵ کی آیتیں دیکھیں۔

خودی کی تربیت سے ایسی سخت کوشی کی عادت پیدا ہو جاتی ہے کہ کسی مشکل

کو مشکل نہیں سمجھا جاتا۔

سورۃ الکہف: آیت ۶۰ میں موسیٰ علیہ السلام کے عزم سخت کوشی کا ذکر آتا ہے:

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ
أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا ۝

اور (یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا، میں باز نہ رہوں گا جب تک وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملتے ہیں یا قرنوں (سالہا سال) چلا جاؤں۔

صفحہ ۷۷ میں ہے:

قسمتِ بادہ مگر حق ہے اسی ملّت کا
انگبیں جس کے جوانوں کو ہے تلخابِ حیات!

مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا اور صرف مشکلات کو پسند کرنا (تن آسانی کو ناپسند کرنا) کامیابی کا پیش خیمہ ہے۔ ابھی اوپر سورۃ الکہف کی آیت ۶۰ میں اسی سخت کوشی کا پیام مذکور ہوا ہے۔

صفحہ ۸۲ میں ہے:

آزاد کا ہر لحظہ پیامِ ابدیّت
محکوم کا ہر لحظہ نئی مرگِ مفاجات
آزاد کا اندیشہ حقیقت سے منوّر
محکوم کا اندیشہ گرفتارِ خرافات

محکوم کے حق میں ہے یہی تربیت اچھی
موسیقی و صورت گری و علمِ نباتات!

علامہ اقبال ایک مکتوب میں بھی لکھتے ہیں:

"جب انسان میں خوئے غلامی راسخ ہو جاتی ہے تو وہ ہر ایسی تعلیم سے بیزاری کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد قوتِ نفس اور روحِ انسانی کا ترفع ہو"۔[۲۶]

سورۃ الکھف: آیات ۱۰۳-۴،۱ میں ہے:

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝

آپ فرما دیں کہ کیا ہم تمہیں بتا دیں کہ سب سے زیادہ ناقص عمل کن لوگوں کے ہیں؟ — اُن کے جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں گم ہو گئی اور وہ اس خیال میں ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔

یہ لوگ قوتِ نفس اور روحِ انسانی کے ترفع کے لیے کوشاں نہیں بلکہ گھٹیا کام کرتے ہیں۔

صفحہ ۷۹ میں ہے:

ع اہلِ دانش عام ہیں، کم یاب ہیں اہلِ نظر

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں (آلِ عمران: ۱۶۴) ہے:

. . . لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۚ

بے شک اللہ کا بہت بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو اُن پر اُس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں علم و حکمت سکھاتا ہے۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اور صحبت سے جو تربیت حاصل ہوئی اُس کے سامنے کتابی علم والوں کی کوئی حقیقت نہیں۔

صفحہ ۸۰ میں ہے:

ع نمود جس کی فرازِ خودی سے ہو، وہ جمیل

قوتِ نفس اور روحِ انسانی کے ترفع کے لیے جو تخیل ہو صرف وہی صحیح ہے اور جمیل بھی۔

سورۂ ابراہیم: آیت ۲۷ میں ہے:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ

اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

ایسے لوگ ہی حق بات کی وجہ سے قائم اور ثابت رہتے ہیں اور یہی لوگ قوتِ نفس اور روحِ انسانی کے ترفع کو قائم کر سکتے ہیں۔

صفحہ ۸۰ ہی میں ہے:

خودی کی موت سے ہندی شکستہ بالوں پر
قفس ہوا ہے حلال اور آشیانہ حرام!

علامہ اقبال اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"افسوس ہے کہ مسلمان مُردہ ہیں۔ انحطاطِ ملّی نے اُن کے تمام قویٰ کو شل کر دیا ہے اور انحطاط کا سب سے بڑا جادو یہ ہے کہ یہ اپنے صید پر ایسا اثر ڈالتا ہے جس سے انحطاط کا مسحور اپنے قاتل کو اپنا مُربّی تصوّر کرنے لگ جاتا ہے۔ یہی حال اس وقت مسلمانوں کا ہے۔"[۲۷]

انسان نے جب کبھی اپنے منصب (نیابتِ الٰہی) کو فراموش کیا تو خود کو ذلیل و خوار

بنالیا۔

سورۃ التوبہ: آیت ، ۷ میں ہے:

اَلَمۡ یَاۡتِہِمۡ نَبَاُ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ قَوۡمِ نُوۡحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوۡدَ ۬ۙ وَ قَوۡمِ

اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اَصۡحٰبِ مَدۡیَنَ وَ الۡمُؤۡتَفِکٰتِ ؕ اَتَتۡہُمۡ رُسُلُہُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ ۚ

فَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیَظۡلِمَہُمۡ وَ لٰکِنۡ کَانُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ یَظۡلِمُوۡنَ ﴿۷۰﴾

کیا انہیں اپنے اگلوں کی خبر نہیں آئی۔ نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ابراہیم کی قوم اور مدین والے اور وہ بستیاں کہ الٹ دی گئیں۔ ان کے رسول، روشن دلائل اُن کے پاس لائے تھے (کہ وہ غیر اللہ کو نہ پُوجیں) تو اللہ کی شان نہ تھی کہ اُن پر ظلم کرتا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظالم تھے۔

صفحہ ۸۱ میں ہے:

چاہیے خانۂ دل کی کوئی منزل خالی
شاید آ جائے کہیں سے کوئی مہمانِ عزیز

دل میں احساسِ خودی پیدا ہو جائے تو انسان اپنے منصب کے مطابق عمل کر سکتا ہے۔ یہ منصب خلافتِ الٰہی کا احساس اور اس شان کا عمل ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۳۰ میں اسی منصب کا ذکر آتا ہے:

وَاِذۡ قَالَ رَبُّکَ لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً ؕ

اور (یاد کرو) جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا، میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

صفحہ ۸۱ ہی میں ہے:

مردہ لادینیٔ افکار سے افرنگ میں عشق
عقل بے ربطیٔ افکار سے مشرق میں غلام

مغرب والے لوگ عمل میں سرگرم ضرور ہیں لیکن چونکہ لادین ہیں اس لیے وہ نہیں سمجھتے کہ اس عمل کے لیے کیا خطوط ہونے چاہییں۔ اس کے برعکس مشرق کے لوگ اپنے خیالات کے لحاظ سے بے ربط و بے نظام ہیں اس لیے وہ غلام بنے ہوئے ہیں اور صحیح عمل کی طرف نہیں بڑھتے۔

سورۂ فصّلت: آیت ۵۳ میں ہے:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ

ابھی ہم دکھائیں انہیں اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود اُن کے آپے میں حتیٰ کہ کھل جائے اُن پر کہ بے شک وہ حق ہے۔

لیکن اگر دیکھنے والے دیکھنا ہی نہ چاہیں تو انہیں کیا نظر آئے گا؟

صفحہ ۸۲ میں ہے:

تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
کتاب خواں ہے مگر صاحبِ کتاب نہیں!

علامہ اقبال کے والد صاحب نے ان کو یہ نصیحت فرمائی تھی کہ جب تم قرآن پڑھو تو یہی سمجھو کہ قرآن تم پر نازل ہو رہا ہے۔[۲۸]

سورۃ النمل: آیت ۶ میں ہے:

وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ

اور آپؐ کو بالیقین قرآن دیا جا رہا ہے حکمت والے کی طرف سے۔

یہی تصوّر ہو تو پھر قرآن کی حقیقت اور مقصد تک پہنچ سکتے ہیں۔

صفحہ ۸۲ ہی میں ہے :

جہاں میں تو کسی دیوار سے نہ ٹکرایا!
کسے خبر کہ تو ہے سنگِ خارہ یا کہ زجاج

سورۃ الملک : آیت ۲ میں ہے :

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو کہ تم میں کس کا عمل بہتر ہے۔

صفحہ ۸۳ میں ہے :

عصرِ حاضر ملک الموت ہے تیرا جس نے
قبض کی روح تری دے کے تجھے فکرِ معاش!
دل لرزتا ہے حریفانہ کشاکش سے ترا
زندگی موت ہے کھو دیتی ہے جب ذوقِ خراش!

آجکل نوکری حاصل کرنے کے لیے تعلیم حاصل کی جاتی ہے اور قوم کے جوان اب مشکلات کا مقابلہ کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ علم اصلاحِ نفس کے لیے ہے اور رزق کے لیے معمولی سا حیلہ بھی کافی ہے۔

سورۃ المجادلہ : آیت ۱۱ میں ہے :

یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ

اللہ درجے بلند کرے گا اُن لوگوں کے جو تم میں سے ایمان لائے اور انہیں جن کو علم دیا گیا۔

ایمان اور علم ساتھ ساتھ ہیں اور صحیح علم وہی ہے جو اللہ کے نزدیک درجات کی بلندی کا ذریعہ ہے اور رزق تو اللہ سب کو دیتا ہے۔

سورۂ ہود: آیت ۶ میں ہے:

وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا

اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کے رزق کا ذمہ اللہ پر نہ ہو۔

صفحہ ۸۳ ہی میں ہے:

حریفِ نکتۂ توحید ہو سکا نہ حکیم
نگاہ چاہیے اسرارِ لاالٰہ کے لیے

یہ شعر مفکر نطشہ (Nietzsche) کے متعلق ہے جو خدا کا منکر تھا اور بہیمانہ قوتوں پر زور دیتا تھا۔

سورۃ الانفال: آیت ۵۵ میں ہے:

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۵۵﴾

بے شک سب جانداروں میں بدتر اللہ کے نزدیک وہ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور ایمان نہیں لائے۔

صفحہ ۸۴ میں ہے:

کر سکتے تھے جو اپنے زمانے کی امامت
وہ کہنہ دماغ اپنے زمانے کے ہیں پیرو!

آجکل کے اساتذہ ایسے ہی ہو گئے۔ سورۃ الروم کی آیت ۲۸ میں آقا اور غلام (استاد اور شاگرد) کی ایک مثال دی ہے۔ پھر آیت ۲۹ میں ارشاد ہے:

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَهْوَاءَهُم بِغَيْرِ عِلْمٍ

بلکہ ظالموں نے اپنی خواہشوں کی پیروی کی بغیر جانے ہوئے۔

صفحہ ۸۵ میں ہے: ملے گا منزلِ مقصود کا اسی کو سراغ
اندھیری شب میں ہے چیتے کی آنکھ جس کا چراغ!

میسر آتی ہے فرصت فقط غلاموں کو
نہیں ہے بندۂ حُر کے لیے جہاں میں فراغ!
فروغِ مغربیاں خیرہ کر رہا ہے تجھے
تری نظر کا نگہباں ہو صاحبِ مازاغ!

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں اللہ سے اتنے قریب ہوگئے کہ دو کمانوں کا فاصلہ بلکہ اس سے بھی کم۔ لیکن آپؐ کی آنکھ تک چکاچوند نہ ہوئی۔

سورۃ النجم: آیت ۱۷ میں ہے:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۝

(اُن کی) آنکھ کسی طرف نہ پھری نہ حد سے بڑھی۔

جن کی یہ شان ہو اُن کے امتی کی آنکھ اگر مغرب کی بناوٹی روشنی کے سامنے خیرہ ہو جاتی ہے تو بہت افسوس کی بات ہے۔ ان کو احساسِ کمتری میں مبتلا کرکے عمل سے دُور کر دیا گیا ہے، حالانکہ اُسی کو سکھایا گیا ہے:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝

(سورۂ محمد: آیت ۲)

اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور اس پر ایمان لائے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کیا گیا اور وہی ان کے رب کے پاس سے حق ہے۔ اللہ نے ان کی برائیاں دور کر دیں اور ان کی حالتیں سنوار دیں۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتیوں کی بھلائی کا اس آیت میں وعدہ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝

اے ایمان والو، اگر تم دینِ خدا کی مدد کرو گے اللہ تمہاری مدد کرے گا اور

تمہارے قدم جمادے گا
ایسی اُمت کیوں بے عمل ہے اور کیوں احساسِ کمتری میں مبتلا ہے؟

صفحہ ۸۶ میں ہے:

دین و تعلیم

اور یہ اہلِ کلیسا کا نظامِ تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروّت کے خلاف!

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملّت کے گناہوں کو معاف!

علامہ اقبال (فرد اور جماعت کی خودی کے متعلق) لکھتے ہیں:

"میں اُس خودی کا حامی ہوں جو سچی بے خودی سے پیدا ہوتی ہے، یعنی جو نتیجہ ہے ہجرت الی الحق کرنے کا اور جو باطل کے مقابلے میں پہاڑ کی طرح مضبوط ہے۔ . . . . . حقیقی اسلامی خودی میرے نزدیک اپنے ذاتی اور شخصی میلانات، رجحانات اور تخیلات کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند ہو جانا ہے۔ اس طرح پر کہ اس پابندی کے نتائج سے انسان بالکل لاپرواہ ہو جائے اور محض رضا و تسلیم کو اپنا شعار بنائے۔ یہی اسلامی تصوّف کے نزدیک فنا ہے"[۲۹]

اہلِ کلیسا (برطانیہ) نے ہندوستان میں ایسا نظامِ تعلیم رائج کیا تھا جس سے فکرِ معاش بھی پیدا ہو اور احساسِ کمتری بھی تاکہ مسلمان قوم اپنے پاؤں پر کھڑی

نہ ہو سکے۔

سورۂ محمدؐ : آیت ۳۲ میں ہے :

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا
تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَسَيُحْبِطُ أَعْمَالَهُمْ ﴿٣٢﴾

بے شک وہ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا اور رسولؐ کی مخالفت کی، اس کے بعد کہ ہدایت اُن پر ظاہر ہو چکی تھی، وہ ہرگز اللہ کو کچھ نقصان نہ پہنچائیں گے اور وہ بہت جلد اُن کا کیا دھرا اکارت کر دے گا۔[۳۱]

صفحہ ۸۷ میں ہے :

دربارِ شہنشہی سے خوشتر
مردانِ خدا کا آستانہ!

سورۃ النساء : آیت ۴۵ میں ہے :

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَعْدَائِكُمْ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَلِيًّا وَكَفَىٰ بِاللَّهِ نَصِيرًا ﴿٤٥﴾

اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو اور اللہ کافی ہے والی اور اللہ کافی ہے مددگار۔

جس کا کارساز اللہ ہو اسے کیا اندیشہ؟ اللہ کے پیاروں کو اس لیے ولایت اور نصرت حاصل ہوتی ہے کہ وہ اللہ کے ہو جاتے ہیں اور دنیا کے بادشاہ بھی اُن کے سامنے جھکتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) جن سے علامہ اقبال متاثر ہیں، ایک مکتوب (نمبر ۱۳۲، دفتر اوّل) میں لکھتے ہیں:

"کناسی فقراء بہ از صدر نشینی اغنیاء است"۔

صفحہ ۸۸ ہی میں ہے:

جو ہے میں ہو لا الٰہ تو کیا خوف
تعلیم ہو گو فرنگیانہ!

جب اللہ سے رشتہ ہو جاتا ہے تو پھر کوئی بری چیز اپنا غلبہ نہیں ڈال سکتی۔

سورۃ البقرہ: آیت ۲۵۰ میں ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾

اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہو جائے مگر اللہ سارے جہانوں پر فضل کرنے والا ہے۔

یہ اللہ پاک کا نظام ہے اور اللہ ہی کے رشتے سے سب بلائیں ٹل جاتی ہیں۔

اسی صفحے میں ہے:

وہ بحر ہے آدمی کہ جس کا
ہر قطرہ ہے بحرِ بیکرانہ

اللہ پاک نے انسان کے اندر کتنی صلاحیتیں ودیعت فرمائی ہیں کہ آسمانوں اور زمین کے اندر کی ہر چیز کو وہ مسخر کر سکتا ہے۔

سورۃ الجاثیہ: آیت ۱۲ میں ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾

اور تمہارے لیے مسخر کر دیے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہیں، سب کے سب۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

صفحہ ۸۸ میں ہے: غیرت ہے طریقتِ حقیقی
غیرت سے ہے فقر کی غلامی

وہ انسان جو اللہ کا نائب اور خلیفہ ہے اُس کو زیب نہیں دیتا کہ وہ سوائے اللہ کے کسی اور کے آگے ہاتھ پھیلائے۔ کلمۂ طیبہ کے یہی معنی ہیں اور سورۃ القصص: آیت ۸۸ میں بھی یہی پیام ہے:

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ

اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ پکار۔

صفحہ ۸۹ میں ہے:

مومن کی اسی میں ہے امیری
اللہ سے مانگ یہ فقیری

ابھی صفحہ ۸۸ میں سورۃ القصص کی آیت ۸۸ مذکور ہوئی، وہی یہاں کے لیے دیکھیں۔

صفحہ ۹۲ میں ہے:

فساد کا ہے فرنگی معاشرت میں ظہور
کہ مرد سادہ ہے بیچارہ زن شناس نہیں

یورپ میں عورت کو مرد پر غلبہ حاصل ہے، اسی لیے بے شمار فسادات پیدا ہو گئے ہیں۔ لیکن قرآن میں (سورۃ النساء: آیت ۳۴) ارشاد ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ

مرد غالب ہیں عورتوں پر۔

اسی آیت میں مرد کی اس فضیلت کی تفصیل آتی ہے۔

صفحہ ۹۳ میں ہے: تفاوت نہ دیکھا زن و شو میں میں نے
وہ خلوت نشیں ہے! یہ خلوت نشیں ہے!

ابھی تک ہے پردے میں اولادِ آدم
کسی کی خودی آشکارا نہیں ہے

نہ مرد نے اپنے منصب کو پہچانا اور نہ عورت نے۔ سورۃ النساء: آیت ۳۴ میں یہ منصب اور ان میں سے ہر ایک کے فرائض بتائے گئے ہیں:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِىْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾

مرد غالب ہیں عورتوں پر اس لیے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لیے کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کیے، تو نیک بخت عورتیں ادب والی ہیں، خاوند کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ اور انہیں مارو۔ پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو اُن پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو۔ بے شک اللہ بلند بڑا ہے۔

اسلام میں زن و شو کے معاملات کا تخیل ہی سب سے مختلف ہے۔ اگر اُن میں سے ہر ایک کے حقوق کی حفاظت ہو تو پھر گھر بالکل جنت کا نمونہ بن سکتا ہے۔ زن و شو آپس میں سکون اور راحت پانے کے لیے ہیں۔

سورۃ الاعراف: آیت ۱۸۹ میں ہے:

وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ اور اسی میں سے اس کا

جوڑا بنایا کہ اس سے چین پائے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۱۸۷ میں ہے:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ

وہ تمہاری لباس ہیں اور تم اُن کے لباس۔

صفحہ ۹۴ میں ہے:

بڑھ جاتا ہے جب ذوقِ نظر اپنی حدوں سے
ہو جاتے ہیں افکار پراگندہ و ابتر!

غیر مرد اور غیر عورت کے قریب آنے سے شیطان درمیان میں آجاتا ہے۔ اسی خوف کا ذکر سورۃ النساء کی آیت ۳۴ میں آیا ہے جو ابھی نقل ہوئی۔

صفحہ ۹۴ ہی میں ہے:

مکالماتِ فلاطوں نہ لکھ سکی لیکن
اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرارِ افلاطوں!

عورت بڑی بڑی کتابیں نہیں لکھ سکتی لیکن بڑی بڑی کتابوں اور بڑے بڑے درجوں والوں کی ماں تو ہوتی ہے۔

سورۃ الاحقاف: آیت ۱۵ میں ہے:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ
كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ

اور ہم نے انسان کو حکم دیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے۔ اس کی ماں نے اسے اپنے پیٹ میں دکھ تکلیف سے اور وضع کیا تکلیف سے، اور اُسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینے میں ہے۔

صفحہ ۹۵ میں ہے:

کیا چیز ہے آرائشِ و قیمت میں زیادہ
آزادیٔ نسواں کہ زمرّد کا گلوبند؟

عورتوں کا آزادی کے ساتھ پھرنا اُن کے حق میں بہتر ہے یا گھر کی مالکہ بن کر رہنا اُن کے لیے زیادہ بہتر ہے؟

یہ ایک ایسا سوال ہے جسکا عورت کی بصیرت ہی جواب دے سکتی ہے۔ آزادی میں اسے جو خطرات درپیش ہوتے ہیں وہ اس کی زبان اُسے نہ بتائے لیکن اس کا ضمیر اُسے بتاتا ہے۔ ان خطرات کا اشارا سورۃ النسأ کی آیت ۳۴ میں موجود ہے جو ابھی اوپر آچکی ہے۔

صفحہ ۹۶ میں ہے:

ع نسوانیتِ زن کا نگہباں ہے فقط مرد

عورت اپنے بچپن میں والدین (بالخصوص والد) کی حفاظت میں رہتی ہے۔ شادی کے بعد شوہر کی حفاظت میں اور ماں ہو کر اولاد (بیٹے) کی حفاظت ہی میں اسے عافیت بھی ہے اور عزت بھی۔ اس لیے فرمایا گیا ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ (النسأ: ۳۴)

مرد غالب ہیں عورتوں پر۔

صفحہ ۹۶ ہی میں ہے:

تہذیبِ فرنگی ہے اگر مرگِ امومت
ہے حضرتِ انساں کے لیے اس کا ثمر موت

عورت اور مرد کے جوڑے دنیا کی آبادی کے مقصد سے بنائے گئے ہیں۔

سورۃ النسأ کی پہلی آیت ہے:

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ
وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً

اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورت پھیلا دیے"۔

صفحہ ۹۷ میں ہے:

جوہرِ مرد عیاں ہوتا ہے بے منّتِ غیر
غیر کے ہاتھ میں ہے جوہرِ عورت کی نمود

مرد کو اپنے جوہر کے عیاں کرنے کے لیے عورت کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن عورت کو عمر کی ہر منزل میں اور زندگی کے ہر قدم پر مرد کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

صفحہ ۹۵ کی آیت اور شعر دیکھیں۔

صفحہ ۹۷ ہی میں ہے:

؎ آتشیں لذتِ تخلیق سے ہے اس کا وجود!

صفحہ ۹۵ میں سورۃ النساء کی آیت ا دیکھیں۔

صفحہ ۱۰ میں ہے:

ہوتی ہے زیرِ فلک اُمتوں کی رسوائی
خودی سے جب ادب و دیں ہوئے ہیں بیگانہ!

سورۃ التوبہ کی آیت ۷۰ آ چکی ہے:

اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۙ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ۭ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

کیا انہیں اپنے اگلوں کی خبر نہیں آئی؟ نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ابراہیم کی قوم اور مدین والے اور وہ بستیاں کہ الٹ دی گئیں۔ انکے

رسول، روشن دلائل لے کر اُن پاس لائے تھے (کہ وہ غیر اللہ کو نہ پوجیں) تو اللہ کی شان نہ تھی کہ اُن پر ظلم کرتا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

دین کو چھوڑنے سے ذہن میں بھی کجی آجاتی ہے۔

صفحہ ۱۰۱ میں ہے :

خودی میں ڈوبنے والوں کے عزم و ہمت نے
اس آبجو سے کیے بحرِ بیکراں پیدا!

—

ہوائے دشت سے بوئے رفاقت آتی ہے
عجب نہیں ہے کہ ہوں میرے ہم عناں پیدا!

"ہوائے دشت" مشکل پسندی سے عبارت ہے۔ عزم و ہمت والے وہی لوگ ہوتے ہیں جو مشکل پسند اور خود آگاہ ہوتے ہیں۔

صفحہ ۶۷ میں سورۃ الکھف کی آیت ۶۰ مذکور ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام کی انتہائی سخت کوشی کا پیام ہے۔

صفحہ ۱۰۱ ہی میں ہے :

زجاج گر کی دکاں شاعری و مُلّائی
ستم ہے خوار پھرے دشت و در میں دیوانہ!

آجکل کے شعرا و علما نے اپنا شعور اور علم تن آسانی کے لیے وقف کر دیا ہے البتہ جو دیوانے دشت و در میں پھرتے ہیں یعنی جو مشکل پسند ہوتے ہیں وہی کامیاب ہیں، گو کہ بظاہر پریشان حال ہیں۔ ابھی اوپر ہی سورۃ الکھف کی آیت ۶۰ کا ذکر آیا ہے وہ دیکھیں۔

اسی لیے آگے چل کر اقبال اپنے شعر سے خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ اے شعر! تُو

کسی شخص میں تو احساسِ نفس پیدا کر۔

صفحہ ۱۰۳ میں پیرس کی مسجد کے متعلق کہتے ہیں:

حرم نہیں ہے، فرنگی کرشمہ بازوں نے

تنِ حرم میں چھپادی ہے رُوحِ بت خانہ!

گویا یہ مسجدِ ضرار کی طرح ہے جس کا ذکر سورۃ التوبہ: آیت ۱۰۷ میں آتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۞ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا

اور وہ جنہوں نے مسجد (ضرار) بنائی نقصان پہنچانے کو اور کفر کے سبب اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو اور اُس کے (ابو عامر راہب کے) انتظار میں جو پہلے سے اللہ اور اُس کے رسولؐ کا مخالف ہے اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے بھلائی چاہی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بے شک جھوٹے ہیں۔ اس مسجد میں تم کبھی کھڑے نہ ہونا۔

صفحہ ۱۰۳ ہی میں ہے:

عشق اب پیرویٔ عقلِ خداداد کرے

آبرو کوچۂ جاناں میں نہ برباد کرے

اب شعر و شاعری کو غزل تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ اللہ کی باتوں کے لیے اُسے استعمال کیا جائے تاکہ قوم اور ملک کو مفید ثابت ہو سکے۔

سورۂ ابراہیم: آیت ۲۷ میں ہے:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

وَفِی الْاٰخِرَۃِ ۚ وَیُضِلُّ اللّٰہُ الظّٰلِمِیْنَ ۙ۟ وَیَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ ﴿۲۷﴾

اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور اللہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور اللہ جو چاہے کرے۔

صفحہ ۱۰۸ میں ہے:

نگاہ ہو تو بہائے نظارہ کچھ بھی نہیں
کہ بیچتی نہیں فطرت جمال و زیبائی!

سورۃ الانعام: آیت ۹۹ میں ہے:

. . . . وَھُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِہٖ نَبَاتَ کُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْہُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْہُ حَبًّا مُّتَرَاکِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِھَا قِنْوَانٌ دَانِیَۃٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِھًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِہٍ ۗ اُنْظُرُوْٓا اِلٰی ثَمَرِہٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَیَنْعِہٖ ۗ اِنَّ فِیْ ذٰلِکُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾

اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس سے ہر اُگنے والی چیز نکالی۔ تو ہم نے اس سے نکالی سبزی جس سے دانے نکالتے ہیں اور ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے کھجور کے گابھے سے پاس پاس گچھے اور انگور کے باغ اور زیتون اور انار کسی بات میں ملتے اور کسی بات میں الگ۔ اس کا پھل دیکھو جب پھلے اور اس کا پکنا۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لیے۔

پھر سورۃ الاعراف: آیت ۳۲ میں ہے:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَۃَ اللّٰہِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِہٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ

آپ فرمادیں کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں

کے لیے نکالی اور پاک رزق۔

یہ تمام جمال و زیبائی حرام نہیں لیکن ان کے لیے نظر چاہیے۔

صفحہ ۱۰۵ میں مسجد قوۃ الاسلام (دہلی) کی شان کے متعلق لکھتے ہیں:

قطب مینار

ہے تری شان کے شایاں اسی مومن کی نماز

جس کی تکبیر میں ہو معرکۂ بود و نبود

اگر صحیح ایمان اور علم والے آج بھی ہوں تو اللہ پاک ان کے درجات بلند فرماتا ہے (اور ان کی تکبیر میں بھی انقلاب انگیز شان ہوتی ہے)۔

سورۃ المجادلہ: آیت ۱۱ میں ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ

اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرماتا ہے۔

صفحہ ۱۰۶ میں ہے:

ع رہا نہ تُو، تو نہ سوزِ خودی نہ سوزِ حیات!

اگر انسان اپنے منصب کو بھول کر دوسروں کی غلامی اختیار کرے تو پھر وہ انسان ہی نہیں رہتا۔

سورۃ البقرہ: آیت ۳۰ میں انسان کے اس منصب کا ذکر آتا ہے:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ

اور (یاد کرو) جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا، میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

تو اللہ کے نائب کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ غیر اللہ کی غلامی اور پیروی اختیار کرے۔

گو کہ اقبال کا وطن (ہندوستان) مشرق کی امیدوں کا مرکز ہے:

(ع خاور کی امیدوں کا یہی خاک ہے مرکز)

پھر بھی شعاع کے لیے صفحہ ۱۰۹ پر یہی حکم ہے کہ:

مشرق سے ہو بیزار، نہ مغرب سے حذر کر

فطرت کا اشارہ ہے کہ ہر شب کو سحر کر!

جس طرح روشنی سے ہر سمت کا اندھیرا دُور ہو جاتا ہے اسی طرح دین اور یقین کے نور سے ہر قلب کی تاریکی دُور ہو سکتی ہے۔

سورۃ الطلاق: آیت ۱۱ میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اس طرح بیان کی ہے:

لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

کہ انہیں جو ایمان لائے اور عملِ صالح کیے اندھیروں سے نور کی طرف لے جائے۔

ایسے لوگوں کے لیے مشرق یا مغرب کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

صفحہ ۱۱۱ میں ہے:

یہ کافری تو نہیں، کافری سے کم بھی نہیں

کہ مردِ حق ہو گرفتارِ حاضر و موجود!

حاضر و موجود سے مجبور ہو جانا یا زمان و مکان کا پابند ہو جانا ایک مردِ حق کا کام کبھی نہیں۔ اُس کا ایمان ہر زمانے اور ہر مقام کے لیے ہے اور وہ کبھی مایوس نہیں ہوتا۔

سورۂ یوسف: آیت ۸۷ میں ہے:

وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝

اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ بے شک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ۔

صفحہ ۱۱۱ میں ہے:

یہ کائنات چھپاتی نہیں ضمیر اپنا

کہ ذرّہ ذرّہ میں ہے ذوقِ آشکارائی!

سورۂ ق: آیات ۹-۱۱ میں ہے:

وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ﴿۹﴾
وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ﴿۱۰﴾ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ
بَلْدَةً مَّيْتًا كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ﴿۱۱﴾

اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا تو اس سے باغ اگائے اور اناج کہ کاٹا جاتا ہے اور کھجور کے لمبے درخت جن کا پکا گابھا بندوں کی روزی کے لیے اور ہم نے اس (پانی) سے مردہ شہر زندہ کیا، یونہی قبر دل سے تمہارا نکلنا ہے۔

اللہ پاک اسی طرح ہر چیز کو اُوپر نکالتا ہے۔

صفحہ ۱۱۱ ہی میں ہے:

اسی نگاہ میں ہے قاہری و جباری

اسی نگاہ میں ہے دلبری و رعنائی!

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اور صحبت میں رہنے والوں کے متعلق سورۃ الفتح کی آخری آیت میں ہے:

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

اور جو لوگ حضورؐ کے ساتھی ہیں وہ کافروں پر بہت سخت اور آپس میں بہت نرم دل ہیں۔

صفحہ ۱۱۱ ہی میں ہے:

نگاہِ شوق میسر نہیں اگر تجھ کو
ترا وجود ہے قلب و نظر کی رسوائی!

اگر بصیرت حاصل نہیں تو انسان، انسان نہیں سورۃ الذاریت (آیات ۲۰-۲۱) میں اسی بصیرت کے لیے پیام ہے:

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ﴿٢٠﴾ وَفِي أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٢١﴾

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے اور خود تم میں۔ تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں؟

صفحہ ۱۱۲ میں ہے:

تیرے حرم کا ضمیر اسود و احمر سے پاک
ننگ ہے تیرے لیے سرخ و سپید و کبود

مسلمان کے یہاں رنگ اور نسل کوئی چیز نہیں۔ سورۃ الحجرات: آیت ۱۳ میں ہے:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ

بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

صفحہ ۱۱۲ ہی میں ہے:

اور اگر باخبر اپنی شرافت سے ہو
تیری سپہ انس و جن، تو ہے امیرِ جنود

اللہ نے تجھ کو اپنا نائب بنایا اور مسجودِ ملائک بھی۔ اس لیے تیرا ہر ہنر اور ہر کام تیرے شایانِ شان ہونا چاہیے۔ سورۃ البقرہ: آیت ۳۰ میں ہے:

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً

میں زمین میں (انسان کو) اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

اسی سورۃ کی آیت ۳۴ میں ہے:

اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ

سجدہ کرو آدم کو۔

سورہ بنی اسرائیل: آیت ۷۰ میں ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ

اور بے شک ہم نے اولادِ آدم کو بزرگی دی۔

ایسی بزرگی اور فضیلت والے انسان کو یہی بات زیبا ہے کہ وہ اپنا ہنر اور کام بھی بزرگی اور فضیلت والا پیش کرے۔

صفحہ ۱۱۲ میں ہے:

دریا میں موتی! اے موجِ بے باک!
ساحل کی سوغات؟ خار و خس و خاک!

موج بے باکی سے دریا کے اندر پہنچتی ہے اور موتی بھی وہیں پیدا ہوجاتا ہے لیکن تن آسانی پسند کرنے والے ساحل میں خار و خس و خاک ہی ہوتے ہیں۔

سورۃ الکہف: آیت ۶۰ میں موسیٰ علیہ السلام کے عمل میں انتہائی سخت کوشی کا پیام ملتا ہے:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى
اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ۝

اور (یاد کرو) جب موسیٰؑ نے اپنے خادم سے کہا، میں باز نہ رہوں گا جب تک نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرنوں (سالہا سال) چلا جاؤں۔

صفحہ ۱۱۳ ہی میں ہے: دکھتا ہے اب تک مے خانۂ شرق
وہ مے کہ جس سے روشن ہو ادراک

مشرق (کے دین) میں اب بھی وہ گرمی ہے جو عمل کے لیے سرگرم کر سکتی ہے۔ تمام نعمتوں کی تتمیم اور تکمیل اسلام ہی سے ہوئی۔

سورۃ المائدہ: آیت ۳ میں ہے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ
عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔

جب اسلام ہی تمام نعمتوں کی تتمیم کرتا ہے تو پھر کسی اور سے کسی خیر کا طلب کرنا حقیقت میں درست نہیں۔

صفحہ ۱۱۴ میں ہے:

گر ہنر میں نہیں تعمیرِ خودی کا جوہر
وائے صورت گری و شاعری و نائے و سرود

ہمارے فنونِ لطیفہ اور شعر و ادب میں بھی ہماری نیابتِ الٰہی والی شان کا مظاہرہ ہونا چاہیے کہ چھوٹے چھوٹے عمل کا بھی محاسبہ ہوگا۔

سورۃ الزلزال: آیات ۷-۸ میں ہے:

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۝ وَمَنْ
یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۝

تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے گا اُسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے گا اُسے دیکھے گا۔

سورۃ الاحقاف آیت ۱۹ میں ہے:

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ — اور ہر ایک کیلئے اپنے عمل کے درجے ہیں۔

صفحہ ۱۱۴ ہی میں ہے:

آیا کہاں سے نالۂ نَے میں سرورِ مے
اصل اس کی نَے نواز کا دل ہے کہ چوبِ نَے؟[۴۳]

ہمارا ہر عمل، ہماری شان (نیابتِ الٰہی) کے مطابق ہونا چاہیے۔ شعر و ادب بھی اسی وقت زندگی مل سکتی ہے جب اس کا پیش کرنے والا بھی زندہ ہو۔

سورۃ الزمر: آیت ۹ میں ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٩﴾

آپ فرما دیں کیا برابر ہیں علم والے اور بے علم لوگ؟ نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

یعنی صحیح بات سے صرف علم والے ہی تعلق رکھتے ہیں۔

صفحہ ۱۱۶ میں ہے:

کھینچیں نہ اگر تجھ کو چمن کے خس و خاشاک
گلشن بھی ہے اک سِرِّ سراپردۂ افلاک!

انسان خواہ خس و خاشاک میں رہے خواہ کسی عیش کے مقام پر، لیکن وہ اپنے منصب کو فراموش نہ کرے کہ وہ کس لیے پیدا کیا گیا ہے۔

سورۃ الذاریات کی آیتیں ۲۰-۲۱ صفحہ ۱۱۱ میں دیکھیں۔

صفحہ ۱۱۶ ہی میں ہے:

اہرام کی عظمت سے نگوں سار ہیں افلاک
کس ہاتھ نے کھینچی ابدیت کی یہ تصویر؟

علامہ اقبال کے نزدیک ہنر میں بھی قوت اور استحکام ہونا چاہیے۔ رجوع الی اللہ

سے بڑی قوت پیدا ہوتی ہے جیسا کہ ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا:

وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ۝

سورۃ (ہود: ۵۲)

اے میری قوم، اپنے رب سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ، تم پر زور کا پانی بھیجے گا اور تم میں جتنی قوت ہے اس سے اور زیادہ دیگا اور جرم کرتے ہوئے رُو گردانی نہ کرو۔

صفحہ ۱۱۷ میں ہے:

تو ہے میّت! یہ ہنر تیرے جنازے کا امام!
نظر آئی جسے مرقد کے شبستاں میں حیات!

"مخلوقاتِ ہنر" نرم و نازک ہوں (گو دیکھنے میں فردوسِ نظر ہوں) تو وہ ابدیت سے محروم ہیں۔ اگر رجوع الی اللہ ہو گا تو ان میں بھی مضبوطی ہو گی۔ ابھی اوپر سورۂ ہود کی آیت ۵۲ مذکور ہوئی۔

یہی بات صفحہ ۱۱۸، ۱۱۹ کے اشعار میں بھی کہی گئی ہے:

مقصود ہُنر سوزِ حیاتِ ابدی ہے
یہ ایک نفس یا دو نفس مثلِ شرر کیا!

بے معجزہ دنیا میں اُبھرتی نہیں قومیں
جو ضربِ کلیمی نہیں رکھتا وہ ہُنر کیا!

اسی لیے وہ اس شاعری یا آرٹ کو ناپسند کرتے ہیں جس سے محفل میں افسردگی پیدا ہو۔

ع جس سے چمن افسردہ ہو وہ بادِ سحر کیا![۳۷]

اسلامی آرٹ ایسا ہے جیسا کہ کسی نے اللہ سے (خیر کے لیے) عہد کر لیا ہو۔ سورۃ النحل: آیت ۹۱ میں ہے:

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا

اور اللہ کا عہد پورا کرو جب قول باندھو اور قسمیں مضبوط کر کے نہ توڑو۔

صفحہ ۱۱۹ میں ہے:

ہوتا ہے مگر محنتِ پرواز سے روشن
یہ نکتہ کہ گردوں سے زمیں دور نہیں ہے!

(صفحہ ۱۷۶ میں فرمایا ہے:

بالائے سر رہا تو ہے نام اس کا آسماں
زیرِ پر آ گیا تو یہی آسماں زمیں!)

سخت کوشی سے بڑی سے بڑی مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ سورۃ النجم: آیت ۳۹ میں ہے:

لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾

نہیں ہے انسان کے لیے مگر جو اس نے سعی کی۔

کوشش سے سب کچھ مل سکتا ہے۔

صفحہ ۱۲۰ میں ہے:

ہو کوہ و بیاباں سے ہم آغوش و لیکن
ہاتھوں سے ترے دامنِ افلاک نہ چھوٹے!

ایک مسلمان کو ہر قدم پر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ وہ خلیفۃ اللہ ہے (البقرہ: آیت ۳۰)

اور اس کا ہر کام اسی منصب کے مطابق ہونا چاہیے۔

صفحہ ۱۲۱ میں خاقانی کا شعر نقل کیا ہے:

"خود بوے چنیں جہاں تواں برد
کابلیس بماند و بوالبشر مُرد!"

علامہ اقبال لکھتے ہیں:

"بوے بردن فارسی محاورہ ہے جس کا مطلب کسی چیز کی اصلیت اور حقیقت کو پا جانا ہے۔ مطلب خاقانی کا یہ ہے کہ اس دنیا کی اصلیت تو اسی سے معلوم ہو سکتی ہے کہ اس کی آب و ہوا ابلیس کو تو راس آگئی جو اب تک زندہ ہے اور بے چارے آدم کو راس نہ آئی جو یہاں سے رخصت ہو گیا۔"[۳۵]

انسان نے اپنا منصب (نیابتِ الٰہی) فراموش کر دیا اور جس مقصد کے لیے وہ پیدا کیا گیا تھا اُسے پسِ پشت ڈال دیا۔

سورۃ الذاریٰت: آیت ۵۶ میں ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿۵۶﴾

اور میں نے نہیں پیدا کیا جنّ و انس کو مگر صرف میری اپنی عبادت کیلیے۔

انسان جب صرف اللہ کو معبود سمجھتا ہے اور غیر اللہ کا انکار کرتا ہے تو اس میں غیر معمولی اوصاف اور خلیفۃ اللّٰہی کمالات کا جذبہ پیدا ہوتا ہے ورنہ نہیں۔

صفحہ ۱۲۱ ہی میں ہے:

غلط نگر ہے تری چشمِ نیم باز اب تک!
ترا وجود ترے واسطے ہے راز اب تک!

انسان نے ہنوز اپنے مقام کو نہیں سمجھا اور نہ اپنی خفتہ صلاحیتوں کو بیدار کیا۔

سورۂ لقمٰن: آیت ۲۰ میں ہے:

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا
فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے لیے مسخر کر دیے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور تمہیں بھرپور اپنی نعمتیں دیں، ظاہر اور چھپی ہوئی۔

صفحہ ۱۷۲ میں ہے:

اغیار کے افکار و تخیّل کی گدائی!
کیا تجھ کو نہیں اپنی خودی تک بھی رسائی؟

جس قوم کے پاس اسلام اور قرآن جیسی نعمت ہو وہ دوسروں کے افکار کی گدائی کرے تو کس قدر بے غیرتی کی بات ہے؟

سورۃ النسآء: آیت ۸۲ میں ہے:

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۭ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا
كَثِيْرًا

تو کیا غور نہیں کرتے قرآن میں؟ اور اگر وہ غیر اللہ کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔

اللہ پاک کا کلام شروع سے آخر تک یکساں ہے اور تمام کا تمام معجزانہ مضامین سے اور اعلیٰ فصاحت و بلاغت سے پُر ہے۔ پھر غیر اللہ کی گدائی کیوں؟

صفحہ ۱۷۳ میں بیدل کا شعر ہے:

"دل اگر می داشت وسعت بے نشاں بود ایں چمن
رنگِ مے بیروں نشست از بسکہ مینا تنگ بود"

دل میں وسعت ہو تو کائنات میں بھی وسعت نظر آئے گی۔

سورۃ الزمر: آیت ۱۰ میں ہے:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِىْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۗ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ

جنہوں نے بھلائی کی ان کے لیے اس دنیا میں (بھی) بھلائی ہے اور اللہ کی زمین وسیع ہے۔

لیکن جن لوگوں کے دلوں میں عملِ صالح کا جذبہ نہیں وہ تنگ دل ہوتے ہیں اور انہیں زمین بھی تنگ دکھائی دیتی ہے۔

صفحہ ۱۲۳-۱۲۴ میں ہے:

مری نظر میں یہی ہے جمالِ زیبائی
کہ سربسجدہ ہیں قوت کے سامنے افلاک!
نہ ہو جلال تو حسن و جمال بے تاثیر
نرا نفس ہے اگر نغمہ ہو نہ آتشناک!
مجھے سزا کے لیے بھی نہیں قبول وہ آگ
کہ جس کا شعلہ نہ ہو تند و سرکش و بیباک!

قوت اور غلبہ والی قوم کا ہر قول اور ہر فعل اپنی قوت اور جوش کا آئینہ دار ہوتا ہے۔

سورۃ الانفال: آیت ۶۰ میں ہے:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ

اور تم تیار رکھو اُن کے لیے جتنا تم سے ہو سکے قوت اور طاقت کی چیزیں۔[۳۷]

صفحہ ۱۲۴ میں ہے:

فطرت کو دکھایا بھی ہے، دیکھا بھی ہے تُو نے
آئینۂ فطرت میں دکھا اپنی خودی بھی!

مصوری اور صنعت گری وغیرہ تو ضرور انسان نے سیکھ لی ہے لیکن خودی اور

خودگری کا ہنوز مظاہرہ نہیں کیا، ورنہ وہ اپنے منصب کے منافی کام نہ کرتا۔ صالح عمل ہی اس کے منصب کے شایانِ شان ہے۔

سورۃ النحل: آیت ۹۷ میں ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾

جو عمل صالح کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت، اور وہ مومن ہو گا تو ہم ضرور (دنیا میں) اچھی زندگی سے زندہ رکھیں گے اور (آخرت میں) ان کے عمل کا بہترین اجر عطا کریں گے۔

گویا عملِ صالح جو دونوں جہانوں کے لیے مفید ہے وہ مومن ہی کا ہو سکتا ہے جو اللہ کا بندہ ہوتا ہے اور غیر اللہ کا منکر ہوتا ہے۔

صفحہ ۱۲۵ میں ہے:

کھُل تو جاتا ہے مغنی کے بم و زیر سے دل
نہ رہا زندہ و پائندہ تو کیا دل کی کشود!
ہے ابھی سینۂ افلاک میں پنہاں وہ نوا
جس کی گرمی سے پگھل جائے ستاروں کا وجود!

وہی سرود، وہی سفر یا وہی شے "حلال" ہے جو انسان میں زندگی اور ثبات پیدا کر دے اور غفلت میں نہ ڈال دے۔

سورۂ ابراہیم: آیت ۲۷ میں ہے:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ

اللہ تعالیٰ مضبوط رکھتا ہے ایمان والوں

کو حق بات پہ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

صفحہ ۱۲۶ میں ہے:

اگر نوا میں ہے پوشیدہ موت کا پیغام
حرام میری نگاہوں میں نائے و چنگ و رباب!

ایسا قول جو قوم کو غفلت میں ڈال دے اور بے عملی سکھائے وہ "حرام" ہے۔

سورۃ الاعراف: آیت ۳۲ میں ہے:

۰۰۰۰ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَ
الْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا
وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۝۳۳

آپؐ فرما دیں کہ البتہ میرے رب نے حرام کیا ہے تمام فحش باتوں کو، ان میں جو علانیہ ہیں وہ بھی اور ان میں جو پوشیدہ ہیں وہ بھی اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرو جس کی اس نے سند نہیں اتاری اور یہ کہ اللہ پر وہ بات کہو جس کا علم نہیں رکھتے۔

سورۂ لقمٰن: آیت ۶ میں ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ
اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ ۖۗ وَّیَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ۝۶

اور لوگوں میں وہ بھی ہیں جو کھیل کی باتیں خریدتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے بہکا دیں بے سمجھے اور اسے ہنسی بنا لیں۔ ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

مفسرین کے نزدیک "لهو الحدیث" اس کھیل یا قول کو کہتے ہیں جو آدمی کو نیکی سے اور کام کی باتوں سے غفلت میں ڈال دے۔ کہانیاں، افسانے، شاعری وغیرہ جو اس طرح کی

ہوں وہ سب لھو الحدیث میں شمار ہوں گی۔

صفحہ ۱۲۷ میں ہے:

؏ بلند زورِ دروں سے ہوا ہے فوّارہ!

اسی طرح انسان اپنی قوتِ ایمانی سے بلند ہو سکتا ہے۔ سورۃ العنکبوت: آیت ۶۹ میں ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٦٩﴾

اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور بے شک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔

صفحہ ۱۲۷ ہی میں ہے:

تاثیرِ غلامی سے خودی جس کی ہوئی نرم
اچھی نہیں اس قوم کے حق میں عجمی لَے!
شیشے کی صراحی ہو کہ مٹی کا سبُو ہو
شمشیر کی مانند ہو تیزی میں تِری مَے!

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"جب [illegible] میں طاقت و توانائی مفقود ہو جائے جیسا کہ تاتاری یورش کے بعد مسلمانوں میں مفقود ہو گئی، تو پھر اس قوم کا نقطۂ نگاہ بدل جایا کرتا ہے۔ اُن کے نزدیک ناتوانی ایک حسین و جمیل شے ہو جاتی ہے اور ترکِ دنیا موجبِ تسکین۔ اس ترکِ دنیا کے پردے میں قومیں اپنی سستی و کاہلی اور اس شکست کو جو ان کا تنازع للبقا میں ہو، چھپایا کرتی ہیں ......"[۲۸]

صفحہ ۱۲۵ - ۱۲۶ کی آیتیں ملاحظہ ہوں۔

صفحہ ۱۲۷ ہی میں ہے:

ہر لحظہ نیا طُور، نئی برقِ تجلّی
اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے!

سورۃ البلد: آیت ۴ میں ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ ۝

بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو مشقت میں رہتا ہوا۔
گویا انسان ہر مشقت اور مشکل کا مقابلہ کرنے کے لیے پیدا ہوا ہے۔

صفحہ ۱۲۸ میں ہے:

ہے شعرِ عجم گرچہ طربناک و دل آویز
اس شعر سے ہوتی نہیں شمشیرِ خودی تیز

صفحہ ۱۲۷ کا اقتباس اور صفحہ ۱۲۵-۱۲۶ کی آیتیں دیکھیں۔

صفحہ ۱۲۹ میں ہے:

ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس
آہ! بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار!

صفحہ ۱۲۶ میں سورۂ لقمٰن کی آیت ۶ مذکور ہوئی۔ "لھو الحدیث" کے ذیل میں تمام "ہنروران ہند" کے "کمالات" آجاتے ہیں کیونکہ وہ سب کے سب:

؎ چشمِ آدم سے چھپاتے ہیں مقاماتِ بلند

صفحہ ۱۲۹ میں "مردِ بزرگ" کی پہچان بتائی ہے:

اس کی نفرت بھی عمیق اس کی محبت بھی عمیق!
قہر بھی اس کا ہے اللہ کے بندوں پہ شفیق!

—

انجمن میں بھی میسر رہی خلوت اس کو
شمعِ محفل کی طرح سب سے جدا سب کا رفیق!

ا: حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اور صحبت میں رہنے والوں کی شان کو سورۃ الفتح کی آخری آیت میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

وَالَّذِينَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

اور جو لوگ حضورؐ کی معیت میں ہیں وہ کافروں پر بہت سخت ہیں اور آپس میں بہت نرم دل ہیں۔

ب: پھر جہاد بالسیف دراصل انسانیت کے سڑے ہوئے عضو پر نشتر ہو تو اس میں نیر ہی خیر ہے۔

سورۃ المائدہ: آیت ۵۴ میں ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ
يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ
يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ
فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

اے ایمان والو، تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا، مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت، اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

ج: حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے رفقا و صحابہؓ وغیرہ سے فارغ ہوتے تھے، تو

"شمعِ محفل" کی طرح سب سے جدا ہو کر اللہ کی عبادت میں منہمک ہو جاتے تھے۔

سورۃ الانشراح: آیات ۷-۸ میں ہے:

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝

تو جب آپ فارغ ہو جائیں تو پھر محنت کریں اور اپنے رب کی طرف لگ جائیے۔

صفحہ ۱۳۰ میں ہے:

زندہ دل سے نہیں پوشیدہ ضمیرِ تقدیر
خواب میں دیکھتا ہے عالمِ نو کی تصویر!

اللہ پاک کی شان یہ ہے جو سورۃ الرحمٰن: آیت ۲۹ میں ہے:

وَالْأَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ۝

اُسے ہر دن ایک کام ہے۔

اللہ کا نائب بھی ہمہ وقت سرگرم عمل رہتا ہے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر نہیں بیٹھتا۔ (حقوق اللہ کے علاوہ حقوق العباد ادا کرنے کے لیے سرگرمِ عمل رہنا بھی عملِ صالح ہی ہے)۔

صفحہ ۱۳۱ میں ہے:

بے محنتِ پیہم کوئی جوہر نہیں کھلتا
روشن شررِ تیشہ سے ہے خانۂ فرہاد!

فرہاد اپنے عمل کی سرگرمی ہی کی وجہ سے فرہاد ہے۔ اسی طرح عملِ پیہم کی وجہ سے انسان انسان ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے عملِ پیہم اور سخت کوشی سے سبق لینا چاہیے۔

سورۃ الکہف: آیت ۶۰ میں ہے:

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ
أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا ۝

اور (یاد کرو) جب موسیٰؑ نے اپنے خادم سے کہا، میں باز نہ رہوں گا جب تک

وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرنوں (سالہا سال) چلا جاؤں۔

صفحہ ۱۳۱ ہی میں ہے:

نوا کو کرتا ہے موجِ نفس سے زہر آلود
وہ نے نواز کہ جس کا ضمیر پاک نہیں!

صفحہ ۱۲۶ میں سورۂ لقمٰن کی آیت ۶ دیکھیں۔

صفحہ ۱۳۲ میں ہے:

خودی بلند تھی اُس خوں گرفتہ چینی کی
کہا غریب نے جلاد سے دمِ تعزیر
ٹھہر ٹھہر کہ بہت دلکشا ہے یہ منظر
ذرا میں دیکھ تو لوں تابناکیٔ شمشیر!

گرمی، تیزی، قوت اور استحکام ہر وقت مطلوب و محبوب ہے۔ لوط علیہ السلام نے بھی پریشانی کے وقت ظالموں سے بچنے کے لیے قوت اور شدت کی آرزو کی تھی۔ گو کہ وہ موقع اِس موقع سے مختلف تھا۔

سورۂ ہود: آیت ۸۰ میں ہے:

قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ ۝

(لوط علیہ السلام) بولے 'اے کاش مجھے تمہارے مقابلے کے لیے قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط رکن کی پناہ میں ہوتا۔

صفحہ ۱۳۳ میں ہے:

وہ شعر کہ پیغامِ حیاتِ ابدی ہے
یا نغمۂ جبریل ہے یا بانگِ سرافیل!

وہ شعر جو زندگی اور بیداری پیدا کرے وہ حیاتِ ابدی کا پیغام ہے۔

صفحہ ۱۲۵ میں سورۂ ابراہیم کی آیت ۲۷ سے اس حیات کا پیام ملتا ہے۔

صفحہ ۱۲۶ میں ہے:

یہ نکتہ پیرِ دانا نے مجھے خلوت میں سمجھایا

کہ ہے ضبطِ فغاں شیری، فغاں روباہی و میشی!

ضبط و تحمل بڑی فضیلت کی چیز ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۲۶۳ میں ہے:

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ

يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿٢٦٣﴾

اچھی (نرم) بات کہنا اور درگذر کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد ستانا ہو، اور اللہ بے نیاز حکم والا ہے۔

سورۃ النور: آیت ۲۲ میں ہے:

وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا

اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگذر کریں۔

سورۂ لقمٰن: آیت ۱۷ میں ہے:

وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ

اور صبر کر اس پر جو افتاد تم پر پڑے۔

صفحہ ۱۳۴ ہی میں ہے:

چھوڑ یورپ کے لیے رقصِ بدن کے خم و پیچ

روح کے رقص میں ہے ضربِ کلیم اللّٰہی!

روح میں رقص یعنی عمل کے لیے آمادگی اور بیداری موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا بھی پیغام ہے۔

صفحہ ۱۳۱ میں سورۃ الکھف کی آیت ۶۱۔۱ ابھی مذکور ہوئی۔

صفحہ ۱۳۶ میں ہے:

جو حرفِ "قل العفو" میں پوشیدہ ہے ابتک
اس دَور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار!

سورۃ البقرہ: آیت ۲۱۹ میں یہ ہے:

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۥ قُلِ الْعَفْوَ

اور لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ آپ فرمادیں کہ جو (ضرورت سے) زائد ہو۔

علامہ اقبال آرزو کرتے ہیں کہ کاش یہ اشتراکیت والے اس آیت پہ کاربند ہو جائیں۔

صفحہ ۱۲۷ میں ہے:

جہانِ مغرب کے بتکدوں میں، کلیساؤں میں مدرسوں میں
ہوس کی خونریزیاں چھپاتی ہے عقلِ عیار کی نمائش

مغرب والوں کی زندگی صرف حرص و ہوا کو اپنا مقصد بنائے ہوئے ہے اور ان کی عقل کی تمام عیاری اسی مقصد کے لیے مصروفِ کار ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۹۶ میں ہے:

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَ مَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

اور بے شک تم ضرور انہیں (بدعمل لوگوں کو) پاؤ گے کہ سب زیادہ جینے کی ہوس رکھتے ہیں اور مشرکوں میں سے ایک ایک کو تمنا ہے کہ کہیں ہزار برس جیے اور وہ اسے عذاب سے دور نہ کرے گا اتنی عمر دیا جانا اور اللہ ان کے

کرتوت دیکھ رہا ہے۔

یہ لوگ حرص و ہوا کو دنیا کے لیے استعمال کرتے ہیں، حالانکہ حرص خیر کے لیے ہونی چاہیے۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سورۃ التوبہ: آیت ۱۲۸ میں۔ بیان ہوئی ہے کہ:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسولؐ جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے حریص، مسلمانوں پر رأفت اور رحیمی کرنے والے۔

صفحہ ۱۳۸ میں ہے:

کر تو بھی حکومت کے وزیروں کی خوشامد
دستور نیا اور نئے دور کا آغاز
معلوم نہیں ہے یہ خوشامد کہ حقیقت......
کہہ دے کوئی اُلّو کو اگر "رات کا شہباز"

سورۂ آلِ عمران: آیت ۱۸۸ میں ہے:

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾

ہرگز نہ سمجھنا انہیں جو خوش ہوتے ہیں اپنے کیے پر اور چاہتے ہیں کہ بے کیے اُن کی تعریف ہو۔ ایسوں کو ہرگز عذاب سے دور نہ جاننا، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

صفحہ ۱۳۹ میں ہے:

شریکِ حکم غلاموں کو کر نہیں سکتے
خریدتے ہیں فقط ان کا جوہرِ ادراک!

حکومتِ برطانیہ اپنی ہندوستانی رعایا کو مناصب دے کر صرف ان کا "جوہرِ ادراک" خریدتی تھی تاکہ اُن کے ادراک وفہم کے مطابق ان کا مداوا بھی کیا جاسکے۔ حکومت میں شریک کرنا اُن کا مقصد نہیں تھا۔

سورۃ النساءُ: آیت ۵۸ میں ہے:

وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ

اور جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

لیکن مذکورہ بالا ذہنیت کے لوگوں سے ایسی توقع نہیں تھی۔

صفحہ ۱۴۱ میں ہے:

کرتے ہیں غلاموں کو غلامی پہ رضامند
تاویلِ مسائل کو بناتے ہیں بہانہ!

شعراءُ، علما اور حکما وغیرہ سب اس طرح تاویلِ مسائل کر رہے ہیں کہ:

؏ باقی نہ رہے شیر کی شیری کا فسانہ

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"علما میں مداہنت آگئی ہے۔ یہ گروہ حق کہنے سے ڈرتا ہے صوفیہ اسلام سے بے پروا اور حکام کے تصرف میں ہیں۔ اخبار نویس اور آجکل کے تعلیم یافتہ لیڈر خود غرض ہیں اور ذاتی منفعت وعزت کے سوا کوئی مقصد ان کی زندگی کا نہیں۔ عوام میں جذبہ موجود ہے مگر ان کا کوئی بے غرض راہنما نہیں ہے۔" [۳۹]

سورۃ الطارق: آیات ۱۵-۱۶ میں ہے:

إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ﴿١٥﴾ وَّأَكِيدُ كَيْدًا ﴿١٦﴾

بے شک وہ اپنا سا داؤں چلتے ہیں اور میں اپنی خفیہ تدبیر فرماتا ہوں۔

اللہ ہی قوم کا حافظ و ناصر ہے۔

صفحہ ۱۴۲ میں ہے:

وہ قوم نہیں لائقِ ہنگامۂ فردا
جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں ہے!

سورۃ الاعلیٰ: آیت ۱۰ میں ہے:

سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ﴿١٠﴾

عنقریب نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے (اللہ سے)۔

اللہ سے ڈرنے والے فوراً نصیحت مان لیتے ہیں اور عمل کے لیے سرگرم ہو جاتے ہیں۔ وہ آیندہ کے لیے انتظار نہیں کرتے۔

صفحہ ۱۴۲ ہی میں ہے:

ع زمانہ دار و رسن کی تلاش میں ہے ابھی!

مصطفےٰ کمال ہو یا رضا شاہ پہلوی، ہنوز اللہ کے لیے مرنے اور جینے والوں کی ضرورت ہے کیونکہ ان لوگوں (سربراہوں) نے ابھی تک اللہ کے لیے سرفروشی نہیں سیکھی۔

سورۃ الانعام: آیت ۱۶۲ میں ہے:

قُلْ إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٢﴾

آپؐ فرما دیں بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا ربّ ہے۔

صفحہ ۱۴۳ میں ہے: بنایا ایک ہی ابلیس آگ سے تُو نے
بنائے خاک سے اس نے دو صد ہزار ابلیس!

سیاستِ افرنگ نے ایسے ہزاروں شیطان تیار کر لیے ہیں!

سورۃ المجادلہ: آیت ۱۹ میں ہے:

اِسۡتَحۡوَذَ عَلَيۡهِمُ الشَّيۡطٰنُ فَاَنۡسٰهُمۡ ذِكۡرَ اللّٰهِ‌ؕ اُولٰٓـئِكَ حِزۡبُ الشَّيۡطٰنِ‌ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ الشَّيۡطٰنِ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۱۹﴾

ان پر شیطان نے قابو پالیا۔ پس اس نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا۔ وہ شیطان کی جماعت ہے اور، سنتے ہو، بے شک شیطان ہی کی جماعت خسارے میں ہے۔

صفحہ ۱۴۲ اسی میں ہے:

خواجگی میں کوئی مشکل نہیں رہتی باقی
پختہ ہو جاتے ہیں جب خوئے غلامی میں غلام!

علامہ اقبال اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"غلام قوم مادیات کو روحانیات پر مقدم سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور جب انسان میں خوئے غلامی راسخ ہو جاتی ہے تو وہ ہر ایسی تعلیم سے بیزاری کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد قوتِ نفس اور روحِ انسانی کا ترفع ہو"۔[۱]

سورۃ الکہف: آیات ۱۰۳۔۱۰۴ میں ہے:

قُلۡ هَلۡ نُـنَبِّئُكُمۡ بِالۡاَخۡسَرِيۡنَ اَعۡمَالًا ﴿۱۰۳﴾ اَلَّذِيۡنَ ضَلَّ سَعۡيُهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَهُمۡ يَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ يُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا ﴿۱۰۴﴾

آپؐ فرمادیں کہ کیا ہم تمہیں بتادیں کہ سب سے زیادہ ناقص عمل کن لوگوں کے ہیں؟ — اُن کے جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں گم ہو گئی اور وہ اس خیال میں ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔

یہ لوگ قوتِ نفس اور روحِ انسانی کے ترفع کی پروا نہیں کرتے۔

صفحہ ۱۴۴ میں ہے:

حرف اس قوم کا بے سوز، عمل زار و زبوں
ہو گیا پختہ عقاید سے تہی جس کا ضمیر!

سورۃ المائدہ: آیت ۴۹ میں ایسے خام عقیدہ لوگوں سے احتراز کا حکم ہے:

وَاَنِ احۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ وَاحۡذَرۡهُمۡ
اَنۡ يَّفۡتِنُوۡكَ عَنۡۢ بَعۡضِ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ اِلَيۡكَ

اور یہ کہ (اے مسلمان) اللہ کے اتارے پر حکم کر اور ان (گمراہوں) کی خواہشوں پر نہ چل اور اُن سے بچتا رہ کہ کہیں تجھے لغزش نہ دے دیں، کسی حکم میں جو تیری طرف اترا۔

ان گمراہوں کا عمل خود ہی خراب ہے تو وہ کیا کامیاب ہوں گے؟

صفحہ ۱۴۵ میں ہے:

ہر زمانے میں دگر گوں ہے طبیعت اس کی
کبھی شمشیرِ محمدؐ ہے، کبھی چوبِ کلیم!

علامہ اقبال لکھتے ہیں:

"حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک ہر نبی میں محمدؐ ہی کے مختلف مدارج تھے۔ وہ گویا Muhammad in the making (تکمیلِ محمدؐ) کے منازل تھے۔"[۱۲۶]

سورہ آل عمران: آیت ۸۵ میں ہے:

وَمَنۡ يَّبۡتَغِ غَيۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِيۡنًا فَلَنۡ يُّقۡبَلَ مِنۡهُ ۚ
وَهُوَ فِى الۡاٰخِرَةِ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ۝ اور جو اسلام کے سوا کوئی دوسرا

دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں
زیاں کاروں میں سے ہے۔

صفحہ ۱۴۵ ہی میں ہے:

تہذیب کا کمال، شرافت کا ہے زوال
غارت گری جہاں میں ہے اقوام کی معاش!

علامہ اقبال لکھتے ہیں:

"ملکیت، خواہ وہ جمہوریت ہی کی قبائیں پوشیدہ کیوں نہ ہو انسان کو فوز و فلاح سے آشنا نہیں کر سکتی بلکہ انسانی فلاح تمام انسانوں کی مساوات اور حریت میں پنہاں ہے۔ آج ہمیں اس چیز کی ضرورت ہے کہ سائنس کا محلِ استعمال قطعی طور پر بدل دیا جائے۔ ان خفیہ سیاسی منصوبوں سے احتراز کیا جائے جن کا مقصد بھی یہ ہے کہ کمزور و زبوں حال یا ایسی اقوام جو عیاری اور حیلہ گری کے فن میں چنداں مہارت نہیں رکھتیں، صفحۂ ہستی سے نیست و نابود ہو جائیں۔"[۱۴۲]

مسولینی نے حبشہ کو جس طرح تباہ کیا اس کی "شرافت" کسی سے پوشیدہ نہیں۔

علامہ اقبال ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"مسولینی نے حبشہ کو محض جوع الارض کی تسکین کے لیے پامال کیا۔ مسلمانوں نے اپنے عروج کے زمانے میں حبشہ کی آزادی کو محفوظ رکھا۔ فرق اس قدر ہے کہ پہلی صورت میں خودی کسی قانون کی پابند نہیں۔ دوسری صورت میں قانونِ الٰہی اور اخلاق کی پابند ہے۔"[۱۴۳]

صفحہ ۱۴۳ میں سورۃ المجادلہ کی آیت ۱۹ ملاحظہ فرمائیں۔

صفحہ ۱۴۶ میں ابلیس کا فرمان اپنے سیاسی فرزندوں کے نام ہے کہ:

ع اہلِ حرم سے ان کی روایات چھین لو

اس کے لیے بھی سورۃ المجادلہ کی آیت ۱۹ کافی ہے۔

صفحہ ۱۴۷ میں ہے:

طہران ہو گر عالمِ مشرق کا جنیوا
شاید کرۂ ارض کی تقدیر بدل جائے!

"پیامِ مشرق" میں جنیوا کی جمعیتِ اقوام کے متعلق فرمایا ہے کہ:

ع بہرِ تقسیم قبور انجمنے ساختہ اند

اب اقبال مسلمانوں کی جمعیت کے مرکز کے لیے ان اشعار میں فرما رہے ہیں۔ بہر حال مسلمانوں کی مرکزیت ضروری ہے۔ سورۂ آلِ عمران: آیت ۱۰۳ میں ارشاد ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی، سب مل کر اور پھوٹ نہ ڈالو۔

صفحہ ۱۴۸ میں ہے:

فرہاد کی خارا شکنی زندہ ہے اب تک
باقی نہیں دنیا میں ملوکیتِ پرویز!

صفحہ ۱۳۱ کی ذیل میں سورۃ الکہف کی آیت ۶۱ دیکھیں۔

سورۃ النساء: آیت ۱۲۳ میں ہے:

. . . . . مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَ
لَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾

(مشرکین اور یہود و نصاریٰ میں سے) جو کوئی عمل بُرا کرے گا اس کی سزا پائے گا اور نہ پائے گا اللہ کے سوا کوئی حمایتی نہ مددگار۔

صفحہ ۱۴۹ میں ہے:

جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گِنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے [۱۴]

"پیامِ مشرق" میں بھی ہے:

گریز از طرزِ جمہوری، غلامِ پختہ کارے شو
کہ از مغزِ دو صد خر فکرِ انسانی نمی آید

جمہوریت کے دعوے دار لوگ حق کی پروا نہ کرتے ہوئے اپنی پارٹی کی تائید کرتے ہیں اور حزبِ اختلاف سے زیادہ ڈرتے ہیں، اللہ سے نہیں ڈرتے۔ اُن کی مثال ان منافقوں جیسی ہے جن کا ذکر سورۃ الحشر: آیت ۱۳ میں آیا ہے:

. . . . لَأَنتُمْ أَشَدُّ رَهْبَةً
فِي صُدُورِهِم مِّنَ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ ﴿١٣﴾

(اے مسلمانو، وہ لوگ تم سے ڈرتے ہیں) بے شک اُن کے دلوں میں اللہ سے زیادہ تمہارا ڈر ہے۔ یہ اس لیے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں۔

صفحہ ۱۵۰ میں مسولینی کی غارت گری سے بھی مغرب والوں کو غیرت دلائی جا رہی ہے۔ وہ گویا یوں کہتا ہے:

پردۂ تہذیب میں غارت گری، آدم کُشی
کل روا رکھی تھی تم نے، میں روا رکھتا ہوں آج

صفحہ ۱۴۵ میں مسولینی کی جوع الارض کی تسکین کا ذکر آچکا ہے۔

سورہ الانعام: آیت ۱۵۱ میں ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ

اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی اُسے ناحق نہ مارو۔

صفحہ ۱۵۱ میں ہے:

یورپ کی غلامی پہ رضامند ہوا تُو
مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے، یورپ سے نہیں ہے!

ہندوستان کے مسلمان کس طرح غلامی کی زندگی سے دوچار ہوئے اور کس قدر ذلیل کیے گئے، اس کی تاریخ ہمیشہ یادگار رہے گی۔ مسلمان سے تو یہی فرمایا گیا تھا جیساکہ سورۃ النسأ: آیت ۵۹ میں ارشاد ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ۚ اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور جو تم میں سے حاکم ہوں۔

یعنی حاکم بھی تم میں سے ہوں اور وہ بھی اللہ کی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں تو پھر تم ان کی بھی اطاعت کرو، ورنہ نہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا یہی پیام ہے۔

صفحات ۱۵۱۔۱۵۲ میں فرنگیوں کی عیاری کا ذکر ہے کہ وہ لوگ ان قوموں کو غیر مہذب سمجھتے ہیں جہاں اخلاقی برائیاں نہ ہوں:

نظر ورانِ فرنگی کا ہے یہی فتویٰ
وہ سرزمیں مدنیت سے ہے ابھی عاری!

لیکن ہمارے لیے یہی حکم ہے:

. . . . وَمَآ اٰتٰىکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ ۚ وَمَا نَھٰىکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ۭ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝ (الحشر: ۷)

اور جو کچھ تمہیں رسولؐ عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔ اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

اب انگلستان نے ہر برائی کو قانونی جواز دینے کے بعد پچھتانا شروع کیا ہے اور

وہاں کے سنجیدہ لوگ دوسرے ملکوں میں منتقل ہونے لگے ہیں۔

صفحہ ۱۵۳ میں ہے:

متاعِ غیر پہ ہوتی ہے جب نظر اس کی
تو ہیں ہراولِ لشکر کلیسا کے سفیر!

جب فرنگی قوم دوسری قوموں کو ہڑپ کرنا چاہتی ہے تو پہلے اپنے پادریوں کو (عیاری) تبلیغ کے لیے بھیجتی ہے۔

کفارِ قریش جو بدر میں اتراتے ہوئے اور لوگوں کو فریب دینے کے لیے منصوبہ بنا کر آئے تھے ان کے متعلق سورۃ الانفال کی آیت ۴۷ ہے وہی اس موقع کے لیے بھی مناسب ہے، یعنی:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّ رِئَآءَ النَّاسِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۴۷﴾

اور اُن جیسے نہ ہونا جو اپنے گھر سے نکلے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھانے کو اور اللہ کی راہ سے روکتے اور ان کے سب کام اللہ کے قابو میں ہیں۔

شام و فلسطین کے لوگ ترکوں کو جفا پیشہ کہہ کر اُن سے باغی ہوئے اور اب "فرنگی تہذیب" کے شکار ہیں۔ صفحہ ۱۵۱-۵۲ میں اس تہذیب کی عیاری کا ذکر ابھی آچکا ہے۔ سورۃ المجادلہ کی آیت ۱۹ یہاں کے لیے بھی مناسب ہے:

. . . اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ
اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

ان پر شیطان غالب آ گیا تو اس نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا۔ وہ شیطان کی جماعت ہے۔ یاد رکھو، شیطان کی جماعت ہی نقصان اٹھانے والی ہے۔

ایک فرنگی لُرڈ (Lord) نے جدید تعلیم کے متعلق جس خیال کا اظہار کیا ہے وہ اس طرح شعر میں دے دیا ہے (صفحہ ۱۵۴ر) :

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو

ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے اسے پھیر!

ایسی تعلیم "کید" کے ذیل میں آتی ہے۔ سورۃ المؤمن : آیت ۲۵ میں ہے :

وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝

اور نہیں ہے کافروں کی چال مگر گمراہی میں (غلطی میں)۔

ایک بحری قزاق، سکندر (بادشاہ) سے کہتا ہے :

ترا پیشہ ہے سفاکی، مرا پیشہ ہے سفاکی

کہ ہم قزاق ہیں دونوں، تُو میدانی، میں دریائی!

"جوع البطن" یا "جوع الارض" کی تسکین کے لیے جس طرح کی سفاکی کی جائے، مذموم ہے۔[45]

سورۃ الشوریٰ : آیت ۴۲ میں ہے :

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَ يَبْغُوْنَ فِي
الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

مواخذہ اُن پہ ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی پھیلاتے ہیں۔ اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔

صفحہ ۱۵۷ میں ہے :

خوشا وہ قافلہ، جس کے امیر کی ہے متاع

تخیلِ ملکوتی و جذبہ ہائے بلند!

سورۂ آلِ عمران : آیت ۱۶۴ میں صحیح امیر (حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم) کی خصوصیات

بتائی گئی ہیں :

. . . لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا
مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ
وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ

بے شک اللہ کا بہت بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہی میں سے ایک رسولؐ بھیجا جو اُن پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ لوگ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

صفحہ ۱۵۸ میں ہے :

ہو اگر قوتِ فرعون کی درپردہ مُرید
قوم کے حق میں ہے لعنت وہ کلیم اللّٰہی!

صفحہ ۱۴۱ میں سورۃ الطارق کی آیتیں ۱۵۔۱۶ دیکھیں۔

صفحہ ۱۵۹ میں ہے :

خدا نصیب کرے ہند کے اماموں کو
وہ سجدہ جس میں ہے ملت کی زندگی کا پیام!

صفحہ ۲۷ میں فرما چکے ہیں :

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اللہ کے آگے جھکنے کے لائق وہی ہے جو پہلے غیر اللہ کی نفی کرے۔ کلمہ طیبہ ہمیں یہی تعلیم دیتا ہے۔

سورۃ الزمر: آیت ۶ میں ہے :

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

وہ ہے اللہ تمہارا رب، اسی کی بادشاہی ہے۔ اس کے سوا کوئی اور خدا نہیں۔

یہ جذبہ پیدا ہو تو پھر بندے میں غیر معمولی قوت پیدا ہوتی ہے۔

صفحہ ۱۶۰ میں ہے:

سنا ہے میں نے غلامی سے امتوں کی نجات
خودی کی پرورش و لذتِ نمود میں ہے!

انسان اسی وقت خلیفۃ اللہ ہو سکتا ہے جب وہ غیر اللہ کی نفی کرے اور اپنے اندر وہ جذبہ پیدا کرے، جو غیر اللہ کی نفی سے تمام غیر اللہ پر غالب ہونے کے لیے ہو، کیونکہ غلبہ اور بادشاہی صرف اللہ کے لیے ہے۔

سورۃ المجادلہ: آیت ۲۱ میں ہے:

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝۲۱

اللہ لکھ چکا کہ ضرور میں غالب رہوں گا اور میرے رسول۔ بے شک اللہ قوت والا عزت والا ہے۔

صفحہ ۱۶۰ ہی میں ہے:

ع جہاں میں عام ہے قلب و نظر کی رنجوری

مشرق اور مغرب کے لوگوں کو قلبِ سلیم اور نظرِ بصیرت کی محرومی ہے۔

سورۃ الجاثیہ: آیت ۲۳ میں ہے:

...... اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ
عَلٰي عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰي سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰي بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ۭ فَمَنْ
يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۲۳

ترجمہ: بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرا لیا اور اللہ نے اُسے
باوصف علم کے، گمراہ کیا اور اس کے کان اور دل پہ مُہر لگا دی اور اس
کی آنکھیں پر پردہ ڈالا۔ تو اللہ کے بعد اُسے کون راہ دکھائے؟ تو
کیا تم دھیان نہیں کرتے۔

دنیوی حاکم چاہتا ہے کہ غلام کو غلامی پہ رضامند رکھے۔
صفحہ ۱۶۱ میں ہے:

رکھنے لگا مُرجھائے ہوئے پھول قفس میں
شاید کہ اسیروں کو گوارا ہو اسیری!

اگر غلام میں بصیرت ہو تو وہ ایسے حاکم کی عیاری کو سمجھ سکتا ہے۔ صفحہ ۱۸۱ کا شعر دیکھیں۔
سورۃ الکھف: آیت ۲۸ میں ہے:

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا۝

اور اس کی اطاعت مت کر جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا
اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔

محراب گُل افغان کے افکار

علامہ اقبال لکھتے ہیں: "محراب گل محض فرضی نام ہے"۔
محراب گل کہتا ہے (صفحہ ۱۶۴):

اے مرے فقرِ غیور فیصلہ تیرا ہے کیا
خلعتِ انگریز یا پیرہنِ چاک چاک!

مسلمان سوائے خدا کے کسی کے آگے سر نہیں جھکاتا۔ انگریز چاہتا تھا کہ پٹھانوں کو خرید لے لیکن وہ خریدے نہ جا سکے۔

صفحہ ۱۶۰ کی آیتیں دیکھیں۔

صفحہ ۱۶۵ میں ہے:

رہے گا تو ہی جہاں میں یگانہ و یکتا
اُتر گیا جو ترے دل میں لاشریک لہٗ

صفحہ ۱۶۰ کی آیتیں یہاں کے لیے بھی دیکھیں۔

صفحہ ۱۶۵ ہی میں ہے:

تری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا
عجب نہیں ہے کہ یہ چار سُو بدل جائے!

اگر تم صحیح معنی میں نیابتِ الٰہی کا احساس پیدا کر لو اور اسی منصب کے مطابق عمل کرو تو یہ دنیا ہی نئے سرے سے تعمیر ہو جائے کیونکہ تمہارے لیے تو ہر چیز مسخر کر دی گئی ہے۔ سورۂ لقمٰن کی آیت ۲۰ پہلے بھی آ چکی ہے:

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا
فِى الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے لیے مسخر کر دیے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور تمہیں بھرپور اپنی نعمتیں دیں ظاہر بھی اور چھپی ہوئی بھی۔

صفحہ ۱۶۶ میں ہے:

حاجت سے مجبور مردانِ آزاد
کرتی ہے حاجت شیروں کو روباہ!

محروم خودی سے جس دم ہوا فقر
تو بھی شہنشاہ، میں بھی شہنشاہ!

غیراللہ کی محتاجی ایک مردِ مومن کو ذلیل کر دیتی ہے۔ اگر غیرت مند خودی ہو (اور اللہ کے سوا کسی کو خاطر میں نہ لایا جائے) تو وہ ایسی دولت ہے جس سے مردِ مومن شہنشاہ بن سکتا ہے۔

سورۃ الزمر: آیت ۳۶ میں ہے:

اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ

کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں؟

صفحہ ۱۶۷ میں ہے:

وہ علم نہیں، زہر ہے احرار کے حق میں
جس علم کا حاصل ہے جہاں میں دو کفِ جَو!

صفحہ ۱۶۰ میں سورۃ الجاثیہ کی آیت ۲۳ مذکور ہے جس میں ایسے علم کا ذکر ہے جس سے دنیوی خواہش کو معبود بنایا جاتا ہے۔

صفحہ ۱۶۷ ہی میں ہے:

فطرت کے نوامیس پہ غالب ہے ہنرمند
شام اس کی ہے مانندِ سحر صاحبِ پرتَو!

جو شخص غیراللہ کو خاطر میں نہیں لاتا اس کے لیے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے اور وہ فطرت کی پوشیدہ قوتوں کو بھی حاصل کر سکتا ہے۔ اس کی بلند تسخیری کی صلاحیتوں کا ذکر ابھی صفحہ ۱۶۵ میں سورۂ لقمٰن کی آیت ۲۰ میں آچکا ہے۔

صفحہ ۱۶۸ میں ہے: تقلید سے ناکارہ نہ کر اپنی خودی کو
کر اس کی حفاظت کہ یہ گوہر ہے یگانہ

خود دار شخص اگر سخت کوش ہے تو وہ کسی کی تقلید نہیں کرتا۔ وہ خود ایسے کمالات تک پہنچ سکتا ہے جہاں غیر اللہ کے غلام کبھی نہیں پہنچ سکتے۔ اس کے لیے بھی سورہ لقمٰن کی آیت ۲۰، اور سورۃ الجاثیہ کی آیت ۱۳ دیکھیں۔

صفحہ ۱۷۰ میں ہے:

لیکن اے شہباز یہ مرغانِ صحرا کے اچھوت
ہیں فضائے نیلگوں کے پیچ و خم سے بے خبر!
ان کو کیا معلوم اس طائر کے احوال و مقام
روح ہے جس کی دمِ پرواز سر تا پا نظر!

مردِ مومن کو اقبال نے شاہباز (شاہین) سے تشبیہ دی ہے:

۱۔ خود دار اور غیرت مند ہے کہ اور کے ہاتھ کا مارا ہوا شکار نہیں کھاتا؛

۲۔ بے تعلق ہے کہ آشیانہ نہیں بناتا؛

۳۔ بلند پرواز ہے؛

۴۔ خلوت پسند ہے؛

۵۔ تیز نگاہ ہے۔[۱۹۲]

صفحہ ۱۷۱ میں ہے:

گرچہ مکتب کا جواں زندہ نظر آتا ہے
مُردہ ہے! مانگ کے لایا ہے فرنگی سے نفس!
پرورشِ دل[۱۹۳] کی اگر مدِ نظر ہے تجھ کو
مردِ مومن کی نگاہِ غلط انداز ہے بس!

کالج کے طلبہ میں فرنگیوں کی روح تو نظر آجائے گی لیکن صحیح تربیت والا دل نظر

نہیں آتا۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لاکھ ۲۴ ہزار اشخاص کی تربیت فرمائی تھی

صفحہ ۱۵۷ میں سورۃ آلِ عمران کی آیت ۱۶۴ دیکھیں اور صفحہ ۱۶۰ میں سورۃ الجاثیہ کی آیت ۲۳

بھی دیکھیں جہاں غلط قسم کے علم کا ذکر ہے۔

صفحہ ۱۷۱ ہی میں ہے:

اگر ہو جنگ تو شیرانِ غاب سے بڑھ کر

اگر ہو صلح تو رعنا غزالِ تاتاری!

قوم کے نوجوانوں کو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقا اور صحابہؓ کی طرح ہونا چاہیے

جس کا ذکر سورۃ الفتح کی آخری آیت میں اس طرح آتا ہے:

وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ

اور جو لوگ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہیں وہ کافروں پہ

بہت سخت ہیں اور آپس میں بہت نرم دل۔

صفحہ ۱۷۲ میں ہے:

مردِ بے حوصلہ کرتا ہے زمانے کا گلہ

بندۂ حُر کے لیے نشترِ تقدیر ہے نوش

سورۃ البقرہ: آیت ۲۱۶ میں ہے:

وَعَسٰٓی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْـًٔا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَعَسٰٓی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْـًٔا وَّھُوَ شَرٌّ لَّکُمْ وَاللّٰہُ

یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾

اور قریب ہے کہ تمہیں کوئی بات بُری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو

اور قریب ہے کہ تمہیں کوئی بات پسند آئے اور وہ تمہارے حق میں

بُری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

صفحہ ۱۷۲ ہی میں ہے:

نہیں ہنگامۂ پیکار کے لائق وہ جواں
جو ہوا نالۂ مرغانِ سحر سے مدہوش!

جو شخص تن آسان ہو اور مدہوش (بے عمل) ہو وہ مشکلات کا مقابلہ کیونکر کر سکے گا؟

سورۃ البقرہ: آیت ۲۱۸ میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۲۱۸﴾

بے شک وہ جو ایمان لائے اور وہ جنہوں نے اللہ کے لیے اپنے گھر بار چھوڑے اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہ رحمتِ الٰہی کے امیدوار ہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہی لوگ مشکل پسند اور سخت کوش ہیں اور یہی کامیاب ہیں۔

اسی صفحے میں ہے:

لادینی و لاطینی! کس پیچ میں الجھا تو!
دارو ہے ضعیفوں کا لاغالب الاھو

سورۂ یوسف: آیت ۲۱ میں ہے:

وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ

اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے۔

اور سورۃ المجادلہ: آیت ۲۱ میں ہے:

كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي ۚ

اور اللہ لکھ چکا ہے کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول بھی۔

جب اللہ ہی سب پر غالب ہے تو پھر اس کو چھوڑ کر دوسرا راستہ کہاں صحیح

ہو سکتا ہے؟

صفحہ ۱۷۳ میں ہے:

بے اشکِ سحر گاہی تقویمِ خودی مشکل
یہ لالۂ پیکانی خوشتر ہے کنارِ جو!

سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۷۹ میں ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

اور رات کے کچھ حصے میں تہجّد کرو۔ یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے۔ قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں مقامِ محمود عطا کرے۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تہجد فرض تھی اور ان کے غلاموں کے لیے یہ سنّت ہے اور بلند مدارج کے حصول کا ذریعہ بھی۔

صفحہ ۱۷۴ میں ہے:

بے جرأتِ رندانہ ہر عشق ہے روباہی
بازو ہے قوی جس کا وہ عشق یداللّٰہی!
جو سختیٔ منزل کو سامانِ سفر سمجھے
اے وائے تن آسانی! ناپید ہے وہ راہی!

سورۃ البلد: آیت ۴ میں ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ

بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو مشقت میں رہتا۔

سورۃ الکہف: آیت ۶۰ میں موسیٰ علیہ السلام کی سخت کوشی کا ذکر ہے جو ہمارے

لیے بھی مشعلِ راہ ہے۔ سورۃ والتّین: آیت ۳ میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکّی زندگی کی دشواری سے متعلق ارشاد ہے:

وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝۳

اور اس امان والے شہر کی قسم۔

یعنی میرے امینؐ کے شہر کی قسم۔

صفحہ ۱۷۵ میں ہے:

خود دار نہ ہو فقر تو ہے قہرِ الٰہی
ہو صاحبِ غیرت تو ہے تمہیدِ امیری!
افرنگ زخود بے خبرت کرد وگرنہ
اے بندۂ مومن تو بشیری! تو نذیری!

مسلمان، غیر اللہ کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتا۔ وہ تو عالم کے لیے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں بشیری اور نذیری کے لیے آیا ہے۔ سورۃ السبا: آیت ۲۸ میں ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۲۸

اور آپؐ کو ہم نے نہیں بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام انسانوں کو گھیرنے والی ہے، خوشخبری سناتا اور ڈر سناتا، لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

صفحہ ۱۷۵ ہی میں ہے:

قوموں کے لیے موت ہے مرکز سے جدائی
ہو صاحبِ مرکز تو خودی کیا ہے؟ خدائی!

سورۃ آلِ عمران: آیت ۱۰۳ میں ارشاد ہے:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا

اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھوٹ نہ ہو جانا۔

صفحہ ۱۷۶ میں ہے:

بالائے سر رہا تو ہے نام اس کا آسماں

زیر پر آگیا تو یہی آسماں زمیں!

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لاکھ چوبیس ہزار لوگوں کو صحابہؓ بنا دیا جن کے قدموں کی خاک کے برابر بڑے سے بڑا ولی نہیں ہو سکتا اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چشمِ زدن میں زمان و مکان کی حدود سے آگے عرش کا سفر کیا۔ سورۂ بنی اسرائیل کا آغاز اسی واقعے سے ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا

پاک ہے اسے جو اپنے بندے کو لے گیا راتوں رات مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصا تک۔

سورۂ النجم کی ابتدائی اٹھارہ آیتیں اس واقعے سے متعلق ہیں۔ پھر سورۂ لقمٰن کی آیت ۲۰ اور سورۃ الجاثیہ کی آیت ۱۳، انسان کی بلند ترین صلاحیتوں کو ظاہر کرتی ہیں۔

صفحہ ۱۷۷ میں ہے:

یہ نکتہ خوب کہا شیر شاہ سوری نے

کہ امتیازِ قبائل تمامتر خواری

سورۃ الحجرات: آیت ۱۳ میں ہے:

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ

لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

اے لوگو۔ ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے بنایا کہ آپس میں پہچان رکھو۔ بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

صفحہ ۱۷۸ میں ہے:

کھُلے ہیں سب کے لیے غربیوں کے میخانے
علومِ تازہ کی سرمستیاں گناہ نہیں!
اسی سرور میں پوشیدہ موت بھی ہے تری
ترے بدن میں اگر سوزِ لا الٰہ نہیں!

مغربی علوم حاصل کرنا گناہ نہیں، لیکن ساتھ ہی یہ یاد رکھنا ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور غیر اللہ کے منکر ہیں۔ سورۃ الحج: آیت ۷۱ میں غیر اللہ کو پوجنے والوں کو صحیح علم سے محروم قرار دیا گیا ہے:

..... وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا
لَمْ یُنَزِّلْ بِہٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَیْسَ لَھُمْ بِہٖ عِلْمٌ

اور پوجتے ہیں اللہ کے سوا جس کی سند نہیں اتاری اس نے، جس کی خبر نہیں ان کو۔

صفحہ ۱۷۸ ہی میں ہے:

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندۂ صحرائی یا مردِ کہستانی!

مشکل پسند لوگ ہی فطرت کے مقاصد کو سمجھتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں۔ صفحہ ۱۷۴ کی آیتیں دیکھیں۔ ؏ بنتی ہے بیاباں میں فاروقی و سلمانی

صفحہ ۱۷۹ میں ہے:

صدیوں میں کہیں پیدا ہوتا ہے حریف اس کا
تلوار ہے تیزی میں صہبائے مسلمانی!

دین کا جوش اتنی قوت رکھتا ہے کہ باطل اس کے سامنے ہیچ ہو جاتا ہے۔ سورہ بنی اسرائیل: آیت ۸۱ میں ہے:

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴿٨١﴾

اور آپ فرمادیں کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔

حواشی

۱۔ مکاتیب ۱/ ۳۸۰ - ۳۸۱

۲۔ رسالہ "صحیفہ" اقبال نمبر۔ حصہ اوّل اکتوبر ۱۹۷۳ء صـ ۱۷۳

۳۔ فقیر سید وحید الدین "روزگارِ فقیر" لاہور ۱۹۶۶ء۔ ۱/ ۱۸۳

۴۔ مکاتیب ۱/ ۲۰۱ - ۲۰۲

۵۔ بحوالہ "رسالہ فکر و نظر" اسلام آباد، اگست ۱۹۷۶ء صـ ۱۱۹

۶۔ حکیم خاقانی کی "تحفۃ العراقین" سے

۷۔ مکاتیب ۱/ ۳۱

۸۔ اسی "ضربِ کلیم" صـ ۱۷۶ میں ہے:

بالائے سر رہا تو ہے نام اس کا آسماں
زیرِ پر آگیا تو یہی آسماں زمیں

۹۔ مکاتیب ۱/ ۲۴

۱۰۔ ایضاً ۱/ ۳۴

۱۱۔ ایضاً ۱/ ۲۹۷

۱۲۔ ایضاً ۱/ ۳۴ - ۳۵

۱۳۔ ایضاً ۱/ ۲۰۱ - ۲۰۲

۱۴۔ ایضاً ۲۳۱/۱

۱۵۔ ایضاً ۲۰۳/۱-۲۰۴

۱۶۔ ایضاً ۴۶۴/۱-۴۶۵

۱۷۔ ایضاً ۲۵۰/۱ ۱۸۔ ایضاً ۷۸/۱-۷۹

۱۹۔ ایضاً ۲۲/۱

۲۰۔ رسالہ "صحیفہ" اقبال نمبر حصہ اول، اکتوبر ۱۹۷۳ء صہ ۱۲۰، دیکھیں مکتوبات مجددی ۱۴۷/۱

۲۱۔ اسی تقوی القلوب کو اقبال کی اصطلاح میں عشق کہیں گے۔ دیکھیں "سیرۃ النبی" (اعظم گڑھ) ۱۹۵۲ء، ۴۲۸/۵

۲۲۔ مکاتیب ۴۳/۱۔ پھر صہ ۵۰ میں لکھتے ہیں:

"میرا عقیدہ یہ ہے کہ جو شخص اس وقت قرآنی نقطۂ نگاہ سے زمانۂ حال کے جورس پروڈنس (اصولِ فقہ) پر ایک تنقیدی نگاہ ڈال کر احکامِ قرآنیہ کی ابدیت کو ثابت کرے گا وہی اسلام کا مجدد ہوگا اور بنی نوعِ انسان کا سب سے بڑا خادم بھی وہی شخص ہوگا"۔

۲۳۔ ایضاً ۸۰/۲

۲۴۔ ایضاً ۲۰۶/۱ ۲۵۔ ایضاً ۲۴۶/۱

۲۶۔ ایضاً ۲۰۱/۱ ۲۷۔ ایضاً ۳۴/۱

۲۸۔ رسالہ "جوہر"۔ جامعہ ملیہ دہلی، دسمبر ۱۹۳۸ء، صہ ۱۹-۲۱

۲۹۔ مکاتیب ۵۹/۲-۶۰

۳۰۔ ان لوگوں کے عمل اکارت ہونے کی پیش گوئی اقبال نے صفحہ ۸۵ میں بھی کی ہے:

وہ بزمِ عیش ہے مہمان یک نفس دو نفس

چمک رہے ہیں مثالِ ستارہ جس کے ایاغ

۳۱۔ حضرت مجددؒ کے متعلق انہوں نے انگلستان میں بھی تقریر کی تھی (مکاتیب ۱/۴۴۲) اور اپنے انگریزی خطبے ۶ میں بھی ان کا ذکر کیا ہے۔ مکاتیب ۱/ ۹، اور "بالِ جبریل" کے اشعار بھی ان کی تعریف میں ہیں۔

۳۲۔ نظامی گنجوی (سکندر نامہ) تو یہاں تک فرما گئے ہیں:

اگر نیک بودے سر انجامِ زن
زنان را مزن نام بودے نہ زن

۳۳۔ رومیؒ فرماتے ہیں:

بشنواز نے چوں شکایت می کند
از جدائیہا شکایت می کند
خشک تار و خشک چوب و خشک پوست
از کجا می آید ایں آوازِ دوست

۳۴۔ مکاتیب ۱/۲۴، ۴۴-۴۵

۳۵۔ ایضاً ۱/۳۲-۳۳

۳۶۔ اقبال لکھتے ہیں:

"عہدِ جدید کا ایک مسلمان اہلِ علم جب ان مسائل (معاش و معاد) کو مذہبی تجربات اور افکار کی روشنی میں بیان کرتا ہے جن کا مبدا اور سرچشمہ قرآن مجید ہے تو اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ جدید افکار کو قدیم لباس میں پیش کیا جا رہا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ پرانے حقائق کو جدید افکار کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے"۔ (ایضاً ۱/۴۷۲-۴۷۳)

۳۷۔ "صحیح مسلم" ۱/ ۴۱۵ میں ہے:

المؤمن القوی خیرٌ واحبُّ الی اللّٰہ من

المؤمن الضعيف ۰

ترجمہ : قوی مومن کمزور مومن سے خدا کے نزدیک زیادہ بہتر اور محبوب ہے۔ ایک اور حدیث ہے:

ان اللہ یحب معالی الامور ویبغض سفسافہا ۰

ترجمہ : بے شک اللہ بلند کاموں کو پسند کرتا ہے اور حقیر کاموں کو ناپسند کرتا ہے۔

۳۸۔ مکاتیب ۱/۴۴-۴۵

۳۹۔ ایضاً ۱/۲۵۰

۴۰۔ ایضاً ۱/۲۰۱-۲۰۲

۴۱۔ رسالہ "فکر و نظر" اسلام آباد۔ اگست ۱۹۷۶ء ص ۱۱۹

۴۲۔ مکاتیب ۱/۴۷۰

۴۳۔ ایضاً ۱/۲۰۲

۴۴۔ اس کے بعد یہ شعر سوریا سے متعلق آتا ہے:

صلہ فرنگ سے آیا ہے سوریا کیلیے
مے و قمار و ہجومِ زنانِ بازاری!

آج ۱۹۷۶ء میں ان عیوب کی وجہ سے جو قہرِ الٰہی نازل ہو رہا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

۴۵۔ مکاتیب ۱/۲۰۲

۴۶۔ ایضاً ۱/۳۳

۴۷۔ ایضاً ۱/۲۰۵

۴۸۔ اورنگ زیب نے اپنے ایک شہزادے کو محل کی تعمیر پر (ایک رقعے میں) مبارکباد دیتے ہوئے یہ لکھا: "اما تعمیرِ دل نہ کردیم"۔

ارمغان حجاز

پہلی اشاعت ــ ۱۹۳۸ء

ارمغانِ حجاز

پہلی اشاعت _ ۱۹۳۸ء

علامہ اقبال ۱۵۔جنوری ۱۹۳۷ء کو سر سید راس مسعود کو لکھتے ہیں :

"..... میری صحت دن بدن ترقی کر رہی ہے۔آواز میں بھی فرق آرہا ہے۔ انشاءاللہ دربارِ رسالت میں جو کچھ میں نے عرض کیا ہے، قبول ہو گا۔امسال دربارِ حضورؐ میں حاضری کا قصد تھا مگر بعض موانع پیش آگئے۔ انشاءاللہ امید ہے کہ سال (آیندہ) حج بھی کروں گا اور دربارِ رسالت میں بھی حاضری دوں گا اور وہاں سے ایک ایسا تحفہ لاؤں گا کہ مسلمانانِ ہند یاد کریں گے۔ یہ تحفہ بھی اعلیٰ حضرت (نواب بھوپال) کی نذر کیا جائے گا۔خدا تعالےٰ انہیں عمرِ دراز عطا فرمائے ....."

(مکاتیب ۱/۳۸۱)

پھر ۱۱۔اگست ۱۹۳۷ء کو سید غلام میراں شاہ کو لکھتے ہیں :

"..... حجِ بیت اللہ کی آرزو تو گذشتہ دو تین سال سے میرے دل میں بھی ہے۔خدا تعالیٰ ہر پہلو سے استطاعت عطا فرمائے تو

یہ آرزو پوری ہو۔ اور اگر آپ رفیقِ راہ ہوں تو مزید برکت کا باعث ہو۔ عراق کی راہ جائیں تو بہت سے مقدس مقامات کی زیارت ہو جاتی ہے لیکن بغداد سے مدینہ تک چھ سو میل کا طویل سفر ہے جو لاری میں کرنا پڑتا ہے۔ صحرائی سفر بہت دشوار ہے۔۔۔۔۔"

(ایضاً ۱/۲۲۵)

۲۔ دسمبر ۱۹۳۷ء کو پھر سید غلام میراں شاہ کو ان کے سفرِ حج کے موقع پر لکھتے ہیں:

"۔۔۔۔ میں تو اس قابل نہیں ہوں کہ حضورؐ کے روضۂ مبارک پر یاد بھی کیا جا سکوں۔ تاہم حضورؐ کے اس ارشاد سے جرأت ہوتی ہے: الطالح لی یعنی گنہ گار میرے لیے ہے۔ امید ہے کہ آپ اُس دربار میں پہنچ کر مجھے فراموش نہ فرمائیں گے۔۔۔۔۔"

(ایضاً ۱/۲۲۸-۲۲۹)

ارمغانِ حجاز

صفحہ ۲ میں ہے:

حضورِ حق

خوش آں راہی کہ سامانے نگیرد
دلِ اُو بندِ یاراں کم پذیرد
بہ آہے سوزناکش سینہ بکشائے
زیک آہش غمِ صد سالہ میرد!

سورۃ البقرہ: آیت ۱۹۷ میں ہے کہ:

فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى

پس بے شک بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے۔

یہ تقویٰ اگر تقوی القلب ہے جو اقبال کے یہاں عشق سے تعبیر کیا گیا ہے تو بے شک اس کی بدولت بڑی سے بڑی مشکل حل ہو سکتی ہے اور بڑے سے بڑا غم غلط ہو سکتا ہے۔

سورۂ لقمٰن: آیت ۷ میں ہے:

وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾

اور استقلال اختیار کر اُس پر جو مصیبت تجھ پر پڑے۔ بے شک یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

صفحہ ۵ میں ہے:

دلِ ما بیدلاں بُردند و رفتند
مثالِ شعلہ افسردند و رفتند
بیا یک لحظہ با عاماں در آمیز
کہ خاصاں بادہ ہا خوردند و رفتند

موجودہ قوم کو پست ہمت بنا دیا گیا ہے گو کہ جنھوں نے بنایا ہے وہ بھی اب نہیں رہے۔

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"غلام قوم مادیات کو روحانیات پر مقدم سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور جب انسان میں خوئے غلامی راسخ ہو جاتی ہے تو ہر ایسی تعلیم سے بیزاری کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد قوتِ نفس اور روحِ انسانی کا ترفع ہو۔"[۲]

ان کی مثال (جنھوں نے قوم کو پست ہمت بنایا ہے) ایسی ہی ہے جن کا ذکر سورۃ الفرقان: آیت ۱۸ میں ہے کہ ایسے معبود اللہ کے سامنے کہیں گے:

وَلٰکِنْ مَّتَّعْتَہُمْ وَ اٰبَآءَہُمْ حَتّٰی نَسُوا الذِّکْرَ ۚ وَ کَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۸﴾

ولیکن تُو نے ان کو اور ان کے بڑوں کو آسودگی دی یہاں تک کہ وہ یاد (اللہ کی) کو بھلا بیٹھے اور وہ خود ہی برباد ہو گئے

اب "عام" لوگ ("خاص" کے برعکس) اللہ سے یہی دعا کرتے ہیں جو سورۃ البقرہ

کے آخر میں ہے:

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِۦ

اے ہمارے رب اور ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیج جیسے ہم سے پہلے کے لوگوں پر تو نے بھیجے تھے۔ اے ہمارے رب اور ہم پر کوئی ایسا بار نہ ڈال جس کی ہم کو سہار نہ ہو۔

صفحہ ۵ ہی میں ہے:

سخن ہا رفت از بود و نبودم
من از خجلت لب خود کم کشودم
سجودِ زندہ مرداں می شناسی
عیارِ کارِ من گیر از سجودم!

انسان کے فانی ہونے کی گفتگو میں خاموشی اور خجالت سے ستار ہا لیکن "زندہ مرد" جب سجدہ کرتا ہے تو کائنات لرز جاتی ہے کیونکہ وہ غیر اللہ کا انکار پہلے کرتا ہے پھر اللہ کے آگے جھکنے کے لائق بنتا ہے۔

سورۃ القصص: آیت ۸۸ میں ہے:

وَلَا تَدْعُ مَعَ ٱللَّهِ إِلَٰهًا ءَاخَرَ

اور مت پکار اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا۔

یہ حکم اسی لیے ہے کہ "غیرِ خدا طاقت کا انکار کیا جائے۔ ایسا انکار کرنے والا وہ "زندہ مرد" ہے جو صرف اللہ کے آگے جھکنے کا سب سے بڑا معیار قائم کر دیتا ہے:

ع خدائے زندہ، زندوں کا خدا ہے

صفحہ ۸ میں ہے:

دلِ من در کشادِ چون و چند است
نگاہش از مہ و پرویں بلند است
بدہ ویرانۂ در دوزخ او را
کہ ایں کافر بسے خلوت پسند است!

میرا دل تنہائی میں "کشادِ چون و چند" میں لگا رہتا ہے اور ایسی زندگی اگر اسے دوزخ میں بھی ملے تو ہرج نہیں کیونکہ ساری کائنات اس کی ہے اور اس کے لیے بنائی گئی ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ٢٩ میں ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا

وہ ذاتِ پاک ایسی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لیے جو کچھ بھی زمین میں ہے سب کا سب۔

اور سورۂ لقمٰن: آیت ٢٠ میں ہے:

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا
فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے لیے مسخر کر دیے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور تمہیں بھرپور اپنی نعمتیں دیں، ظاہر اور چھپی ہوئی۔

سورۃ الجاثیہ: آیت ١٣ میں بھی اسی طرح کا مضمون ہے۔

صفحہ ٦ ہی میں ہے:

چہ شور است ایں کہ در آب و گل افتاد
زیک دل عشق را صد مشکل افتاد

قرار یک نفس بر من حرام است
بمن رحمے کہ کارم با دل افتاد!

انسان کو احکامِ الٰہیہ کی امانت دی گئی۔ سورۃ الاحزاب: آیت ۷۲ میں ہے:

وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ

اور انسان نے اسے اٹھا لیا۔

اور سورۃ البلد: آیت ۴ میں ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ ۝

بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

سخت کوشی انسان کی فطرت میں ہے ورنہ وہ بارِ امانت نہیں اٹھا سکتا تھا۔

صفحہ ۱۰ ہی میں ہے:

جہاں از خود بروں آوردۂ کیست؟
جمالش جلوۂ بے پردۂ کیست؟
مرا گوئی کہ از شیطاں حذر کن
بگو با من کہ او پروردۂ کیست؟

سورۃ البقرہ: آیت ۱۶۴ میں ہے:

.... إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ
وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ
اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا
وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَّتَصْرِيفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ
الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

بے شک آسمانوں اور زمین کے بنانے میں اور رات اور دن کے اختلاف

ہیں اور کشتیوں میں جو دریاؤں میں اُن چیزوں کو لے کر چلتی ہیں جن سے لوگوں کو نفع ہوتا ہے اور اس پانی میں جو اللہ ابر سے اتارتا ہے اور جس سے زمین کو زندہ کرتا ہے اس کی موت کے بعد اور اس میں پھیلا دیتا ہے ہر طرح کے جاندار اور ہواؤں کے پلٹانے میں اور بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان مطیع ہیں، ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔

سورۃ الاعراف: آیت ۲۷ میں ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ

اے اولادِ آدم، نہ بہکائے تم کو شیطان جیسا نکالا تمہارے ماں باپ کو بہشت سے۔

شیطان کہے گا کہ لوگ خود ہی بھٹک گئے اور میں ان کا ذمہ دار نہیں ہوں۔ سورۂ ابراہیم آیت ۲۲؛ سورۃ الحشر: آیت ۱۶ میں یہ بحث ہے اور سورۂ ص کے آخر میں شیطان کے استکبار کا پورا واقعہ مذکور ہے۔

صفحہ ۸ میں ہے:

دلِ ابلیس ہم نتوانم آرزو
گناہِ گاہ گاہِ من صوابیست

سورۃ الانعام: آیت ۱۰۸ میں ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور تم برا نہ کہو جن کو وہ پکارتے ہیں اللہ کے سوا۔

اے اللہ ہم تیرے ہو کر تیرے کرم سے کیوں محروم ہیں؟

صفحہ ۸ ہی میں ہے:

اگر این ست رسمِ دستداری
بدیوارِ حرم زن جام و مینا

اقبال نیاز مندانہ طور پر عرض کرتے ہیں کہ اگر ہم پر کرم نہیں ہے تو اپنے جام و مینا اپنے پاس ہی رکھے رہنے دے (یعنی اس کے برعکس یوں کہنا چاہتے ہیں کہ اے اللہ! ہم کو معاف کر دے اور ہم پر کرم کر دے)۔

سورۃ البقرہ: آیت ۲۸۶ میں ہے:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ

اے رب ہمارے، نہ پکڑ ہم کو اگر ہم بھولیں یا چوکیں۔

صفحہ ۸ میں ہے:

سجود از ما چہ میخواہی کہ شاہاں
خراجے از دہِ ویراں نہ گیرند

سورۃ الذاریات: آیت ۵۶ میں ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾

اور میں نے نہیں پیدا کیا جن اور انسان کو مگر صرف یہ کہ میری عبادت کریں۔

اقبال صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم کیا اور ہمارا سجدہ کیا؟

صفحہ ۸ ہی میں ہے:

من از غمہا نمی ترسم و لیکن
مدہ آں غم کہ شایانِ دلے نیست

ہم تیرے ہیں، تو ہمارے دل کی شان کے مطابق صرف تیرا غم ہی ہمیں زیب دیتا ہے اور صرف یہی غم ہمیں مطلوب ہے۔

سورۃ المائدہ: آیت ۵۴ میں ہے:

یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ

اللہ ان کو چاہتا ہے اور وہ اس کو چاہتے ہیں۔

صفحہ ہی میں ہے:

مے من از تنک جاماں نگہ دار
شرابِ پختہ از خاماں نگہ دار
شرر از نیستانے دُور تر بہ
بخاصاں بخش و از عاماں نگہ دار!

ع دیتے ہیں بادہ ظرفِ قدح خوار دیکھ کر

ہم کو ہماری شان (نیابتِ الٰہی) کے مطابق نواز دے۔

سورۃ الاحزاب: آیت ۷۲ میں ہے:

وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ

اور انسان نے اسے اٹھایا۔

اسی لیے انسان کو ایسا دیا کہ کوئی اور مخلوق لے بھی نہیں سکتی۔

صفحہ ۶ میں سورۃ البقرہ کی آیت ۲۹؛ سورۂ لقمان کی آیت ۲۰ وغیرہ بھی دیکھیں۔

صفحہ ۹ میں ہے:

ازاں از لامکاں بگریختم من
کہ آں جا نالہ ہائے نیم شب نیست

صرف انسان کو عشق اور "نالہ ہائے نیم شب" نصیب ہوئے ہیں جو لامکاں میں اُسے نہ مل سکتے تھے۔ اوپر سورۃ الاحزاب کی آیت ۷۲ اور سورۃ البقرہ کی آیت ۲۹ مذکور ہوئیں۔

سورۃ البقرہ: آیت ۳۶ میں ارشاد ہے:

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ

اور تمہارے لیے زمین میں قیام ہے اور متاع ہے ایک وقت تک۔

یہ متاع دنیا کے لیے بھی ہے اور آخرت کے لیے بھی ہے اور "نالہ ہائے نیم شب" انسان ہی کے حصے میں ہیں۔

سورۃ المزمل: آیت ۶ میں ہے:

إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا وَأَقْوَمُ قِيلًا

بے شک رات کا اٹھنا روندتا ہے (نفس کو) اور سیدھی نکلتی ہے بات۔

صفحہ ۹ ہی میں ہے:

ز من ہنگامۂ دہ ایں جہاں را
دگرگوں کن زمین و آسماں را
ز خاکِ ما دگر آدم بر انگیز
بکُش ایں بندۂ سُود و زیاں را

آج کا مسلمان دنیا کے سود و زیاں میں پڑ گیا ہے اور اپنی وہ صلاحیتیں پس پشت ڈال چکا ہے جن سے وہ زمین و آسمان میں ایک ہنگامہ پیدا کر سکتا ہے اور بڑے بڑے کام انجام دے سکتا ہے۔ اب ایسے مسلمان پیدا فرما دے۔

صفحہ ۶ میں سورۃ البقرہ کی آیت ۲۹؛ سورۃ لقمان کی آیت ۲۰؛ اور سورۃ الجاثیہ کی آیت ۱۳ کا ذکر آچکا ہے ان سے انسانی صلاحیتوں کا پورا اندازہ ہو سکتا ہے۔

صفحہ ۱۰ میں ہے:

ولیکن گر بایں ناداں بگوئی
خرے را اسب تازی گو، نگویم!

سورۃ الکہف میں کئی جوانوں کا احوال مذکور ہے جنہوں نے اپنے بادشاہ کے سامنے

بتوں کا انکار کیا اور صاف کہہ دیا کہ (سورۃ الکہف: آیت ۱۴):

رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا

ہمارا رب ہے رب آسمانوں اور زمین کا ہم ہرگز نہ پکاریں گے اس کے سوا کسی اور کو اپنا معبود۔

مردِ مومن ہر حالت میں حق ہی بولتا ہے۔

صفحہ ا ہی میں ہے:

دلے در سینہ دارم بے سرورے
نہ سوزے در کفِ خاکم، نہ نورے
بگیر از من کہ بر من بارِ دوش است
ثوابِ ایں نمازِ بے حضورے!

وہ نماز ہی کیا جس میں حضور نہ ہو اور وہ دل ہی کیا جس میں سرور نہ ہو۔

سورۃ المومنون کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۝

تحقیق، فلاح پاگئے ایمان والے جو اپنی نماز میں خشوع رکھتے ہیں۔

سورۃ الزمر: آیت ۲۳ میں ہے:

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ

بال کھڑے ہوتے ہیں اس (قرآن) سے کھال پر اُن لوگوں کے جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے، پھر نرم ہوتی ہیں اُن کی کھالیں اور اُن کے دل اللہ کی یاد پر۔

صفحہ ا ہی میں ہے:

چہ گویم قصۂ دین و وطن را
کہ نتواں فاش گفتن ایں سخن را
مرنج از من کہ از بے مہری تو
بنا کردم ہماں دیرِ کہن را

ہم نے دین اور وطن کے تصوّر ہی کو بدل دیا ہے۔ سورۃ الحج: آیت ۱۱ میں ہماری حالت بتائی گئی ہے:

۔۔۔۔۔۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ
فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ اِۨطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ اِۨنْقَلَبَ عَلٰى
وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ

اور بعض شخص ہے کہ بندگی کرتا ہے اللہ کی کنارے پر۔ پھر اگر مل گئی اس کو بھلائی (تو) چین پکڑا اس پر۔ اور اگر مل گئی اس کو جانچ (آزمائش)، پھر گیا اُلٹا اپنے منہ پر۔ گنوائی دنیا اور آخرت۔

صفحہ ۱۱ میں ہے:

مسلمانے کہ در بندِ فرنگ است
دلش در دستِ او آساں نیاید
ز سیمائے کہ سودم بر درِ غیر
سجودے بوذر و سلماں نیاید

مسلمان اللہ کا ہو کر فرنگ (غیر اللہ) کا ہو جائے تو کس قدر شرم کی بات ہے۔

سورۃ الزمر: آیت ۲۹ میں اس کی ایک مثال بیان ہوئی ہے:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ۭ هَلْ
يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ

اللہ تعالیٰ نے ایک مثال

بیان فرمائی کہ ایک شخص ہے جس میں کئی ساجھی ہیں جن میں باہم ضد ہے اور ایک اور شخص ہے کہ وہ پورا ایک ہی شخص کا ہے۔ کیا ان دونوں کی حالت یکساں ہے؟

صفحہ ۱۱ ہی میں ہے:

سجودے دہ کہ از سوز و سرورش
بہ وجد آرم زمین و آسماں را

صفحہ ۱۰ میں سورۃ الزمر کی آیت ۲۳ دیکھیں۔

اسی صفحے میں ہے:

سحر جاوید را در سجدہ دیدم
بہ صبحش چہرۂ شامم بیار اے

زکریا علیہ السلام نے صالح اولاد کے لیے دعا کی تھی۔ اقبال بھی جاوید (اور قوم کے نوجوانوں) کے لیے دعا کرتے ہیں۔ سورۂ آل عمران: آیت ۳۸ میں ہے:

رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴿٣٨﴾

اے رب میرے، عطا کر مجھے اپنے پاس سے اولادِ پاکیزہ۔ بے شک تو سننے والا ہے دعا۔

صفحہ ۱۲ میں ہے:

بسے نادیدنی دیدہ ام من
مرا اے کاشکے مادر نہ زادے

لوط علیہ السلام نے بھی دعا کی تھی۔ سورۃ الشعرآء: آیات ۱۶۸-۱۶۹ میں ہے:

قَالَ إِنِّي لِعَمَلِكُم مِّنَ الْقَالِينَ ﴿١٦٨﴾ رَبِّ نَجِّنِي وَأَهْلِي مِمَّا يَعْمَلُونَ ﴿١٦٩﴾

(لوط علیہ السلام نے) کہا، میں تمھارے عمل سے البتہ بیزار ہوں۔ اے رب!

خلاصی دے مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کاموں سے جو یہ کرتے ہیں۔

صفحہ ۱۲ ہی میں ہے:

دریں بتخانہ اولادِ براہیم
نمک پروردۂ نمرود تا چند

سورۂ یونس: آیت ۸۸ میں موسیٰ علیہ السلام کی دعا مذکور ہے:

۰۰۰۰۰۰۰۰ وَقَالَ مُوسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ
اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ
عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۞

اور کہا موسیٰ نے، اے رب ہمارے، تو نے دی ہے فرعون کو اور اسکے سرداروں کو رونق اور مال دنیا کی زندگی میں، اے رب! اس واسطے کہ بہکا دیں تیری راہ سے۔ اے رب، مٹا دے ان کے مال اور سخت کر ان کے دل کہ نہ ایمان لائیں جب تک دیکھیں دکھ کی مار۔

اسی صفحے میں ہے:

سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید؟
نسیمے از حجاز آید کہ ناید؟
سر آمد روزگارِ ایں فقیرے
دگر دانائے راز آید کہ ناید؟

حضرت زکریا علیہ السلام نے پوری زندگی دعوتِ اسلامی میں صرف کی، لیکن آخر میں کوئی جانشین نظر نہ آتا تھا تو آپ نے اپنا اور آلِ یعقوب کا جانشین عطا کرنے کی درخواست کی۔ علامہ اقبال کے دل میں یہی آرزو مچل رہی تھی۔

سورۂ مریم: آیات ۵-۶ میں زکریا علیہ السلام کی دعا ہے:

فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ

پس بخش مجھے اپنے پاس سے ایک جانشین جو میری جگہ بیٹھے اور یعقوب کی اولاد کی جگہ بیٹھے۔

صفحہ ۱۲ میں ہے:

ضمیرِ اُمتاں را می کند پاک
کلیمے یا حکیمے نے نوازے

علامہ اقبال لکھتے ہیں:

"..... ہمیں ایک ایسی شخصیت کی ضرورت ہے جو ہمارے معاشرتی مسائل کی پیچیدگیاں سلجھائے، ہمارے تنازعات کا فیصلہ کرے اور بین الملّی اخلاق کی بنیاد مستحکم و استوار کرے" (پھر پروفیسر میکنزی کے اقتباس میں سے ہے کہ): "غالباً ہمیں پیغمبر سے بھی زیادہ عہدِ نو کے شاعر کی ضرورت ہے یا ایک ایسے شخص کا وجود ہمارے لیے مفید ثابت ہوگا جو شاعری اور پیغمبری کی دوگونہ صفات سے متصف ہو۔ عہدِ ماضی کے شاعروں نے ہمیں فطرت سے محبت کرنے کی تعلیم دی ہے۔ انھوں نے ہمیں اسقدر ژرف نگاہ بنا دیا ہے کہ ہم مظاہرِ فطرت میں انوارِ ربانی کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم ابھی ایک ایسے شاعر کے منتظر ہیں جو ہمیں اسی وضاحت کے ساتھ پیکرِ انسانی میں صفاتِ الٰہی کے جلوے دکھا دے....."

سورۃ الشمس: آیات ۷ تا ۱۰ میں ہے:

.... وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝

اور جان کی (قسم) اور اس کی جس نے اس کو درست کیا۔ پھر اس کی

بدکاری اور پرہیزگاری کا اس کو الہا کیا۔ یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے
اسے پاک کر لیا اور نامراد ہوا جس نے اسے دبا دیا۔
انسان کے اندر فسق و فجور اور تقویٰ دونوں کی صلاحیتیں پیدا کی گئی ہیں لیکن تزکیہ
حاصل کرنے والوں کے لیے فلاح ہے اور یہ فلاح دراصل قرآن ہی سے حاصل ہو سکتی ہے خواہ
اسے کوئی شخص کسی انداز سے پیش کرے۔

سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۹ میں ہے:

. . . . . . اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَ
یُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًا

یہ قرآن بتاتا ہے وہ راہ جو سب سے سیدھی ہے اور خوشی سناتا ہے
ان کو جو یقین لائے اور نیکیاں کیں کہ اُن کو ہے بہت بڑا اجر۔

صفحہ ۱۲ ہی میں ہے:

متاعِ من دلِ درد آشنائے است
نصیبِ من فغانِ نارسائے است
بخاکِ مرقدِ من لالہ خوشتر
کہ ہم خاموش و ہم خونیں نوائے است

مرنے کے بعد بھی ایک عاشق اپنی فغانِ نارسا کے اظہار کے لیے "خونین نوا"
لالہ کو پسند کرتا ہے یعنی ازل سے ابد تک عشق ہی عشق اسے مطلوب ہے۔ ایسے
عاشق شہید ہوتے ہیں تو زندہ رہتے ہیں۔

سورۂ آل عمران: آیات ۱۶۹-۱۷۰ میں ہے کہ:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْیَآءٌ

عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو مُردہ مت خیال کرو بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے پروردگار کے مقرب ہیں۔ ان کو رزق بھی ملتا ہے وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا فرمائی۔

اللہ کی راہ میں قتل ہونے والوں میں اولیا بھی شمار ہوتے ہیں جیسا کہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے سورۃ البقرہ کی آیت ۱۵۴ کے حاشیے میں بحث کی ہے۔ "خونیں نوا" سے اقبال کا اشارہ بھی شہدا کی طرف ہے۔

صفحہ ۱۲ ہی میں ہے:

دمِ خود را دمیدی اندراں خاک
کہ غیر از خوردن و مُردن نداند

تم کھانے اور مر جانے کے لیے پیدا نہیں ہوئے۔ یہ تو جانوروں کا کام ہے۔ تم کو بارِ امانت دیا گیا ہے اور تمہارے بدن میں دل دیا گیا ہے جو عملِ صالح کے لیے آمادہ کرتا ہے اور تقویٰ القلب کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس خیر کے لیے شدت اختیار کی جائے۔

صفحہ ۳ کی آیتیں دیکھیں۔

جو لوگ صرف کھانا اور مر جانا ہی عینِ حیات سمجھتے ہیں وہ جانوروں جیسے ہیں۔

سورۃ الاعراف: آیت ۱۷۹ میں ہے:

أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ

یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ (ان سے) زیادہ بے راہ ہیں۔ یہ لوگ غافل ہیں۔

صفحہ ۱۴ میں ہے:

دلِ ما از کنارِ ما رمیدہ

بصورت ماندہ و معنی ندیدہ

وہ دل بے کار ہے جو کہنے کو تو دل ہے لیکن حقیقت میں اس کی صلاحیتیں مفقود ہیں۔ سورۂ ق (آیت ۳۷) میں قلب اُسی کو کہا گیا ہے جس میں حقیقت کو سمجھنے کی صلاحیت ہے:

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَذِکۡرٰی لِمَنۡ کَانَ لَہٗ قَلۡبٌ اَوۡ اَلۡقَی السَّمۡعَ وَ ہُوَ شَہِیۡدٌ ﴿۳۷﴾

اس میں سوچنے کی جگہ ہے اُس کو جس کے اندر دل ہے یا لگادے کان، دل لگا کر۔

صفحہ ۱۴۱ ہی میں ہے:

نداند جبرئیل ایں ہائے و ہُو را

کہ نشناسد مقامِ جستجُو را!

بپرس از بندۂ بیچارۂ خویش

کہ داند نیش و نوشِ آرزُو را!

"نیش و نوشِ آرزو" انسان ہی رکھتا ہے، فرشتے نہیں رکھتے۔

سورۃ الاحزاب: آیت ۷۲ میں ہے:

وَ حَمَلَہَا الۡاِنۡسَانُ

اور انسان نے اسے اٹھایا۔

اسی لیے وہ مسجودِ ملائک بھی ہوا اور خلیفۃ اللہ بھی۔

صفحہ ۱۵۰ میں ہے: چنیں دور آسماں کم دیدہ باشد

کہ جبریلِ امیں را دل خراشد

چہ خوش دیرے بنا کردند آنجا
پرستد مومن و کافر تراشد

جبریل علیہ السلام صرف اللہ کے آگے سجدہ کرنے کا پیام لائے تھے لیکن اب عجب حال ہے کہ بُت خانے کی تعمیر کافر کرتا ہے اور مسلمان اس میں پُوجا کرتا ہے۔ آج کے مسلمان نے ہوا و ہوس کی پیروی کر لی ہے (واتبع ھوا ٰہ ۔ سورۃ الکھف آیت ۲۸) اور سورۃ الفرقان : آیت ۳۰ میں ہے :

وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا۝

اور (اس دن) رسُول کہیں گے کہ اے میرے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو بالکل چھوڑ رکھا تھا۔

صفحہ ۵ اہی میں ہے :

چناں با بندگی در ساختم من
نہ گیرم گر مرا بخشی خدائی

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :

"غلام قوم، مادیات کو روحانیت پر مقدم سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور جب انسان میں خوئے غلامی راسخ ہو جاتی ہے تو وہ ہر ایسی تعلیم سے بیزاری کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد قوتِ نفس اور روحِ انسانی کا ترفع ہو۔"

سورۃ الکھف : آیت ۲۸ میں ارشاد ہے :

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا وَاتَّبَعَ ھَوٰىہُ وَکَانَ اَمْرُہٗ فُرُطًا۝

اور ایسے کا کہنا نہ مانو جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے

اور وہ اپنی نفسانی خواہشات پر چلتا ہے اور اس کا حال حد سے گزر گیا ہے۔

اسی صفحہ (۱۵) میں ہے:

مسلماں فاقہ مست و ژندہ پوش است
ز کارش جبرئیل اندر خروش است
بیا نقشِ دگر ملّت بریزم!
کہ ایں ملّت جہاں را بارِ دوش است

سورۃ النور: آیت ۵۵ میں ہے:

. . . . وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ
مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَـيْـــًٔا ۭ وَمَنْ
كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

تم میں جو لوگ ایمان لائیں اور عملِ صالح کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا (حکومت عطا کرے گا) جسطرح اس نے خلیفہ بنایا تھا ان کو جو اُن سے پہلے آچکے ہیں اور البتہ ان کے لیے ان کے دین کو مضبوط کر دے گا جس کو اس نے پسند کر لیا ہے اور وہ ان کے خوف دور کرنے کے بعد امن سے بدل دے گا بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں، میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں اور جو شخص بعد اس کے ناشکری کرے گا تو یہ لوگ بے حکم ہیں۔

صفحہ ۱۶ میں ہے:

دگر ملت کہ کارے پیش گیرد
دگر ملت کہ نوش از نیش گیرد
نگردد بایکے عالم رضا مند
دو عالم را بہ دوشِ خویش گیرد

اس قطعہ (رباعی) کا کچھ مضمون تو اُوپر کی آیت میں ابھی آیا ہے۔ پھر سورۃ الجاثیہ کی آیت ۱۲ بھی ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ

اور مسخر کیے تمہارے لیے جو کچھ ہیں آسمانوں میں اور زمین میں سب اُس کی طرف سے۔

انسان میں آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو مسخر کرنے کی صلاحیت ہے۔

صفحہ ۱۶ میں ہے:

ہنرور درمیانِ کارگاہاں
کشد خود را بہ عیشِ کرگسے چند

مزدور اپنا خون نچھاور کرتا ہے دوسروں کے عیش کے لیے۔

سورۃ النحل: آیت ۷۵، میں ہے:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا هَلْ يَسْتَوٗنَ

اللہ ایک مثال بیان کرتا ہے۔ ایک غلام ہے جو دوسرے کے بس میں ہے، کسی چیز پہ اس کا بس نہیں چلتا۔ اور ایک وہ ہے جسے ہم نے اچھی روزی دی ہے اور وہ اس میں سے چھپا کر اور ظاہر طور پر (جیسا بھی موقع ہوا) خرچ کرتا ہے۔ کیا یہ سب برابر ہیں؟

صفحہ ۱ میں ہے:

مریدے فاقہ مستے گفت با شیخ
کہ یزداں را زحالِ ما خبر نیست
بما نزدیک تر از شہ رگِ ماست
ولیکن از شکم نزدیک تر نیست

مرید کا خون اس کا (مکار) پیر چوس لیتا ہے۔ اس لیے وہ کہتا ہے کہ تم اللہ کے قرب کا دعویٰ کرتے ہو۔ اس سے پوچھو کہ میرے پیر نے مجھے فاقہ مست کیوں کر دیا ہے جبکہ وہ فرماتا ہے کہ میں تو تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں۔

سورۂ ق: آیت ۱۶ میں ہے:

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ﴿۱۶﴾

اور ہم اس سے نزدیک ہیں شہ رگ سے زیادہ۔

سورۃ المائدہ: آیت ۴۸ میں ہے:

وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ

اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو اس کو چھوڑ کر جو تمہارے پاس حق سے آیا ہے۔

صفحہ ۱ ہی میں ہے:

مجو از ما نمازِ پنجگانہ
غلاماں را صف آرائی گراں است

نماز بھی استحکام اور صف آرائی کی عادت پیدا کرتی ہے لیکن ہماری مثال بنی اسرائیل جیسی ہے جو فرعون کی غلامی میں رہ کر صف آرائی فراموش کر بیٹھے تھے۔

سورۃ المائدہ: آیت ۲۴ میں ہے کہ وہ لوگ کہتے تھے:

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ

(اے موسیٰ) تو تم جاؤ اور تمہارا رب، دونوں لڑو، ہم یہیں بیٹھے ہیں۔

صفحہ ۱۷ ہی میں ہے:

ز محکومی رگاں در تن چناں سست
کہ ما را شرع و آئیں بار دوش است

صفحہ ۱۵ میں (چناں بابندگی در ساختم من، کے ذیل میں) دیکھیں۔ فرعون کی غلامی کی وجہ سے بنی اسرائیل نے توریت پر عمل کرنے سے گریز کیا۔ زبان سے سمعنا کہ دیا اور عمل سے عصینا پیش کیا۔

سورۃ البقرہ: آیت ۹۳ میں ہے:

خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ۭ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا

(ہم نے کہا) پکڑو مضبوطی سے جو ہم نے تم کو دیا اور سنو۔ بولے سنا ہم نے اور نہ مانا۔

صفحہ ۱۸ میں ہے:

یکے اندازہ کن سود و زیاں را
چو جنت جاودانی کن جہاں را!
نمی بینی کہ ما خاکی نہاداں
چہ خوش آراستیم ایں خاکداں را!

انسان اس دنیا کو زندۂ جاوید بنانے کی خواہش رکھتا ہے۔ اقبال نے اس رباعی میں انسان کی اسی خواہش کا طنزیہ طور پر ذکر کیا ہے۔

سورۃ الشعراء: آیات ۱۲۸-۱۲۹ میں ہے:

اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَ

تَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ (۱۲۹)

کیا بناتے ہو ہر ٹیلے پہ ایک نشان (یادگار) جس کو محض فضول بناتے ہو اور بڑے بڑے محل بناتے ہو جیسے دنیا میں تمہیں ہمیشہ رہنا ہے۔

اگر یہ رباعی طنزیہ نہیں ہے تو پھر یہ معنی ہوں گے کہ انسان کو مسلسل عمل اور پیہم جستجو کی توفیق ہو تو وہ جاوداں بنایا جا سکتا ہے۔

صفحہ ۱۸ ہی میں ہے:

ز اوقاتِ تو یکدم کم نہ گردد
اگر من جاوداں باشم، زیاں چیست؟

انسان اگر اللہ کی راہ میں اور اس کے کام میں فوت ہوتا ہے تو وہ یقیناً جاوداں ہے صفحہ ۱۳ میں سورۃ البقرہ کی آیت ۱۵۴ اور سورۃ آل عمران کی آیتیں ۱۶۹-۱۷۰ آ چکی ہیں۔

اسی صفحے میں ہے:

بہ پایاں چوں رسد ایں عالمِ پیر
شود بے پردہ ہر پوشیدہ تقدیر
مکن رسوا حضورِ خواجہ ما را
حسابِ من ز چشمِ او نہاں گیر

"مکاتیب"[۵] سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ اقبال نے اسی مفہوم کی ایک اور رباعی لکھی تھی جو محمد رمضان عطائی نے اُن سے مانگ لی تھی۔ وہ رباعی یہ تھی:[۶]

تُو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
ور حسابم را تو بینی ناگزیر
از نگاہِ مصطفیٰؐ پنہاں بگیر

سورۃ الزلزال: آیات ۷ - ۸ میں ہے:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ
يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝

پس جس نے کی ذرہ بھر بھلائی کی وہ دیکھ لے گا اور جس نے کی ذرہ بھر برائی وہ دیکھ لے گا۔

لیکن اے اللہ، ہماری برائیاں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر نہ کر، ورنہ ان کو تکلیف ہو گی کہ اُن کے امتی ہو کر اتنے بُرے ہیں۔ ہم جیسے نالائقوں کے متعلق حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کیا (اُس دن) اس طرح فرمائیں گے؟

سورۃ الفرقان: آیت ۳۰ میں ہے:

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝

اور رسولؐ کہیں گے کہ اے میرے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو بالکل چھوڑ رکھا تھا۔

تاہم ہماری دعا یہی ہے:

وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ۝ (الشعراء: ۸۷)

اور جس روز سب (زندہ ہو کر) اٹھیں گے اس روز مجھے رسوا نہ کرنا۔

کس قلب اور کس قلم سے یہ اشعار (صفحہ ۱۹) نکلے ہوں گے؟

بدن وا ماند و جانم در تگ و پوست
سوئے شہرے کہ بطحا در رہِ اوست
تو باش ایں جا و با خاصاں بیامیز
کہ من دارم ہوائے منزلِ دوست

ایسی تڑپ شاید ہی کسی نعتیہ شعر میں ہو گی!

سورہ آلِ عمران: آیت ۱۵۹ میں ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ

تو یہ اللہ کی رحمت ہے کہ آپؐ ان (مسلمانوں) کے لیے نرم دل ہیں

صفحہ ۱۲ سے "حضورِ رسالتؐ" کے شعر آتے ہیں اور عزت بخاری کے اس شعر سے آغاز ہوتا ہے:

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

سورۃ الحجرات: آیت ۲ میں ہے:

. . . . يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا
أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ
بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝

اے ایمان والو، اونچی نہ کرو اپنی آوازیں نبیؐ کی آواز سے اوپر اور اس سے کھل کر نہ بولو جس طرح کھل کر بولتے ہو ایک دوسرے سے۔ کہیں اکارت نہ ہو جائیں تمہارے اعمال اور تم کو خبر نہ ہو۔

پھر سورۃ التوبہ: آیت ۶۱ میں یہ تنبیہ بھی ہے:

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

اور جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ کے رسول کو، ان کو دُکھ کی مار ہے۔

صفحہ ۲۳ میں منوچہری کا شعر آتا ہے:

"الا یا خیمگی خیمہ فرو ہل
کہ پیش آہنگ شد بیروں زمنزل"

اور سورۃ التوبہ: آیت ۳۸ میں ارشاد ہے:

انفِرُوا فِي سَبِيلِ اللهِ

کوچ کرو اللہ کی راہ میں۔

صفحہ ۲۳ ہی میں ہے:

خرد از راندنِ محمل فرو ماند

زمامِ خویش دادم در کفِ دل!

اب عقل وخرد کے بس کی بات نہیں۔ اب دل اور عشق کی بات ہے کیونکہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری ہو رہی ہے اور اب میں شہر اور قریہ کو چھوڑ کر محبوب کے دیار میں دشت پیمائی کر رہا ہوں۔

سورۃ الشعرا: آیات ۸۸-۸۹ میں یوم الدّین کی کامیابی کے لیے قلبِ سلیم کی شرط ارشاد فرمائی گئی ہے:

يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۝ إِلَّا مَنْ أَتَى اللهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝

جس دن نہ کام آئے گا کوئی مال اور نہ بیٹے، مگر جو کوئی آیا اللہ کے پاس لے کر قلبِ سلیم۔

بارگاہِ مصطفوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں بھی قلبِ سلیم ہی کی ضرورت ہے

ع نگاہے داشتم بر جوہرِ دل

صفحہ ۲۴ میں پھر اسی دل کے متعلق اقبال لکھتے ہیں:

ندانم دل شہیدِ جلوۂ کیست؟

نصیبِ او قرارِ یک نفس نیست!

بصحرا بُردمش، افسردہ تر گشت!

کنارِ آب جوئے زار بگریست!

اس دل کو کہیں لے جاؤں اسے قرار نہیں، اگر قرار ہوگا تو صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے در پہ ہو گا۔

سورۃ الحج: آیات ۳۴-۳۵ میں ہے:

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ﴿٣٤﴾ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ

اور خوش خبری سناؤ عاجزی کرنے والوں کو وہ یہ کہ جب نام لیا جائے اللہ کا تو ڈر جائیں اُن کے دل۔

لیکن یہاں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے کہ ان کے ذکر سے دل تڑپ جاتا ہے اور آہ وزاری کرنے لگتا ہے۔

صفحہ ۲۴ ہی میں ہے:

بایں پیری رہِ یثرب گرفتم
نوا خواں از سرورِ عاشقانہ
چو آں مرغے کہ در صحرا سرِ شام
کشاید پر بفکرِ آشیانہ

میں نے اِس پیری کے زمانے میں مدینہ طیبہ کی راہ پکڑی ہے۔ میری مثال ایسی ہے کہ جیسے شام کے وقت ایک پرندہ اپنے ٹھکانے کے لیے کوئی آشیانہ تلاش کرتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ پاک بشارت دیتا ہے:

طُوبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ﴿٢٩﴾ (الرعد: ۲۹)

خوش حالی ہے اُن کے لیے اور اچھا ٹھکانا۔

صفحہ ۲۵ میں عراقی کا مصرع ہے:

بہ آہنگِ حجازی می سرایم
نخستیں بادہ کاندر جام کردند

عشق و مستی کی وہ شراب جو سب سے پہلے انسان کو پلائی گئی اسی کو "حجازی" انداز

میں پیش کیا جا رہا ہے۔

اسی صفحے میں ہے:

کشادم رختِ خود را اندریں دشت
کہ اندر خلوتش تنہا سرایم!

سورۃ الانعام: آیت ۷۹ میں ہے:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا

میں نے اپنا منہ کیا اسی کی طرف جس نے بنائے آسماں اور زمیں، یک سُو ہو کر۔

یہ آیت اللہ پاک کی طرف ابراہیم علیہ السلام کے رخ کرنے کے متعلق ہے۔ یہی آیت یہاں بھی صادق آتی ہے کہ شاعر تنہا اور صرف حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو کر عرض کر رہا ہے۔

صفحہ ۲۵ ہی میں ہے:

سحر با ناقہ گفتم نرم تر رو
کہ راکب خستہ و بیمار و پیر است
قدم مستانہ زد چنداں کہ گوئی
بپایش ریگِ ایں صحرا حریر است!

سورۃ التوبہ: آیت ۱۲۰ میں ہے:

. . . . . . ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ
ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ
مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ
لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

یہ اس سبب سے ہے کہ ان کو اللہ کی راہ میں نہ پیاس لگی اور نہ ماندگی پہنچی

اور نہ بھوک لگی اور نہیں چلے جو کفار کے لیے موجب غیظ ہوا اور دشمنوں سے نہیں چھینتے کوئی چیز مگر لکھا جاتا ہے ان کے واسطے اسکے بدلے نیک عمل، یقیناً اللہ مخلصین کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

صفحہ ۲۶ میں ہے:

نمِ اشک است در چشم سیاہش
دلم سوزد ز آہِ صبح گاہش
ہماں مے کو ضمیرم را بر افروخت
بپیا پے ریزد از موجِ نگاہش!

اس ناقہ سے متعلق والعدیٰت ضبحاً ۵ کی ابتدائی آیتیں بھی مطابق ہو سکتی ہیں اور سورۃ الحج کی آیت ۲۷ بھی:

۰۰۰ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا
وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ﴿٢٧﴾

اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو۔ لوگ تمہارے پاس چلے آئیں گے۔ پیادہ بھی اور دبلی اونٹنیوں پر بھی جو کہ دور دراز راستوں سے پہنچی ہوں گی۔

صفحہ ۲۶ ہی میں ہے:

چہ خوش صحرا کہ در وے کاروانہا
درودے خواند و محمل براند
بہ ریگِ گرمِ او آور سجودے
جبیں را سوز، تا داغے بماند

سورۃ البقرہ: آیت ۱۲۵ میں ہے:

وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ

السُّجُوْدِ۝

اور کہہ دیا ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل کو، کہ پاک رکھو گھر میرے واسطے طواف کرنے والوں کیلئے اور اعتکاف بیٹھنے والوں کے لیے اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے۔

یہاں اسی صحرا سے تعلق بتایا ہے جہاں خانہ کعبہ ہے۔

صفحہ ۲۷ میں ہے:

امیرِ کارداں! آں اعجمی کیست
سرودِ او بہ آہنگِ عرب نیست
زند آں نغمہ کز سیرابیٔ او
خنک دل در بیابانے تواں زیست!

یہ رباعی "اقبال" نے خود اپنے متعلق کہی ہے جس کے کلام سے مردہ دلوں میں زندگی پیدا ہو سکتی ہے اور:

نوائے او بہ ہر دل سازگار است
کہ در ہر سینہ قاشے از دلِ اوست

سورۃ الرحمٰن: آیت ۴ میں ہے:

عَلَّمَهُ الْبَيَانَ۝

سکھائی اس کو گویائی۔

یہی بیان اور گویائی صحیح طریقے پر استعمال ہو تو مُردہ دل زندہ ہو سکتے ہیں اور اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان اور بیداری حاصل ہو سکتی ہے۔

سورۃ الرعد: آیت ۲۸ میں ہے:

الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ

وہ یقین لائے اور چین پکڑتے ہیں اُن کے دل اللہ کی یاد سے۔

ع نوائے او بہ ہر دل سازگار است

اس کے لیے سورۂ مریم کی آیت ۹۶ دیکھیں:

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَهُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾

جو یقین لائے ہیں اور عمل صالح کیے ہیں اُن کو دے گا رحمٰن محبت (مخلوق بھی ان سے محبت کرے گی)۔

صفحہ ۲۸ میں ہے:

ع غم پنہاں کہ بے گفتن عیاں است

سورۂ طٰہٰ: آیت ۱۰۴ میں ہے:

نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا یَقُوۡلُوۡنَ

ہم کو خوب معلوم ہے جو وہ (چپکے چپکے) کہتے ہیں۔

صفحہ ۲۸ ہی میں ہے:

بہ راغاں لالہ رُست از نو بہاراں
بصحرا خیمہ گستردند یاراں
مرا تنہا نشستن خوشتر آید
کنارِ آبجوئے کوہساراں

سورۂ طٰہٰ: آیت ۱۳۱ میں ہے:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَیۡنَیۡکَ اِلٰی مَا مَتَّعۡنَا بِهٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡهُمۡ زَهۡرَةَ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا ۙ۬ لِنَفۡتِنَهُمۡ فِیۡهِ ؕ وَرِزۡقُ رَبِّکَ خَیۡرٌ وَّاَبۡقٰی ﴿۱۳۱﴾

اور آپؐ ان چیزوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیے جن سے ہم نے اُن (کفار) کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کے لیے متمتع کر رکھا ہے کہ وہ دنیوی زندگی کی رونق ہے اور آپؐ کے رب کا عطیہ بدرجہا بہتر ہے

اور دیر پلے۔

صفحہ ۲۹ میں ہے:

غم راہی نشاط آمیز ترکن
فغانش را جنوں انگیز ترکن
بگیر اے سارباں راہِ درازے
مرا سوزِ جدائی تیز ترکن

سورۂ آل عمران: آیت ۱۹۵ میں ہے:

... فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ
وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ .....

پھر جو لوگ وطن سے چھوٹے اور نکالے گئے اپنے گھروں سے اور ستائے گئے میری راہ میں اور لڑے اور مارے گئے ہیں، اتاروں گا ان سے برائیاں ان کی اور داخل کروں گا جنتوں میں....

یہ آیت ہجرت کرنے والے مجاہدوں کے سلسلے میں ہے۔

صفحہ ۲۹ میں ہی ہے:

بیا اے ہم نفس باہم بنالیم
من و تو کشتۂ شانِ جمالیم
دو حرفے بر مرادِ دل بگوئیم
بپائے خواجہ چشماں را بمالیم!

سورۂ الاعراف: آیت ۱۵۷ میں ہے:

... فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَ
اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝ تو جو لوگ

اُس نبیؐ پر ایمان لاتے ہیں اور اُن کی حمایت کرتے ہیں اور اُن کی مدد کرتے ہیں اور اُس نور (قرآن) کا اتباع کرتے ہیں جو اُن کے ساتھ بھیجا گیا ہے ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔

سورۃ الفتح: آیت ۹ میں بھی یہی بشارت ہے۔

صفحہ ۲۹ ہی میں ہے:

حکیماں را بہا کمتر نہادند
بناداں جلوۂ مستانہ دادند
چہ خوش بختے، چہ خرّم روزگارے
درِ سلطاں بہ درویشے کشادند!

حکیم اور فلسفی ہمیشہ ظن و تخمین میں مبتلا رہتے ہیں۔

سورۃ النجم: آیت ۲۸ میں ہے:

وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا ﴿۲۸﴾

اور بے شک ظن کام نہ آئے حق بات میں کچھ بھی۔

اور مانگنے والا (دانا ہو یا نادان) جو کچھ مانگتا ہے اللہ دیتا ہے۔

سورۂ ابراہیم: آیت ۳۴ میں ہے:

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ

اور جو جو چیز تم نے مانگی تم کو ہر چیز دی۔

پھر سب سے عجیب خوش بختی کی بات یہ ہے کہ سلطان (خدا اور اس کے رسولؐ) کے در پر ایک گدا کو رسائی حاصل ہو رہی ہے۔

سورۃ الحج: آیت ۳۴ میں ہے:

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ ﴿۳۴﴾ اور خوش خبری سُنا عاجزی

کرنے والوں کو۔

صفحہ ۳۰ میں ہے:

جہانِ چار سُو اندر برِ من
ہوائے لامکاں اندر سرِ من
چو بگذشتم ازیں بامِ بلندے
چو گرد افتاد پرواز از پرِ من

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج شریف انسانیت کی معراج ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا

پاک ذات ہے جو لے گیا اپنے بندے کو راتوں رات۔

پھر سورۃ النجم کی ابتدائی اٹھارہ آیتیں اسی عظیم الشان واقعے سے متعلق ہیں۔ اقبال بھی حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی وجہ سے اپنا نظریۂ حیات اتنا ہی بلند رکھتے ہیں۔

صفحہ ۳۰ ہی میں ہے:

دریں وادی زمانی جاودانی
زخاکش بے صُوَر روید معانی!
حکیماں یا کلیماں دوش بردوش
کہ ایں جا کس نگوید "لن ترانی"

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حکیم اور فلسفی کے تمام تخمین وظن ختم ہو جاتے ہیں اور وہ بھی کلیم کی طرح طورِ معانی کی سیر کرتا ہے اور زمانی بھی جاودانی بن جاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام سے (سورۃ الاعراف: آیت ۱۴۲) میں کہا گیا تھا:

لَنْ تَرٰىنِیْ تو مجھے ہرگز نہیں دیکھے گا۔

لیکن اس بارگاہ میں سب مستفید و مستنیر ہیں۔

صفحہ ۳۰ ہی میں ہے:

مسلماں آں فقیرِ کج کلاہے
رمید از سینۂ او سوزِ آہے
دلش نالد! چرا نالد؟ نداند
نگاہے یا رسول اللہ نگاہے!

اگر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ کرم ہو جائے تو آج بھی ایک "بے نوا" مسلمان، "سوزِ آہ" (عشق) کی بدولت دین و دنیا سب کچھ حاصل کر سکتا ہے۔

سورۃ الرعد: آیت ۲۹ میں ہے:

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوۡبٰی لَہُمۡ وَ حُسۡنُ مَاٰبٍ ﴿۲۹﴾

جو یقین لائے اور عملِ صالح کیے خوش حالی ہے ان کو اور اچھا ٹھکانا (یعنی دونوں جہانوں میں)۔

صفحہ ۳۱ میں ہے:

بنالم زانکہ اندر کشورِ ہند
ندیدم بندۂ کو محرمِ تست

—

بما کن گوشۂ چشمے کہ در شرق
مسلمانے زما بیچارہ تر نیست!

مسلمانوں نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی چھوڑ دی ہے اس لیے مجبور و معذور بن کر رہ گیا ہے۔

سورۂ آلِ عمران: آیت ۳۱ میں ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

آپ فرمادیں کہ اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری راہ چلو کہ اللہ تم سے محبت کرے گا۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی ہی میں دین و دنیا کی فلاح ہے۔

صفحہ ۳۲ میں ہے:

ز روداد در صد سالش ہمیں بس
کہ دل چوں کندۂ قصاب دارم!

—

ز کارِ بے نظامِ او چہ گویم
تو می دانی کہ ملت بے امام ست

—

نبامِ اُو نہی چوں کیسہ اُو
بطاقِ خانۂ ویراں کتابش

برصغیر کے مسلمانوں نے قرآن کو طاق پر رکھ دیا ہے اور اسی لیے وہ دو سو سال سے غلام بنے ہوئے ہیں۔

سورۃ الفرقان: آیت ۳۰ میں ہے:

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝

اور رسول کہیں گے، اے پروردگار، بے شک میری قوم نے اس قرآن کو نظر انداز کر دیا تھا۔

صفحہ ۴۱ میں ہے: چراغے داشتم در سینۂ خویش
فسرد اندر دو صد سالے کہ بگذشت

صفحہ ۳۳ میں ہے:

دلِ خود را اسیرِ رنگ و بُو کرد
تہی از ذوق و شوق و آرزو کرد

—

بروئے او درِ دل نا کشادہ
خودی اندر کفِ خاکش نہ زادہ

—

گریباں چاک و بے فکرِ رفو زیست
نمی دانم چساں بے آرزو زیست

آج کے مسلمان نے دنیا سے رشتہ کر لیا ہے اور عشق و آرزو کو جو خودی کا لازمہ ہے بالکل فراموش کر دیا ہے اس لیے وہ مصائب میں گرفتار ہے۔

سورۃ الروم: آیات ۳۶-۳۷ میں ہے:

. . . . وَإِذَآ أَذَقْنَا ٱلنَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا۟
بِهَا ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ ۝
أَوَلَمْ يَرَوْا۟ أَنَّ ٱللَّهَ يَبْسُطُ ٱلرِّزْقَ لِمَن يَشَآءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّ فِى
ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝

اور جب چکھائیں ہم رحمت لوگوں کو تو اس سے خوش ہو جاتے ہیں اور اگر آ پڑے ان پر کوئی برائی خو ان کے ہاتھوں، تو وہ آس توڑ دیتے ہیں کیا نہیں دیکھ چکے کہ اللہ پھیلاتا ہے روزی جس پر چاہے اور جس پر چاہے کم کر دیتا ہے۔ اور اس میں پتے ہیں ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں۔

صفحہ ۳۴ میں ہے:

ع حقِ آں دِہ کہ مسکین و اسیر است

سورۃ الدہر: آیت ۸ میں ہے:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا

اور (نیک لوگ) کھلاتے ہیں کھانا اس (اللہ) کی محبت پر، مسکین کو اور یتیم کو اور قیدی کو۔

آج کا مسلمان جو ایسا محتاج بن گیا ہے اس کو اے میرے آقا! (صلی اللہ علیہ وسلم) بھیک کا ٹکڑا ہی عنایت فرما دیجیے۔

ع ہوا تیز و بدامانش دو صد چاک

صفحہ ۳۵ میں ہے:

نہ چشم او نہ نور و نے سرور است
نہ دل در سینۂ او نا صبور است

مسلماں زادہ و نا محرمِ مرگ!
ز بیمِ مرگ لرزاں تا دمِ مرگ!

مسلماں صحیح معنی میں مسلمان نہیں رہا۔ اس کے دل میں عمل کے لیے تڑپ نہیں ہے اور موت سے ہر وقت ڈرتا ہے۔

سورۂ آل عمران: آیت ۱۳۹ میں ارشاد ہے:

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٣٩﴾

اور نہ سست پڑو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

صفحہ ۳۵ ہی میں ہے:

ع ملوکیت سراپا شیشہ بازی است

ملوکیت کا کام صرف دھوکا دینا اور دوسروں کا مال ہڑپ کرنا ہے۔ قرآن پاک میں ایسی ملوکیت کا ذکر حضر علیہ السلام کے سلسلے میں سورۃ الکھف: آیت ۷۹ میں آتا ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ:

وَكَانَ وَرَآءَهُم مَّلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا ﴿٧٩﴾

اور اُن کے پرے تھا ایک بادشاہ جو لے لیتا ہر کشتی چھین کر۔

صفحہ ۳۶ میں ہے:

ع خودی اندر وجودش رعشہ دار است!

ع کہ دینش مُردہ و فقرش خانقاہی است

ع تلاشِ دانہ در صحرا گران است

آج کا مسلمان دین کی حقیقت نہیں پہچانتا اس لیے مشکلات سے گھبراتا ہے، حالانکہ مشکلات ہی سہولتوں کا پیش خیمہ ہیں۔

سورۃ الانشراح: آیات ۵-۶ میں صاف طور پر فرما دیا گیا ہے:

فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿٥﴾ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿٦﴾

پس بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

صفحہ ۳۷ میں ہے:

مسلماں گرچہ بے خیل و سپاہے است
ضمیرِ او ضمیرِ پادشاہے است
اگر اُو را مقامش باز بخشند
جمالِ او جلالِ بے پناہے است!

صفحہ ۳۵ میں سورہ آلِ عمران کی آیت ۱۳۹ ملاحظہ فرمائیں۔

صفحہ ۳۸ میں ہے:

دگرگوں کرد لادینی جہاں را
ز آثارِ بدن گفتند جاں را
ازاں فقرے کہ با صدیقؓ داری
بشورے آور ایں آسودہ جاں را

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے صرف اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کافی ہیں۔

ع صدیقؓ کے لیے ہے خدا کا رسولؐ بس

سورۃ الزمر: آیت ۳۶ میں ہے:

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ

کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟

سورۃ المنٰفقون: آیت ۷ میں ہے:

وَلِلّٰہِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اور آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ ہی کے ہیں۔

پھر اسی سے کیوں نہ مانگا جائے اور غیر اللہ کا محتاج کیوں بنے؟

صفحہ ۳۸ ہی میں ہے:

ع حرم از دیر گیرد رنگ و بوئے

صفحہ ۴۱ میں ہے:

ع نگہبانِ حرم معمارِ دیر است

مسلمان، اللہ کا ہو کر غیر اللہ کے پاس جائے تو کس قدر شرمناک بات ہے۔ اُوپر ہی کی آیتیں دیکھیں۔

صفحہ ۴۳ ہی میں ہے: فقیہاں تا بمسجد صف کشیدند
گریبانِ شہنشاہاں دریدند

چوں آں آتش درونِ سینہ افسرد
مسلماناں بہ درگاہاں خزیدند!

جو فقیر صرف اللہ کا محتاج ہوتا تھا اور غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہ لاتا تھا آج دنیا والوں کے یہاں رسائی تلاش کرتا ہے۔

سورۃ البقرہ : آیت ۱۶ میں ایسے منافقوں کے متعلق ہے :

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ
وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۶﴾

یہ وہی ہیں جنھوں نے خرید کی صحیح راہ کے بدلے گمراہی۔ پس نفع نہ لائی ان کی تجارت اور نہ وہ راہ پائے۔

صفحہ ۳۹ میں ہے :

بنالند ار کسے خشتے بگیرد
ازاں مسجد کہ خود از دے گریزند!

مسلمان تو مسجدوں کو آباد کرنے کے لیے ہے۔

سورۃ التوبہ : آیت ۱۸ میں ہے :

. . . . اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ

وہی آباد کرے مسجدیں اللہ کی جو یقین لایا اللہ پر اور پچھلے دن پر اور (جس نے) کھڑی کی نماز اور دی زکوٰۃ اور نہ ڈرا سوا اللہ کے کسی سے۔

صفحہ ۴۰ میں ہے :

سبوئے خانقاہاں خالی از مے
کند مکتب رہِ طے کردہ را طے

ز بزمِ شاعراں افسردہ رفتم
نوا ہا مردہ بیروں افتد از نے

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"علما میں مداہنت آگئی ہے۔ یہ گروہ حق کہنے سے ڈرتا ہے۔ صوفیہ اسلام سے بے پروا اور حکام کے تصرف میں ہیں۔ اخبار نویس اور آج کل کے تعلیم یافتہ لیڈر۔ خود غرض ہیں اور ذاتی منفعت و عزت کے سوا کوئی مقصد اُن کی زندگی کا نہیں۔ عوام میں جذبہ موجود ہے مگر ان کا کوئی بے غرض راہنما نہیں ہے"۔

سورۃ الصف: آیات ۲-۳ میں ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۲ كَبُرَ مَقْتًا
عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۳

اے ایمان والو، کیوں کہتے ہو منہ سے جو نہیں کرتے؟ بڑی بیزاری ہے اللہ کے یہاں (اس بات سے) کہ کہو وہ چیز جو نہ کرو۔

صفحہ ۴ ہی میں ہے:

مسلمانے کہ مرگ از وے بلرزد
جہاں گردیدم و او را ندیدم!

پہلے کے مسلمان موت کو دعوت دیتے تھے اور شہادت کی آرزو کرتے تھے کہ ہماری جان اللہ کے لیے کام آجائے، لیکن اب ایسا کوئی مسلمان نظر نہیں آتا۔

سورہ آل عمران: آیت ۱۹۵ میں ہے:

.. فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ
وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ

پھر جو لوگ وطن سے چھوٹے اور نکالے گئے اپنے گھروں سے اور ستائے گئے

میری راہ میں اور لڑے اور مارے گئے ہیں، اتاروں گا اُن سے برائیاں اُن کی اور داخل کروں گا اُن کو جنتوں میں۔

پھر سورۃ النجم: آیت ۳۱ میں ہے:

وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۙ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی ﴿۳۱﴾

اور اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں تاکہ وہ بدلہ دے برائی والوں کو ان کے کیے کا اور بدلہ دے بھلائی والوں کو بھلائی کا۔

کافر اسی لیے موت سے ڈرتے ہیں اور مسلمان نہیں ڈرتے۔

صفحہ ۱۴۱ میں ہے:

شبے پیشِ خدا بگریستم زار
مسلماناں چرا زارند و خوارند!
ندا آمد، نمی دانی کہ ایں قوم
دلے دارند و محبوبے ندارند!

مسلمانوں کے متعلق یہ بات ظاہر کی گئی کہ ان کی زندگی بے مقصد ہے اور جس مقصد کے لیے یہ پیدا کیے گئے تھے وہ فراموش کر چکے ہیں۔

سورۃ الانعام: آیت ۱۶۵ میں ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَآ اٰتٰىكُمْ

اور اسی نے کیا تم کو نائب زمین میں اور بلند کیے تم میں درجے ایک کے ایک پر تاکہ آزمائے تم کو اپنے دیے ہوئے حکم میں۔

اللہ نے انسان کو اپنا نائب بنایا تاکہ وہ ایسے عمل پیش کرے جو اس کے منصب کو

زیب دیں۔

صفحہ ۴۲ میں ہے:

نگاہِ التفاتے بر سرِ بام
کہ من با عصرِ خویش اندر ستیزم

زمانے کی موجودہ غلط روش کے خلاف جنگ کرنا بھی بڑا جہاد ہے۔

سورۃ العنکبوت: آیت ۶۹ میں ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ

اور جنھوں نے ہمارے واسطے محنت کی، ہم سُجھا دیں گے ان کو اپنی راہیں، اور بے شک اللہ ساتھ ہے نیکی والوں کے۔

صفحہ ۴۲ ہی میں ہے:

مرا تنہائی و آہ و فغاں بہ
سوئے یثرب سفر بے کارواں بہ
کجا مکتب، کجا میخانۂ شوق!
تو خود فرما مرا ایں بہ، کہ آں بہ؟

صفحہ ۲۵ میں سورۃ الانعام کی آیت ۹۰ ملاحظہ ہو۔

صفحہ ۴۳ میں ہے:

پریدم در فضائے دل پذیرش
پرم تر گشت از ابرِ مطیرش
حرم تا در ضمیرِ من فرو رفت
سرودم آنچہ بود اندر ضمیرش!

مولانا احمد رضا خاںؒ کا شعر ہے:

غور سے سن تو رضا کعبہ سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

اور مولانا جامیؒ کہتے ہیں :

نہ تنہا ہست جامیؔ نعت خوانش
ہمہ قرآن در شانِ محمدؐ

سورۃ المائدہ: آیت ۴۸ میں ہے :

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ

اور ہم نے آپؐ پر حق کے ساتھ کتاب اتاری جو اگلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان کی محافظ ہے۔

یہ قرآن بھی حق ہے اور آپؐ بھی صرف حق بولتے ہیں۔

سورۃ النجم : آیات ۳-۴ میں ہے :

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝

اور آپؐ نہیں بولتے اپنی چاہ سے ، مگر وہی جو آپؐ پر وحی کی جاتی ہے۔

اقبال بھی اسی حق کی ترویج و تبلیغ کرنا چاہتے ہیں جو رب العلمین کا پیام بھی ہے ، ذکر للعالمین اور رحمت للعالمین کا پیام بھی ہے۔

صفحہ ۳۴ میں ہے :

ع نہ شعر است اینکہ بروے دل نہادم

صفحہ ۴۴ میں ہے :

ع تو گفتی از حیاتِ جاوداں گوے

—

زبانِ ما غریباں از نگاہیست
حدیثِ درد منداں اشک و آہیست!

ہماری بات اور شعر محض دل ونگاہ (بصیرت) کا فیض ہے اور یہ ایک طرح سے قول الثابت ہے۔

سورۂ ابراہیم: آیت ۲۷ میں ہے:

یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِالۡقَوۡلِ الثَّابِتِ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَفِی الۡاٰخِرَۃِ

مضبوط کرتا ہے اللہ ایمان والوں کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

صفحہ ۱۴۵ میں ہے:

خودی دادم ز خود نا محرمے را
کشادم دم گلِ او زمزمے را
بدہ آں نالۂ گرمے کہ از وے
بسوزم جز غمِ دیں ہر غمے را

میں نے خودی کا احساس ایسے لوگوں میں پیدا کرنے کی کوشش کی جو اس سے بالکل نابلد تھے۔ اب مجھے ایسا نالہ کرنے کی توفیق حاصل ہو کہ اس سے قوم میں سوائے دین کی محبت کے کوئی اور رشتہ باقی ہی نہ رہے۔ انبیاء علیہم السلام کے تشریف لانے کی غرض وغایت بھی یہی تھی:

وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا فِیۡ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَاجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ

النحل: ۳۶

اور ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجا ہے تاکہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔

انبیا علیہم السلام کے طفیل میں مجھے بھی یہ سعادت نصیب ہو جائے۔

صفحہ ۴۵ ہی میں ہے:

تو می دانی چہ می جوید، چہ خواہد

دلے از ہر دو عالم بے نیازے

(کہ اندر سینہ ہا غیر از تو کس نیست)

یہ غریب ایسا دل چاہتا ہے کہ جس میں صرف آپؐ ہوں اور دونوں عالم سے مجھے خلاصی ہو جائے۔

سورۃ الانبیاء: آیت ۱۰۷ میں ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰۷

اور ہم نے آپؐ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

جب آپؐ سارے جہانوں کے لیے رحمت ہیں تو پھر مجھے اور کیا چاہیے!

صفحہ ۴۶ میں ہے:

در آں دریا کہ او را ساحلے نیست

دلیلِ عاشقاں غیر از دلے نیست

تو فرمودی رہِ بطحا گرفتیم

وگرنہ جز تو مارا منزلے نیست

آپؐ نے فرمایا تو ہم نے خانہ کعبہ کی راہ پکڑ لی، ورنہ سچی بات تو یہ ہے کہ سوائے آپؐ کے ہمیں کہیں اور نہیں جانا ہے۔ دین اور کعبہ کی پہچان آپؐ ہی کے طفیل میں نصیب ہوئی ہے۔ آپؐ نہ ہوتے تو ہم مسلمان ہی نہ ہوتے۔

سورۂ آل عمران: آیت ۱۶۴ میں ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا

مِّنْ اَنْفُسِهِمْ

بے شک اللہ پاک نے ایمان والوں پہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول کو کھڑا کیا۔

اور حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ہاتھوں دین کی تکمیل اور نعمتوں کی تتمیم ہوئی۔

سورۃ المائدہ: آیت ۳ میں ہے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ

آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔

صفحہ ۲۶ ہی میں ہے:

بفرما ہر چہ می خواہی بجز صبر

کہ ما از وے دو صد فرسنگ دوریم!

مجھے آپؐ کی محبت میں بے قراری چاہیے، صبر نہیں چاہیے۔

صفحہ ۲۴ میں سورۃ الحج کی آیتیں ۳۴-۳۵ دیکھیں۔

سورۃ الزمر: آیت ۲۳ میں ہے:

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ

بال کھڑے ہوتے ہیں اس (قرآن) سے کھال پر اُن لوگوں کی جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے۔ پھر نرم ہوتی ہیں ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کی یاد پر۔

صفحہ ۲۷ میں ہے:

بہ افرنگی بتاں دل باختم من

ز تابِ دیریاں بگداختم من

چناں از خویشتن بیگانہ بودم
چو دیدم خویش را نشناختم من!

فرنگیوں اور کافروں کی صحبت میں بیٹھنے سے مسلمان خود کو مسلمان نہیں کہہ سکتا

اور یہ کہ:

نشستم با نکویانِ فرنگی
ازاں بے سود تر روزے ندیدم!

اس سے زیادہ بُرا دن میرے لیے کوئی اور نہیں تھا جب کہ میں کسی فرنگی "اچھے آدمی" کے ساتھ بیٹھا تھا۔

سورۃ النسا: آیت ۱۴۴ میں ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ

اے ایمان والو، مت پکڑو کافروں کو رفیق، مسلمانوں کو چھوڑ کر۔

صفحہ ۴۷ ہی میں ہے:

مرا درسِ حکیماں دردِ سر داد
کہ من پروردهٔ فیضِ نگاہم!

فلسفی کی صحبت میں تخمین وظن کی مشقیں کرائی جاتی ہیں جو دردِ سر بن جاتی ہیں۔

سورۃ النجم: آیت ۲۸ میں ہے:

وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْـًٔا

اور ظن و تخمین کام نہیں آتا حق بات میں کچھ بھی۔

مجھے تو صرف حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ کرم کی ضرورت ہے۔

صفحہ ۴۸ میں ہے:

نویس اللہ بر لوحِ دلِ من !
کہ ہم خود را ہم او را فاش بینم

نقشبندیہ حضرات شروع ہی سے اللہ کا نقش دل پر بٹھاتے ہیں تاکہ اللہ سے رشتہ پختہ ہو جائے۔ سورۃ الاعلیٰ کی ابتدا اسی سے ہے:

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى

تسبیح کیجیے اپنے رب کے اسم کی جو سب پر غالب ہے۔

سورۃ المزمل: آیت ۸ میں ہے:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

اور اپنے رب کا نام لیتے رہیے اور سب سے توڑ کر اسی سے جوڑیے۔

صفحہ ۸۹ ہی میں ہے:

سرِ منبر کلامش نیشدار است
کہ او را صد کتاب اندر کنار است
حضورِ تُو من از خجلت نگفتم
ز خود پنہاں و بر ما آشکار است

آجکل کے واعظ منبر پر کھڑے ہو کر قوم پر طعن و تشنیع تو کر لیتے ہیں لیکن خود کا محاسبہ نہیں کرتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا

اپنا حساب لو قبل اس کے کہ تمہارا حساب لیا جائے۔

سورۃ التحریم: آیت ۶ میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا — اے ایمان والو

بچاؤ اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے۔

صفحہ ۴۹ میں ہے:

بہ غیر اللہ کردم تکیہ یک بار
دو صد بار از مقامِ خود فتادم

مسلمان کو صرف اللہ پر تکیہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سورۃ المائدہ: آیت ۲۳ میں ہے:

وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۳﴾

اور اللہ پر بھروسا کرو اگر تم مومن ہو۔

صفحہ ۵۰ میں ہے:

تجلّی ریز بر چشمم کہ بینی
بایں پیری مرا تابِ نظر ہست!

سورۂ یونس: آیت ۴۳ میں ہے:

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَ
لَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۴۳﴾

اور ان میں سے بعضے آپ کی طرف نگاہ کرتے ہیں تو کیا آپ راہ دکھائیں گے
اندھوں کو اگر وہ کچھ سوجھ بوجھ نہ رکھتے ہوں؟

لیکن اقبال ایسے اندھوں سے نفرت رکھتے ہیں اور ایسی نظر رکھتے ہیں جو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو دیکھتی ہے۔

صفحہ ۵۰ ہی میں ہے:

من و این عصرِ بے اخلاص و بے سوز!
بگو با من کہ آخر ایں چہ راز است؟

اللہ پاک کا یہی راز ہے کہ ایسے "بے سوز" زمانے میں اقبال سے کام لیا جائے۔ کیونکہ

پیام وہی ہے جو سورۂ آلِ عمران: آیت ۱۳۹ میں ہے:

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۳۹﴾

اور نہ سست پڑو اور نہ غم کرو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو!

اسی شعر کے مطابق صفحہ ۵۱ کا شعر ہے:

من اندر مشرق و مغرب غریبم
کہ از یارانِ محرم بے نصیبم!

صفحہ ۵۲ میں ہے:

خدا داند کہ مانندِ براہیم
بہ نارِ او چہ بے پروا نشستم!

علمِ حاضر کے فتنوں کی میں نے کبھی پروا نہیں کی، بلکہ ایسے فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمیں تیار رہنا چاہیے۔

سورۃ العنکبوت کی آیت ۲ ہے:

أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ﴿۲﴾

کیا لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ اتنا کہنے پر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور اُن کو آزمایا نہ جائے گا؟

مومنوں کو آزمایا جاتا ہے اور اس سے ان کے ایمان کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔

صفحہ ۵۲ ہی میں ہے:

بچشمِ من نگہ آوردۂ تست
فروغِ لا الٰہ آوردۂ تست
دو چارم کن بہ صبحِ مَنْ رَآنِیْ
شبم را تابِ مہ آوردۂ تست!

اے میرے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم)، آپؐ ہی کے طفیل میں مجھے ایمان نصیب ہوا ہے۔ اب آپؐ اس حدیث (من رانی فقد رأ اللہ ـــ جس نے مجھے دیکھا، خدا کو دیکھا) ـــ کے مطابق اپنا اور اپنے اللہ کا دیدار بھی کرا دیجیے۔ سورۃ الاعراف: آیت ۱۴۳ میں اللہ پاک کا ارشاد موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہے کہ لن ترانی (تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا)، لیکن میں اللہ کی رحمت سے کیوں مایوس رہوں جبکہ سورۂ ابراہیم: آیت ۳۴ میں ہے:

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ

اور دیا تم کو ہر چیز میں سے جو تم نے مانگی۔

صفحہ ۵۳ میں ہے:

بدہ او را جوانِ پاکبازے
سرورش از شرابِ خانہ سازے
قوی بازوئے اُو مانندِ حیدرؓ
دلِ او از دو گیتی بے نیازے

اب ایسے نوجوانوں کی ضرورت ہے جنہوں نے اپنے ایمان کی شراب پی لی ہے اور حضرت علیؓ کی طرح قوی بازو بھی ہیں اور غیر اللہ سے بے نیاز بھی۔

صفحہ ۹۴ میں سورۃ المائدہ کی آیت ۲۲ دیکھیں۔

اسی لیے عرض کرتے ہیں (صفحہ ۵۳) کہ:

دگر آں دل بنہ در سینۂ من
کہ بپیچم پنجۂ کاؤس و کے را!

مسلمان میں ایسی ایمانی قوت ہونی چاہیے جو بڑی سے بڑی طاقت کو زیر کر سکے ـــ

سورۃ الانفال: آیت ۶۰ میں حکم بھی ہے:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ   اور تم تیاری رکھو ان کیلیے

جتنا تم سے ہو سکے قوت کی چیزیں۔

صفحہ ۵۴ میں ہے:

خجل ملکِ جم از درویشیٔ من

کہ دل در سینۂ من محرمِ تست!

جس نے آپؐ سے رشتہ جوڑا اس نے تمام شاہوں کو چھوڑا۔

سورۃ الزمر: آیت ۳۶ میں ہے:

اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ

کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟

اور جو شخص حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام بن جاتا ہے اس کا اللہ ہی محب ہے۔

سورۂ آلِ عمران: آیت ۳۱ میں ہے:

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ

آپؐ فرما دیں کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تو خود اللہ تم سے محبت کرے گا۔

صفحہ ۵۵ میں ہے:

حضورِ ملتِ بیضا تپیدم

نوائے دلگدازے آفریدم

ادب گوید سخن را مختصر گوے

تپیدم، آفریدم، آرمیدم!

رومیؒ کہتے ہیں:

حاصلِ عمر از سہ سخن بیش نیست

خام بُدم، پختہ شدم، سوختم

اور اقبال کہتے ہیں کہ قوم کو بیدار کرنے کے لیے میں خود بھی تڑپتا رہا، لکھتا رہا اور پھر آرام کیا یعنی (زندگی کا سفر ختم کیا)۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سورۃ الانعام: آیت ۱۹ میں ارشاد ہے:

. . . . . قُلِ اللّٰهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ
وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ

آپ کہیے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ ہے اور میرے پاس یہ قرآن بطور وحی کے بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس قرآن کے ذریعے تم کو اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے، ڈراؤں۔

اقبال نے بھی قرآن کی ترجمانی کر کے قوم کو ڈرانے اور بیدار کرنے کی کوشش کی ہے۔

صفحہ ۵۶ میں رومیؒ اور اپنے متعلق کہتے ہیں:

بہ دورِ فتنۂ عصرِ کہن، او
بہ دورِ فتنۂ عصرِ رواں، من

صفحہ ۵۶ ہی میں ہے:

اگر شایاں نیم تیغِ علیؓ را
نگاہے دہ چو شمشیرِ علیؓ تیز

اگر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرح جہاد بالسیف نہیں کر سکتا تو کم از کم مجھے ان کی طرح نگاہ حاصل ہو جو حق و باطل کی تمیز کر سکے اور تمیز کرا سکے۔

سورۃ المائدہ: آیت ۴۸ میں ہے:

فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ
أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ

پس حکم کر ان میں جو اتارا اللہ نے اور ان کی خوشی پر مت چلو، حق کی راہ چھوڑ

کر، جو تمہارے پاس آئی ہے۔

صفحہ ۵۷ میں اقبال حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں کہ آپؐ ہی کے طفیل مسلم قوم کو میں نے بیدار کرنے کی کوشش کی ہے:

ع   کہ داد او را اُمیدِ نو بہارے؟

اب مجھے مزید جوش اور ولولہ پیدا کرنے کی صلاحیت حاصل ہو (صفحہ ۵۷):

ع   مرا شورے ز طوفانے دِگر دہ!

موسیٰ علیہ السلام کی طرح اقبال بھی اپنے حوصلے کی فراخی چاہتے ہیں۔ سورۂ طٰہٰ: ۲۵۔۲۶ میں ہے:

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ﴿٢٥﴾ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ﴿٢٦﴾

اے میرے رب، میرا حوصلہ فراخ کر دیجیے اور میرا کام آسان فرما دیجیے۔

صفحہ ۵۸ میں ہے:

گرفتم نکتۂ فقر از نیاگان

ز سلطاں بے نیازی ہائے من بیں!

غیر اللہ کو خاطر میں نہ لانا ایک اہلِ فقر (مسلمان) کا شیوہ ہے۔ اس کے لیے اللہ ہی کافی ہے۔ سورۃ الزمر: آیت ۳۶ میں ہے:

أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ

کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟

صفحہ ۵۹ میں ہے:

چہ می گویم مسلمانم، بلرزم

کہ دانم مشکلاتِ لا الٰہ را

صفحہ ۵۲ میں سورۃ العنکبوت کی آیت ۲ دیکھیں۔

صفحہ ۵۹ ہی میں ہے:

خرابِ جرأتِ آں رندِ پاکم
خدا را گفت ما را مصطفیٰ بسؐ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: ع صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس۔

سورۃ النساء: آیت ۸۰ میں ہے:

مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ

جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کافی ہو جاتی ہے۔

اسی صفحے میں ہے:

ہمیں یک آرزو دارم کہ جاوید
ز عشقِ تو بگیرد رنگ و بوے

بس یہی ایک آرزو ہے کہ جاوید (اور قوم کے نوجوان) حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق پیدا کریں اور اسی عشق میں ہر فلاح ہے۔

صفحہ ۵۴ میں آلِ عمران کی آیت ۳۱ دیکھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور پیروی سے ایک شخص اللہ کا محبوب بن سکتا ہے۔

پھر صفحہ ۶۰ میں نوجوانوں کو فرنگیوں کے فریب سے بچانے کی التجا ہے اور غیر اللہ کی پرستش سے بھی بچانے کی درخواست ہے۔ اس کے بعد شاہ عبدالعزیز (سعودی) سے خطاب ہے جس نے تمام مزارات کو منہدم کرا دیا تھا:

تو ہم آں مے بگیر از ساغرِ دوستؐ
کہ باشی تا ابد اندر برِ دوست
سجودے نیست اے عبدالعزیز ایں
بروبم از مژہ خاکِ درِ دوستؐ

آدم علیہ السلام کو سجدہ (تعظیمی) کرایا گیا تھا (سورۃ البقرہ: ۳۴) اور یوسف علیہ السلام کو بھی (سورۂ یوسف: ۱۰۰)۔ کیا اب حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے در کی خاکروبی اپنی پلکوں سے کرنے پر بھی قدغن ہے؟

صفحہ ۶۱ میں ہے:

یکے اندر حریم کوچۂ دوست
ز چشماں اشکِ خوں ریزیم و رقصیم

سورۃ الحج: آیت ۲۹ میں ہے:

وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٢٩﴾

اور چاہیے کہ طواف کریں اس قدیم گھر کا۔

یہ بیت اللہ کے لیے ہے۔ لیکن اہلِ عشق کے لیے حرم مدینہ بھی حرمِ کعبہ سے کم نہیں۔

صفحہ ۶۲ میں ہے:

مسلمانیم و آزاد از مکانیم
بروں از حلقۂ نہ آسمانیم
بما آموختند آں سجدہ کز وے
بہائے ہر خداوندے بدانیم

ہم مسلمان ہیں ہمارا کسی مقام سے پیوند نہیں اور ہم سوائے اللہ کے کسی مقام یا کسی چیز کی پرستش نہیں کرتے۔

سورۃ الروم: آیت ۳۰ میں ہے:

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا

پس تم یک سو ہو کر اپنا رخ اس دین کی طرف رکھو۔ اللہ کی دی ہوئی قابلیت کا اتباع کرو جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے

یعنی صرف اس ایک اللہ کی پرستش کی صلاحیت دی گئی ہے۔
آخر میں پھر فرنگ کے فتنوں سے ہوشیار رہنے کی نصیحت ہے کہ اس کے لیے فاروقیت کی ضرورت ہے۔ فرنگ اور غلامانِ فرنگ کے متعلق یہ آیت (المجادلہ: ۱۹) کافی ہے:

اِسۡتَحۡوَذَ عَلَیۡہِمُ الشَّیۡطٰنُ فَاَنۡسٰہُمۡ ذِکۡرَ اللّٰہِ ؕ

شیطان نے ان پر قابو پالیا ہے۔ پس اس نے ان کو اللہ سے غافل کر دیا ہے۔

اب قوم سے خطاب ہے!

صفحہ ۶۵ میں ہے:

مقامِ خویش اگر خواہی دریں دیر
بحق دل بند و راہِ مصطفےٰؐ رو!

سورۂ آل عمران: آیت ۱۳۲ میں ہے:

وَاَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۱۳۲﴾

اور اطاعت کرو اللہ کی اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تاکہ تم رحم کیے جاؤ!

صفحہ ۶۷ میں بھی ہے:

ع مشو نومید و راہِ مصطفےٰؐ گیر

صفحہ ۶۵ ہی میں ہے:

ازاں نمرود با من سرگران است
کہ تعمیرِ حرم کوشیدہ ام من

نمرود (شیطان) مجھ سے اس لیے ناراض ہے کہ میں نے حرم (دین) کی تعمیر کے لیے

کوشش کی ہے۔

سورۃ الانفال: آیت ۸ میں ہے:

لِیُحِقَّ الْحَقَّ وَیُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ کَرِہَ الْمُجْرِمُوْنَ ۚ

(اللہ) تاکہ حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا ثابت کر دے۔ گو یہ مجرم لوگ ناپسند ہی کریں۔

صفحہ ۶۶ میں ہے:

ع نوائے از مقامِ 'لاتخف' زن

سورۂ طٰہٰ: آیت ۶۸ میں ہے:

لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی

خوف نہ کر۔ یقیناً تو ہی غالب رہے گا۔

صفحہ ۶۶ ہی میں ہے:

خودی را گیر و محکم گیر و خوش زی

مدہ در دستِ کس تقدیرِ خود را

تم اپنے بلند منصب (نیابتِ الٰہی) کا احساس کرو اور اس پر پورا یقین رکھو، اور کسی سے مغلوب ہو کر نہ رہو۔

سورۂ فاطر: آیت ۳۹ میں ہے:

ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ ۭ فَمَنْ کَفَرَ فَعَلَیْہِ کُفْرُہٗ

وہی ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں جانشین بنایا۔ پس جس نے کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر پڑے گا (وہی ذلیل اور مغلوب ہو گا)۔

اس کے بعد تمام "رباعیاں" صفحہ ۷۰ تک خودی سے متعلق ہیں۔

صفحہ ۷۰ میں بھی انا الحق کو "خودی" کے معنی میں پیش کیا ہے:

اگر فردے بگوید سرزنش به
اگر قومے بگوید ناروا نیست

قوم اگر اپنی خودی پہچان لے تو زندہ رہ سکتی ہے۔

به آں ملت اناالحق سازگار است
که از خونش نمِ ہر شاخسار است

سورۃ البقرہ: آیت ۲۱۸ میں ہے:

. . . . . اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا
وَجَاهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے راہِ خدا میں ترکِ وطن کیا اور جہاد کیا، ایسے لوگ رحمتِ الٰہی کے امیدوار ہیں۔

یہی لوگ اپنی جان چھڑکتے ہیں اور اللہ کی رحمتوں سے پروان چڑھتے ہیں۔

صفحہ ۱۷ میں ہے:

نیاساید ز کارِ آفرینش
که "خواب" و "خستگی" بروے حرام است

سورۃ الرحمٰن: آیت ۲۹ میں ہے:

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِىْ شَاْنٍ

ہر دن اس کو ایک دھندا ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۲۵۵ میں ہے:

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ

اس کو اونگھ بھی دبا نہیں سکتی اور نہ نیند۔

سورۂ قٓ: آیت ۳۸ میں ہے:

وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ

اور ہم کو نہ آئی کچھ خستگی (ماندگی)۔

یہ اللہ پاک کی صفات ہیں اس لیے اس کے نائب میں بھی یہ صفات ہونی چاہییں۔

صفحہ ۱۷ ہی میں ہے:

مہ و انجم گرفتارِ کمندش
بدستِ اوست تقدیرِ زمانہ

سورۃ الجاثیہ: آیت ۱۳ میں ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ

اور مسخر کیے گئے تمہارے لیے جو کچھ ہیں آسمانوں میں اور زمین میں، سب اس کی طرف سے۔

سورۃ لقمان: آیت ۲۰ میں بھی اسی طرح کا مضمون ہے۔

صفحہ ۲۷ میں ہے:

اگر خواہی ثمر از شاخِ منصور
بہ دل لا غالب الا اللہ فرو ریز

منصور حلاج کا یہی پیام ہے کہ صرف اللہ ہر جگہ غالب ہے۔

سورۃ یوسف: آیت ۲۱ میں ہے:

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ

اور اللہ غالب ہے اپنے کام پر۔

صفحہ ۲۷ ہی میں ہے:

گرفتم حضرتِ ملا ترش روست
نگاہش مغز را نشناسد از پوست

اگر با ایں مسلمانی کہ دارم
مرا از کعبہ می راند حق اوست

میں جانتا ہوں کہ مُلّا ہم پر طعن کرتا ہے لیکن ذرا اپنا دل بھی ٹٹول کر دیکھیں کہ کیا واقعی ہم مسلمان بھی ہیں۔ اکبر الہ آبادی کہتے ہیں:

کہتے ہیں لوگ ہائے مسلمان ہیں تباہ
ہم کہتے ہیں کہ ہائے مسلمان ہی نہیں

مسلمان تو وہ ہیں جن کا مرنا اور جینا اللہ کے لیے ہو۔

سورۃ الانعام: آیت ۱۶۲ میں ہے:

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بے شک میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے واسطے ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔

صفحہ ۷۳ میں ہے:

ز قرآں پیشِ خود آئینہ آویز
دگرگوں گشتۂ! از خویش بگریز
ترازوئے بنہ کردارِ خود را
قیامت ہائے پیشیں را بر انگیز

سورۃ النحل: آیت ۸۹ میں ہے:
وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ وَّہُدًی وَّرَحْمَۃً وَّبُشْرٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ

اور ہم نے آپؐ پر کتاب اتاری ہر چیز کی تشریح کے لیے اور یہ ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے مسلمانوں کے لیے۔

قرآن پر عمل کرنے ہی سے مسلمان کا کردار بنتا ہے۔

صفحہ ۴۶ میں "کافر گر" واعظ کا حال ہے کہ وہ خود اپنے احوال میں دوزخ سے کم نہیں اور آجکل کے پیروں نے "مزار پرستی" کو اپنی روزی کا ذریعہ بنایا ہے۔

اور صفحہ ۵۰ میں ہے کہ آجکل تمردوں کی کیا کمی ہے؟ ہر جگہ آسانی سے وہ مل سکتے ہیں اور ان کی وجہ سے آسانی سے "پیری" کا پیشہ چل سکتا ہے۔ پیر رومیؒ کی تعریف بیان کی ہے کہ:

ع مرا با عشق و مستی آشنا کرد ص۷۶

ع دمِ او رعشہ از سیماب چنید ص۷۷

نصیب از آتشے دارم کہ اول
سنائی از دلِ رومی بر انگیخت ص۷۸

صفحہ ۸۷ میں ہے:

بگو فاروق را پیغامِ فاروقؓ
کہ خود در فقر و سلطانی بیامیز!

مصر کے شاہ فاروق کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سبق لینا چاہیے کہ امیرالمومنین ہوتے ہوئے انتہائی سادہ زندگی تھی اور دنیا سے بے رغبتی اور بے نیازی تھی۔

سورۃ طٰہٰ: آیت ۱۳۱ میں ہے:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَوٰةِ
الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ﴿۱۳۱﴾

تُو نہ دوڑا اپنی نگاہوں کو اُن چیزوں کی طرف جن سے ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو بہرہ مند کیا ہے (یعنی دنیوی زندگی کی آرائش کی طرف)۔ یہ اس لیے ہے کہ ہم اس میں اُن کو آزمائیں اور تیرے رب کا رزق بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

صفحہ ۹۱ میں ہے:

جواں مردے کہ خود را فاش بیند
جہانِ کہنہ را باز آفریند
ہزاراں انجمن اندر طوافش
کہ با او خویشتن خلوت گزیند

جو شخص خود کو پہچانتا ہے وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتا ہے اور تمام دنیا اس کے گرد گھومتی ہے۔

سورۂ آلِ عمران: آیت ۱۵۹ میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بتائی ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ

تو یہ کچھ اللہ کی رحمت ہے کہ آپؐ ان کے لیے نرم دل ملے اور اگر آپؐ سخت گو سخت دل ہوتے تو وہ منتشر ہو جاتے آپؐ کے گرد سے۔

صفحہ ۹۷ ہی میں ہے:

ع   بہ روئے عقل و دل بکشاے ہر در

سورۂ ق: آیت ۳۷ میں عقل اور دل والے کے لیے ترغیب ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ﴿۳۷﴾

اس میں سوچنے کی جگہ ہے اس کو جس کے دل ہے یا کان لگا دے دل سے (دل لگا کر) اور متوجہ ہو۔

صفحہ ۹۸ میں ہے:

چہ خوش زد ترک ملاحے سرودے
رخِ او احمرے، چشمش کبودے
بہ دریا گر گرہ افتد بہ کارم
بجز طوفاں نمی خواہم کشودے

موسیٰ علیہ السلام کے عمل میں ایسی سخت کوشی کا پیام سورۃ الکہف : آیت ۶۰ میں مذکور ہے:

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ
أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا ۝

اور (یاد کرو) جب کہا موسیٰؑ نے اپنے غلام کو، میں باز نہ رہوں گا جب تک نہ پہنچوں دو دریا کے ملاپ تک، یا چلتا جاؤں قرنوں (سالہا سال)۔

شعرائے عرب سے خطاب

صفحہ ۸۱ میں ہے:

ازاں نورے کہ از قرآں گرفتم
سحر کردم صد و سی سالہ شب را

میں تو صرف قرآن ہی سے مستفیض و مستنیر ہوں اور اسی سے اپنی راتوں کو زندہ کرتا ہوں۔

سورۂ بنی اسرائیل : آیت ۷۸ میں ہے:

إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ۝

بے شک صبح کا قرآن (نماز بھی) پڑھنا ہوتا ہے روبرو۔
اس وقت فرشتے بھی موجود ہوتے ہیں۔

صفحہ ۸۲ میں عرب کے شاعر سے اقبال فرماتے ہیں:

ع مجو غیر از ضمیرِ خویش یاری

اور صفحہ ۸۲ میں ہے:

نوا آں زن کہ از فیضِ تو اُو را
دگر بخشند ذوقِ انقلابے!

اور صفحہ ۸۴ میں ہے:

نوائے آفریں در سینۂ خویش
بہارے می تواں کردن خزاں را

اور صفحہ ۸۵ میں ہے:

چو من پا در بیابانِ حرم نہ
کہ بینی اندرو پہنائے خود را

یعنی ایسا کلام ہونا چاہیے جو قوم میں زندگی اور بیداری پیدا کردے اور اس کے لیے قرآن اور اسلام ہی سے مستفیض ہونا چاہیے (صفحہ ۸۰-۸۱ کی آیتیں دیکھیں)۔

فرزندِ صحرا سے خطاب

صفحہ ۸۵ میں ہے:

فرو ہل خیمہ اے فرزندِ صحرا
کہ نتواں زیست بے ذوقِ رحیلے

نچلا نہیں بیٹھنا چاہیے۔ حرکت اور عمل پیش کرنا چاہیے۔

سورۃ الزمر: آیت ۱۰ میں ہے:

. . . . . قُلْ یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا
رَبَّکُمْ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا حَسَنَۃٌ وَاَرْضُ اللّٰہِ
وَاسِعَۃٌ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝

آپ فرمادیں، اے بندو میرے جو یقین لائے ہو، ڈرو اپنے رب سے۔ جنھوں نے اچھا کام کیا اس دنیا میں، اُن کو ہے بھلائی اور زمین اللہ کی کشادہ ہے۔ ہمت والوں

کو ملتا ہے ان کا اجر بغیر حساب کے۔

سورۃ الملک: آیت ۱۵ میں ہے:

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ

وہی ہے جس نے تمہارے آگے زمین کو پست کیا۔ اب پھر و اس کے کندھوں پر اور کھاؤ اس کی دی ہوئی کچھ روزی۔

سورۂ نوح: آیات ۱۹۔ ۲۰ میں ہے:

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ﴿۱۹﴾ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾

اور اللہ نے بنا دی زمین تمہارے لیے بچھونا تا کہ چلو اس میں کشادہ راستے۔

صفحہ ۸۵ ہی میں ہے:

اگر فقرِ تہی دستاں غیور است
جہانے را تہ و بالا تواں کرد

اگر مسلمان ایسا فقر رکھتا ہے جو اسے غیر اللہ سے بے نیاز کر دے تو وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتا ہے۔ (ع : زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی ـــ "ضربِ کلیم")۔ وہ سوائے اللہ کے کسی کو خاطر میں بھی نہیں لاتا۔

سورۂ ہود: آیت ۱۲۳ میں ہے:

فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ

پس اسی کی عبادت کر اور اسی پر بھروسہ رکھ۔

سورۂ مریم: آیت ۶۵ میں ہے:

فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ

پس اسی کی بندگی کر اور ٹھہرا رہ اسی کی بندگی پر۔

ع طلوعِ آفتاں از کوہ و صحراست

کوہ وصحرا مشکل پسندی سکھاتے ہیں۔

صفحہ ۸۶ میں ہے:

ع جنونِ زیرکے از من فراگیر

جوش اور ولولہ میرے شعر سے پیدا ہوتا ہے۔ صفحہ ۴۳،۴۴ کی آیتیں دیکھیں۔

صفحہ ۸۷ میں ہے:

خوش آں قومے پریشاں روزگارے
کہ زاید از ضمیرش پختہ کارے
نمودش سرے از اسرارِ غیب است
زہر گردے بروں ناید سوارے

کوئی پختہ کار (اہلِ یقین) اگر پیدا ہوتا ہے تو اسے اسرارِ غیب میں سے سمجھنا چاہیے۔ صفحہ ۸۵ کی آیتیں دیکھیں۔

صفحہ ۸۸ میں ہے:

چو بر گیرد زمامِ کارواں را
دہد ذوقِ تجلّی ہر نہاں را
کند افلاکیاں را آنچناں فاش
تہِ پا می کشد نہ آسماں را

صفحہ ۸۵ کی آیتیں یہاں کے لیے بھی کافی ہیں:

خلافت وملوکیت

صفحہ ۸۹ میں ہے:

عرب خود را بہ نورِ مصطفیٰؐ سوخت
چراغِ مردۂ مشرق برافروخت
ولیکن آں خلافت راہ گم کرد
کہ اوّل مومناں را شاہی آموخت!

پہلے خلافت صرف حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ ہدایت سے مستنیر تھی۔ پھر وہ ملوکیت اور شہنشاہی بن گئی جو خلافت کی خلاف ورزی ہے۔

سورۃ المائدہ: آیت ۱۲۰ میں ہے:

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾

اللہ ہی کو ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور جو اُن کے بیچ میں ہے اور وہ ہر چیز پہ قادر ہے۔

سورۃ الرعد: آیت ۴۱ میں ہے:

وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ

اور اللہ حکم دیتا ہے۔ اس کے حکم کو ٹالنے والا کوئی نہیں۔

صفحہ ۹۰ میں ہے:

خلافت بر مقامِ ما گواہی است
حرام است آنچہ برما پادشاہی است

"بانگِ درا" میں ہے:

خریدیں نہ ہم جس کو اپنے لہو سے
مسلماں کو ہے ننگ وہ پادشاہی! الخ

سورۂ آلِ عمران: آیت ۱۹۵ میں ہے:

فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ

وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ

پھر جو لوگ وطن سے چھوٹے اور نکالے گئے اپنے گھروں سے اور ستائے گئے میری راہ میں اور لڑے اور مارے گئے ہیں، اتاروں گا ان سے برائیاں ان کی اور داخل کروں گا جنتوں میں۔

صفحہ ۹۰ میں ہے:

غلامِ فقرِ آں گیتی پناہم
کہ در دینش ملوکیت حرام است

ملوکیت صرف اللہ کی ہے۔ دیکھیں ص۸۹ کی آیتیں۔

صفحہ ۹۱ میں ہے:

مقامش عبدہٗ آمد و لیکن
جہانِ شوق را پروردگار است

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقامِ عبدیت خصوصی ہے اور ہر مقام سے بلند ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلًا

پاک ذات ہے جو لے گیا اپنے عبد کو راتوں رات۔

سورۃ النجم: آیت ۱۰ میں ہے:

فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی ۝

پھر وحی کی اپنے عبد پر جو وحی کی (راز ہی راز ہے)۔

پھر سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۷۹ میں ہے:

عَسٰٓی اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝

شاید کھڑا کرے آپ کو آپ کا رب مقامِ محمود میں۔

تُرکِ عثمانی

صفحہ ۹۱ میں ہے:

نہ پنداری کہ رست از بندِ افرنگ
ہنوز اندر طلسم او اسیر است
خنک مرداں کہ سحرِ او شکستند
بہ پیمانِ فرنگی دل نہ بستند

۲۵۔فروری ۱۹۳۶ء کو علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"ترکوں کے متعلق مایوس نہ ہونا چاہیے۔ان کے ایک خدا پرست جرنیل کے الفاظ ہیں "یہ الحاد کی ہوا آئی ہے کچھ دن کے بعد نکل جائے گی"۔جو کچھ ہوا جذبۂ وطن پرستی بلکہ توران پرستی کا نتیجہ تھا۔

"اب جو عراق، افغانستان، ایران اور ترکی کے معاہدے کی تجویز ہو رہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ترکوں نے "توران پرستی" کو بحیثیت ایک پالیسی کے ترک کر دیا ہے۔ "کافر نتوانی شد ناچار مسلماں شو"۔ حالات اس قسم کے ہیں کہ ترک اسلام کو چھوڑ کر کبھی من حیث القوم سرسبز نہیں ہو سکتے۔باقی یہ بات صحیح ہے کہ ان میں افرنگ زدہ لوگ بکثرت ہیں۔لیکن کیا عجب ہے کہ..... افرنگ زدگی کے سرچشمے ہی کا خاتمہ ہو جائے۔سب کچھ اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے......"[۱۱۹]

سورۃ المجادلہ: آیت ۱۹ میں ہے:

اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ

یاد رکھو، شیطان کی جماعت ہی نقصان اٹھانے والی ہے۔

افرنگ نے ترکوں کو فریب میں رکھا۔ پھر افرنگ کی جماعت کو زک پہنچی۔

پھر صفحہ ۹۲ سے "دخترانِ ملت" کو خطاب ہے:

دل کامل عیار آں پاک جاں برد

کہ تیغ خویش را آب از حیا داد

سورۃ الاحزاب: آیت ۵۹ میں ہے:

یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ؕ

نیچی کر لیا کریں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں۔ اس سے جلد پہچان ہو جایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کریں گی۔

صفحہ ۹۳ میں ہے:

جہاں تابی ز نورِ حق بیاموز

کہ او با صد تجلی در حجاب است

دخترانِ ملت کو حجاب چاہیے۔ سورۃ النور: آیت ۶۰ میں ہے کہ البتہ بوڑھی عورتوں کے لیے حجاب ہونے میں مضائقہ نہیں:

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِیْنَةٍ ؕ وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّ ؕ

اور بڑی بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی کوئی امید نہ رہی ہو اُن کو اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے کپڑے اتار رکھیں بشرطیکہ زینت کا اظہار نہ کریں۔ اور اس سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے لیے اور زیادہ بہتر ہے۔

صفحہ ۹۳ ہی میں ہے:

جہاں را محکمی از اُمّہات است

نہادِ شاں امینِ ممکنات است

مغرب کی وبا چل پڑی ہے کہ امومت کی ضرورت نہیں، حالانکہ اسی سے دنیا قائم ہے والدہ ہی کی بدولت اولاد بڑے عظیم الشان کارنامے انجام دیتی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو کیسی اچھی بشارت سورۃ القصص: آیت ۷ میں دی گئی ہے:

إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝

ہم پھر پہنچا دیں گے اس (موسیٰ) کو تیری طرف اور کریں گے اس کو رسولوں میں سے۔
سورۃ الاحقاف کی آیتیں ۱۵-۱۶ دیکھیں۔

صفحہ ۹۴ میں ہے:

چہ پیش آید، چہ پیش افتاد او را
تواں دید از جبینِ امہاتش!

اس کے لیے اوپر کی آیت (القصص: آیت ۷) کافی ہو سکتی ہے اور اس شعر کے لیے بھی:

بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرؓ بگیری

اسی طرح بہن کی قرأت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ متاثر ہو کر دین کی طرف بڑھے:

تو می دانی کہ سوزِ قرأت تو
دگرگوں کرد تقدیرِ عمرؓ را

والدہ کی طرح بہن بھی عورت تھی جس کی وجہ سے ایسا ہوا۔

عصرِ حاضر

صفحہ ۹۵ میں ہے:

جواناں را بد آموز است ایں عصر
شبِ ابلیس را روز است ایں عصر

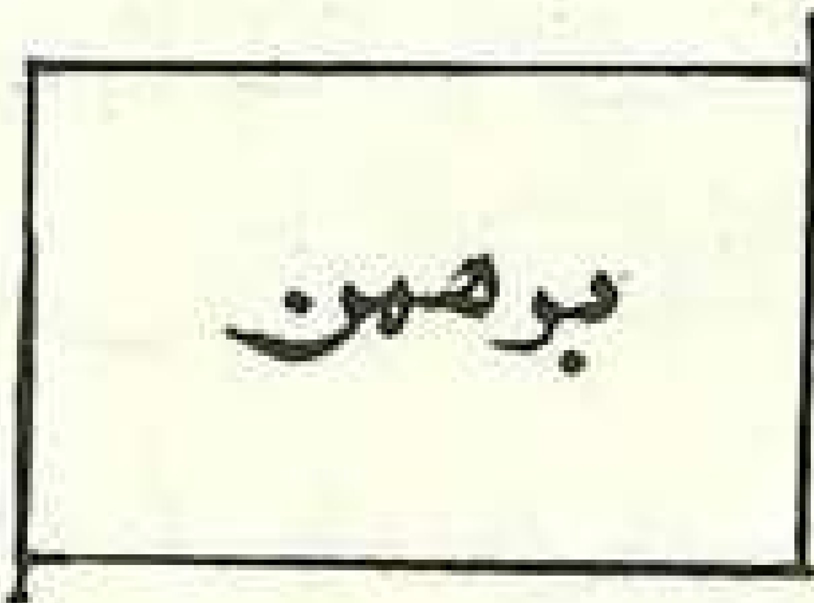
سورۃ المجادلہ: آیت ۱۹ میں ہے:

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ۔

شیطان نے ان پر قابو پا لیا ہے۔ پس اس نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔

صفحہ ۹۶ میں ہے:

بہ تقلیدِ فرنگی پائے کوبی
بہ رگہائے تو آں طغیانِ خوں نیست!



صفحہ ۹۶ ہی میں ہے:

برہمن از بتاں طاقِ خود آراست
تو قرآں را سرِ طاقے نہادی!

برہمن نے اپنے طاق کو بتوں سے سجا لیا اور مسلمان نے قرآن کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔

سورۃ الفرقان: آیت ۳۰ میں ہے:

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝

اور رسولؐ کہیں گے، اے پروردگار، بے شک میری قوم نے اس قرآن کو نظر انداز کر دیا تھا۔

صفحہ ۹۷ میں ہے:

بیک مسجد دو ملّامی نہ گنجد
ز افسونِ بتاں گنجد بیک دیر!

دنیوی ہوا و ہوس کی وجہ سے ہمارے ظاہر بیں علما میں آپس میں اتفاق نہیں ہے۔

سورۃ النّٰزعٰت: آیات ۳۷-۳۹ میں ہے:

فَاَمَّا مَنْ طَغٰىۙ۝ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَاۙ۝ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰىؕ۝

پس جو حد سے بڑھا اور جس نے دنیوی زندگی کو ترجیح دی تو بے شک دوزخ اس کا ٹھکانا ہے۔

تعلیم

صفحہ ۹۸ میں ہے:

تب و تابے کہ باشد جاودانہ
سمندِ زندگی را تازیانہ
بہ فرزنداں بیاموز ایں تب و تاب
کتاب و مکتب افسون و فسانہ!

جوشِ عمل ہی تعلیم کا مقصد ہونا چاہیے۔ ص۸۵ کی آیتیں دیکھیں۔

صفحہ ۹۸ ہی میں ہے:

ز علمِ چارہ سازے بے گدازے
بسے خوشتر نگاہِ پاک بازے
نکو تر از نگاہِ پاک بازے
دِلے از ہر دو عالم بے نیازے

نگاہِ پاک باز بلکہ دلِ بے نیاز کی ضرورت ہے۔

سورہ یوسف: آیت ۱۰۸ میں ہے:

اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ

میں خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ میں بصیرت پر قائم ہوں اور میرے ساتھی بھی۔

صفحہ ۵۸ میں سورۂ ہود: آیت ۱۲۳ اور سورۂ مریم: آیت ۶۵ بھی دیکھیں۔

صفحہ ۹۹ میں ہے:

نہ دارم آں مسلماں زادہ را دوست!
کہ در دانش فزود و در ادب کاست!

ادب اور تزکیہ کے بغیر علم و دانش بے کار ہے۔

سورۃ الشمس: آیت ۹ میں ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝۹

تحقیق مراد کو پہنچا جس نے اس (نفس) کو سنوارا۔

صفحہ ۱۰۰ میں ہے:

بایں مکتب، بایں دانش چہ نازی
کہ ناں در کف نداد و جاں زتن برد

اس تعلیم نے روٹی تو دے دی لیکن جان نکال لی۔ جان اور روح تو دین کے لیے اور عمل کے لیے ہیں۔

سورۃ المجادلہ: آیت ۱۱ میں ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ

اللہ درجے بلند کرے گا ان لوگوں کے جو تم میں ایمان لائے اور اُن کے جنہیں علم دیا گیا۔

دین کا علم یا وہ علم جو دین کے نزدیک صحیح ہے۔[۱۲]

صفحہ ۱۰۱ میں ہے:

مباش ایمن ازاں علمے کہ خوانی
کہ از وے روحِ قومے می تواں کشت

جو علم دین یا قومی روح کے منافی ہو وہ حرام ہے۔

سورۃ الجاثیہ: آیت ۲۳ میں ہے:

۔۔۔۔۔ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً

کیا آپؐ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا رکھا ہے اور اللہ نے اس کو باوجود علم کے (جو صحیح علم نہیں) گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مُہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے

صفحہ ۱۰۳ میں ہے:

تلاشِ رزق ازاں دادند مارا

کہ باشد پر کشودن را بہانہ

حضرت سعدیؒ کہتے ہیں: "خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است۔"

سورۂ ہود: آیت ۶ میں ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا

اور کوئی نہیں پاؤں چلنے والا زمین پر مگر اللہ پر ہے اس کی روزی۔

اللہ نے ہر شخص کی روزی کا ذمہ لیا ہے صرف ذرا سا حیلہ چاہیے اور صرف روزی کو زندگی کا مقصد نہیں بنانا چاہیے۔

صفحہ ۱۰۳ ہی میں ہے:

ع به موج آویزد از ساحل به پرہیز

مشکلات کا مقابلہ کرنے ہی کے لیے انسان پیدا ہوا ہے۔

سورۃ البلد: آیت ۴ میں ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِىْ كَبَدٍ ہم نے بنایا انسان کو محنت میں۔

وہ ساری عمر محنت کرتا ہے اور اسے کرنا چاہیئے۔

صفحہ ۱۰۴ میں ہے:

حرم جز قبلۂ قلب و نظر نیست
طوافِ او طوافِ بام و در نیست
میانِ ما و بیت اللہ رمزیست
کہ جبریلِ امیں را ہم خبر نیست!

سورۃ البقرہ: آیت ۳۰ میں ہے:

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً

مجھ کو بنانا ہے زمین میں ایک نائب۔

اور سورۃ الاحزاب: آیت ۷۲ میں ہے کہ:

حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ

اس (امانت) کو انسان نے اٹھا لیا۔

خلیفہ بننا اور امانتِ الٰہی کو اٹھا لینا انسان ہی کے لیے ہے اور اس میں بڑے اسرار و رموز ہیں جن کی تفسیر اقبال کے نزدیک "قلب و نظر" کی تعمیر ہے۔

صفحہ ۱۰۵ سے "حضورِ عالمِ انسانی" کا باب شروع ہوتا ہے اور اس کے ذیل میں جاوید نامہ کا یہ شعر آتا ہے:

آدمیت احترامِ آدمی
با خبر شو از مقامِ آدمی

سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۷۰ میں ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝ اور البتہ ہم نے

آدم کی اولاد کو بزرگی دی اور ان کو مسلط کر دیا خشکی اور تری پر اور ان کو روزی دی اچھی اچھی چیزوں سے اور ان کو بڑی فضیلت دی بہتوں پر جن کو ہم نے پیدا کیا ہے۔

صفحہ ۱۰۸ میں ہے:

دریں گلشن کہ گلچینی حلال است
تو زخمے از سرِ خارے نداری

مشکلات کا مقابلہ کرنا ہی زندگی ہے۔

صفحہ ۱۰۲ میں سورۃ البلد کی آیت ۴ دیکھیں۔

صفحہ ۱۰۹ میں ہے:

اگر خواہی خدا را فاش بینی
خودی را فاش تر دیدن بیاموز

سورۃ الحشر کی آیت ۱۹ ہے:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنْسٰهُمْ
أَنْفُسَهُمْ ۚ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ﴿١٩﴾

اور اُن جیسے مت ہو جاؤ جنہوں نے بھلا دیا اللہ کو، پھر اُس نے بھلا دیے اُن کو اُن کے جی۔ وہ لوگ وہی ہیں بے حکم۔

یعنی خدا کو نہ بھولو گے تو خود کو پہچان سکو گے، ورنہ نہیں۔

صفحہ ۱۱۰ میں ہے:

تو شاہینی ولیکن خویشتن را
نگیری تا بہ دامِ خود نیائی

اگر خود کو پہچانو گے تو شاہین کی طرح بلند پرواز اور تیز نگاہ ثابت ہو گے۔ سورۃ الحشر

کی آیت ۱۹ سے یہاں بھی استدلال کیا جا سکتا ہے۔ پیر بلند پر وازی تو انسان میں ودیعت کی گئی ہے۔

سورۃ الجاثیہ: آیت ۱۳ میں ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ

اور مسخر کیے گئے تمہارے لیے جو کچھ ہیں آسمانوں میں اور زمین میں سب اس کی طرف سے۔

صفحہ ۱۱۰ ہی میں ہے:

حیاتِ جاوداں اندر یقین است
رہِ تخمین و ظن گیری، ہمیدی!

سورۃ النجم: آیت ۲۸ میں ہے:

وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا

اور ظن و تخمین حقیقت کی تلاش میں کچھ کام نہیں دیتے۔

اسی صفحے میں ہے:

مرا کافر کند اندیشۂ رزق
ترا کافر کند علمِ کتابی!

کوئی رزق کی وجہ سے اور کوئی علمِ کتابی کی وجہ سے خدا کو بھول گیا ہے۔

سورۃ الفاتحہ: آیت ۱ میں ہے کہ:

"وہی رب العالمین ہے"۔

اور سورۃ الانعام: آیت ۸۱ میں ہے:

وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا

پھیل گیا ہے میرا رب ہر چیز پر علم سے۔

یعنی تمام چیزیں اس کے علم کے احاطے میں ہیں۔

صفحہ ۱۱۱ میں ہے:

بگیر از ما کہن صحرا نوردان
بہ پشتِ خویش بردن بارِ خود را

سورۃ الانعام: آیت ۱۶۴ میں ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى

اور بوجھ نہ اٹھائے گا ایک شخص دوسرے کا۔

صفحہ ۱۱۱ ہی میں ہے:

ز تاویلاتِ مُلّایاں نکو تر
نشستن با خود آگاہے دمے چند

آجکل نیم مُلّاں لوگوں نے اپنے اغراض کے لیے قرآن کی نئی نئی تاویلات کی ہیں۔ ان تاویلات کو سُننے سے بہتر یہ ہے کہ خود ہی تنہائی میں قرآن پر غور و فکر کرے۔

سورۃ القصص: آیت ۵۰ میں ہے:

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ

اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اپنی خواہش کی پیروی کرے اللہ کی ہدایت کے بغیر۔

صفحہ ۱۱۲ میں ہے:

حکیماں را دریں اندیشہ بگذار
شرر از تیشہ خیزد یا ز سنگ است؟
مشو در چار سوے ایں جہاں گم
بخود باز آو بشکن چار سو را

فلسفی کی طرح دنیا بھر کی باتیں سوچنا بے کار ہے۔ فلسفی سوچتا ہے کہ چنگاری تیشہ سے نکلتی ہے یا پتھر سے۔ تو ایسی سوچ سے اسے یا کسی اور کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ وہ خود کو پہچانے کہ وہ اطراف و اکنافِ عالم کو مسخر کر سکتا ہے اور چاہیے کہ وہ ایسا کرے۔

صفحہ ۱۱۰ کی آیتیں یہاں بھی کافی ہیں۔

صفحہ ۱۱۲ میں ہے:

تو اے موجِ اضطراب خود نگہدار
کہ دریا را متاعِ خانہ از تست

موج میں حرکت اور اضطراب نہ ہو تو سمندر کو کوئی سمندر نہ کہے۔ عمل اور حرکت ہی سے زندگی کا ثبوت ملتا ہے۔

سورۃ الاحقاف: آیت ۱۹ میں ہے:

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا

اور ہر ایک کے رتبے ان کے اعمال کے مطابق ہیں۔

صفحہ ۱۱۴ ہی میں ہے:

بہ نورِ دوش بیں امروزِ خود را
ز دوش امروز را نتواں ربودن

سورۃ یوسف: آیت ۱۱۱ میں ہے:

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ

البتہ ان کے احوال سے قیاس کرنا ہے عقل والوں کو۔

یعنی ماضی سے حال کے لیے سبق ملتا ہے۔

صفحہ ۱۱۵ میں ہے: ولیکن طرحِ فردائے تواں ریخت
اگر دانی بہائے ایں دمے چند!

اوپر ہی کی آیت (یوسف : ۱۱۱) دیکھیں۔
صفحہ ۱۱۶ میں ہے :

تہ و بالا کن این عالم کہ در وے
قمارے می برد نامرد از مرد

زندگی کا ثبوت عمل سے ملتا ہے اور عمل والے ہی کو مرد کہا جا سکتا ہے۔
صفحہ ۱۱۳ میں سورۃ الاحقاف کی آیت ۱۹ کا حوالہ آچکا ہے۔

صفحہ ۱۱۶ ہی میں ہے :

بروں کن کینہ را از سینۂ خویش
کہ دُودِ خانہ از روزن بروں بہ
زکشتِ دل مدہ کس را خراجے
مشو اے دہ خدا غارت گرِ دہ

اللہ پاک نے ہم کو کینہ و بغض کے خلاف دعا بھی سکھائی ہے۔ (سورۃ الحشر: ۱۰) :

وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ⑩

اور نہ رکھ ہمارے دل میں کینہ ایمان والوں کا، اے رب، تو ہی نرمی والا مہربان ہے۔

اسی صفحے میں ہے :

نشانِ مردِ حق دیگر چہ گویم
چو مرگ آید تبسم بر لبِ اوست !

سورۃ النجم : آیات ۴۳۔۴۴ میں ہے :

وَأَنَّهُ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَىٰ ﴿۴۳﴾ وَأَنَّهُ هُوَ أَمَاتَ وَأَحْيَا ﴿۴۴﴾

اور یہ کہ وہی ہے ہنساتا اور رلاتا اور یہ کہ وہی ہے مارتا اور جلاتا۔

اللہ کے نیک بندوں کو صحیح خوشی وہی دیتا ہے اور بُرے لوگوں کو ان کی بداعمالی سے وہی رُلائے گا۔

صفحہ ۱۱۷ میں ہے:

دلِ ما آتش و تن موجِ دُودش

تپیدن دم بدم سازِ وجودش

بذکرِ نیم شب جمعیتِ او

چو سیمابے کہ بندو چوبِ عُودش

سورۃ الذاریت: آیات ۱۷، ۱۸ میں شب بیدار متقین پر اللہ کے انعامات کا ذکر ہے۔

كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾

وہ تھے رات کو تھوڑا سوتے اور صبح کے وقت معافی مانگتے۔

یہ دل کی بیداری کا ثبوت ہے اور دل کی غفلت اس کے برعکس ہے۔ یعنی رات کو خوب سونا اور کبھی اللہ سے معافی نہ مانگنا۔

صفحہ ۱۱۸ میں ہے:

دل ما گرچہ اندر سینۂ ماست

ولیکن از جہانِ ما برون است

دل کی بیداری یہ بھی ہے کہ انسان اپنے تن سے باہر بھی دیکھے اور یہ کہ اُسے کیا کرنا ہے۔

سورۃ الحشر: آیت ۱۸ میں ہے:

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ

اور چاہیے کہ ہر نفس دیکھتا رہے کہ اس نے کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے۔

صفحہ ۱۲۰ میں ہے:

جہانِ دل جہانِ رنگ و بُو نیست

درو پست و بلند و کاخ و کُو نیست

زمین و آسمان و چار سُو نیست

دریں عالم بجز اللہ ھُو نیست!

دل کی دنیا میں صرف اللہ ہے اور غیر اللہ کے لیے کوئی جگہ نہیں۔

سورۃ القصص: آیت ۸۸ میں ہے:

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ

اور مت پکڑو اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود۔

سورۃ الحج: آیت ۱۲ میں ہے:

یَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَضُرُّهٗ وَمَا لَا یَنْفَعُهٗ

پکارتا ہے اللہ کے سوا کسی اور کو جو اس کا برا کرتا اور نہ اس کا بھلا کرتا۔

صفحہ ۱۲۰ ہی میں ہے:

؏ محبت چیست؟ تاثیرِ نگاہیست

سورۂ آل عمران: آیت ۱۵۹ میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ

تو یہ اللہ کی رحمت ہے کہ آپ ان کے لیے نرم دل ملے۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم دلی نے ایک عالم کو ہمیشہ کے لیے اپنا گرویدہ بنا لیا ہے اور اللہ پاک بھی تو ایسا ہی رحیم ہے۔

سورۃ الانعام: آیت ۵۴ میں ہے:

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ — تمہارے رب نے اپنے اُوپر

رحمت لازم کرلی ہے۔

صفحہ ۱۲۱ سے ۱۲۲ تک بے خودی کی تشریح ہے۔ صفحہ ۱۲۲ میں ہے:

کفِ خاکے کہ دارم از درِ اوست
گل و ریحانم از ابرِ ترِ اوست
نہ "من" را می شناسم من، نہ او را
ولے دانم کہ "من" اندر برِ اوست

"میں" اور خودی ساتھ ساتھ ہیں لیکن وہ نہیں جس میں تکبر ہے بلکہ خود شناسی اور خودنگری چاہیے۔ سورۃ الذاریت کی آیتیں ۲۰ - ۲۱ اوپر آچکی ہیں، یعنی:

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ ۝ وَفِي أَنْفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے خود تمہارے اندر۔ کیا تم کو سوجھ نہیں؟

صفحہ ۱۲۳ میں ہے:

عمر کند ہر قوم پیدا مرگِ خود را

اگر قوم عمل نہیں کرے گی تو خود ہی مرجائے گی اور اگر عمل کرے گی تو زندہ رہے گی۔

سورۃ الرعد: آیت ۱۱ میں ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

(خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا) حالی

صفحہ ۱۲۳ ہی میں ہے:

شنیدم مرگ بازداں چنیں گفت
چہ بے نم چشم آں کز رگل بر اید

چو جان او بگیرم شرمسارم
ولے او را ز مردن عار نابد!

ملک الموت کو مسلمانوں کی روح قبض کرنے میں شرمساری محسوس ہوتی ہے لیکن افسوس کہ خود مسلمان کو شرمندگی محسوس نہیں ہوتی جب اس کی روح قبض ہوتی ہے کہ اس نے کوئی عمل پیش نہیں کیا۔

سورۂ بنی اسرائیل: آیت ٣٦ میں ہے:

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ﴿٣٦﴾

بے شک کان، آنکھ اور دل ان سب سے پوچھ ہوگی۔

صفحہ ١٢٤ میں ہے:

بغیر از جانِ ما سوزے کجا بود
ترا از آتشِ ما آفریدند

شیطان سے خطاب ہے کہ تجھ میں یہ سوز اور گرمی انسان ہی کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ اگر تُو سجدہ کر لیتا تو یہ گرمی تجھ میں پیدا نہ ہوتی۔

سورۃ البقرہ: آیت ٣٤ میں ہے:

اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٣٤﴾

اس نے قبول نہ رکھا اور تکبر کیا اور وہ تھا منکروں میں سے۔

انسان کی خلافت کا ذکر بھی اسی سورۃ البقرہ: آیت ٣٠ میں ہے اور اس سلسلے کے واقعات بھی اسی کے ساتھ آتے ہیں۔ اقبال اُس شیطان کو شیطان ہی نہیں سمجھتے جو بے عمل اور کمزور انسان کو فریب دیتا ہے۔

صفحہ ١٢٧ میں ہے:

من او را مُردہ شیطانے شمارم
کہ گیرد چوں تو نخچیرِ زبونے

صفحہ ۱۲۸ میں ہے :

بہ ایں نوزادہ ابلیساں نسازد
گنہگارے کہ طبعِ او غیور است

مسلمان اگر غیرتمند ہے تو گناہ گار ہونے کے باوجود وہ نئے نئے (مغرب کے) شیطانوں کے فریب میں نہیں آسکتا۔ ایسے مسلمان (غیرتمند) کے لیے یوں سمجھنا چاہیے کہ :

اَلَّذِیۡنَ یَجۡتَنِبُوۡنَ کَبٰٓئِرَ الۡاِثۡمِ وَالۡفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ (النجم : ۳۲)

وہ لوگ ایسے ہیں کہ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں، سوائے کچھ آلودگی کے۔

بہ یارانِ طریق

صفحہ ۱۳۱ میں ہے :

قلندر جرّہ بازِ آسمانہا
بہ بالِ او سبک گردد گرانہا

صفحہ ۱۱۰ میں سورۃ الجاثیہ کی آیت ۱۳ دیکھیں اور سورۂ لقمان کی آیت ۲۰ بھی دیکھیں۔

صفحہ ۱۳۲ میں ہے :

مرا از منطق آید بوئے خامی
دلیلِ او دلیلِ ناتمامی!

سورۃ النجم : آیت ۲۸ میں ہے :

وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغۡنِیۡ مِنَ الۡحَقِّ شَیۡـًٔا

اور ظن و تخمین حقیقت کی تلاش میں کچھ کام نہیں دیتے۔

صفحہ ۱۲۴ میں ہے:

دو صد دانا دریں محفل سخن گفت
سخن نازک تر از برگِ سمن گفت
ولے با من بگو آں دیدہ ورکیست
کہ خارے دید و احوالِ چمن گفت!

اس محفل میں بہت سے شعراء ہیں لیکن ایسے نہیں جو مشکلات میں راحتوں کے حصول کا سبق دیتے ہیں۔

صفحہ ۱۳۱ کی آیتیں دیکھیں۔

صفحہ ۱۲۶ میں ہے:

ع زمیں را آسمانِ خود ندانم!

اپنی زمین کو میں اپنا آسمان قرار نہیں دیتا بلکہ جوشِ عمل کا پیام دیتا ہوں اور بڑے بڑے کارنامے چاہتا ہوں۔ بالائے سر رہا تو ہے نام اس کا آسماں۔ زیرِ پر آگیا تو یہی آسماں، زمیں

یہاں بھی صفحہ ۱۳۱ کی آیتیں مفید ہیں۔

صفحہ ۱۲۷ میں ہے:

دو صد بُو حامد و رازی نیرزد
بنادانے کہ چشمش راہ بین است!

علم سے زیادہ عمل کی ضرورت ہے۔

سورۃ المجادلہ: آیت ۱۱ میں ہے:

. . . . . . يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ

اللہ درجے بلند کرے گا اُن لوگوں کے جو تم میں ایمان لائے اور اُن کے جنہیں

علم دیا گیا اور اللہ اس سے جو تم عمل کرتے ہو، خوب واقف ہے۔
یعنی ایمان اور اس کے علم کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے بلکہ اللہ تو عمل کو دیکھتا ہے۔

صفحہ ۱۳۸ میں ہے:

ہمیں یک چوبِ نَے سرمایۂ من
نہ چوبِ منبرے نَے چوبِ دارے

یہ چوبِ نَے (بانسری) یعنی آواز جو عمل کے لیے اٹھ رہی ہے اس کی زیادہ ضرورت ہے۔

سورۂ ابراہیم: آیت ۲۷ میں ہے:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ

اللہ پاک ایمان والوں کو دنیوی اور اُخروی زندگی میں صحیح و محکم بات (کلمۂ طیبہ) پر ثابت قدم رکھتا ہے۔

صفحہ ۱۳۹ میں ہے:

بدوشِ منعمِ بے دین و دانش
قبائے نیست، پالانِ حریر است!

سورۃ الانفال: آیت ۵۵ میں ہے:

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ

بے شک بدتر سب جانداروں میں، اللہ کے نزدیک، وہ ہیں جو منکر ہوئے، پھر وہ ایمان نہیں لائے۔

صفحہ ۱۴۰ میں ہے:

ع مقامِ عشق منبر نیست، دار است

عشق محض مشکلات کی دعوت دیتا ہے۔ صفحہ ۱۰۲ میں سورۃ البلد کی آیت ۴ دیکھیں۔

صفحہ ۱۴۲ میں ہے:

فرنگی را دلے زیر نگیں نیست
متاع او ہمہ ملک است دیں نیست

سورۃ القصص: آیت ۵۰ میں ہے:

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ

اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اپنی خواہش کی پیروی کرے اللہ کی ہدایت چھوڑ کر۔

صفحہ ۱۴۲ میں ہے:

خدا اندر قیاسِ ما نہ گنجد
شناس آں را کہ گوید ما عرفناک

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما عرفناک حق معرفتک ۝

ہم نے تجھ کو نہیں پہچانا جیسا کہ تیرے پہچاننے کا حق ہے۔

خدا کو اگر نہیں پہچانتے تو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لو جو باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں:

لولاک لما خلقت الافلاک

اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو بھی پیدا نہ کرتا۔

سورۂ سبا: آیت ۲۸ میں ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا

اور (اے محمد) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر سارے انسانوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر۔

صفحہ ۱۴۴ میں ہے:

قبائے لا الٰہ خونیں قبا است
کہ بر بالائے نامرداں دراز است

لا الٰہ الا اللہ کہنے والا غیر اللہ کو خاطر میں نہیں لاتا اور ایسا ایمان ہو تو کمزور بھی طاقت ور بن سکتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے مشکل پسندی اور سخت کوشی کا کیسا اچھا پیام دیا ہے ــ

سورۃ الکھف: آیت ۶۰:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰیٓ
اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا۝

اور (یاد کرو) جب موسیٰؑ نے کہا اپنے غلام سے کہ میں ہرگز باز نہ رہوں گا جب تک نہ پہنچوں دو دریا کے ملاپ تک یا چلتا جاؤں قرنوں (سالہا سال)۔

صفحہ ۱۴۵ میں ہے:

نداند کشتۂ ایں عصرِ بے سوز
قیامت ہا کہ در قد قامتِ اوست

تکبیر "اللہ اکبر" اور اقامت "قد قامت الصلوٰۃ" کا مقصد یہی ہے کہ غیر اللہ سے بیزاری اختیار کی جائے۔ صرف زبان سے کہہ لینا کافی نہیں ہے بلکہ اس نماز کی حقیقت کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ابھی صفحہ ۱۴۴ کی آیت آ چکی ہے۔ وہی یہاں بھی کافی ہے۔

صفحہ ۱۴۶ میں ہے:

ازاں کشتِ خرابے حاصلے نیست
کہ آب از خونِ شبیرے ندارد!

صرف وہی کھیتی مفید ہے جو کسی شبیر کے خون سے سینچی گئی ہو، یعنی ہر ایسے حاکم سے بیزاری ہونی چاہیے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے بیزار ہے۔

سورۃ النسآء: آیت ۵۹ میں ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا
الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ

اے ایمان والو۔ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اور جو تم میں سے حاکم ہو (یعنی ایمان والوں میں سے حاکم ہو اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتا ہو)۔

اگر حاکم ایسا نہیں ہے تو پھر اس کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا یہی پیام ہے۔

"ارمغانِ حجاز" کی اردو نظمیں

صفحہ ۵ میں ابلیس کہتا ہے:

۱۔ میں نے دکھلایا فرنگی کو ملوکیت کا خواب

۲۔ میں نے توڑا مسجد و دیر و کلیسا کا فسوں

۳۔ میں نے ناداروں کو سکھلایا سبق تقدیر کا

۴۔ میں نے منعم کو دیا سرمایہ داری کا جنوں!

۱۔ فرنگی نے ملوکیت پہ زور دے رکھا ہے جو غصب کرنا چاہتی ہے۔ سورۃ الکہف: آیت ۹،
میں ایک بادشاہ کا ذکر ہے کہ:

يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا

وہ لے لیتا ہر کشتی چھین کر۔

۲۔ دین سے بیزاری پیدا کر دی

سورۃ المجادلہ: آیت ۱۹ میں ہے:

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ   شیطان نے

ان پر قابو پا لیا ہے۔ پس اس نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔

۳۔ نادار لوگ تقدیر کے قائل ہو گئے [illegible] سے کو [illegible] ہو گا۔ اس لیے ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ گئے ہیں۔

سورۃ النجم : آیت ۳۹ میں ہے :

لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝

نہیں ہے انسان کے لیے مگر وہ جس کی سعی کی۔

۴۔ سورۃ الھمزہ اسی سرمایہ داری کے خلاف ہے :

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝

يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ

بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کے لیے جو پس پشت عیب نکالنے والا ہو اور رُو در رُو طعنہ دینے والا ہو۔ جو مال جمع کرتا ہو اور اس کو بار بار گنتا ہو۔ وہ خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا۔

صفحہ ۱۶ میں ابلیس کا پہلا مشیر کہتا ہے :

۱۔ ہے ازل سے ان غریبوں کے مقدر میں سجود
ان کی فطرت کا تقاضا ہے نمازِ بے قیام

۲۔ یہ ہماری سعیِ پیہم کی کرامت ہے کہ آج
صوفی و مُلّا ، ملوکیت کے بندے ہیں تمام!

۳۔ طبعِ مشرق کے لیے موزوں یہی افیون تھی
ورنہ 'قوالی' سے کچھ کمتر نہیں 'علمِ کلام'

۱۔ غلامی سیکھ لینے کے بعد قوم ہر اس چیز سے بچنا چاہتی ہے جس کا مقصد "قوتِ نفس اور روحِ انسانی" کا ترفع ہو۔ اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ سے رشتہ جوڑنے سے یہی نتیجہ

نکلتا ہے حالانکہ سورۃ الذاریات : آیت ۵۶ میں ہے :

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ

اور میں نے نہیں پیدا کیا جن اور انسان کو مگر یہ کہ میری ہی عبادت کریں (یعنی اللہ کے آگے جھکنے کے لیے پیدا کیا تھا، غیر اللہ کے آگے نہیں)۔

۲۔ آجکل کے صوفی اور مُلّا بھی غلام بن گئے ہیں اور اپنا منصب چھوڑ چکے ہیں۔ ان کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ غیر اللہ کے غلام بن جائیں۔ سورۃ المجادلہ : آیت ۲۲ میں ہے :

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ

جو لوگ اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ان کو تو ایسا نہیں پائے گا کہ وہ محبت کریں ان سے جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہوں۔ اگرچہ وہ انکے باپ ہوں یا ان کے بیٹے ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کے رشتہ دار ہوں۔

۳۔ آجکل توحید کو صرف علم کلام یا قوالی سمجھ لیا گیا ہے۔ یہ عمل کی چیز ہے یعنی صرف اللہ کو طاقت سمجھنا توحید ہے۔

سورۃ القصص : آیت ۸۸ میں ہے :

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ — اور مت پکار اللہ کے سوا کوئی اور حاکم۔

ابلیس کا پہلا مشیر یہ بھی کہتا ہے کہ اب حج بھی محض رسم رہ گیا ہے اور جہاد کو غلام احمد قادیانی نے حرام قرار دے دیا ہے۔ یہ سب شیطان کی فتح ہے۔

صفحہ میں پھر یہی مشیر یہ کہتا ہے :

؎ ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس
گویا ملوکیت اور جمہوریت ہم مقصد ہیں۔

؎ کہ از مغز دو صد خر فکر انسانی نمی آید

علم کے دعوے دار صرف اپنی پارٹی کی حمایت کرتے ہیں خواہ وہ حق پر ہو یا نہ ہو۔
سورۃ البقرہ: آیت ۱۴ ایسے ہی لوگوں کے متعلق ہے:

وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ

اور جب وہ اکیلے جائیں اپنے شیطانوں کے پاس تو کہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔

صفحہ ۱ میں پھر تیسرا مشیر یہ کہتا ہے کہ جمہوریت میں "روحِ سلطانی" کو صرف یہودیوں کی شرارت کے جواب کے طور پر پوشیدہ کر کے دکھایا ہے۔ پھر رومۃ الکبریٰ[۱۴] کی سیاست کا ذکر ہے کہ وہ "معصومانِ یورپ" جو دنیا کے بنجر سے بھی بغیر خراج لیے باز نہیں آتے، ان کو مسولینی کی غارت گری پر کیوں اعتراض ہے؟

پھر ایک مشیر کہتا ہے (صفحہ ۱۰):

وہ یہودی فتنہ گر، وہ روحِ مزدک کا بروز
ہر قبا ہونے کو ہے اُس کے جنوں سے تار تار

پھر ابلیس ان مشیروں کو جواب دیتا ہے کہ یہ سب "امامانِ سیاست" اور "کلیسا کے شیوخ" میری ایک ہُو سے احمق بنائے جا سکتے ہیں لیکن مجھے ڈر ہے تو صرف اس امتِ مسلمہ سے جس میں خال خال اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں۔

صفحات ۱۲-۱۳ میں ہے:

۱۔ خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ
کرتے ہیں اشکِ سحر گاہی سے جو ظالم وضو

۲۔ عصرِ حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبرؐ کہیں

۳۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب
پادشاہوں کی نہیں، اللہ کی ہے یہ زمیں

۴۔ چشمِ عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں تو خوب
یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محرومِ یقیں!

۵۔ ہے یہی بہتر الٰہیات میں اُلجھا رہے
یہ کتاب اللہ کی تاویلات میں اُلجھا رہے

۱۔ قرآن شب بیداری کی تعلیم دیتا ہے کہ اس طرح انسان کی خفتہ صلاحیتیں بیدار ہوتی ہیں:
سورۃ المزمل: آیت ۶ میں ہے:

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيلًا۝

بے شک رات کا اٹھنا خوب موثر ہے کچلنے میں (نفس کے) اور بات خوب ٹھیک نکلتی ہے۔

۲۔ سورۃ آلِ عمران: آیت ۱۱۰ میں ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ
بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

تم بہترین اُمت ہو جو انتخاب کی گئی ہے لوگوں کے لیے۔ تم حکم دیتے ہو اچھے کاموں کا اور روکتے ہو ناپسندیدہ کاموں سے اور اللہ پہ ایمان رکھتے ہو۔

۳۔ یہی دین یہ تعلیم بھی دیتا ہے کہ یہ زمین اللہ کی ہے بادشاہوں کی نہیں۔
سورۃ الحدید: آیت ۵ میں ہے:

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ۝

اسی کو حکومت آسمانوں کی اور زمین کی اور اللہ ہی تک ... پہنچتے ہیں سب کام۔

سورۂ محمد: آیت ۳۸ میں ہے:

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ

اور اگر تم پھر جاؤ گے (اللہ کے طریقے سے) تو وہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو بدل لائے گا۔ پھر وہ لوگ تمہاری طرح نہ ہوں گے۔

۴۔ شیطان خوش ہے کہ مسلمان مسلمان نہیں رہا اور خدا پر پورا یقین نہیں رکھتا۔

سورۃ الفرقان: آیت ۵۸ میں اس کے لیے ارشاد ہے:

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ

اور بھروسا کر ہمیشہ زندہ رہنے والے پر جو نہیں مرے گا اور تسبیح کر اس کی حمد کے ساتھ۔

۵۔ آج کا مسلمان توحید کو علمِ کلام کا ایک مسئلہ سمجھتا ہے یا قوالی سمجھتا ہے حالانکہ صرف اللہ کو ماننا اور غیر اللہ کو پسِ پشت ڈالنا ہی توحید کا مقصد ہے۔

سورۃ المائدہ: آیت ۳ میں ہے:

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ

پس اُن سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔

ابلیس پھر آج کے مسلمان کے لیے کہتا ہے (صفحہ ۱۴):

ہے وہی شعر و تصوّف اس کے حق میں خوب تر
جو چھپا دے اس کی آنکھوں سے تماشائے حیات!

جو شعر اور تصوف انسان کو سُلا دے اور زندگی (بیداری) سے دور کر دے ابلیس کے نزدیک پسندیدہ ہے۔

سورۃ النور میں ہے:

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ
بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ   مسلمانوں کا قول

جب ان کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف بلایا جاتا ہے، یہ ہے کہ وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے سُن لیا اور مان لیا۔ اور ایسے لوگ فلاح پائیں گے۔

یعنی مسلمانوں کی بات تو یہی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنی ہر بات میں رجوع کرتے ہیں۔

صفحہ ۱۵ میں ہے:

غیرت ہے بڑی چیز جہانِ تگ و دو میں

پہناتی ہے درویش کو تاجِ سرِ دارا

سوائے اللہ کے کسی کا محتاج نہ ہونا بہت بڑی قوت کا جذبہ ہے۔ سورۃ القصص: آیت ۸۸ میں ہے:

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ

اور اللہ کے سوا کسی اور کو حاکم نہ پکار۔

بڑی بے غیرتی ہے کہ کوئی اللہ کا ہو کر اللہ کے علاوہ دوسروں کا محتاج ہو۔

صفحہ ۱۵ ہی میں ہے:

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر

ہر فرد ہے ملّت کے مقدر کا ستارا

اور "بانگِ درا" میں بھی ہے:

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں

موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

سورۃ العصر کی آیتیں ہیں:

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

زمانے کی قسم (زمانے کی تاریخ دیکھ لو) بے شک انسان خسارے میں ہے مگر جو یقین لائے اور عمل صالح کیے اور آپس میں تقیدّ کیا حق کا اور آپس میں تقید کیا صبر کا۔

یعنی ہر فرد کو چاہیے کہ ایمان اور عملِ صالح اختیار کرے اور جماعت کو چاہیے کہ حق اور صبر کی آپس میں تاکید اور وصیت کرے۔

صفحہ ۱۶ میں ہے:

دیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملّت
ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارا

سورۃ البقرہ: آیت ۱۶ میں ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ۝

وہی ہیں جنھوں نے خرید کی ہدایت کے بدلے گمراہی۔ تو نفع نہ لائی ان کی تجارت اور نہ وہ راہ پا سکے۔

صفحہ ۱۶ ہی میں ہے:

دنیا کو ہے پھر معرکۂ روح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو اُبھارا!

نئی تہذیب نے بدن پرستی اور خود غرضی کو اپنا مقصدِ حیات بنا لیا ہے۔

سورۂ طٰہٰ: آیت ۱۳۱ میں ہے:

...... وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى۝

تو نہ دوڑا اپنی نگاہوں کو ان چیزوں کی طرف جن سے ہم نے مختلف قسم کے

لوگوں کو بہرہ مند کیا ہے (یعنی) دنیوی زندگی کی آرائش کی طرف۔ یہ اس لیے کہ ہم اس میں اُن کو آزمائیں اور تیرے رب کا رزق بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

سورۃ المنفقون کی آیت ۹ بھی دیکھیں۔

صفحہ ۱۸ میں ہے:

خبر، عقل و خرد کی ناتوانی
نظر، دل کی حیاتِ جاودانی

ناقص علم اور فلسفہ محض ناتوانی ہے کیونکہ یقین سے دُور ہے۔

سورۃ النجم: آیت ۲۸ میں ہے:

اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغۡنِیۡ مِنَ الۡحَقِّ شَیۡئًا

بے شک ظن و تخمین حقیقت کی تلاش میں کچھ کام نہیں دیتے۔

لیکن نظر اور بصیرت ہی سے صحیح زندگی ہے۔

سورۂ یوسف: آیت ۱۰۸ میں ہے:

قُلۡ هٰذِهٖ سَبِيۡلِىۡۤ اَدۡعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ‌ عَلٰى بَصِيۡرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِىۡ

آپ فرما دیں کہ یہ میرا طریق ہے۔ میں خدا کی طرف اس طور پر بلاتا ہوں کہ میں بصیرت (دلیل) پر قائم ہوں، میں بھی اور میرے ساتھی بھی۔

صفحہ ۲۰ میں ہے:

مر کے جی اٹھنا فقط آزاد مردوں کا ہے کام
گرچہ ہر ذی روح کی منزل ہے آغوشِ لحد

سورۃ النجم: آیت ۳۱ میں ہے:

وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِۙ لِيَجۡزِىَ الَّذِيۡنَ اَسَآءُوۡا بِمَا عَمِلُوۡا

وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى

اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ انجام کار یہ ہے کہ بُرا کام کرنے والوں کو اُن کے کام کے عوض میں جزا دے گا اور نیک کام کرنے والوں کو ان کے نیک کاموں کے عوض میں جزا دے گا۔

آخرت میں وہی خوش ہوں گے جو اللہ کی مغفرت سے نوازے جائیں گے۔ اوپر کے شعر کے برعکس ایک غلام اور محکوم سے اس کی قبر بھی پناہ مانگتی ہے۔

صفحہ ۲۱ میں ہے:

ع الحذر محکوم کی میت سے سو بار الحذر

سورۃ الانعام: آیت ۱۲۲ میں ہے:

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا

ایسا شخص جو پہلے مردہ تھا ہم نے اس کو زندہ بنا دیا اور ہم نے اس کو ایک ایسا نور دیا کہ وہ اس کو لیے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے۔ کیا ایسا شخص اُس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کی حالت یہ ہے کہ وہ تاریکیوں میں ہے، اُن سے نکلنے ہی نہیں پاتا۔

آزاد مرد اور محکوم مرد کی بہت اچھی مثال ہے۔

صفحہ ۲۲ میں ہے:

ع 'شاہ' ہے برطانوی مندر میں اک مٹی کا بُت

صحیح معنوں میں یہ شاہ نہیں بلکہ "معزول" شاہ ہے جسے شہنشاہ کہا جا رہا ہے۔

سورۃ النحل: آیت ۷۵ میں ہے:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ اللہ تعالیٰ ایک

مثال بیان کرتا ہے کہ ایک غلام ہے جو دوسروں کے بس میں ہے کہ وہ کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔

صفحہ ۲۳ میں ہے:

یہ علم، یہ حکمت، یہ سیاست، یہ تجارت
جو کچھ ہے وہ ہے فکرِ ملوکانہ کی ایجاد!

تن پروری اور سرمایہ داری کے لیے آجکل کے علم و حکمت اور سیاست و تجارت کو استعمال کیا جارہا ہے۔

سورۃ العنکبوت: آیت ۳۸ میں ہے:

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ

اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی نظر میں مستحسن کر دیا اور ان کو راہ سے روک دیا۔

صفحہ ۲۵ میں ہے:

خودی ہے زندہ تو ہے موت اک مقامِ حیات
کہ عشق موت سے کرتا ہے امتحانِ ثبات!

ابھی صفحہ ۲۰ میں سورۃ الانعام کی آیت ۱۲۲ آچکی ہے وہ یہاں بھی کافی ہے۔

صفحہ ۲۸ میں ہے:

روشن تو وہ ہوتی ہے، جہاں بیں نہیں ہوتی
جس آنکھ کے پردوں میں نہیں ہے نگہِ پاک!

سورۃ الاعراف: آیت ۱۷۹ میں ہے:

وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا

اور ان کے پاس آنکھیں ہیں (لیکن) ان سے دیکھتے نہیں۔

صفحہ ۳۰ میں ہے:

رہے تیری خدائی داغ سے پاک
مرے بے ذوق سجدوں سے حذر کر!

اگر سجدہ بے ذوق و شوق ہے تو مسلمان کے لیے باعثِ ننگ ہے۔

سورۃ الماعون: آیات ۴۔۷ میں ہے:

. . . . فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ

تو ایسے نمازیوں کے لیے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھے ہیں۔ جو ایسے ہیں (کہ جب نماز پڑھتے ہیں تو) ریاکاری کرتے ہیں اور برتنے کی چیز (یا زکوٰۃ) نہیں دیتے۔

صفحہ ۳۰ ہی میں ہے:

حذر اُس فقر و درویشی سے، جس نے
مسلماں کو سکھا دی سربزیری!

علامہ اقبال ایک جگہ لکھتے ہیں:

"صوفیہ اسلام سے بے پروا اور حکام کے تصرف میں ہیں"[۱۵]۔

اللہ سے رشتہ رکھنے والا اگر غیر اللہ کا غلام بن جائے تو کس قدر شرم کی بات ہے؟

صفحہ ۱۵ میں سورۃ القصص کی آیت ۸۸ دیکھیں۔

یہی بات صفحہ ۳۱ میں ہے:

فرنگی بتکدے میں کھو گیا کون؟

صفحہ ۳۱ ہی میں ہے: حدیثِ بندۂ مومن دل آویز
جگر پُرخوں، نفس روشن، نگہ تیز

۱۔ بندۂ مومن سراپا عمل اور مجسم جوش ہوتا ہے۔ سورۃ الکہف کی آیت ۶۰، صفحہ ۱۴۴ (فارسی) میں بھی آچکی ہے۔

۲۔ بندۂ مومن کا نفس روشن ہوتا ہے۔ سورۃ الشمس کی آیت ۹ میں ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا

مراد کو پہنچا جس نے اس (نفس کو سنوارا)

یہاں نَفْس ہے اور اقبال نے نَفَس استعمال کیا ہے۔ مقصد ایک ہی ہے۔

۳۔ بندۂ مومن کی نگاہ تیز ہوتی ہے۔ سورۃ المزمل: آیت ۶ میں ہے:

وَاَقْوَمُ قِيْلًا

اور بات خوب ٹھیک نکلتی ہے (خوب پہچان لیتا ہے)۔

صفحہ ۳۲ میں ہے:

حفاظت پھول کی ممکن نہیں ہے
اگر کانٹے میں ہو خوئے حریری!

مشکلات کا مقابلہ کرنے والا ہی دوسروں کی حفاظت اور خدمت کرسکتا ہے۔ ایثار کا مادہ ایسے ہی شخص میں ہوتا ہے۔

سورۃ الحشر: آیت ۹ میں ہے:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

اور وہ (دوسروں کی حاجت کو) ترجیح دیتے ہیں اپنے اوپر، گو اُن کو فاقہ (تکلیف) ہو جائے۔

صفحہ ۳۲ ہی میں ہے:

ترے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے؟
خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے؟

جو کوئی بھی مسلمان ہے اُسے مشکلات کا مقابلہ کرنا ہی ہو گا۔ ہر کام کے لیے عزم اور حوصلہ کی ضرورت ہے۔

سورۂ لقمٰن: آیت ۱۷ میں ہے:

وَاصۡبِرۡ عَلٰی مَاۤ اَصَابَکَ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ مِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ ﴿۱۷﴾

اور استقلال اختیار کر اس پر جو مصیبت تجھ پر پڑے۔ بے شک یہ بڑے حوصلے کے کاموں میں سے ہے۔

صفحہ ۳۳ میں ہے:

کبھی دریا سے مثلِ موج اُبھر کر
کبھی دریا کے سینے میں اُتر کر
کبھی دریا کے ساحل سے گزر کر
مقام اپنی خودی کا فاش تر کر!

ہر قدم پر مشکل پسندی ہی کرنا چاہیے۔ سورۃ البلد: آیت ۴ میں ہے:

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡ کَبَدٍ ؕ﴿۴﴾

بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو مشقت میں۔

صفحہ ۳۴ میں ہے:

گر صاحبِ ہنگامہ نہ ہو منبر و محراب!
دیں بندۂ مومن کے لیے موت ہے یا خواب!

دین عمل کا متقاضی ہے۔ صرف زبان سے دین کو تسلیم کر لینا کافی نہیں۔

سورۃ الحجرات: آیت ۱۴ میں ہے:

قَالَتِ الۡاَعۡرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا وَ لٰکِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا وَ لَمَّا یَدۡخُلِ الۡاِیۡمَانُ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ ؕ

عرب گنوار کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ کہہ

دو کہ تم ایمان نہیں لائے۔ ہاں کہو کہ ہم نے تسلیم کر لیا۔ حالت یہ ہے کہ تم لوگوں کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا۔

صفحہ ۳۵ میں ہے:

اے کہ غلامی سے ہے روح تری مضمحل!
سینۂ بے سوز میں ڈھونڈ خودی کا مقام

صفحہ ۶ میں غلامی کے سلسلے میں علامہ اقبال کا بیان، پھر آیت بھی دیکھیں۔

صفحات ۳۶-۳۷ میں ہے:

گرم ہو جاتا ہے جب محکوم قوموں کا لہو!
تھرتھراتا ہے جہانِ چار سُو و رنگ و بُو

—

ضربتِ پیہم سے ہو جاتا ہے آخر پاش پاش
حاکمیت کا بتِ سنگیں دل و آئینہ رُو

دلوں میں گرمی پیدا ہو تو ظالم حاکمیت قائم نہیں رہ سکتی۔

سورۃ الرعد: آیت ۱۱ میں ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ

بے شک اللہ اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت نہ بدلے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قوم کوشش اور ہمت کرے تو ظالم حاکم کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

صفحہ ۳۸ میں ہے:

خودگیری و خودداری و گلبانگِ انا الحق
آزاد ہو سالک تو ہیں یہ اس کے مقامات

محکوم ہو سالک تو یہی اس کا 'ہمہ اوست'
خود مردہ و خود مرقد و خود مرگِ مفاجات!

اگر صوفی صحیح معنی میں صوفی ہے تو پھر وہ غیر اللہ کو خاطر میں نہیں لاتا۔ ورنہ غیر اللہ ہی اس کا خدا ہوتا ہے۔

صفحہ ۳۰ کی آیتیں دیکھیں۔

صفحہ ۳۸ ہی میں ہے:

شیاطینِ ملوکیت کی آنکھوں میں ہے وہ جادو
کہ خود نخچیر کے دل میں ہو پیدا ذوقِ نخچیری!

علامہ اقبال لکھتے ہیں:

"غلام قوم مادیات کو روحانیات پر مقدم سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور جب انسان میں خوئے غلامی راسخ ہو جاتی ہے تو ہر ایسی تعلیم سے بیزاری کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد قوتِ نفس اور روحِ انسانی کا ترفع ہو۔"[۱۵۶]

سورۃ العنکبوت: آیت ۳۸ میں ہے:

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ

اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی نظر میں مستحسن کر دیا۔

صفحہ ۳۹ میں ہے:

جس خاک کے ضمیر میں ہے آتشِ چنار
ممکن نہیں کہ سرد ہو وہ خاکِ ارجمند

جو شخص عمل کے لیے سرگرم رہتا ہے وہ کبھی پسپا نہیں ہو سکتا۔

سورۃ العنکبوت: آیت ۶۹ میں ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ اور جن لوگوں نے محنت کی

ہمارے لیے ہم سُجھا دیں گے ان کو اپنی راہیں۔

صفحہ ۴ میں ہے:

ع   حیات است درآتشِ خود طپیدن

اپنا لہو گرم رکھنا ہی زندگی کی دلیل ہے یعنی انسان اپنے عمل ہی کی وجہ سے زندہ کہلایا جاسکتا ہے۔

سورۃ الاحقاف: آیت ۱۹ میں ہے:

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا

اور ہر ایک کے مرتبے ان کے اعمال کے مطابق ہیں۔

یعنی بے عملی کے کوئی مرتبے نہیں ہیں۔

صفحہ ۴۱ میں ہے:

ممکن نہیں محکوم ہو آزاد کا ہم دوش

وہ بندۂ افلاک ہے یہ خواجۂ افلاک

صفحات ۴۰۔۳۸ کی آیتیں دیکھیں۔

صفحہ ۴۲ میں ہے:

نشاں یہی ہے زمانے میں زندہ قوموں کا

کہ صبح و شام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں

زندہ قوم بے عمل نہیں رہ سکتی۔

سورۃ الملک: آیت ۲ میں ہے:

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

وہ جس نے بنایا مرنا اور جینا کہ تم کو جانچے کہ کون تم میں اچھا عمل پیش کرتا ہے۔

جینا اسی لیے ہے کہ عمل کیے جائیں اور وہ اچھے بھی ہوں۔

صفحہ ۴۳ میں ہے:

چہ کافرانہ قمارِ حیات می بازی
کہ بازمانہ بسازی بخود نمی سازی

انسان کی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ عمل کرے اور سخت کوشش بنے لیکن آج وہ اپنی فطرت کے مطابق نہیں ہے، زمانے کے مطابق ہے۔

صفحہ ۳۶ کی آیت دیکھیں۔

صفحہ ۴۵ میں ہے:

ع عمل سے فارغ ہوا مسلماں بنا کے تقدیر کا بہانہ

صفحات ۴۰۔۴۲ کی آیتیں دیکھیں۔

صفحہ ۴۶ میں ہے:

خود آگاہی نے سکھلادی جس کو تن فراموشی
حرام آئی ہے اس مردِ مجاہد پہ زرہ پوشی

جو مردِ مجاہد اپنے تن کی پروا نہیں کرتا اور اللہ کے لیے سرفروشی کرتا ہے اسے زرہ پوشی کی بھی حاجت نہیں رہتی۔

سورۃ التوبہ: آیت ۴۱ میں ہے:

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

نکلو ہلکے اور بوجھل اور لڑو اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور جان سے۔ یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے۔

صفحہ ۴۶ ہی میں ہے: آں عزمِ بلند آور آں سوزِ جگر آور
شمشیرِ پدر خواہی بازوے پدر آور

بڑا بننا ہے تو بڑوں جیسے عمل بھی پیش کرو اور باطل کے خلاف اپنے اندر قوت پیدا کرو۔

سورۃ الانفال: آیت ۶۰ میں ہے:

وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ

اور تم تیار رکھا کرو ان کے لیے جتنا تم سے ہو سکے قوت کی چیزیں۔

صفحہ ۴۹ میں ہے:

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است!

سورۃ الاحزاب: آیت ۲۱ میں ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

بے شک تمہارے لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی میں اچھا نمونہ ہے۔

صفحہ ۵۰ میں ہے:

یہ دنیا دعوتِ دیدار ہے فرزندِ آدم کو
کہ ہر مستور کو بخشا گیا ہے ذوقِ عریانی

سورۃ فصلت: آیت ۵۳ میں ہے:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ

اب ہم دکھا دیں گے ان کو اپنی نشانیاں دنیا میں اور خود ان کی جان میں، یہاں تک کہ کھل جائے اُن پر کہ یہ ٹھیک ہے۔

سورۃ الذاریٰت: آیات ۲۰-۲۱ میں ہے:

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ﴿٢٠﴾ وَفِي أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٢١﴾

اور زمین میں نشانیاں یقین لانے والوں کی اور خود تمہارے اندر۔ کیا تم کو سُوجھ نہیں۔

صفحہ ۵ ہی میں ہے:

اگر مقصودِ کل میں ہوں تو مجھ سے ماورا کیا ہے؟

مرے ہنگامہ ہائے نو بنو کی انتہا کیا ہے؟

سورۃ البقرہ: آیت ۲۹ میں ہے:

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا

وہی ہے جس نے بنایا تمہارے لیے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

سورۃ النجم: آیات ۳۹ تا ۴۲ میں ہے:

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝
ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ۝ وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ۝

اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جس کی اس نے کوشش کی اور یہ کہ اس کی کمائی اس کو دکھانی ہے۔ پھر اس کو بدلہ دینا ہے اس کا پورا بدلہ اور یہ کہ تیرے رب تک پہنچنا ہے۔

حواشی

۱۔ اس کی تفسیر مولانا سلیمان ندوی کی "سیرۃ النبیؐ" (مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۵۲ء) ۲۸/۵ م میں دیکھیں۔

۲۔ مکاتیب ۱/۲۰۱-۲۰۲

۳۔ ایضاً ۱/۴۶۱-۴۶۳

۴۔ ایضاً ۱/۲۰۱-۲۰۲

۵۔ ایضاً ۱/۳۳۸

۶۔ دو شعر کسی لحاظ سے رباعی نہیں کہلائے جا سکتے۔ علامہ اقبال نے اپنے قطعات کو ہر جگہ رباعی کہا ہے جو وزن کے لحاظ سے رباعی نہیں ہیں۔ تاہم انہیں اس بات کا احساس تھا۔ دیکھیں۔ ایضاً ۱/۳۰۳

۷۔ ایضاً ۱/۲۵۰

۸۔ سعد اللہ مسیحا پانی پتی کا شعر ہے:

زعشقِ مصطفیٰؐ دل ریش دارم
رقابت با خدائے خویش دارم

۹۔ رومی کہتے ہیں:

عطار روح بود و سنائی دو چشم او
ما از پے سنائی و عطار آمدیم

۱۰۔ مشہور شعر ہے:

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

۱۱۔ اقبال نامہ مجموعہ مکاتیبِ اقبال ۱/۴۰۶ - ۴۰۷

۱۲۔ علی برادران کی تحریکِ خلافت وغیرہ کے متعلق دیکھیں۔ مکاتیبِ اقبال ۱/۲۵۵-۲۶۸
نیز رسالہ "صحیفہ" (اکتوبر ۱۹۷۳ء) ص ۱۲۹-۱۴۱ دیکھیں۔

۱۳۔ علم آں باشد کہ جاں زندہ کند
مرد را باقی و پایندہ کند

۱۴۔ تفصیل کے لیے دیکھیں "مکاتیب" ۱/۲۰۲

۱۵۔ ایضاً ۱/۲۵۰

۱۶۔ ایضاً ۱/۲۰۱-۲۰۲

تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ

The Reconstruction of Religious Thought in Islam

۵ دسمبر ۱۹۲۸ء کے مکتوب نمبر ۱۰۶ میں علاّمہ اقبال لکھتے ہیں:

"تین لیکچر امسال لکھے گئے ہیں، تین آئندہ سال لکھوں گا اور مدراس ہی میں دسمبر ۲۹ یا جنوری ۳۰ میں دوں گا۔ حیدرآباد دکن بھی ٹھہروں گا، کیونکہ عثمانیہ یونیورسٹی کا تار آیا ہے کہ لیکچر وہاں بھی دیے جائیں......"

("مکاتیبِ اقبال"، ۱/ ۲۱۱)۔

کتاب "اقبال اور قرآن" چونکہ اُردو میں ہے اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ محترم سید نذیر نیازی کا اُردو ترجمہ ("تشکیلِ جدید الٰہیات اسلامیہ") (مطبوعہ لاہور، ۱۹۵۸ء) حوالے کیلئے پیشِ نظر رکھا جائے۔ آں محترم کے حواشی سے بھی فائدہ اٹھایا گیا ہے۔

دیباچہ

"قرآن پاک کا رجحان زیادہ تر اس طرف ہے کہ 'فکر' کی بجائے 'عمل' پر زور دیا جائے"۔ قرآن پاک میں تفکر کے لیے (کم و بیش) اُنیس آیتیں ہیں، تدبر کے لیے آٹھ، تفقہ کے لیے بیس، شعور کے لیے اُنتیس، تعقل کے لیے اُنچاس اور تبصر کے لیے چھیانوے (مجموعہ ۲۲۱)۔ لیکن عملِ صالح کے لیے تین سو چھپن آیتیں ہیں۔ دنیا کے لیے عمل بھی اگر اللہ کی رضا کے لیے ہو تو وہ بھی ہمارے دین میں عبادت اور آخرت کا عمل بن جاتا ہے۔

سورۃ الانعام (آیت ۱۶۲) میں ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

آپ فرما دیں، بے شک میری نماز اور میری قربانی (عبادت) اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔

سورۃ التوبہ (آیت ۱۱۱) میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ
بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ

بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اور اُن کے مال خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔

سورۃ الملک (آیت ۲) میں ہے:

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا کہ تمہاری جانچ ہو کہ تم میں کس کا عمل اچھا ہے۔

"رہا عہدِ حاضر کا انسان، سو اُسے محسوس یعنی اس قسم کے فکر کی عادت ہو گئی ہے جس کا تعلق اشیا اور حوادث کی دنیا سے ہے اور یہ وہ عادت ہے جس کی اسلام نے اور نہیں تو اپنے تہذیبی نشو و نما کے ابتدائی ادوار میں حمایت کی ہے"۔

سورۂ بنی اسرائیل (آیت ۷۰) میں ہے۔

وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰھُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰھُمْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا

اور بے شک ہم نے برتری دی آدم کی اولاد کو، اور خشکی و تری میں اُن کو سوار کر دیا اور عمدہ اور پاک چیزوں کی اُن کو روزی دی اور اپنی بہت سے مخلوقات پر اُن کو فضیلت دی۔

خشکی و تری اور فضائی وسعتوں کو بروئے کار لانے کی صلاحیت انسان کو ودیعت کی گئی اور سلف صالحین نے اسی لیے عظیم کارنامے پیش کیے۔

مَا خَلْقُکُمْ وَلَا بَعْثُکُمْ اِلَّا کَنَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ

یہ سورۂ لقمٰن کی آیت ۲۸ میں سے ہے، یعنی "تم سب کا پیدا کرنا اور قیامت میں اٹھانا ایسا ہی ہے جیسا ایک جان کا"۔

اس آیت میں جس حیاتی وحدت کی طرف اشارہ ہے اسے سائنس کی زبان میں سمجھنے کی ضرورت ہے تاکہ آج کل وہ انسان بھی اسے سمجھ سکے جو محسوس کا خوگر ہو چکا ہے۔ علامہ اقبال نے مذہب اور سائنس کی ہم آہنگی ہی کے لیے مدراس میں یہ خطبات دیئے تھے۔

پہلا خطبہ

علم اور مذہبی مشاہدات

(Knowledge and Religious Experience)

صفحہ ا میں ہے

"وہ (مذہب) فرد سے جماعت کی طرف بڑھتا اور حقیقتِ مطلقہ کے بارے میں ایک ایسی روش اختیار کرتا ہے جو حدودِ انسانی سے ٹکراتی ہے اس کے دعاوی کو وسعت دیتا ہے۔"

فرد اور جماعت کی بیداری اور اس کی صلاحیتوں کی وسعت کے لیے سورۃ العصر دیکھیں

وَالْعَصْرِ ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۙ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۠

زمانے کی قسم ، بے شک آدمی ضرور گھاٹے میں ہے مگر جو ایمان لائے اور عمل صالح کیے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

ایمان اور عملِ صالح "فرد" کے لیے ہے اور ایک دوسرے کو حق اور صبر کی وصیت "جماعت" سے متعلق ہے۔

"وہ مذہب ہمیں توقع دلاتا ہے کہ ذاتِ مطلق کا بلا واسطہ لقا ممکن ہے۔"

سورۃ الکہف (آیت ۱۱۰) میں ہے:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿١١٠﴾

تو جسے اپنے رب سے ملنے کی اُمید ہو اُسے چاہیے کہ عملِ صالح کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔

صفحہ ۲ میں ہے:

"مذہب کا جوہر ہے ایمان اور ایمان کی مثال یہ ہے کہ......ایک پرند کی طرح اپنا 'بے نشان' راستہ دیکھ لیتا ہے۔"

اللہ سے ڈرنے والوں کی یہی تعریف ہے: الذین یؤمنون بالغیب ہ سورۃ البقرہ، آیت ۳) وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں۔

علامہ اقبال نے "ارمغانِ حجاز" میں یہی تشبیہ استعمال کی ہے:

بچو آن مرغے کہ در صحرا سرِ شام
کشاید پر بفکرِ آشیانہ

صفحہ ۴ میں ہے:

"اب جہاں تک اسلام کا تعلق ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کی عقلی اساسات کی جستجو کا آغاز آنحضرت صلعم کی ذاتِ مبارک ہی سے ہو گیا تھا۔ آپ ہمیشہ دعا فرماتے، اے اللہ مجھ کو اشیا کی اصل حقیقت سے آگاہ کر"

اللھم ارنی الاشیاء کما ھی

سورۃ البقرہ (آیت ۳۱) میں ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ

اور اللہ نے آدم کو تمام (اشیا) کے نام سکھائے۔

صفحہ ۵ میں ہے:

"شہد کی مکھی ایسی حقیر شے بھی وحیٔ الٰہی سے بہرہ ور ہوئی"۔

سورۃ النحل (آیت ۶۸) میں ہے:

وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ

اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کو الہام کیا۔

صفحہ ۵ میں ہے:

"قرآن مجید نے سمع و بصر کا شمار اللہ تعالیٰ کے گراں قدر انعامات میں کیا اور عنداللہ اپنے اعمال و افعال کا جواب دہ ٹھہرایا"۔

سورۃ النحل (آیت ۷۸) میں ہے:

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

اور تمہیں کان اور آنکھ اور دل دیے کہ تم احسان مانو

سورۂ بنی اسرائیل (آیت ۳۶) میں ہے:

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا

بے شک کان اور آنکھ اور دل، ان سب سے سوال ہونا ہے۔

صفحہ ۶ میں ہے:

"ابن رشد نے .... ارسطو کی پیروی میں بقائے عقلِ فعال کا عقیدہ وضع کیا .... جو میری رائے میں اس تصور کے سرتاسر خلاف ہے جو قرآن پاک نے نفس انسانی کی قدر و قیمت اور مقصود و منتہا کے بارے میں قائم کیا ہے"۔

سورۂ فصّلت (آیت ۵۳) میں ہے:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ

ابھی ہم دکھائیں گے اپنی نشانیاں آفاق میں اور خود اُن کے اندر حتیٰ کہ اُن پر کھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے۔

سورۃ الذاریت (آیت ۲۰۔۲۱) میں ہے:

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ ۝ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے اور خود تم میں۔ کیا تمہیں سوجھتا نہیں؟

اسی سورہ کی آیت ۵۶ میں یہ بھی ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝

اور میں نے جن اور آدمی اسی لیے بنائے کہ صرف میری بندگی کریں۔

یعنی غیر اللہ کے آگے نہ جھکیں کیونکہ خلیفۃ اللہ کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی اور کو طاقت تسلیم کرے۔

صفحہ ۹ میں ہے:

"جہاں تک اظہار ذات کا تعلق ہے فکر کی مثال ایک 'کل' کی ہے جسے اگر بقیدِ زمانہ دیکھیے تو قطعی تخصیصات کے ایک سلسلے کی شکل اختیار کرے گا اور جن کا ادراک ہم ایک دوسرے کے حوالے ہی سے کر سکیں گے، بالفاظِ دیگر ان کے کچھ معنی ہیں تو اپنے ذاتی تشخص میں نہیں بلکہ اس وسیع تر 'کل' میں جس کے وہ مخصوص پہلو ہیں اور جنہیں قرآن پاک نے 'محفوظ' سے تعبیر کیا ہے۔"

سورۃ البروج (آیات ۲۰۔۲۲) میں ہے:

وَاللَّهُ مِنْ وَرَائِهِمْ مُحِيطٌ ۝ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَجِيدٌ ۝ فِي لَوْحٍ مَحْفُوظٍ ۝

اور اللہ نے اُن کو ہر طرف سے گھیر رکھا ہے۔ کوئی نہیں، یہ قرآن ہے بڑی شان والا، لکھا ہوا لوحِ محفوظ میں۔

سورۃ الرعد (آیات ۳۸-۳۹) میں ہے:

لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۖ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾

ہر وعدے کی ایک لکھت ہے۔ اللہ جو چاہے مٹاتا اور ثابت کرتا ہے اور اصل لکھا ہوا اُسی کے پاس ہے۔

سورۃ القمر (آیت ۵۳) میں ہے:

وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾ ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

صفحہ ۱۳ میں ہے:

"ان خطبات میں بھی میرا یہی ارادہ ہے کہ اسلام کے بعض اساسی افکار کی بحث فلسفیانہ نقطۂ نظر سے کروں تاکہ اور نہیں تو بہت ممکن ہے ہم اس حقیقت ہی کو آسانی سے سمجھ سکیں کہ بحیثیت ایک ایسے پیام کے جس کا خطاب ساری نوعِ انسانی سے ہے۔ اسلام کے معنی کیا ہیں"۔

سورۃ السبا (آیت ۲۸) میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا

اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام انسانوں کو گھیرنے والی ہے خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا۔

صفحہ ۱۳ ہی میں ہے:

"قرآن مجید کا حقیقی مقصد تو یہ ہے کہ انسان اپنے اندر ان گوناگوں روابط کا ایک اعلیٰ اور برتر شعور پیدا کرے جو اُس کے اور کائنات کے درمیان قائم ہیں"

سورۃ النحل (آیت ۸۹) میں ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۸۹﴾

اور ہم نے آپ پر یہ قرآن اتارا ہر چیز کی تشریح کے لیے اور یہ ہدایت اور رحمت

اور بشارت ہے مسلمانوں کے لیے۔

انسان اور کائنات کے درمیان روابط بھی اسی کے ذریعے پیدا ہوتے ہیں۔

صفحہ ۱۵ میں ہے:

"ہمارے داخل کے حیاتی اور خارج کے ریاضیاتی کا نازک فرق ہے، جس سے مسیحیت متاثر ہوئی، لیکن جس سے اسلام نے منہ نہیں موڑا"۔

یہ انفس و آفاق کا رشتہ ہے جس کے لیے قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

(سورۂ فصلت، آیت ۵۳)

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ

ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں آفاق میں اور خود ان میں یہاں تک کہ کھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے۔

صفحہ ۱۵ ہی میں ہے:

"دونوں (مسیحیت اور اسلام) کا مطالبہ ہے کہ ہم اس روحانیت کا اثبات کریں جو ہماری ذات کے اندر موجود ہے۔ اختلاف ہے تو اتنا کہ اسلام نے عینی اور واقعی یا حقیقت اور مجاز کے اتصال کا اعتراف کرتے ہوئے دنیائے مادیات کو رد نہیں کیا بلکہ لبیک کہتے ہوئے اس کی تسخیر و تصرف کا راستہ دکھلایا تاکہ ہم اپنی زندگی کا نظم و انضباط واقعیت کی اساس پر کریں"۔

سورۃ الجاثیہ (آیت ۱۳) میں اسی واقعیت (اور انسانی صلاحیت) کے متعلق ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ

اور تمہارے لیے مسخر کیا گیا جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب اپنے حکم سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

پھر صفحہ ۱۵ سے ۲۱ تک بتایا ہے کہ تخلیق کائنات کا عمل تکمیل نہیں ہے (سورۃ الدخان، آیت ۳۸-۳۹) وہ ایک حقیقت ہے (سورۂ آل عمران، آیات ۱۹۰-۱۹۱)۔ اس کی ترکیب میں مزید وسعت کی گنجائش ہے (سورۂ فاطر، آیت ۱) اس کے باطن میں ایک نئی آفرینش پوشیدہ ہے (سورۃ العنکبوت، آیت ۲۰) جس کے پُراسرار اہتزاز اور تحریک میں بھی آنکھ والے کے لیے عبرت ہے (سورۃ النور، آیت ۴۴)۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ فطرت پر غلبہ حاصل کرے (سورۂ لقمٰن، آیت ۲۰؛ سورۃ النحل، آیت ۱۲) گو کہ اُسے قدم قدم پر مزاحم قوتوں نے گھیر رکھا ہے۔ (سورۃ التین، آیات ۴-۵)، اور ایک وہ زبردست امانت کا حامل ہے (سورۃ الاحزاب، آیت ۷۲) اور وہ کائنات کی ترکیب میں ایک دوامی عنصر بن سکتا ہے (سورۃ القیمہ، آیات ۳۶-۴۰) کیونکہ وہ ایسی روح اپنے اندر رکھتا ہے جو اپنے ارتقا میں ایک مرتبۂ وجود سے دوسرے میں قدم رکھتا ہے (سورۃ الانشقاق، آیات ۱۶-۱۹)، لیکن اس کے لیے (خدا کی تائید سے پہلے) انسان کو خود بھی بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے (سورۃ الرعد، آیت ۱۱) چنانچہ علم کی بدولت وہ اس حقیقت سے رابطہ پیدا کر سکتا ہے جو اُسے چہار طرف سے احاطہ کیے ہوئے ہے (سورۃ البقرہ، ۳۰-۳۴) علم انسانی کی نوعیت تصوری ہے لیکن اسی کے ذریعے وہ حقیقتِ مطلقہ کے قابلِ مشاہدہ پہلوؤں کی طرف رخ کرتا ہے۔ (سورۃ البقرہ، آیت ۱۶۴ سورۃ الانعام، آیات ۹۸-۱۰۰، سورۃ الفرقان، آیات ۴۵-۴۶، سورۃ الغاشیہ، آیات ۱۷-۲۰، سورۃ الروم، آیت ۲۲)

صفحہ ۲۱ میں ہے:

"یہاں توجہ طلب امر قرآن مجید کی وہ اختیاری روش ہے جس سے مسلمانوں کے اندر عالمِ واقعیت کا احترام پیدا ہوا اور جس کی بدولت آگے چل کر انہوں نے علوم جدیدہ کی بنیاد ڈالی۔"

اس سلسلے کی آیتیں اوپر آچکی ہیں۔

سورۃ الزمر (آیت ۱۰) میں بھی ہے:

وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ   اور اللہ کی زمین وسیع ہے،

سورۃ الملک (آیت ۱۴) میں ہے:

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ

وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین رام کردی۔ تو اس کے راستوں میں چلو

اور اللہ کی روزی میں سے کھاؤ۔

سورۃ نوح (آیت ۱۹۔۲۰) میں ہے:

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ﴿۱۹﴾ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾

اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا کہ اس کے وسیع راستوں میں چلو

سورۃ ابراہیم (آیت ۳۴) میں ہے:

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ   اور تمہیں بہت کچھ منہ مانگا دیا۔

صفحہ ۲۲ میں ہے:

"قرآن پاک نے ہمیں تغیر ایسی زبردست حقیقت کی طرف متوجہ کیا۔"

یعنی وہی آیت (سورۃ النور، ۴۴) میں ہے:

یُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ﴿۴۴﴾

اللہ بدلی کرتا ہے رات اور دن کی بے شک اس میں سمجھنے کا مقام ہے نگاہ

والوں کو۔

صفحہ ۲۲ ہی میں ہے:

"قرآن مجید نے انسان کی اختیاری روش کو اس کی روحانی زندگی کا ایک

ناگزیر مرحلہ ٹھہرایا۔"

اس کے لیے صفحہ ۶ میں سورۃ فصلت کی آیت ۵۳ مذکور ہوئی۔ سورۃ الذاریٰت کی

کی آیتیں (۲۰ - ۲۱) بھی رکھیں)

صفحات ۲۲ - ۲۳ میں ہے:

"قرآن پاک کی فطرت پسندی محض اس امر کا اعتراف ہے کہ انسان فطرت سے وابستہ ہے"۔

اوپر سورۂ آل عمران کی آیتیں (۱۹۰ - ۱۹۱)، سورۃ العنکبوت کی آیت (۲۰) وغیرہ آچکی ہیں، یعنی حقیقت صرف محسوس تک محدود نہیں۔

صفحہ ۲۳ میں ہے:

"حقیقتِ مطلقہ کے تمام وکمال بقا کی خاطر ادراک بالحواس کے ساتھ ساتھ اس چیز کے مدرکات کا اضافہ بھی ضروری ہے جسے قرآن پاک نے 'فواد' یا قلب سے تعبیر کیا"۔

اس کے لیے علامہ اقبال نے سورۃ السجدہ کی آیتیں (۷ - ۹ نقل کی ہیں، پھر فرماتے ہیں:

"قرآنِ مجید کے نزدیک قلب کو قوت دید حاصل ہے اور اس کی اطلاعات بشرطیکہ اُن کی تعبیر صحت کے ساتھ کی جائے، کبھی غلط نہیں ہوتیں"۔

جیسا کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سورۃ النجم (آیت ۱۱) میں ارشاد ہے:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک نے تصدیق کی جو چشمِ مبارک نے دیکھا۔

"(مخاطب کا) جواب ہی بلا شبہہ کسی صاحبِ شعور ہستی کی موجودگی کا ثبوت ہے"۔

اس کے لیے علامہ نے سورۃ المؤمنون کی آیت ۶۰، اور سورۃ البقرہ کی آیت ۱۸۶ نقل کی ہیں۔

اس کے برعکس غیر اللہ سے جواب نہ ملنا اُس کے صاحب شعور نہ ہونے کا ثبوت بھی تو ہے سورۂ فاطر (آیت ۱۴) میں ہے:

اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ

تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار نہ سنیں اور بالفرض سن لیں تو تمہاری حاجت پوری نہ کر سکیں۔

صفحہ ۳۰ میں ہے:

"صوفی یا پیغمبر جب اپنے مذہبی شعور کی تعبیر الفاظ میں کرتا ہے تو اُسے منطقی قضایا ہی کی شکل دے سکتا ہے۔ یہ نہیں کہ اس کا مشمول من و عن دوسروں تک منتقل کر سکے"۔

اس کے لیے علامہ نے سورۃ الشوریٰ کی آیت ۵۱، اور سورۃ النجم کی ابتدائی اٹھارہ آیتیں نقل کی ہیں۔

اور اللہ پاک ایک شہد کی مکھی کو بھی شعور دے سکتا ہے، جیسا کہ سورۃ النحل (آیت ۶۸) میں ہے۔

. . . . وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ

اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں میں اور چھتوں میں۔

لیکن اس قسم کا ابلاغ ایک صلاحیت کے لیے ہے جو نباتات اور جمادات میں بھی اللہ کی طرف سے پیدا کی جاتی ہے۔ علامہ نے بھی آگے چل کر بحث کی ہے (صفحہ ۲۵):

"شیطان واقعی اپنی عداوت میں ایسی واردات افترا کر لیتا ہے جو صوفیانہ مشاہدات کے حلقے میں داخل ہو جاتی ہیں"۔

اس کے لیے علامہ نے سورۃ الحج کی آیت ۵۲ نقل کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے :

" اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول یا نبی بھیجے سب پر کبھی یہ واقعہ گذرا ہے کہ جب انہوں نے پڑھا تو شیطان نے اُن کے پڑھنے میں لوگوں پہ کچھ اپنی طرف سے ملا دیا تو مٹا دیتا ہے اللہ اس شیطان کے ڈالے ہوئے کو، پھر اللہ اپنی آیتیں پکّی کر دیتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ "[۲۲]

یہاں بے محل نہ ہو گا اگر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (المتوفی م ۱۰۳۴ھ) کے ایک مکتوب (دفتر اول ، ۲۰۷) سے ایک اقتباس نقل کر دیا جائے ۔ فرماتے ہیں :

" وجد و حال را تا بمیزان شرع نسنجند تد بہ نیم جیتل نمی خرند و کشوف و الہامات را تا بر محک کتاب و سنت نز نند بہ نیم جوے نمی پسندند مقصود از سلوک طریق صوفیہ ، حصول از دیاد یقین است بمعتقدات شرعیہ کہ حقیقت ایمان است و نیز حصول یُسر است در ادائے احکام فقہیہ نہ امر دیگر۔"

صفحہ ۳۰۷ میں ہے :

" اس [مذہب] کا مقصد ہے محسوسات و مدرکات کی ایک الگ تھلگ نوع یعنی مذہبی مشاہدات کی تعبیر جس کے مدلولات کو سائنس کے مدلولات میں مدغم کرنا ممکن نہیں ۔ "

سورہ یونس (آیت ۵۷) میں ہے :

يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اے لوگو ، تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی ہے اور دلوں کی بیماریوں کے لیے شفا اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

اس ہدایت اور رحمت سے حقیقت کا علم بھی حاصل ہو سکتا ہے جس کی تائید عقل بھی کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے ۔

دوسرا خطبہ

مذہبی مشاہدات کا فلسفیانہ معیار (علم بالوحی اور عقل)

(The Philosophical Test of the Revelations of Religious Experience)

ہستیٔ مطلق کے یقین تک پہنچنے کے لیے کونی، غائی اور وجودی تین قسم کے دلائل پیش کیے جاتے ہیں، لیکن ان سب دلائل میں منطقی خامیاں موجود ہیں۔ علامہ اقبال نے اُن خامیوں کی نشاندہی کی ہے۔

صفحہ ۴۳ میں دلیلِ غائی کا تجزیہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ کائنات میں تنظیم اور مقصد کوشی سے جو استدلال کیا جاتا ہے اس میں خامی یہ ہے کہ "اس طرح صرف ایک صانع کا ماننا لازم آتا ہے، خالق کا ماننا لازم نہیں"۔ (گویا وہ کائنات کے کارخانے سے خارج میں بیٹھا ہوا ہے) حالانکہ قرآن میں وہ "فاطر السمٰوٰت والارض" مثلاً (سورۂ یوسف، آیت ۱۰) بھی کہا گیا ہے اور خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (سورۃ الزمر، آیت ۶۲) بھی پھر اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (البقرہ آیت ۲۰) بھی۔

صفحہ ۴۷ میں ہے:

"دلیلِ وجودی اور غائی میں کوئی معنی پیدا ہوں گے تو صرف اس صورت میں جب یہ ثابت ہو جائے کہ ہم اپنے ارتقا کی جس منزل میں ہیں وہ آخری منزل نہیں۔ علیٰ ہذا یہ کہ فکر اور وجود اپنی کنہ میں ایک ہیں لیکن یہ جب ہی

ممکن ہے جب ہم اپنے محسوسات و مدرکات کی تعبیر قرآن پاک کی رہنمائی میں کریں جس نے ان کو اس حقیقت کی آیات ٹھہرایا جو اوّل بھی ہے اور آخر بھی ظاہر بھی اور باطن بھی۔" [۳]

سورۃ الحدید (آیت ۲) میں ہے:

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٣﴾

وہی اوّل، وہی آخر، وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔

لیکن علامہ اقبال نے اس آیت سے نظریۂ وحدۃ الوجود کی تائید نہیں کی اور مترجم نے اپنی تصریحات (المبرج، خطبۂ دوم) میں اس کی وضاحت کر دی ہے۔

سورۃ البقرہ (آیت ۱۱۵) میں ہے:

فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ

سورۃ النساء (آیت ۱۲۶) میں ہے:

وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيطًا

اور اللہ ہر چیز پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔

سورۃ الحدید (آیت ۴) میں ہے:

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ

اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں ہو۔

صفحہ ۵۸ میں ہے:

"ذاتی طور سے تو میں بھی یہی سمجھتا ہوں کہ حقیقت اپنی کنہ میں محض 'روح' ہے۔"

گویا یہاں روح کو مادہ کی ضد کہا گیا ہے۔

سورۃ الحجر (آیت ۲۹) میں یہ آیت ہے:

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ﴿٢٩﴾

انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے بنانے کے سلسلے میں اللہ پاک نے فرشتوں سے فرمایا: تو جب میں اسے ٹھیک کر لوں اور اس میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک دوں تو اس کے لیے سجدے میں گر پڑنا۔

یہاں بھی روح کو مادہ کی ضد کہا گیا ہے۔

صفحہ ۷۰ میں ہے:

"عالم فطرت کی یہی خصوصیت یعنی اس کا مرور فی الزمان ہمارے محسوسات و مدرکات کا وہ سب سے زیادہ معنی خیز پہلو ہے جس پر قرآن مجید نے بالخصوص زور دیا .... جو حقیقت مطلقہ کے ادراک کا بہترین ذریعہ ہے۔"

اس کے لیے علامہ اقبال نے پہلے خطبے کی آیات کے علاوہ اب یہ آیات بھی نقل کی ہیں:

(۱) سورہ یونس کی آیت ۶۔

(۲) سورۃ الفرقان کی آیت ۶۲۔

(۳) سورۂ لقمٰن کی آیت ۲۹۔

(۴) سورۃ الزمر کی آیت ۵۔

(۵) سورۃ المؤمنون کی آیت ۸۰۔

صفحہ ۷۱ میں ہے:

"ایسے ہی بعض دوسری آیات میں جہاں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ ہمارا حساب زمانی ایک اضافی امر ہے، یہ بھی مذکور ہے کہ شعور کے بعض ایسے مراتب بھی ہیں جن کا ہمیں کوئی علم نہیں۔"

(۱) یہاں اس اضافی حساب زمانی کے لیے سورۃ الحج کی آیات (۴۷) دیکھیں:

وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۝

اور بے شک تمہارے رب کے یہاں ایک دن ایسا ہے جیسے تم لوگوں کی

گنتی ہیں ہزار برس۔

(۲) شعور کے ایسے مراتب کے ہیے جن کا ہمیں کوئی علم نہیں، مثال کے لیے سورۂ آل عمران کی آیتیں ۱۶۹-۱۷۰ دیکھیں:

بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿١٦٩﴾ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

بلکہ وہ (شہدا) زندہ ہیں اپنے رب کے پاس، روزی پاتے ہیں خوشی کرتے ہیں اُس پر جو اللہ نے دیا اُن کو اپنے فضل سے۔

صفحہ ۷۵ میں ہے:

"یہ ہے زمانِ خالص بلا شائبہ مکان جس کے یعنی انتدام کے یہی باسلسلہ اور بے سلسلہ پہلو ہیں جن کی طرف قرآن مجید کی آیاتِ ذیل میں بڑی سادگی اور بلاغت کے ساتھ اشارہ کیا ہے"۔

پھر سورۃ الفرقان کی آیات (۵۸-۵۹) اور سورۃ القمر کی آیات (۴۹-۵۰) دی گئی ہیں اور لکھا ہے کہ:

"عہد نامۂ عتیق" (Old Testament) کی طرح قرآن مجید کی اصطلاح میں بھی خدا کا ایک دن ایک ہزار سال کے برابر ہے"۔ (اُو پر بھی عرض کیا گیا)۔

سورۃ الحج (آیت ۴۷) میں ہے:

وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿٤٧﴾

اور بے شک تمہارے رب کے یہاں ایک دن ایسا ہے جیسے تم لوگوں کی گنتی ہیں ہزار برس۔

سورۃ السجدہ (آیت ۵) میں ہے:

. . . . يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿٥﴾

اللہ کام کی تدبیر فرماتا ہے آسمان سے زمین تک۔ پھر اسی طرف رجوع کرے گا اُس دن کہ جس کی مقدار ہزار برس ہے تمہاری گنتی میں۔

صفحہ ۷۵ ہی میں ہے:

"مگر ایک دوسرے پہلو سے دیکھا جائے تو تخلیق کا یہی عمل جو ہزارہا سال پر مشتمل ہے، ایک واحد اور ناقابل تجزیہ عمل بن جاتا ہے اور ایسا ہی تیز جیسے آنکھ کا جھپکنا

سورۃ القمر (آیت ۵۰) میں ہے:

وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ ۝

اور ہمارا کام تو ایک بات کی بات ہے جیسے پلک مارنا۔

صفحہ ۷۷ میں ہے:

"قرآن پاک کا بھی یہی ارشاد ہے کہ 'ہمیں نے ہر شے پیدا کی اور ہمیں نے اس کا اندازہ مقرر کیا'۔"

سورۃ القمر (آیت ۴۹) میں اس طرح ہے:

اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝

بے شک ہم نے ہر چیز ایک اندازے سے پیدا فرمائی۔

صفحہ ۷۸ میں سورۃ الرحمٰن کی آیت ۲۹ حوالہ دیا ہے:

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ۝ اُسے ہر دن ایک کام ہے۔

صفحہ ۸۵ میں ہے:

'(پہلے بھی آچکا ہے کہ) قرآن مجید کی رو سے کائنات میں اضافہ ممکن ہے گویا وہ ایک اضافہ پذیر کائنات ہے'۔

سورۂ فاطر (آیت ۱) میں ہے:

یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ (اللہ) بڑھاتا ہے آفرینش میں جو چاہے۔

صفحہ ۸۵ ہی میں ہے:

"میرا خیال ہے کہ اب شاید ہم اس آیت کا مطلب سمجھ لیں:

وَھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّکَّرَ

اَوْ اَرَادَ شُکُوْرًا○

یہ سورۃ الفرقان کی آیت (۶۲) ہے جس کا مطلب یہ ہے:

"اور وہی ہے جس نے رات اور دن کی بدلی رکھی اُس کے لیے جو دھیان کرنا چاہے یا شکر کا ارادہ کرے۔"

اسی صفحے میں ہے:

"یہ صرف ایک قائم ودائم 'انا' کا خود اپنی ذات میں بصیرت (لا انتہا قدرت کے اندازے) کا عمل ہے جو اسنداد کی کثرت یعنی آنات لا متناہیہ کے اس سلسلے کو جس میں ہم اس کو منقسم پاتے ہیں ایک ترکیب نامی میں جوڑتے ہوئے پھر ایک 'کل' میں بدل دیتا ہے۔"

سورۃ البقرہ (آیت ۲۵۵) میں ہے:

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ

اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ آپ زندہ اور دوسروں کا قائم رکھنے والا۔

یعنی واجب الوجود بھی اور کائنات کا ایجاد کرنے والا اور تدبیر فرمانے والا بھی۔

صفحہ ۸۶ میں ہے:

"زندہ وہی ہے جو 'میں ہوں' یا 'انا' الموجود کہہ سکے۔"

سورۂ طٰہٰ (آیت ۱۴) میں ہے:

إِنَّنِيٓ أَنَا ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا

بے شک میں ہی ہوں اللہ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔

صفحہ ۸۶ ہی میں ہے:

"ذاتِ بحت، البتہ، جیسا کہ قرآن پاک کا ارشاد ہے 'غنی عن العٰلمین' ہے۔"

سورۂ آلِ عمران کی آیت (۹۷) میں ہے:

وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٩٧﴾

اور جو منکر ہو تو اللہ بے شک سارے جہانوں سے بے پرواہ ہے۔

اسی صفحے میں ہے:

"قرآن پاک کا ارشاد ہے 'لیس کمثلہٖ شیٔ' بایں ہمہ اُس نے اُسے 'سمیع و بصیر' کہا۔"

سورۃ الشوریٰ کی آیت (۱۱) میں ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهِۦ شَىْءٌ ۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ ﴿١١﴾

اس جیسا کوئی نہیں اور وہ سنتا دیکھتا ہے۔

صفحہ ۸۶ ہی میں ہے:

"فطرت کو ذاتِ الٰہیہ سے وہی نسبت ہے جو سیرت اور کردار کو ذاتِ انسانی سے۔ قرآن مجید نے بھی کس خوبی سے اسے "سنت اللہ" ٹھہرایا ہے۔"

ایسی کئی آیتیں ہیں، مثلاً سورۃ الاحزاب (آیت ۳۸) میں ہے:

سُنَّةَ ٱللَّهِ فِى ٱلَّذِينَ خَلَوْا۟ مِن قَبْلُ ۚ وَكَانَ أَمْرُ ٱللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا ﴿٣٨﴾

اللہ کا دستور چلا آرہا ہے ان میں جو پہلے گزر چکے اور اللہ کا کام مقرر تقدیر ہے
سورۃ الروم (آیت ۳۰) میں ہے:

فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا "لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ"

اللہ کی دی ہوئی قابلیت جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا۔ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز کو بدلنا نہیں چاہیئے۔

فطرت کا استعمال Naturalism اور تخلیقی قوت دونوں کے لیے ہوتا ہے
صفحہ ۷۸ میں ہے:

"فطرت کا تصور بھی بطور ایک زندہ اور ہر لحظہ بڑھتی اور پھیلتی ہوئی وحدت نامیہ کی حیثیت سے کرنا چاہیے جس کے نشو و نما پر ہم خارج سے کوئی حد قائم نہیں کرسکتے۔ اس کی کوئی حد ہے تو داخلی، یعنی وہ ذاتِ مشہود جو اس میں جاری و ساری ہے اور جس نے اس کو سہارا دے رکھا ہے۔ قرآن پاک کا ارشاد بھی یہی ہے: وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی

یہ سورۃ النجم کی آیت (۴۲) ہے، یعنی "اور یہ کہ بے شک تمہارے رب ہی کی طرف انتہا ہے۔"

صفحہ ۷۸ ہی میں ہے:

"فطرت کا علم سنن الٰہیہ کا علم ہے جس کے مشاہدے میں ہم ذاتِ مطلق ہی سے قرب و اتصال کی سعی کرتے ہیں اور اس لیے یہ بھی گویا عبادت ہی کی ایک دوسری شکل ہے۔"

سورۃ العنکبوت (آیت ۲۰) میں ہے:

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ

آپ فرمادیں کہ زمین میں سفر کرکے دیکھو، اللہ کیونکر پہلے بناتا ہے۔

صفحہ ۸۹ میں ہے:

"پھر زمانِ مسلسل بھی تو دراصل استدامِ محض ہے، اگرچہ اس کو پارہ پارہ کر دیتا ہے۔۔۔۔۔۔ قرآن پاک کے ارشاد "له اختلاف اللیل والنھار" میں بھی میرے نزدیک یہی حقیقت پیشِ نظر ہے۔"

یہ آیت (۸۰) سورۃ المومنون کی ہے:

وَهُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ

اور وہی جلائے اور مارے اور اسی کے لیے ہیں رات اور دن کی تبدیلیاں تو کیا تمہیں سمجھ نہیں؟

صفحہ ۹۰ میں ہے:

"ہم اُسے (اللہ کو) زندہ کہتے ہیں تو اس لیے کہ قرآن مجید نے اُسے زندہ کہا ہے۔

صفحہ ۸۵ میں سورۂ آلِ عمران کی آیت (۲۵۵) آچکی ہے۔

صفحہ ۹۱ میں ہے:

"اُس کی حقیقی نوعیت کا اظہار مسلسل خلاقی میں ہو رہا ہے جس میں 'تھکن' کا شائبہ ہے نہ 'اُونگھ' اور 'نیند' کا۔

اسی سورۂ البقرہ کی آیت (۲۵۵) میں یہ الفاظ بھی ملاحظہ ہوں:

اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۚ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ

اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ آپ زندہ اور دوسروں کا قائم رکھنے والا ہے۔ اُسے نہ اُونگھ آئے، نہ نیند۔

سورۃ الرحمٰن (آیت ۲۹) میں ہے:

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ

اُسے ہر دن ایک کام ہے (یعنی تھکن نہیں)۔

صفحہ ۹۲ میں ہے:

"انسان کا 'ہنوز' کہنا تو بے شک جستجو کی علامت ہے ناکامی اور نامرادی کی، لیکن خلّاقِ مطلق کا 'ہنوز' عبارت ہے ان لاانتہا تخلیقی امکانات سے جو اس کے اپنے وجود میں مضمر ہیں اور لازم ہے ایک حقیقت بن کر منصۂ شہود پر آئیں، لیکن جس کی شانِ کلیت میں اس سارے عمل کے باوجود سر مو فرق نہیں آتا۔"

سورۃ الملک (آیات ۳-۴) میں ہے:

. . . . مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝

رحمٰن کے بنانے میں تو کیا فرق دیکھتا ہے؟ تو نگاہ اٹھا کر دیکھ۔ تجھے کوئی رخنہ نظر آتا ہے؟ پھر دوبارہ نگاہ اٹھا۔ نظر تیری ناکام پلٹ آئے گی تھکی ماندی

اوپر کے قول کا استدلال ان آیتوں سے کیا جا سکتا ہے۔

صفحہ ۹۳-۹۴ میں ہے:

"وہ (فلسفہ) گویا دور ہی سے حقیقت کا مشاہدہ کرتا ہے۔ برعکس اس کے مذہب اس سے قرب و اتصال کا آرزومند ہے .... لیکن یہ تقرب اور یہ اتصال جب ہی ممکن ہے کہ فکر اپنے حدود سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے جس میں اسے کامیابی ہوگی تو اس ذہنی روش کی بدولت جسے مذہب نے دعا سے تعبیر کیا ہے اور جو پیغمبر اسلام صلعم کے لب مبارک پر تا دم آخر موجود تھی (لیعنی اللھم بالرفیق الاعلیٰ)۔"

مذہب بے شک قرب و اتصال چاہتا ہے۔ سورۃ العلق کی آخری آیت (۱۹)

میں ہے:

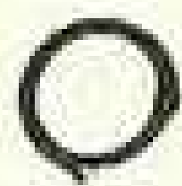
وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿١٩﴾ اور سجدہ کرو اور ہم سے قریب ہو جاؤ۔

سورۃ البقرہ (آیت ۱۸۶) میں ہے:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ

اور آپ سے جب میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں قریب ہوں۔

تیسرا خطبہ



ذاتِ الٰہیہ کا تصوّر اور حقیقتِ دُعا

(The Conception of God and the Meaning of Prayer)

صفحہ ۹۵ میں ہے:

"ہمارے محسوسات و مدرکات کی اساس کوئی بابصر اور تخلیقی مشیت ہے جس کو بوجوہ ایک 'انا' ہی سے تعبیر کیا جائے گا۔"

اس کے ساتھ علامہ اقبال نے سورۂ اخلاص کو نقل کرتے ہوئے انائے مطلق کی انفرادیت کی وضاحت کی ہے کہ فردِ کامل صرف خدا ہے جس کے اندر سے اس کا غیر کبھی صادر نہیں ہو سکتا۔ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُولَدْ ۝ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔) ان آیتوں سے محض عقیدۂ تثلیث کی تردید منظور نہیں بلکہ خدا کے فردِ کامل ہونے کی حیثیت بھی واضح کرنی ہے۔

سورۃ النور کی آیت (۳۵) نقل کر کے بتایا ہے (صفحہ ۹۷) کہ اللہ کو آسمانوں اور زمینوں کا نور کہنے سے وحدتِ وجود کا نظریہ ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ اس نور کے مرکز کو ایک چراغ میں اور چراغ کو فانوس کے اندر ایک طاق میں رکھنے کی تشبیہ اپنی جگہ خود اللہ کے ذاتِ مطلق اور فردِ کامل ہونے کی دلیل ہے اور وہ زمان و مکان کی لامتناہیوں میں منتشر نہیں ہے۔

صفحہ ۹۹: خدا کی ذات میں "(۱) خالقیت، (۲) اس کا علم، (۳) قدرتِ کاملہ (۴) دیمومت" (سرمدیت) ہے۔

سورۂ ہود (آیت ۱۰۷) میں ہے :

اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ

بے شک تمہارا رب جب جو چاہے کرے ۔

سورۂ یٰسین (آیت ۸۲) میں ہے :

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ

اس کا کام تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کو چاہے تو اس سے فرمائے کہ ہو جا، وہ فوراً ہو جاتی ہے ۔

صفحہ ۱۰۳ میں ہے :

"الٰہیاتِ اسلامیہ کے سب سے زیادہ متشرع اور تاحال مقبولِ عام مذہب یعنی اشاعرہ کے نزدیک قدرتِ کاملۂ الٰہیہ کا منہاجِ تخلیق جواہر کی آفرینش ہے ۔"

پھر ان کے مذہب کے لیے سورۃ الحجر کی آیت ۲۱ نقل کی ہے ، یعنی :

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ

اور کوئی چیز نہیں جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں اور ہم اُسے نہیں اتارتے مگر ایک معلوم اندازے سے ۔

صفحہ ۱۰۴ میں ہے :

"اشاعرہ کے نزدیک کائنات کی ترکیب جواہر یعنی ان لاانتہا چھوٹے چھوٹے ذرّوں سے ہوئی جن کا مزید تجزیہ ناممکن ہے لیکن خالقِ کائنات کی تخلیقی فاعلیت کا سلسلہ چونکہ برابر جاری ہے اس لیے جواہر کی تعداد بھی لامتناہی ہے ...... قرآن مجید کا بھی یہی ارشاد ہے وَ یَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ (سورۂ فاطر، آیت ۱ = وہ بڑھاتا ہے آفرینش میں جو چاہے)۔

لیکن اشاعرہ نے جواہر کی حرکت کا کوئی معقول نظریہ پیش نہیں کیا۔ اشاعرہ نے نفس کو بھی ایک حادث صفت بنا دیا۔ لیکن جہاں نفسی زندگی نہیں وہاں زمان نہیں اور جہاں زمان نہیں وہاں کوئی حرکت نہیں ہو سکتی۔

صفحہ ۱۱۰ میں ہے:

"قرآن مجید نے بھی تو اسی لیے حقیقتِ مطلقہ کو انسان کی رگِ جان سے قریب تر ٹھہرایا۔"

سورۂ ق (آیت ۱۶) میں ہے:

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿۱۶﴾

اور ہم اس سے رگِ جاں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

صفحہ ۱۱۵ میں ہے:

"قرآن مجید نے زمانِ الٰہیہ کو 'ام الکتاب' ٹھہرایا۔"

سورۃ الرعد (آیات ۳۸-۳۹) میں ہے:

لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚۖ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾

ہر وعدے کی ایک لکھت ہے۔ اللہ جو چاہے مٹاتا اور ثابت کرتا ہے، اور اصل لکھا ہوا اُسی کے پاس ہے۔

صفحہ ۱۱۶، ۱۱۷ میں ہے:

"'انا' کی زندگی اگر ایک طرف دیموت کی زندگی ہے، یعنی تغیر سے تواتر کی" تو دوسری طرف زمانِ متسلسل کی، ان معنوں میں کہ وہ ایک پیمانہ ہے تغیر بے تواتر کا اور اس سے نامی طور پر وابستہ۔ قرآنِ مجید کے اس ارشاد لَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ کا مطلب بھی ہم کچھ یونہی سمجھ سکتے ہیں۔"

یہ آیت صفحہ ۸۹ میں آ چکی ہے۔

صفحہ ۱۱۸ میں ہے:

"اللہ تعالیٰ کا علم کلی ادراک کا ایک واحد اور ناقابلِ تجزیہ عمل ہے جس میں یہ سارا عالمِ تاریخ جس کو ہم مخصوص حوادث کا ایک سلسلہ قرار دیتے ہیں، بلا واسطہ اور بطور ایک دوامی آن کے اُس کے علم میں آجاتا ہے۔"

سورۃ الطلاق (آیت ۱۲) میں ہے:

وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ﴿۱۲﴾

اور یہ کہ اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

صفحہ ۱۲۰ میں ہے "زندگی میں از خود عمل کی استعداد موجود ہے۔" اس کے متعلق سورۃ البقرہ کی آیت (۲۸۶) میں ارشاد موجود ہے:

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ

اُس (نفس) کا فائدہ ہے جو اچھا کسب کیا اور اُس کا نقصان ہے جو بُرا کسب کیا۔

صفحہ ۱۲۱ میں ہے:

"قرآن مجید نے بصراحت کہا ہے کہ عالمِ فطرت باہمد گر مربوط قوی کا ایک نظام ہے، اور اس لیے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ میں اس کی حکمت کو بڑا دخل ہے۔"

اس کے لیے سورۃ البقرہ کی آیت (۱۶۴) پر بھی غور کرنا مفید ہوگا:

. . . اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ
وَ النَّهَارِ وَ الْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَاۤ اَنْزَلَ
اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا
وَ بَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَ السَّحَابِ
الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

بے شک آسمانوں اور زمین کے بنانے میں اور رات اور دن کے اختلاف میں اور کشتیوں میں جو دریاؤں میں اُن چیزوں کو لے کر چلتی ہیں جن سے لوگوں کو نفع ہوتا ہے اور اس پانی میں جو اللہ ابر سے اُتارتا ہے اور جس سے زمین کو زندہ کرتا ہے اس کی موت کے بعد اور اس میں پھیلا دینا ہے ہر طرح کے جان دار۔ اور ہواؤں کے پلٹانے میں اور بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان مطیع ہیں، اُن لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔

صفحہ ۱۲۱ ہی میں ہے:

"قرآنِ مجید کا یہ بھی تو ارشاد ہے کہ جو بھی خیر ہے اُسی کے ہاتھ میں ہے۔"

سورۂ آل عمران (آیت ۲۶) میں ہے:

بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے، بے شک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔

صفحہ ۱۲۳ میں ہے:

"قرآنِ مجید کی تعلیمات بھی جس کا یہ کہنا ہے کہ انسان عملِ صالح اور قوائے طبیعی کی تسخیر پر دسترس رکھتا ہے، رحمانیت کی ہیں۔"

سورۃ العصر (آیات ۱۔۳) میں ہے:

وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

زمانے کی قسم! بے شک انسان ضرور گھاٹے میں ہے سوائے اُن کے جو ایمان لائے اور عملِ صالح کیے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

سورۂ لقمان (آیت ۲۰) میں تسخیر کی صلاحیت کا ذکر ہے:

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا
فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاہِرَۃً وَّبَاطِنَۃً

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے لیے مسخر کر دیے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور تمہیں بھرپور نعمتیں اپنی دے دیں، ظاہر بھی اور چھپی ہوئی بھی؟

سورۃ الجاثیہ (آیت ۱۳) میں بھی اسی طرح کا ذکر ہے۔

صفحہ ۱۲۴ سے "ہبوطِ آدم" کا واقعہ شروع ہوتا ہے۔ بتایا ہے کہ عہد نامہ عتیق یعنی Old Testament اور قرآن کے انداز میں کیا فرق ہے اور کیوں؟ پھر صفحہ ۱۲۵ میں لکھتے ہیں: "یوں بھی بہ حیثیت ایک ذی روح، انسان کی آفرینش کا جہاں کہیں ذکر آیا ہے، قرآنِ پاک نے اس کے لیے 'بشر' اور 'انسان' کے الفاظ استعمال کیے ہیں، 'آدم' کا لفظ استعمال نہیں کیا" مثلاً سورۃ آل عمران (آیات ۴۷-۷۹)، المائدہ (آیت ۱۸)، الانعام (آیت ۹۱)، ابراہیم (آیات ۱۰، ۱۱) وغیرہ میں بشر کا لفظ دیکھیں، اور سورۃ النساء آیت ۲۸)، یونس (آیت ۱۲)، ہود آیت ۹)، یوسف (آیت ۵) وغیرہ میں لفظ انسان کے استعمالات دیکھیں۔

صفحہ ۱۲۵ میں ہے:

"لفظ آدم سے مقصود تو صرف یہ ظاہر کرنا تھا کہ انسان کے اندر نیابتِ الٰہیہ کی صلاحیت موجود ہے۔"

سورۃ البقرہ (آیت ۳۰) میں ہے:

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً

میں بنانے والا ہوں زمین میں اپنا خلیفہ۔

صفحہ ۱۲۶ میں ادیب کے قول کی مزید وضاحت ہے:

"آدم کا لفظ بے شک حذف نہیں ہوا، لیکن یہاں اس کا اشارہ کسی مخصوص انسان کی طرف نہیں۔ اس کی حیثیت ایک تصوّر کی ہے جس کی تائید قرآن پاک ہی سے ہوجاتی ہے اور جس کا ذیل کی آیت ایک قطعی اور واضح ثبوت ہے۔" (یہاں سورۃ الاعراف کی آیت ۱۱ مذکور ہے۔

صفحہ ۱۲۶ ہی میں ہے:

"قرآن مجید نے اس قصے کو دو الگ الگ حکایتوں میں تقسیم کر دیا ہے، ایک جس میں صرف 'الشجرہ' کا ذکر ہے اور دوسری وہ جس میں 'شجرۃ الخلد' اور 'ملک لایبلی' کا۔"

سورۃ الاعراف کی آیات ۱۹، ۲۰ اور ۲۲ میں الشجرہ کا ذکر ہے اور سورہ طٰہٰ کی آیت ۱۲۰ میں ہے:

فَوَسْوَسَ اِلَیْهِ الشَّیْطٰنُ قَالَ یٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْكٍ لَّا یَبْلٰى

تو شیطان نے اُسے وسوسہ دیا۔ بولا، اے آدم، کیا میں تمہیں بتا دوں ہمیشہ جینے کا پیڑ اور وہ بادشاہی کہ پرانی نہ پڑے۔

صفحہ ۱۲۶ ہی میں ہے:

"قرآن مجید کے نزدیک وہ (زمین) انسان کا مستقر اور متاع ہے۔"

سورۃ البقرہ (آیت ۳۶) میں ہے:

وَلَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ

اور تمہارے لیے زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا اور برتنا ہے۔

اس دنیا میں رہنے کے لیے اللہ کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ اس کے لیے سورۃ الاعراف کی آیت (۱۰) نقل کی ہے۔

صفحہ ۱۲۷ میں ہے:

"قرآن پاک نے کہیں یہ نہیں کہا کہ انسان کی حیثیت اس (زمین) میں اجنبی کی ہے۔ وَاللّٰهُ أَنْبَتَكُم مِّنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا (سورۂ نوح، آیت ۱۷؛ اور اللہ نے تمہیں سبزے کی طرح زمین سے اُگایا)۔ لہٰذا یہ جنت جس کا اس قصے میں ذکر آیا ہے، نیکوکاروں کا وہ مسکن نہیں جہاں وہ ہمیشہ رہنے چلے جائیں گے (یعنی خلود جیسا کہ سورۃ البقرہ کی آیت ۸۲، آل عمران کی آیت ۱۰۷ اور الاعراف کی آیت ۳۶ وغیرہ میں ذکر ہے)، کیونکہ ان معنوں میں جہاں کہیں جنت کا ذکر آیا ہے اُس کی تعریف قرآن مجید نے ان الفاظ میں کی ہے: يَتَنَازَعُونَ فِيهَا كَأْسًا لَّا لَغْوٌ فِيهَا وَلَا تَأْثِيمٌ (سورۂ الطور، آیت ۲۳ = ایک دوسرے سے وہ لیتے ہیں جام جس میں نہ بیہودگی اور نہ گنہگاری ہے)۔ نیز ان الفاظ میں لا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُم مِّنْهَا بِمُخْرَجِينَ (سورۃ الحجر، آیت ۴۸ = نہ اُنہیں اس میں کچھ تکلیف پہنچے نہ وہ اس میں سے نکالے جائیں)۔ چنانچہ آگے چل کر اسی قصے کی دوسری حکایت میں اسی باغ (جنت) کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے، إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَضْحَىٰ (طٰہٰ، آیات ۱۱۸ - ۱۱۹ = بے شک تیرے لیے جنت میں یہ ہے کہ نہ تو بھوکا ہوگا، نہ ننگا ہوگا، اور یہ کہ تجھے نہ اس میں پیاس لگے نہ دھوپ)۔ اور اس لیے میں سمجھتا ہوں قرآن پاک کی اس روایت میں لفظ جنت کا اشارہ حیاتِ انسانی کے اُس ابتدائی دور کی طرف ہے جس میں انسان کا اپنے ماحول سے ابھی عملاً کوئی رشتہ قائم نہیں ہوا تھا۔"

صفحہ ۱۲۸ میں ہے:

"اس (انسان) کی پہلی نافرمانی وہ پہلا اختیاری عمل تھا جو اس نے اپنے ارادے اور اپنی مرضی سے کیا اور یہی وجہ ہے کہ ارشادِ قرآنی کے مطابق آدم کا یہ گناہ معاف کر دیا گیا۔"

سورۃ البقرہ (آیت ۳۷) میں ہے:

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

پھر سیکھ لیے آدمؑ نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی بے شک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

صفحہ ۱۲۹ میں ہے:

"یوں بھی جس ہستی کی تخلیق 'احسن تقویم' پر ہوئی مگر جسے پھر 'اسفل سافلین' میں لوٹا دیا گیا، اُس کی مخفی قوتوں کی تربیت کچھ یوں ہی ممکن تھی کہ اس طرح کا خطرہ برداشت کر لیا جاتا۔"

سورۃ التین (آیات ۴۔۵) میں ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ

بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا۔ پھر اُسے ہر نیچی سے نیچی حالت کی طرف پھیر دیا۔

اُوپر کے جملے کے ساتھ ہی یہ جملہ ہے: "قرآن مجید کا ارشاد ہے: وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً" (سورۃ الانبیاء، آیت ۳۵ = اور تمہاری آزمائش کرتے ہیں بُرائی اور بھلائی سے جانچنے کو)۔

صفحہ ۱۲۹ ہی میں ہے:

"اب ذات یا خودی کا تقاضا ہی یہ ہے کہ اپنے آپ کو بحیثیت ذات برقرار رکھے، لہٰذا اُسے علم کی جستجو ہے۔ افزائشِ نسل اور طاقت، یا

بالفاظِ قرآنی ۔ 'ملک لا یبلیٰ ' کی"۔

دیکھیں صفحہ ۱۲۶۔

صفحہ ۱۲۹ ۔ ۱۳۰ میں ہے:

"قرآن مجید میں جب اس پہلو سے کہ آدم کو اشیاء کے نام معلوم ہیں، فرشتوں میں اُس کی برتری ظاہر کی گئی تو پھر اسی کے ساتھ دوسری حکایت کا ذکر بھی کر دیا (آدم کے بہکائے جانے کا)۔ لہٰذا ان آیات سے جیسا کہ ہم اس سے پہلے عرض کر آئے ہیں، یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ علم انسانی کی نوعیت تصوری ہے (دیکھیں خطبۂ اول۔ بحث تعلیماتِ قرآنی)۔ دوسری یہ کہ .... آدم کو اس درخت کا پھل چکھنے سے روکا گیا تو اس لیے کہ .... وہ ایک دوسری قسم کے علم کا اہل تھا، یعنی اس علم کا جو نتیجہ ہے صبر آزما مشاہدے کا اور جس میں رفتہ رفتہ ہی اضافہ ممکن ہے"۔

سورۃ البقرہ کی آیات (۳۰ تا ۳۸) میں یہ واقعات بیان ہوئے ہیں۔

صفحہ ۱۳۰ میں ہے: "وہ فطرۃً 'عجول' ہے"۔

سورۂ بنی اسرائیل (آیت ۱۱) میں ہے:

وَكَانَ الْإِنسَانُ عَجُولًا ﴿١١﴾ (اور انسان بڑا جلد باز ہے)۔

اور سورۃ الانبیاء (آیت ۳۷) میں ہے:

خُلِقَ الْإِنسَانُ مِنْ عَجَلٍ (آدمی جلد باز بنایا گیا)۔

صفحہ ۱۳۱ میں سورۂ طٰہٰ کی آیات ۱۲۰ ۔ ۱۲۲ نقل کی ہیں یعنی

فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يَا آدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَىٰ شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلَىٰ ﴿١٢٠﴾ فَأَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِن وَرَقِ الْجَنَّةِ ۚ وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ ﴿١٢١﴾ ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَىٰ

تو شیطان نے اسے وسوسہ دیا۔ بولا، اے آدم کیا میں تمہیں بتا دوں ہمیشہ جینے کا پیڑ اور وہ بادشاہی کہ پرانی نہ پڑے۔ تو اُن دونوں نے اس میں سے کھا لیا۔ اب اُن پر اُن کی شرم کی چیزیں ظاہر ہوئیں اور جنت کے پتے اپنے اُوپر چپکانے لگے اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش ہوئی، تو جو مطلب چاہا تھا اُس کی راہ نہ پائی۔ پھر اُس کے رب نے چُن لیا تو اس پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائی اور اپنے قربِ خاص کی راہ دکھائی۔

اس موقع پر علامہ اقبال لکھتے ہیں (صفحہ ۱۴۱-۱۴۲):

"قرآن مجید نے اس تناسلی علامت سے احتراز کیا، جو قدیم فن میں استعمال ہوتی تھی۔ اس نے صرف آدم کی اس پریشانی کا ذکر کرتے ہوئے جو باعثِ شرم اُسے اپنے برہنہ جسم کے چھپانے میں پیش آئی اس جنسی فعل کی طرف اشارہ کر دیا۔"

صفحہ ۱۴۲ میں ہے:

"ارشادِ قرآنی بھی یہی ہے تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔"

سورہ طٰہٰ ہی میں (آیت ۱۲۳) ہے:

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ

فرمایا، تم دونوں مل کر جنت سے اُترو۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔

صفحہ ۱۴۲ ہی میں ہے:

"قرآن پاک کا ارشاد ہے کہ یہ شخصیت کا بارِ گراں ایک امانت ہے جسے آسمانوں اور پہاڑوں نے اٹھانے سے انکار کر دیا تھا مگر جسے انسان نے خود اپنے آپ کو خطرے میں ڈال کر اٹھایا۔"

اس کے لیے سورۃ الاحزاب کی آیت (۷۲) بھی نقل کر دی ہے۔ پھر

صفحہ ۱۳۴ میں ہے:

"قرآن مجید کے نزدیک تو انسان ہونا نام ہی اس بات کا ہے کہ ہر قسم کی سختیاں اور مصائب برداشت کی جائیں۔"

سورۃ البلد (آیت ۴) میں ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي كَبَدٍ ۝

بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

سورۃ البقرہ (آیت ۱۷۷) میں بھی ہے:

وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ

اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت۔

اوپر کی بحث میں علامہ اقبال نے سورۂ یوسف کی آیت (۲۱) بھی نقل کی ہے یعنی:

وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

صفحہ ۱۳۵ میں ہے:

"فکر کی حالت میں تو ہمارا ذہن حقیقتِ مطلقہ کا مشاہدہ کرتا اور اس کے اعمال و افعال پر نظر رکھتا ہے، لیکن دعا (عبادت) کی صورت میں وہ ایک آہستہ گام کلیت کی منزل بہ منزل رہنمائی کو چھوڑ کر فکر سے آگے بڑھتا اور حقیقتِ مطلقہ پر تصرف حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔"

سورۂ یوسف (آیت ۴۰) میں ہے:

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۚ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ

حکومت صرف اللہ کی ہے۔ اُس نے حکم دیا ہے کہ تم اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہی سیدھا طریقہ ہے۔

جب اس کو حاکم مان کر اس کے آگے سر جھکا دیا پھر فکر کی گنجائش کہاں رہی؟

صفحہ ۱۳۷ میں ہے:

"دراصل علم کی جستجو جس رنگ میں بھی کی جائے، عبادت ہی کی ایک شکل ہے اور اس لیے فطرت کا علمی (سائنسی) مشاہدہ بھی کچھ ویسا ہی عمل ہے جیسے حقیقت کی طلب میں صوفی کا سلوک و عرفان کی منزلیں طے کرنا۔"

سورۃ المجادلہ (آیت ۱۱) میں ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ

اللہ درجے بلند کرے گا ان لوگوں کے جو تم میں ایمان لائے اور ان کے جنہیں علم دیا گیا۔

صفحات ۱۳۸-۱۳۹ میں ہے:

"ذرا خیال تو فرمایئے کہ روزمرہ کی صلوٰۃ باجماعت کے ساتھ ساتھ جب ہر سال مسجدِ حرام کے اِردگرد (مکہ معظمہ میں) حج کا منظر ہماری آنکھوں میں پھر جاتا ہے تو ہم کس خوبی سے سمجھ لیتے ہیں کہ اسلام نے اقامتِ صلوٰۃ کے ذریعے عالمِ انسانی کے اتحاد و اجتماع کا حلقہ کس طرح وسیع سے وسیع تر کر دیا ہے!"

سورۂ آلِ عمران (آیت ۹۶) میں ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّھُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ

بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لیے مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے، برکت والا اور سارے جہانوں کا راہنما۔

سورۃ الحج (آیت ۲۷) میں ہے:

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا

وَّعَلٰي كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿٢٧﴾

اور لوگوں میں حج کی عام ندا کر دو۔ وہ تمہارے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور ہر دبلی اونٹنی پر کہ ہر دور کی راہ سے آتی ہیں۔

پھر عبادت کے مختلف طریقوں کے سلسلے میں علامہ اقبال نے سورۃ الحج کی آیتیں ۶۷۔ ۶۹ نقل کی ہیں اور اس کے بعد سورۃ البقرہ کی آیتیں ۱۱۵۔ ۱۱۷ بھی اسی مقصد کے لیے نقل کی ہیں۔

صفحات ۱۴۰۔ ۱۴۱ میں ہے:

"قرآنِ مجید نے نسل اور قوم اور شعوب وقبائل کی تقسیم کو تعارف کا ایک ذریعہ ٹھہرایا تو اس کی وجہ بھی یہی ہے (وحدتِ انسانی)......... صلوٰۃ باجماعت سے اس تمنا کا اظہار بھی مقصود ہے کہ ان سب امتیازات کو مٹاتے ہوئے جو انسان اور انسان کے درمیان قائم ہیں، اپنی اس وحدت کی ترجمانی جو گویا ہماری خلقت میں داخل ہے، اس طرح کریں کہ ہماری عملی زندگی میں اس کا اظہار سچ مچ ایک حقیقت کے طور پر ہونے لگے۔"

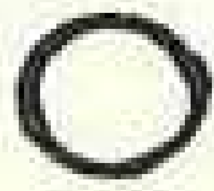
ع ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز

سورۃ الحجرات (آیت ۱۳) میں ہے:

وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ

اور ہم نے تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں تعارف رکھو۔ بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

چوتھا خطبہ



خودی، جبر وقدر، حیات بعد الموت

(The Human Ego—Its Freedom and Immortality)

صفحہ ۱۴۲ میں ہے :

"انسان کے بارے میں اس (قرآن) کا یہی نظریہ ہے جس کی بنا پر نہ تو (۱) کوئی دوسرے کا بوجھ اٹھا سکتا ہے، (۲) نہ یہ ممکن ہے کہ اسے اپنی کوشش سے سوا کچھ ملے اور جس کے پیش نظر قرآن پاک نے (مسیحی) کفارے کا تصور رد کر دیا۔"

(۱) سورۃ النجم (آیت ۳۸) میں ہے :

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴿۳۸﴾

کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہیں اٹھاتی۔

سورۃ الانعام (آیت ۱۶۴)، بنی اسرائیل (آیت ۱۵)، فاطر (آیت ۱۸) اور الزمر (آیت ۷) میں بھی ایسی آیت ملتی ہے۔

(۲) سورۃ النجم (آیت ۳۹) ہی میں ہے :

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾

اور یہ کہ انسان نہ پائے گا مگر اپنی کوشش کا۔

اس کے بعد علامہ نے انسان کے برگزیدہ ہونے سے متعلق سورۂ طٰہٰ کی آیت ۱۲۲ نقل کی ہے۔ نیابتِ الٰہی کے لیے سورۃ البقرہ کی آیت ۳۰، سورۃ الانعام کی آیت ۱۶۵ اور آزاد شخصیت کے امین ہونے کے بارے میں سورۃ الاحزاب کی آیت ۷۲ تحریر کی ہے۔
صفحہ ۱۴ میں ہے:

"یہ صرف تصوف تھا جس نے کوشش کی کہ عبادات اور ریاضت کے ذریعے وارداتِ باطن کی وحدت تک پہنچے۔ قرآن پاک کے نزدیک یہ واردات علم کا ایک سرچشمہ ہیں۔"

خطبۂ اول میں یہ بحث آچکی ہے اور آیات بھی درج ہیں۔ بالخصوص صفحہ ۱۹-۲۵۔
پھر صفحات ۱۴۵-۱۴۶ میں علامہ اقبال نے ان احوال و مشاہدات کی علمی تحقیق پر زور دیا ہے اور فرمایا ہے کہ مسلمان "اسلام پر بحیثیت ایک نظامِ فکر از سرِ نو غور کریں"۔
صفحہ ۱۵۴ میں ہے:

"خودی کی زندگی اطناب کی ایک حالت ہے جس کو اس نے اپنے ماحول پر اثر آفرینی یا اس سے اثر پذیری کی خاطر پیدا کر رکھا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا غلط ہوگا کہ اثر آفرینی اور اثر پذیری کی اس کشمکش میں خودی کا وجود اس سے باہر رہتا ہے۔"

اس کے لیے علامہ اقبال نے سورۂ بنی اسرائیل کی آیت (۸۵) نقل کی ہے، یعنی:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ
وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا

اور آپ سے لوگ روح کے متعلق پوچھتے ہیں۔ آپ فرما دیں، روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور تمہیں علم نہیں ملا، مگر تھوڑا۔
اس آیت کے ذیل میں علامہ نے فرمایا ہے کہ "لفظ "امر" کا مطلب سمجھنے کے لیے

ہمیں اس امتیاز کو فراموش نہیں کرنا چاہیے جو قرآن پاک نے امر اور خلق میں کیا ہے"۔

سورۃ الاعراف (آیت ۵۴) میں ہے:

۱ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ

اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور امر کرنا۔ بڑی برکت والا ہے اللہ رب سارے جہانوں کا۔

مولانا اشرف علی تھانوی اپنی تفسیر میں یہاں لکھتے ہیں: "یاد رکھو، اللہ ہی کے لیے خاص ہے خالق ہونا (جیسا خلق سے معلوم ہوا) اور حاکم ہونا (امر سے معلوم ہوا)۔ پھر وہ "مسائل السلوک" میں یہاں تک یہاں لکھتے ہیں کہ خلق تحتِ عرش ہے اور امر، فوقِ عرش۔

علامہ اقبال نے صفحہ ۱۵۵ میں ان دونوں آیتوں میں سے "امر ربی" اور "خلق امر" کی تشریح کی ہے اور پھر فرمایا ہے کہ "اس کا مطلب یہ ہے کہ باوجود ان تغیرات کے جو باعتبار ایک وحدت خودی کی حد وسع، توازن اور اثر آفرینی میں پیدا ہوتے ہیں اس کا ایک مخصوص اور منفرد وجود ہے"۔ پھر سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ۸۴ نقل کی ہے:

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا

اور اس آیت سے یہ استنباط کیا ہے کہ "میں شئے نہیں عمل ہوں"۔

صفحہ ۱۵۶ میں ہے:

"زمان و مکان کی اس دنیا میں خودی کا صدور کیونکر ہوا؟ اس بحث میں بھی قرآن مجید کے ارشادات بالکل صاف اور واضح ہیں"۔

یہاں سورۃ المؤمنون کی آیات ۱۲ - ۱۴ نقل کی ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے:

اور بے شک ہم نے انسان کو 'چنی ہوئی مٹی' سے بنایا۔ پھر اسے پانی کی بوند کیا ایک مضبوط ٹھہراؤ میں۔ پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو خون کی 'پھٹک کیا'

پھر خون کی پھٹک کی گوشت کی بوٹی، پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں، پھر ان ہڈیوں پر گوشت پہنایا۔ پھر اسے اور صورت میں اٹھان دی۔ تو بڑی برکت والا ہے اللہ، سب سے بہتر خالق۔

اس آخری آیت میں "خلقاً آخر" (اور صورت میں تخلیق) کا ذکر ہے۔ علامہ لکھتے ہیں (صفحات ۱۵۶۔ ۱۵۷):

"اس 'خلق آخر' کا نشوونما نظامِ جسمانی کی بنا پر ہوتا ہے اور نظامِ جسمانی کیا ہے؟ کمتر خودیوں کی وہ بستی جس کے اندر سے ایک عمیق تر خودی (یعنی ہماری اپنی ذات) مجھ پہ عمل کرتی اور مجھے اس امر کا موقع دیتی ہے کہ میں اپنے محسوسات و مدرکات کو ایک باقاعدہ وحدت میں سمو ڈالوں"۔

صفحہ ۱۵۹ میں ہے:

"بدنی افعال ہمیشہ اپنے آپ کو دہراتے رہتے ہیں۔ لہٰذا بدن کو روح کے اعمال کا حاصل جمع کہیے، یا یہ کہ وہ اس کی 'عادت' ہے اور اس لیے اس سے ناقابلِ فصل"۔

سورۃ الطور (آیت ۲۱) میں ہے:

كُلُّ امْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ﴿۲۱﴾

ہر آدمی اپنے عمل میں گروی ہے (یعنی اپنے عمل کا نتیجہ ضرور پائے گا)۔

اس آیتِ مبارکہ میں بدن اور روح دونوں کی ذمہ داری مذکور ہے۔

صفحہ ۱۶۱ میں ہے:

"طبیعی سطح کوئی سطح بھی نہیں، ان معنوں میں کہ مادہ ہے تو لیکن اس تخلیقی ائتلاف (Synthesis) کا جسے ہم حیات اور نفس سے تعبیر کرتے ہیں، نشوونما چونکہ اس کی سرشت ہی میں داخل نہیں، لہٰذا ایک ورا ورا

خدا کی ہستی تسلیم کرنا پڑی جو اس کو عقل اور نفس کی صفات عطا کرتا ہے۔ حالانکہ وہ مطلق انا جس کی بدولت صادر کا صدور ہوتا ہے، فطرت میں جاری و ساری ہے اور بفحوائے آیۂ قرآنی وہ اول و آخر بھی ہے، ظاہر اور باطن بھی۔"

یہ سورۃ الحدید کی آیت ۲ پہلے بھی آچکی ہے:

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

وہی اول، وہی آخر، وہی ظاہر، وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔

صفحہ ۱۶۴ میں ہے:

"ہمارے شعوری کردار کی آزادی کی تائید قرآن مجید کے اس نظریے سے بھی ہو جاتی ہے جو اس نے خودی کے اعمال و افعال کے بارے میں قائم کیا چنانچہ آیات ذیل میں اس حقیقت کی طرف قطعی اشارہ موجود ہے (ترجمہ):

"آپ فرما دیں کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے (سورۃ الکھف، آیت ۲۹)

"اگر تم بھلائی کرو گے تو اپنا بھلا کرو گے اور اگر برا کرو گے تو اپنا (سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۷)"۔

صفحہ ۱۶۴ ہی میں ہے:

"اوقات صلوٰۃ کی تعیین بھی جو قرآن مجید کے نزدیک خودی کو زندگی اور اختیار کے حقیقی سرچشمے سے قریب تر لا کر اسے 'اپنی ذات پر قابو' حاصل کرنے کا موقع دیتی ہے اسی مقصد کے پیش نظر کی گئی تا کہ ہم نیند اور کسب معاش کے میکانیت آفریں اثرات سے محفوظ رہیں۔"

سورۃ النساء (آیت ۱۰۳) میں ہے:

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا
وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ

الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا

پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پہ لیٹے پھر جب مطمئن ہو جاؤ تو حسبِ دستور نماز قائم کرو بے شک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔

اس تعیین سے واقعی بندش اور کسبِ معاش کے میکانیت آفریں اثرات سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔

صفحہ ۱۶۵-۱۶۶ میں ہے:

"کائنات کی طرف حیاتی طریق ہی پر قدم بڑھانا وہ چیز ہے جسے قرآن پاک نے ایمان سے تعبیر کیا ہے .... یہ تیقن اور اعتماد کی وہ کیفیت ہے جس کے لیے انسان کو بڑی نادر واردات اور تجربات سے گزرنا پڑھتا ہے۔ اور جس کی اہل صرف وہ شخصیتیں ہو سکتی ہیں جو نہایت درجہ مضبوط ہوں اور اس قسم کی تقدیر پرستی کو جو اس صورت میں ناگزیر ہے برداشت کرنے کی اہل۔ صحیح دلی یقینیات اور مضبوط دماغی اور ذہنی تصورات ہی کے ذریعے ہم اپنے لیے راہِ عمل تلاش کر سکتے ہیں۔ اسی لیے قرآن پاک میں ایمان کے ساتھ ساتھ ہمیشہ عمل صالح کا ذکر کیا گیا ہے۔

سورۃ الحدید (آیت ۲۲-۲۳) میں ہے:

..... مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ نَّبْرَأَهَا إِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرٌ ۝ لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتٰكُمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝

کوئی مصیبت نہیں آتی زمین میں اور نہ خود تم میں مگر یہ کہ وہ ایک کتاب (کتاب الٰہی) میں اپنی پیدائش سے پہلے درج ہوتی ہے۔ بے شک یہ

اللہ کو آسان ہے اس لیے کہ غم نہ کھاؤ اس پر جو ہاتھ سے جائے اور خوش نہ ہو اس پر جو تم کو دیا۔ اور اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اترانے والا بڑائی مارنے والا۔

اور سورۂ آل عمرآن (آیات ۱۴۵-۱۴۶) میں ہے:

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ۝ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝

اور کسی کے اختیار میں نہیں کہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر مر سکے۔ یہ لکھا ہوا مقرر ہے اور جو کوئی دنیا کا معاوضہ چاہے گا تو ہم اس کو ان میں سے کچھ دیں گے اور جو آخرت کا معاوضہ چاہے گا تو ہم اس میں سے کچھ (یہاں) دیں گے اور پورا معاوضہ شکر کرنے والوں کو آئندہ (وہاں) دیں گے اور کتنے ہی انبیاء نے جہاد کیا۔ اُن کے ساتھ بہت سے خدا والے تھے۔ تو نہ سست پڑے ان مصیبتوں سے جو اللہ کی راہ میں انہیں پہنچیں اور نہ کمزور ہوئے اور نہ دبے اور اللہ کو صبر والے محبوب ہیں۔

ان آیتوں سے واضح ہے کہ تقدیر پرستی کا نتیجہ پست ہمتی نہیں بلکہ عزم و حوصلہ اور استقلال و ثبات ہے۔[۷۵]

صفحہ ۱۶۶ میں ہے:

"اسلامی تصوف کے اعلیٰ مراتب میں اتحاد و تقرب سے یہ مقصود نہیں تھا کہ متناہی خودی لامتناہی خودی میں جذب ہو کر اپنی ہستی فنا کر دے، بلکہ یہ کہ لامتناہی متناہی کے آغوش محبت میں آجائے۔ مولانا روم نے کیا خوب کہا ہے:

علم حق در علم صوفی گم شود
ایں سخن کے باور مردم شود

"لہٰذا اس تقدیر پرستی کا تقاضا نفیِ ذات نہیں .... یہ زندگی ہے وہ بے پایاں طاقت اور قدرت جو کسی مزاحمت کو تسلیم نہیں کرتی۔"

اتحاد و تقرب جو اسلامی تصوّف کی تعلیم ہے۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہی سے حاصل ہو سکتا۔

سورۂ آل عمران (آیت ۳۱) میں ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ

آپ فرما دیں کہ (اے لوگو) اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو (پھر) اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

یعنی حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی ہی سے لامتناہی متناہی کے آغوشِ محبت میں آسکتا ہے اور اس پیروی سے وہ نتیجے نکلتے ہیں جن کا ذکر ابھی سورۃ الحدید (آیات ۲۲-۲۳) اور سورۂ آل عمران (آیات ۱۴۵-۱۴۶) میں ہم پڑھ چکے ہیں۔

صفحہ ۱۶۹ میں ہے:

"ابن رشد نے (مابعد الطبیعیات کے راستے قدم بڑھا کر) حواس اور عقل میں ایک امتیاز قائم کیا اور اس کی بنا شاید قرآن مجید کے الفاظ 'نفس' اور 'روح' پر رکھی۔"

سورۃ الشمس (آیات ۷، ۸) میں ہے:

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝

اور جان کی (قسم) اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا پھر اس کی بدکاری اور پرہیزگاری دل میں ڈالی۔

سورۂ ص (۳۸ آیت ۷۲) میں ہے:

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي

پھر جب میں اسے ٹھیک بنالوں اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکوں۔

غالباً ابن رشد نے ان آیات سے استدلال کیا ہوگا۔

صفحہ ۱۷۵-۱۷۶ میں ہے:

"قرآن مجید نے تقدیر انسانی (مقصود و منتہا) کا جو نظریہ قائم کیا ہے (جس کا ایک پہلو حیات بعد الموت بھی ہے) کچھ تو اخلاقی ہے اور کچھ حیاتی........ (حیاتی کی مثال) برزخ .... جسے گویا موت اور بعثت بعد الموت کے درمیان توقف و انتظار کی ایک حالت سے تعبیر کرنا چاہیے۔ بعینہٖ بعثت بعد الموت کا تصور بھی سرتاسر مختلف ہے۔ اس لیے کہ........ وہ حیات کا ایک عالمگیر مظہر ہے جس کا اطلاق ایک حد تک وحوش و طیور پر بھی کیا جا سکتا ہے"۔

سورۃ الانعام (آیت ۳۸) میں ہے:

وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُم

اور نہیں کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرندہ کہ اپنے پروں پر اڑتا ہے مگر تم جیسی امتیں ہیں۔

سورۃ التکویر (آیت ۵) میں ہے:

وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں۔

صفحہ ۱۷۶ میں ہے:

"قرآن پاک کی رو سے ناممکن ہے انسان پھر اس کرۂ ارضی میں واپس آئے" اس کے لیے سورۃ المؤمنون کی آیات ۹۹-۱۰۰، سورۃ الانشقاق کی

آیات ۱۸-۱۹، اور سورۃ الواقعہ کی آیات ۵۸-۶۱ نقل کی ہیں۔

صفحہ ۱۷۷ میں ہے:

"متناہیت (نفس انسانی) کو بدبختی سے تعبیر کرنا غلطی ہے"۔ اس کے لیے سورۂ مریم کی آیتیں ۹۳-۹۵ نقل کی ہیں اور یہ کہ "متناہی خودی لامتناہی خودی کے سامنے حاضر ہوگی"۔ سورۃ الانعام کی آیت ۹۴ میں ہے:

وَلَقَدۡ جِئۡتُمُوۡنَا فُرَادٰی (اور بے شک تم ہمارے پاس اکیلے آئے)

کیونکہ "اپنے گزشتہ اعمال و افعال کو دیکھ کر وہ اس امر کا اندازہ کر سکتی ہے کہ اس کا مستقبل کیا ہوگا"۔ اس کے لیے سورۂ بنی اسرائیل کی آیتیں ۱۳، ۱۴ نقل کی ہیں۔

صفحہ ۱۷۷، ۱۷۸ میں ہے:

"اس (انسان) کے اجر غیر ممنون (سورۃ التین کی آیت ۶، یعنی انہیں بے حد ثواب ہے) کا مطلب ہے اس کے ضبطِ نفس، اس کی یکتائی اور بحیثیت ایک خودی اس کی فعالیت کا زیادہ سے زیادہ شدت اختیار کرتے جانا، حتیٰ کہ عالمگیر تباہی کا وہ منظر بھی جس سے قیامت کی ابتدا ہوگی (جیسا کہ سورۂ ابراہیم کی آیت ۴۸ وغیرہ میں ذکر ہے) اس قسم کی تربیت یافتہ خودی کے سکون و اطمینان پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوگا"۔

اس کے لیے سورۃ الزمر کی آیت ۶۸ نقل کی ہے کہ "اور صور پھونکا جائے گا تو بیہوش ہو جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں مگر جسے اللہ چاہے"۔

صفحہ ۱۷۸ میں (اوپر کے قول کے سلسلے میں) ہے:

"لیکن ظاہر ہے اس قسم کے استثنا کا اطلاق اُنہی شخصیتوں پر ہو سکتا ہے جن میں خودی کی شدت انتہا کو پہنچ گئی ہو، لہٰذا اس کے نشوونما کا معراجِ کمال یہ ہے کہ ہم اُس خودی سے براہِ راست اتصال میں بھی جو سب پر

محیط ہے اپنے آپ کو قائم اور برقرار رکھ سکیں جیساکہ قرآن پاک نے حضور سرورکائنات صلعم کے مشاہدۂ ذات کے بارے میں ارشاد فرمایا:

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَاطَغٰی (۱۷:۵۳) آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

"یہ ہے اسلام کے نزدیک انسانیت کامل کا تصور۔"

صفحہ ۱۷۹ میں ہے:

"قرآن پاک کی رو سے یہ عین ممکن ہے کہ ہم انسان کائنات کے مقصود و مدعا میں حصہ لیتے ہوئے غیر فانی ہوجائیں۔"

اس کے لیے سورۃ القلم کی آیتیں ۳۶۔۴۰ نقل کی ہیں۔ اور الیسی حتیٰ "کائنات کے مقصود و مدعا میں شریک ہوگی تو ایک روز افزوں خودی کی حیثیت ہے" (اس کے لیے سورۃ الشمس کی آیتیں ۷۔۱۰ نقل کی ہیں۔

صفحہ ۱۸۰۔ روح کی افزائی کے لیے عمل کی ضرورت ہے (اس کے لیے سورۃ الملک کی آیت ۲ نقل کی ہے)۔

پھر فرماتے ہیں کہ خودی کو برقرار رکھنے کے لیے وہی اعمال ضروری ہیں "جن کی بنا اس اصول پر ہے کہ ہم بلا امتیاز من وتو خودی کا احترام کریں۔"

"جاوید نامہ" میں ہے:

آدمیت احترام آدمی
باخبر شو از مقام آدمی

سورۂ بنی اسرائیل (آیت ۷۰) میں ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ

اور البتہ ہم نے آدم کی اولاد کو بزرگی دی۔

صفحہ ۱۰۰-۱۰۱ میں ہے:

"خودی نے اپنے عمل اور سعی کی بدولت اسی زندگی میں اتنا استحکام پیدا کر لیا ہے کہ موت کے صدمے سے محفوظ رہے تو اس صورت میں موت کو بھی ایک راستہ (بقائے دوام کا) تصور کیا جائے گا۔ وہ راستہ جسے قرآن پاک نے برزخ کہا ہے"۔

برزخ سے متعلق ابھی سورۃ المؤمنون کی آیتیں ۹۹ - ۱۰۰ صفحہ ۱۷۶ میں آچکی ہیں سورۃ التکاثر میں بھی اس برزخ کے متعلق ہے۔

صفحہ ۱۸۲ میں ہے:

قرآن مجید کا بھی یہی ارشاد ہے کہ ہم اپنی حیاتِ ثانیہ کا قیاس خلقِ اوّل کی مماثلت پر کریں"۔

اس کے لیے سورۂ مریم کی آیتیں ۶۶ - ۶۷ ، اور سورۃ الواقعہ کی آیتیں ۶۰-۶۲ نقل کی ہیں۔

پھر صفحہ ۱۸۴ میں حیاتِ عملی کی تکمیل کے لیے اس انفرادیت کا ذکر ہے جو اس ماحول میں اپنے انتزاع و انتشار کے باوجود اپنے آپ کو قائم اور برقرار رکھ سکے اس کے لیے سورۂ ق کی آیتیں ۳ - ۴ نقل کی ہیں۔

اسی سلسلے میں صفحہ ۱۸۵ میں ہے کہ "قرآن مجید کی تعلیمات اس باب میں ...... یہ ہیں کہ بعث بعد الموت پر انسان کی بصارت تیز ہو جائے گی"۔

سورۂ ق (آیت ۲۲) میں ہے:

لَقَدْ كُنتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا فَكَشَفْنَا عَنكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ﴿٢٢﴾

بے شک تو اس سے غفلت میں تھا تو ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھا دیا تو آج تیری نگاہ تیز ہے۔

"وہ اپنی گردن میں خود اپنی تیار کردہ قسمت کا حال آویزاں پائے گا"۔

سورۂ بنی اسرائیل (آیت ۱۳) میں ہے:

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ

طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۭ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا

اور ہر انسان کی قسمت ہم نے اُس کے گلے سے لگا دی اور اس کے لیے قیامت کے دن ایک نوشتہ نکالیں گے جسے وہ کھلا ہوا پائے گا۔

صفحہ ۱۸۵۔ دوزخ کے متعلق سورۃ الھمزہ کی آیتیں ۶، ۷ نقل کی ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے: "اللہ کی آگ، کہ بھڑک رہی ہے وہ جو دلوں پر چڑھ جائے گی"۔

"بہشت کا مطلب ہے فنا اور ہلاکت کی قوتوں پر غلبے اور کامرانی کی مسرت"۔

جنت میں جانے والے کو فنا نہیں ہے، مثلاً سورۃ التوبہ (آیت ۱۰۰) میں ہے

وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

اور اُن کے لیے تیار کی ہیں جنتیں جن کے نیچے نہریں بہیں۔ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

صفحہ ۱۸۶ میں ہے:

"قرآن مجید نے لفظ 'خلد' (ہمیشگی) کی تشریح بھی دوسری آیت میں اس طرح کردی ہے کہ اس سے مراد محض ایک مدت زمانی (۷۸ : ۲۳) ہے"۔

لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا (النبا، آیت ۲۳) اس میں قرنوں رہیں گے۔

صفحہ ۱۰۶ میں ہے:

"جہنم بھی کوئی گڑھا نہیں جسے کسی منتقم خدا نے (جمہوریوں کے خیال کے مطابق) اس لیے تیار کر رکھا ہے کہ گنہگار ہمیشہ اس میں گرفتار عذاب رہیں"۔

سورۃ القارعہ (آیات ۸۔۱۱) میں ہے:

وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۞ فَأُمُّهُ
هَاوِيَةٌ ۞ وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ ۞ نَارٌ حَامِيَةٌ ۞

اور جس کی ترازیں ہلکی پڑیں وہ (مرنے کے بعد) پچھاڑ کھانے والی گود میں ہے
تُو نے کیا جانا، کیا پچھاڑ کھانے والی، ایک آگ شعلہ مارتی۔

"وہ درحقیقت، تادیب کا ایک عمل ہے تاکہ جو خودی پتھر کی طرح سخت ہوگئی ہے
فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً (وہ پتھروں کی مثل ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ
سخت) سورۃ البقرہ، آیت ۷۴) وہ پھر رحمتِ خداوندی کی نسیمِ جان فزا
کا اثر قبول کر سکے۔"

گناہ گار کو عارضی عذاب ہوگا لیکن کافر ہمیشہ جہنم میں رہے گا جیسا کہ سورۃ جن
میں ہے:

وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۞

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو اُس کے لیے جہنم کی آگ
ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

صفحات ۱۸۶۔۱۸۷ میں ہے:

"زندگی ایک ہے اور مسلسل (باعتبار ماہیت) اور اس لیے انسان بھی
اس ذات لامتناہی کی نو بہ نو تجلیات کے لیے جس کی ہر لحظہ ایک نئی شان
ہے كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (وہ ہر دن ایک کام میں ہے۔ سورۃ الرحمٰن،
آیت ۲۹۔ پھر جس کسی کے حصے میں یہ سعادت آئی ہے کہ تجلیاتِ الٰہیہ سے
سرفراز ہو وہ صرف ان کے مشاہدے پر قناعت نہیں کرے گا۔"

سورۃ التحریم (آیت ۸) میں ہے:

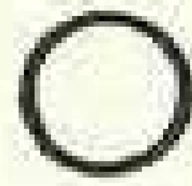
نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا

نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا

ان (ایمان والوں) کا نور اُن کے سامنے اور داہنے دوڑے گا اور وہ کہیں گے

اے ہمارے پروردگار ہمارے نور کو کامل کر دے اور ہمیں مغفرت فرما دے۔

پانچواں خطبہ



اسلامی ثقافت کی رُوح

(The Spirit of Muslim Culture)

یہ خطبہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمہ (المتوفی ۹۴۵ھ) کے اس قول سے شروع ہوتا ہے: "محمد مصطفے (صلی اللہ علیہ وسلم) در قاب قوسین او ادنیٰ رفت و باز گردید۔ واللہ ما باز نہ گردیم"۔ شہ

اس قول میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج مبارک کا مقام مذکور ہے، جیسا کہ سورۃ النجم (آیت ۹) میں ہے:

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ۝

پھر رہ گیا فرق دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم۔

علامہ اقبال نے اسی قول سے نبوّت اور ولایت کا فرق ظاہر کیا ہے۔ کہ ولی اپنی واردات اتحاد سے ہٹنا نہیں چاہتا لیکن نبی کو ایک نئی دنیا تعمیر کرنی پڑتی ہے۔ اس لیے ان واردات سے واپس آجاتا ہے۔

صفحہ ۱۹۰۔ یہاں سب سے پہلے عقیدہ ختمِ نبوّت کی ثقافتی قدر و قیمت سمجھنے کی دعوت دی ہے۔

سورۃ الاحزاب (آیت ۴۰) میں ارشاد ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

(محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں، ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔

اسی لیے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے مرد ہونے سے پہلے فوت ہو گئے خاتم النبیّین سے یہ بھی مطلب نکلتا ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو وہ بھی اپنی شریعت پر نہیں بلکہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر چلیں گے اور اس کے بغیر چارہ نہیں کیونکہ یہ شریعت مکمل ہو چکی ہے۔

صفحہ ۱۹۱ میں وحی کی حقیقت اور اس کی قسمیں بتائی ہیں۔ پھر فرمایا ہے:

"بنی نوع انسان کے عالمِ صغر سنی میں ایسا بھی ہوا کہ اس کی نفسی توانائی کا نشو ونما (یعنی غور و فکر، ارادہ و اختیار، ادراک و تعقل، حکم، تصدیق وغیرہ) شعور کی وہ صورت اختیار کر لے جسے ہم نے شعورِ نبوّت سے تعبیر کیا ہے"۔

اس شعورِ نبوّت کی خصوصیات یہ ہیں:

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

(آل عمران، آیت ۱۶۴)۔

اُن پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔

صفحہ ۱۹۱ ہی میں ہے:

"یہ نہیں کہ انہیں (افراد کو) اس بارے میں (راہِ عمل کے لیے) خود اپنے فکر اور انتخاب سے کام لینا پڑے۔

یعنی اوامر و نواہی کی تعیین نبی کر دیتا ہے۔ سورۃ الحدید (آیت ۲۵) میں ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ

وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ

بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور اُن کے ساتھ کتاب اور عدل کی ترازو اتاری کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔

نبی کو وحی، الہام اور کشف تینوں سے علم حاصل ہوتا ہے اور یہ سب مکالمۂ الٰہی کے ذیل میں ہیں دیکھیں سورۃ الشوریٰ، آیت ۵۱۔

صفحہ ۱۹۳ میں ہے:

"پیغمبر اسلام صلعم کی ذات گرامی کی حیثیت دنیائے قدیم و جدید کے درمیان ایک واسطہ کی ہے۔ بہ اعتبار اپنے سرچشمۂ وحی کے آپؐ کا تعلق دنیائے قدیم سے ہے لیکن بہ اعتبار اس کی روح کے دنیائے جدید سے ہے۔"

سورۂ البقرہ (آیت ۱۴۳) میں ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ
عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا

اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا اُمتِ معتدل (اس لیے سب میں افضل) کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ ہیں۔

سورۃ السبا (آیت ۲۸) میں ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا

اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوش خبری دینے والا اور ڈر سنانے والا۔

صفحہ ۱۹۳ ہی میں ہے:

"اسلام میں نبوّت .... اپنے معراج کمال کو پہنچ گئی۔"

سورۃ المائدہ (آیت ۳) میں ہے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ
عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر نعمت پوری کر دی۔
اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔

صفحہ ۱۹۴ میں ہے:

"قرآن مجید نے آفاق و انفس، دونوں کو علم کا ذریعہ ٹھہرایا ہے۔"

سورۂ فصلت (آیت ۵۳) میں ہے:

سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ

ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں آفاق میں اور خود ان کی ذات میں
یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے۔

صفحہ ۱۹۵ میں ہے:

"اسلامی کلمہ (لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کے جزو اول نے انسان کے اندر یہ نظر پیدا کی کہ عالمِ خارج کے متعلق اپنے محسوسات و مدرکات کا مطالعہ نگاہِ تنقید سے کرے اور قوائے فطرت کو الوہیت کا رنگ دینے سے باز رہے۔"

اسلامی کلمہ یہی سکھاتا ہے کہ اللہ کے علاوہ ہر طاقت سے بغاوت اور نفی کی جائے
سورۂ القصص (آیت ۸۸) میں بھی ہے:

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ

اور مت پکارو اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود۔

صفحہ ۱۹۶ میں ہے:

لیکن مشاہداتِ باطن صرف ایک ذریعہ ہیں علمِ انسانی کا۔ قرآن پاک کے

نزدیک اس کے دو سرچشمے اور ہیں ــــ ایک عالم فطرت، دوسرا عالم تاریخ
ــــ جن سے استفادہ کرنے میں عالم اسلام کی بہترین روح کا اظہار
ہوا۔ قرآن پاک کے نزدیک یہ (۱) شمس و قمر، یہ (۲) سایوں کا امتداد، یہ
(۳) اختلافِ لیل و نہار، یہ (۴) رنگ اور زبان کا فرق، اور یہ (۵) قوموں
کی زندگی میں کامیابی اور ناکامی کے دنوں کی آمد و شد، حاصل کلام یہ کہ سارا
عالم فطرت جیسا کہ بذریعۂ حواس ہمیں اس کا ادراک ہوتا ہے حقیقتِ مطلقہ
کی آیات ہیں........"

(۱) سورۂ فصلت (آیت ۳۷) میں ہے:

وَمِنْ اٰیٰتِهِ الَّیْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ

اور اُس کی نشانیوں میں سے ہیں رات اور دن اور سورج اور چاند۔

(۲) سورۂ الفرقان (آیات ۴۵-۴۶) میں ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ
جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَیْهِ دَلِیْلًا ۙ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَیْنَا قَبْضًا یَّسِیْرًا ﴿۴۶﴾

کیا تم نے نہیں دیکھا اپنے رب کو کہ کیسا پھیلایا سایہ اور اگر چاہتا تو اُسے
ٹھہرایا ہوا کر دیتا۔ پھر سورج کو ہم نے اس پر دلیل کیا۔ پھر ہم نے آہستہ
آہستہ اُسے اپنی طرف سمیٹا۔

(۳) سورۂ یونس (آیت ۶) میں ہے:

. . . . اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ
وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ ﴿۶﴾

بے شک رات اور دن کا بدلنا آنا اور جو کچھ اللہ نے آسمانوں اور زمین میں
پیدا کیا اُن میں نشانیاں ہیں ڈر والوں کے لیے۔

(۴) سورۃ الروم (آیت ۲۲) میں ہے:

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ۭ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ ۝

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں جاننے والوں کے لیے۔

(۵) سورۂ آلِ عمران (آیت ۱۴۰) میں ہے:

اِنْ یَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ۭ وَتِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ ۚ

اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی تو وہ بھی ویسی ہی تکلیف پا چکے ہیں اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لیے باریاں رکھی ہیں کبھی کسی کی، کبھی کسی کی۔

اس طرح اور بھی آیتیں ہیں۔

صفحات ۱۹۶ - ۱۹۷ میں ہے:

"جو کوئی اس زندگی میں اندھوں کی طرح ان آیات سے اپنی آنکھیں بند رکھتا ہے وہ آگے چل کر بھی اندھا ہی رہے گا۔"

سورۂ بنی اسرائیل (آیت ۷۲) میں ہے:

وَمَنْ كَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِیْلًا ۝

اور جو اس زندگی میں اندھا ہو وہ آخرت میں اندھا ہے۔ اور راہ سے اور بھی زیادہ گمراہ۔

صفحہ ۱۹۸ میں ہے:

"سورۂ شعراء میں اس دعویٰ کا اثبات کہ انبیاء (علیہم السلام) کی تکذیب

سے عذاب لازم آتا ہے۔ تاریخی نظائر کے حوالے سے کیا گیا ہے۔"

سورۃ الشعراء (آیت ۱۳۹) میں ہے:

فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً

تو انہوں نے اُسے جھٹلایا تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا۔ بے شک اس میں ضرور نشانی ہے۔

سورۂ ص (آیت ۱۴) میں بھی ہے:

اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ

ان میں کوئی ایسا نہیں جس نے رسولوں کو نہ جھٹلایا ہو تو میرا عذاب لازم ہوا۔

صفحہ ۲۰۲ میں ہے:

"علم کی ابتدا محسوس سے ہوتی ہے، کیونکہ جب تک ہمارا ذہن اسے اپنی گرفت اور قابو میں نہیں لے آتا، فکرِ انسانی میں یہ صلاحیت پیدا نہیں ہوتی کہ اس (محسوس) سے آگے بڑھ سکے۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے (الرحمٰن ۳۳):

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ

"اے جن و انس کے گروہ، اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ، تو نکل جاؤ۔ جہاں نکل کر جاؤ گے اُسی کی سلطنت ہے۔"

صفحہ ۲۰۳ میں ہے:

"ہم سمجھتے ہیں متناہی گویا ایک سد ہے جس نے ذہنِ انسانی کو (لامتناہی کی طرف) حرکت سے روک رکھا ہے اور جس کی حدود سے آگے نکلنے کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ ہمارا ذہن زمانِ متسلسل اور مکانِ مرئی کی خلائیت محض پر غالب آجائے۔ قرآن مجید کا بھی ارشاد ہے"

(سورۃ النجم، آیت ۴۲ = اور بے شک تمہارے رب ہی کی طرف انتہا ہے۔"

صفحہ ۲۰۷ میں ہے:

"لیکن یہ نفسیات مذہب ہے جس میں ہم تقریباً اسی مرحلے پر جا پہنچتے ہیں جس میں زمان و مکان کے مسئلہ پر کچھ ویسے ہی انداز میں بحث کی گئی تھی جیسے عصر حاضر میں اور جس کے لیے ہمیں عراقی اور خواجہ محمد پارساؒ سے رجوع کرنا چاہیئے....

"عراقی کے نزدیک مکان کی موجودگی تو ذاتِ الٰہیہ کی نسبت سے بھی ناگزیر ہے چنانچہ وہ اس کا استدلال آیاتِ ذیل سے کرتا ہے (ہم صرف ترجمہ دیتے ہیں:

"(الف) المجادلہ، آیت ۷: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ جہاں کہیں تین شخصوں کی سرگوشی ہو تو چوتھا وہ موجود ہے اور پانچ کی تو چھٹا وہ۔ اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ کی، مگر یہ کہ وہ ان کے ساتھ ہے جہاں کہیں وہ ہوں۔

"(ب) یونس، آیت ۶۱: اور تم کسی کام میں ہو اور اُس کی طرف سے کچھ قرآن پڑھو اور تم لوگ کوئی کام کرو، ہم تم پر گواہ ہوتے ہیں جب تم اس کو شروع کرتے ہو اور تمہارے رب سے ذرّہ بھر کوئی چیز غائب نہیں زمین میں نہ آسمان میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ اس سے بڑی۔ کوئی چیز نہیں جو ایک روشن کتاب میں نہ ہو۔

"(ج) ق، آیت ۱۶: اور بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں جو وسوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے اور ہم دل کی رگ سے بھی اس سے زیادہ نزدیک ہیں۔"

صفحہ ۲۱۲ میں ہے:

"قرآنِ پاک نے تاریخ کو ایام اللہ سے تعبیر کیا اور اسے علم کا ایک سرچشمہ ٹھہرایا ہے۔"

سورۂ ابراہیم (آیت ۵) میں ہے:

وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ (اور انہیں اللہ کے دن یاد دلا)۔

صفحہ ۲۱۲ ہی میں ہے:

"(قرآن نے) توجہ دلائی کہ نوعِ انسانی کے گزشتہ اور موجودہ احوال و شیئون کے مطالعے میں غور و فکر سے کام لیں۔"

پھر سورۂ ابراہیم کی آیت ۵ نقل کی ہے (ترجمہ یہ ہے):

"اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے اُجالے میں لا اور انہیں اللہ کے دن یاد دلا۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ہر صبر والے شکر گزار کے لیے۔"

سورۃ الاعراف کی آیتیں (۱۸۱-۱۸۳) ہیں:

"اور ہمارے بنائے ہوؤں میں ایک گروہ وہ ہے کہ حق بتائیں اور اس پر انصاف کریں، اور جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں جلد ہم آہستہ آہستہ عذاب کی طرف لے جائیں گے جہاں سے انہیں خبر نہ ہوگی۔ اور میں انہیں ڈھیل دوں گا۔ بے شک میری خفیہ تدبیر بہت پکی ہے۔"

سورۂ آلِ عمران (آیت ۱۳۷) میں ہے:

"تم سے پہلے کچھ طریقے برتاؤ میں آ چکے ہیں، تو زمین میں چل کر دیکھو، کیسا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا۔"

سورۂ آلِ عمران (آیت ۱۴۰) میں یہ بھی ہے:

"اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف پا چکے ہیں اور

یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لیے باریاں رکھی ہیں"۔

سورۃ الاعراف (آیت ۳۴) میں ہے:

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ اور ہر گروہ کا ایک وعدہ (وقتِ معین) ہے۔

صفحہ ۲۱۳ میں ہے:

"(ابن خلدون) نے بحیثیت ایک قوم عربوں کی سیرت اور کردار کی بحث میں جو کچھ لکھا ہے۔ قرآن پاک ہی کی اس آیت کی تفصیل مزید ہے (ترجمہ):

"سورۃ التوبہ، آیت ۹۷۔۹۸: گنوار لوگ کفر اور نفاق میں زیادہ سخت ہیں اور اسی قابل ہیں کہ اللہ نے جو حکم اپنے رسول پر اُتارے ہیں اس سے جاہل رہیں اور اللہ علم و حکمت والا ہے ——— اور کچھ گنوار وہ ہیں کہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کریں۔ تو اُسے تاوان سمجھیں اور تم پر گردش آنے کے انتظار میں رہیں۔ اُنھی پر ہے بری گردش ——— اور اللہ سنتا جانتا ہے"۔

صفحہ ۲۱۳ ہی میں ہے:

"قرآن مجید نے تاریخی تنقید کا ایک بنیادی اصول قائم کیا........ کہ ہم ان (راوی) کی سیرت اور کردار کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کر سکیں"۔

سورۃ الحجرات کی آیت (۶) ہے:

"اے ایمان والو، اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو"۔

اس آیت سے راوی کی سیرت اور کردار کے سمجھنے کی ہدایت ملتی ہے۔

صفحہ ۲۱۴: زندگی اور زمانے کی ماہیت کے سمجھنے کے لیے بعض اساسی تصورات بھی قرآن سے ماخوذ ہیں۔ وحدتِ مبداءِ حیات کے لیے سورۃ النساء کی پہلی آیت ہے:

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں نفسِ واحد سے پیدا کیا"۔

صفحہ ۲۱۶ میں ہے: "زندگی .... عبارت ہے ایک مسلسل اور مستقل حرکت سے۔"

سورۃ الملک (آیت ۲) میں ہے:

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو کہ تم میں کس کا عمل اچھا ہے۔

اسی آیت سے اوپر کے قول کے لیے استدلال لایا جا سکتا ہے۔

صفحہ ۲۱۷ میں ہے:

"قرآن مجید کا یہ ارشاد کہ 'اختلاف لیل و نہار' کو حقیقتِ مطلقہ کی جس کی ہر لحظہ ایک نئی شان ہے، ایک آیت تصوّر کرنا چاہیے۔"

سورۂ یونس (آیت ۶) میں ہے:

.... اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ
وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ ۝

بے شک رات اور دن کا بدلتا آنا اور جو کچھ اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا، ان میں نشانیاں ہیں ڈر والوں کے لیے۔

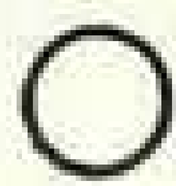
سورۃ الرحمٰن (آیت ۲۹) میں ہے:

کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ ۝ اُسے ہر دن ایک کام ہے۔

پھر علامہ اقبال نے مسیح موعود اور مہدی باطل کی تردید میں دلائل قائم کیے ہیں اور ابنِ خلدون کے نظریۂ تاریخ کی تصدیق کی ہے۔ ضربِ کلیم میں فرماتے ہیں:

دُنیا کو ہے اس مہدیِ برحق کی ضرورت
ہو جس کی نگہ زلزلۂ عالمِ افکار

چھٹا خطبہ



الاجتہاد فی الاسلام

(The Principle of Movement in the Structure of Islam)

صفحہ ۲۲۳ میں ہے : (" اسلام کائنات کو) متحرک قرار دیتا ہے "۔

سورۂ فاطر (آیت ۱) میں ہے :

يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ

وہ (اللہ) بڑھاتا ہے آفرینش میں جو چاہے ۔

صفحہ ۲۲۳ ہی میں ہے :

" اس (اسلام) نے رنگ وخون (وطن اور نسل) کے رشتے ٹھکرا دیئے اور اپنی توجہ صرف فرد کی ذاتی قدر وقیمت پر رکھی "۔

سورۃ الحجرات (آیت ۱۳) میں ہے :

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ

لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (۱۳)

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو ۔ بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے ۔ بے شک اللہ جاننے

والا خبردار ہے۔

اسی صفحے میں ہے: "نوعِ انسانی ایک ہے اور اس کی زندگی کا مبدا اصلاً روحانی ہے۔"

سورۃ البقرہ (آیت ۲۱۳) میں ہے:

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً ... پہلے سب لوگ ایک ہی اُمت تھے۔

سورہ الفرقان (آیت ۶۲) میں ہے:

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا

اور وہی ہے جس نے رات اور دن کی بدلی رکھی اُس کے لیے جو دھیان کرنا چاہے یا شکر کا ارادہ کرے۔

صفحہ ۲۲۷ میں ہے: "اس نئی تہذیب (اسلام) نے اتحادِ عالم کی بنا اصول توحید پر رکھی۔"

سورۃ القصص (آیت ۸۸) میں ہے:

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ

اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ پکارے۔

صفحہ ۲۲۷ ہی میں ہے:

"اس اصول کا تقاضا ہے کہ ہم صرف اللہ کی اطاعت کریں، نہ کہ ملوک و سلاطین کی۔"

سورۃ المائدہ (آیت ۹۲) میں ہے:

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا

اور اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی

اور ہوشیار رہو۔

سورۂ بنی اسرائیل (آیت ۲۳) میں ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ

اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اُس کے سوا کسی کو نہ پوجو۔

اسی صفحے میں ہے: "اللہ کی اطاعت فطرتِ صحیحہ کی اطاعت ہے"۔

سورۃ الروم (آیت ۳۰) میں ہے:

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ

پس اپنا منہ سیدھا کرو اللہ کی اطاعت کے لیے ایک اکیلے اسی کے ہو کر اللہ کی ڈالی ہوئی بنا جس پر لوگوں کو پیدا کیا۔

صفحہ ۲۲۷ ہی میں ہے:

"اسلام کے نزدیک حیات کی بہ روحانی اساس ایک قائم و دائم وجود ہے جسے ہم اختلاف اور تغیر میں جلوہ گر دیکھتے ہیں"۔

سورۃ البقرہ (آیت ۲۵۵) میں ہے:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ڬ

اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ خود زندہ ہے اور اوروں کا قائم رکھنے والا۔

سورۂ یونس کی آیت (۶) اور سورۃ الرحمٰن کی آیت (۲۹) ابھی صفحہ ۲۱۷ میں مذکور ہوئیں۔

صفحہ ۲۲۷ ہی میں ہے:

"مسلسل تغیر کی اس بدلتی ہوئی دنیا میں ہم اپنا قدم مضبوطی سے جما سکتے ہیں تو دوامی ہی کی بدولت"۔

سورۂ آل عمران (آیت ۷) میں ہے:

هُوَالَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلَیۡكَ الۡكِتٰبَ مِنۡهُ اٰیٰتٌ مُّحۡكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡكِتٰبِ

وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اُتاری۔ اس کی کچھ آیتیں صاف معنی رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں۔

اسی صفحے میں ہے: "تغیر وہ حقیقت ہے جسے قرآنِ پاک نے اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی آیت ٹھہرایا ہے"۔ دیکھیں صفحہ ۲۱۷۔

صفحہ ۲۲۸ میں ہے:

"لغوی اعتبار سے تو اجتہاد کے معنی ہیں کوشش کرنا، لیکن فقہ اسلامی کی اصطلاح میں اس کا مطلب ہے وہ کوشش جو کسی قانونی مسئلے میں آزادانہ رائے قائم کرنے کے لیے کی جائے اور جس کی بنا جیسا کہ میں سمجھتا ہوں شاید قرآن مجید کی اس آیت وَالَّذِیۡنَ جَاهَدُوۡا فِیۡنَا لَنَهۡدِیَنَّهُمۡ سُبُلَنَا پر ہے"۔

سورۃ العنکبوت (آیت ۶۹) میں ہے:

وَالَّذِیۡنَ جَاهَدُوۡا فِیۡنَا لَنَهۡدِیَنَّهُمۡ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ

اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھائیں گے اور بے شک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔

صفحہ ۲۳۷ میں ہے:

"وہ عمل 'دنیوی' ہے جس میں ہم زندگی کی اس لامتناہی کثرت کو جو ہر عمل کے پیچھے واقع ہے نظر انداز کر دیتے ہیں اور وہ روحانی جس میں اس ساری کثرت کا لحاظ رکھ لیا جائے"۔

انما الاعمال بالنیات (بے شک اعمال نیتوں سے ہیں)۔ اسی لیے ہم کو سورۃ الانعام (آیت ۱۶۳) میں یہ تعلیم دی گئی ہے:

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

آپ فرما دیں بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔

اوپر کے قول کے مطابق علامہ اقبال نے پھر کہا ہے (صفحہ ۲۳۸):

"انسان عبارت ہے جس وحدت سے جب اس کے اعمال و افعال کا مشاہدہ عالمِ خارجی کے حوالے سے کیا جائے تو ہم اسے بدن، لیکن جب اُن کی حقیقی غرض و غایت اور نصب العین پر رکھی جائے تو روح کہیں گے"۔

سورۃ الذاریٰت (آیت ۵۶) میں ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ

اور میں نے جن اور انسان کو نہیں پیدا کیا مگر صرف میری اپنی عبادت کے لیے (تاکہ ہر عمل میں وہ میری رضا کو مقدم رکھیں)۔

صفحہ ۲۴۶ میں ہے:

"اسلام نہ تو وطنیت ہے، نہ شہنشاہیت، بلکہ ایک انجمنِ اقوام جس نے ہمارے خود پیدا کردہ حدود اور نسلی امتیازات کو تسلیم کیا ہے تو محض سہولتِ تعارف کے لیے"۔

اس کے لیے صفحہ ۲۲۳ میں سورۃ الحجرات کی آیت (۱۳) دیکھیں۔

صفحہ ۲۵۸ میں ہے:

"اس (اسلام" کا مقصد ہے ایک ایسا نمونہ (فرد و جماعت کے طرزِ زندگی کا) پیش کرنا جو اتحادِ انسانی کی اس شکل کے لیے جو بالآخر ظہور میں آئے گی مختلف (ہو)"۔

سورۃ البقرہ (آیت ۱۴۳) میں ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ

عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا

اور یہ بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں معتدل (افضل) کہ لوگوں پر تم گواہ رہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ۔

اور یہ کے قول کے ساتھ ہی یہ بھی ہے: "(وہ) ایک ایسی امت کی شکل دے جس کا اپنا ایک شعورِ ذات ہو۔"

سورۂ آل عمران (آیت ۱۱۰) میں ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ

بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

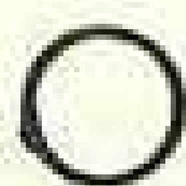
تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔ بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس کے بعد اسلامی قانون کے معنی و منشا پر بحث آئی ہے۔[14]

صفحہ ۲۶۲ میں ہے: "قرآن مجید کا صاف و صریح ارشاد ہے: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (سورۃ البقرہ، آیت ۲۲۸ = اور عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا اُن (شوہروں) کا، شرع کے مطابق۔ قانونِ وراثت میں لڑکی کا حصہ اگر کم متعین ہوا ہے، تو کسی کمتری کی وجہ سے نہیں۔ علامہ اقبال نے خود ہی اس کے دوسرے حصوں کی نشاندہی (بعد کی سطور میں) کر دی ہے۔[15]

بعد کے صفحات میں قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس کی اہمیت کا استقصاء کیا گیا ہے کیونکہ فقہ اسلامی کے ماخذ یہی ہیں۔ اور علامہ چاہتے ہیں کہ ان سے صحیح فائدہ اٹھا کر اپنے فقہ کی نئی تشکیل کی جائے۔

ساتواں خطبہ



کیا مذہب کا امکان ہے

(Is Religion Possible?)

صفحہ ۲۷۹ میں ہے:

"(مذہبی زندگی کا) تیسرا دور آتا ہے تو مابعد الطبیعیات کی جگہ نفسیات کے لیے خالی ہو جاتی ہے اور انسان کو یہ آرزو ہوتی ہے کہ حقیقتِ مطلقہ سے براہِ راست اتحاد و اتصال قائم کرے۔ چنانچہ یہی مرحلہ ہے جس میں مذہب کا معاملہ زندگی اور طاقت و قدرت کا معاملہ بن جاتا ہے اور جس میں انسان کے اندر یہ صلاحیت پیدا ہوتی ہے کہ ایک آزاد اور با اختیار شخصیت حاصل کرلے، شریعت کے حدود و قیود کو توڑ کر نہیں بلکہ خود اپنے اعماقِ شعور میں اس کے مشاہدے سے۔ جیسا کہ صوفیۂ اسلام میں ایک بزرگ کا قول ہے کہ جب تک مومن کے دل پر بھی کتاب کا نزول ویسے نہ ہو جائے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا تھا، اس کا سمجھنا محال ہے۔"

بالِ جبریل میں ہے:

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی، نہ صاحبِ کشاف

اور جس بزرگ کا قول اوپر کے اقتباس میں نقل ہوا ہے وہ دراصل خود علامہ اقبال کے

والد ماجد تھے۔ اور خود علامہ نے اُن کا واقعہ نقل کیا ہے کہ:

"جب مَیں ایف۔ اے میں پڑھتا تھا تو صبح کی نماز کے بعد قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتا تھا۔ والد صاحب مسجد سے نماز پڑھ کر آتے تو کچھ منزل ختم کر چکا ہوتا، کبھی جاری ہوتی۔ ایک دن آکر پوچھتے ہیں کہ کیا پڑھتے ہو؟ مجھے حیرت بھی ہوئی اور غصّہ بھی آگیا کہ چھ مہینے سے ہر روز دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم پڑھتا ہوں، پھر یہ سوال کیسا؟ نہایت نرمی سے فرمایا: مَیں پوچھتا ہوں کہ کچھ سمجھ میں بھی آتا ہے؟ اب میرا استعجاب اور غصّہ جاتا رہا اور کہا، کچھ عربی جانتا ہوں، کہیں کہیں سمجھ میں آجاتا ہے۔ بات ختم ہوگئی۔ کوئی چھ ماہ بعد ایک دن لے کر بیٹھ گئے اور فرمایا۔ بیٹا، قرآن کریم اُس کی سمجھ میں آسکتا ہے جس پر یہ نازل ہوتا ہے۔ مَیں حیران تھا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قرآن کریم کسی کی سمجھ میں آہی نہیں سکتا .... فرمایا .... یہ تم نے کیسے سمجھ لیا کہ قرآن کریم حضورؐ کے بعد اب کسی پر نازل ..... ہی نہیں ہو سکتا۔ مَیں پھر حیران ہوا تو فرمایا۔ انسانیت کو جس معراج پر پہنچانا فطرت کا مقصود تھا اس کا نمونہ ہمارے سامنے محمدؐ کی صورت میں پیش کر دیا گیا ہے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک ہر نبی محمدؐ ہی کے مختلف مدارج تھے۔ وہ سلسلے گویا تکمیل محمدؐ کے منازل تھے (Muhammad in the making) بنیادی اصول ہر جگہ ایک تھا، البتہ شعور انسانی کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ فروعات کی تکمیل ہوتی جاتی تھی حتیٰ کہ محمدؐ مکمل ہو گیا، بابِ نبوّت بند ہو گیا، انسانیت اپنے معراجِ کبریٰ تک پہنچ گئی۔ اب ہر انسان کے سامنے معراجِ انسانیت کا نمونہ محمدؐ موجود ہے۔ کوئی انسان جتنا محمدیت کے رنگ میں رنگا جاتا ہے اتنا ہی قرآن اس پر نازل ہوتا جاتا ہے یہ مفہوم تھا میرے کہنے کا، کہ قرآن کریم

اس کی سمجھ میں آسکتا ہے جس پہ نازل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔"[۱۳]

سورۂ بنی اسرائیل کی آیت (۷۸) سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ ارشاد ہے:

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا

بے شک قرآن پڑھنا صبح کا ہوتا ہے روبرو۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ فجر و عصر کے وقت دن اور رات کے فرشتوں کی بدلی ہوتی ہے۔ لہٰذا ان دو وقتوں میں جب لیل و نہار کے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے تو ہماری قرأت اور نماز ان کے روبرو (مشہود) ہوتی جو مزید برکت و سکینہ کا موجب ہے اور اس وقت اوپر جانے والے فرشتے خدا کے یہاں شہادت دیں گے کہ جب ہم گئے تب بھی ہم نے تیرے بندوں کو نماز (قرآن) پڑھتے دیکھا اور جب آئے تب بھی۔ چنانچہ صبح کا قرآن مشہود بھی ہے اور مقصود بھی (گویا یہ اُسی کے لیے ہے جو اُس سے فائدہ اٹھانا چاہے)۔

صفحات ۲۸۱ - ۲۸۲ میں ہے:

"عراقی نے کہا ہے کہ زمان و مکان کے متعدد نظامات ہیں، حتیٰ کہ ایک وہ زمان و مکان بھی ہے جو صرف ذاتِ الٰہیہ سے مخصوص ہے۔"

مثلاً سورۃ السجدہ (آیت ۴) میں ہے:

الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ

اللہ نے جس نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے چھ دن میں بنائے۔

اس کے بعد کی آیت ہے:

. . . . يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ

يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِیْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ

کام کی تدبیر فرماتا ہے آسمان سے زمین تک، پھر اُسی کی طرف رجوع کرے

گا اس دن کہ جس کی مقدار ہزار برس ہے تمہاری گنتی میں۔

صفحہ ۲۸۳ میں ہے:

"پر جو سلوک و عرفان کے اُن طریقوں سے جو ازمنۂ متوسط میں صوفیہ نے وضع کیے اب اس قسم کے افراد پیدا نہیں ہو رہے جو قدیم حق و صداقت کا پھر سے انکشاف کریں، تو اس کی سب سے بڑی وجہ بھی ہماری یہی ندامت پرستی ہے۔"

اس قول کی وضاحت کے لیے صفحہ ۱۶۶ کے ذیل میں علامہ اقبال کے مکتوب نمبر ۲۵، ۱۰۳ ("مکاتیب"، حصۂ اوّل) کا حوالہ آچکا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

صفحہ ۲۸۳۔۲۸۴ میں ہے:

"خودی کی وہ روش جو نتیجہ ہے خود ہمارے اندرونِ ذات میں زبردست حیاتی تغیرات کا اور جس کو ناممکن ہے کہ منطق کے معقولات اپنے دام میں لا سکیں، ان کا اظہار ہوگا تو کسی ایسے عمل سے جو عالم انسانی کو زیر و زبر کر دے یا پھر یہ کہ ان سے ایک نئی دنیا تعمیر کی جائے۔"

سورۃ الذاریٰت کی آیات (۲۰۔۲۱) ہیں:

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ ۝ وَفِي أَنْفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے اور خود تمہاری ذات میں، تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں؟

ان آیتوں سے واضح ہوتا ہے کہ اندرونِ ذات میں کیا کیا صلاحیتیں ہیں۔

صفحہ ۲۸۹ میں ہے:

"عصرِ حاضر کی ذہنی سرگرمیوں سے جو نتائج مرتب ہوئے اُن کے زیرِ اثر انسان کی روح مردہ ہو چکی ہے، یعنی وہ اپنے ضمیر اور باطن سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔"

سورۃ الجاثیہ (آیت ۲۴) میں بھی اسی مادیت کا ذکر ہے:

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ

اور وہ (منکرینِ بعثت) بولے، وہ تو نہیں مگر یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے (یعنی اس زندگی کے علاوہ کوئی زندگی نہیں) مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں ہلاک نہیں کرتا مگر زمانہ اور انہیں اس کا علم نہیں۔ وہ تو نرے گمان دوڑاتے ہیں۔

اسی سورۃ کی آیت ۳۲ بھی دیکھیں۔

صفحہ ۲۹۴ میں ہے:

"ان واردات کی سنجیدگی سے تحقیق کریں جن کی بدولت غلاموں کے اندر وہ صفات پیدا ہوئیں کہ انہوں نے دنیا کی امامت اور رہنمائی کا فریضہ ادا کیا۔ اور جن کے زیرِ اثر قوموں اور نسلوں کے اخلاق و کردار اس طرح بدلے کہ ان کی زندگی نے ایک بالکل نئی شکل اختیار کر لی۔"

سورۃ آلِ عمران (آیت ۱۰۳) میں اللہ پاک نے اس نعمت اور رحمت کا ذکر فرمایا ہے:

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا

اور اللہ کا احسان اپنے اُوپر یاد کرو جب تم میں بیر تھا اُس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے۔

سورۃ الانفال کی آیت ۶۳ میں بھی اس نعمت کا ذکر ہے اور سورۃ النصر کی آیات ۱-۲ میں بھی۔

سورۂ آل عمران (آیت ۱۶۴) میں بھی ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ
يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

بے شک اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا کہ ان ہی میں سے ایک رسول کو کھڑا کیا جو ان کو اس کی آیتیں تلاوت کرتا ہے (اللہ کے احکام سناتا ہے) اور ان کو (عیب و خرابی سے) پاک کرتا ہے اور اُن کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

"ویزکیھم" والی صفت نے عالم کے اخلاق و کردار کو بدل کر زندگی کی ایک بالکل نئی شکل عطا کی جس کی شہادت تاریخ میں موجود ہے۔ صفحہ ۲۹۸ میں ہے:

"نفسیاتِ حاضرہ نے مذہبی زندگی کا گویا قشر تک بھی نہیں چھوا۔ وہ اس تنوع اور گوناگونی سے بالکل بے خبر ہے جو مذہبی واردات اور مشاہدات میں پائی جاتی ہے، لیکن جس کا تھوڑا بہت اندازہ شاید آپ سترھویں صدی کے ایک بہت بڑے مرشدِ کامل حضرت شیخ احمد سرہندی کی ایک عبارت سے کر سکیں گے۔"

بھر حضرت مجدّدِ الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) کے ایک مکتوب نمبر ۲۵۳، دفتر اوّل) سے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں۔ ان کا ارشاد ہے کہ:

"ان بے مثال واردات اور مشاہدات سے پہلے، جو وجودِ حقیقی کا مظہر ہیں، عالم امر یعنی اس دنیا سے گریز کرنا ضروری ہے جسے ہم رہنما توانائی کی دنیا کہتے ہیں۔"

سورۃ الاعراف (آیت ۵۴) میں ہے: اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ
سن لو اُسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا۔ صفحہ ۱۵۴ بھی دیکھیں۔

صفحات ۳۰۵ - ۳۰۶ میں ہے:

"اسلامی تصوف نے تو اس خیال سے کہ ہمارے مشاہدات میں جذبات کی آمیزش نہ ہونے پائے موسیقی تک کو عبادت میں جگہ نہیں دی۔ لیکن اس نے صلوٰۃ باجماعت پر زور دیا کہ ایسا نہ ہو کہ ہمارے مراقبوں اور ہمارے ذکر و فکر سے مصالح جماعت کو نقصان پہنچے۔"

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے دفتر اوّل کے مکتوبات ۲۲۱، ۲۳۴، ۲۶۱، ۲۶۶ میں اور دفتر سوم کے مکتوب ۴۴ میں سرود و نغمہ کی سختی سے تردید فرمائی ہے۔ اسی طرح صلوٰۃ (باجماعت) کے لیے ان کے دفتر اوّل کے مکتوب ۱۳۷، ۲۶۱، ۲۶۶، ۳۰۵ ملاحظہ ہوں۔ نماز کے متعلق مکتوب ۲۶۱ میں سے چند جملے یہ ہیں (ترجمہ):

"ذوق و مواجید اور علوم و معارف اور احوال و مقامات اور انوار و الوان اور تلوینات و تمکینات اور تجلیات باکیف و بے کیف اور ظہورات رنگا رنگ و بے رنگ کہ ان میں جو کچھ نماز کے بغیر میسر ہوں اور نماز کی حقیقت سے آگاہی کے بغیر ظاہر ہوں ان سب کا منشا ظلال و امثال ہے بلکہ وہم و خیال سے وہ پیدا ہوئے ہیں .... جو نمازی کہ نماز کی حقیقت سے آگاہ ہے وہ نماز کے ادا کرنے وقت گویا عالم دنیا سے باہر نکل جاتا ہے اور عالم آخرت میں داخل ہو جاتا ہے لہٰذا اُس وقت وہ اس دولت سے حصہ لیتا ہے جو آخرت کے ساتھ مخصوص ہے اور اصل سے ظلیت کی آمیزش کے بغیر فائدہ حاصل کر لیتا ہے ...."

صفحہ ۳۰۶ میں ہے: "خودی کا نصب العین یہ نہیں کہ کچھ دیکھے بلکہ یہ کہ کچھ بن جائے۔"

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (مکتوب ۳۹۔ دفتر اوّل) فرماتے ہیں:

"کام کا مدار دل پر ہے۔ اگر دل حق تعالیٰ کے غیر کے ساتھ گرفتار ہے تو خراب و ابتر ہے۔ محض ظاہری اعمال ورسمی عبادت سے مقصد حاصل نہیں ہو سکتا

ماسوائے حق کی طرف توجہ کرنے سے دل کو سلامت رکھنا اور اعمالِ صالحہ جو بدن سے تعلق رکھتے ہیں اور شریعت نے جن کے بجالانے کا حکم دیا، دونوں درکار ہیں۔"

دفتر اوّل کے مکتوب ۲۰، ۴۲، ۶۰، ۴۸، ۶۱ وغیرہ بھی دیکھیں نیز خوارقِ عادات اور کشف کے غیر معتبر ہونے کے متعلق دفتر اوّل کے مکتوب ۲۱۶-۲۹۳، نیز دفتر دوم کا مکتوب ۹۲ وغیرہ دیکھیں۔

اسی صفحے (۳۰۶) میں آگے چل کر فرماتے ہیں کہ:

"اس (خودی) کا آخری عمل فکر کا عمل نہیں۔ وہ ایک حیاتی عمل ہے جو اس میں گہرائی اور پختگی پیدا کرتا اور اس کے ارادوں کو تقویت دیتے ہوئے ایک شانِ خلاقی کے ساتھ اس تیقن کا باعث ہوتا ہے کہ دنیا محض دیکھنے یا افکار و تصورات کی شکل میں سمجھنے کی چیز نہیں، بلکہ ایک ایسی چیز جس کو ہم اپنے مسلسل عمل سے بار بار بناتے اور بنا کر پھر بنانے رہتے ہیں۔"

سورۃ البقرہ (آیت ۲۹) میں ہے:

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

وہ ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لیے وہ سب جو زمین میں ہے۔

سورۂ لقمان اور سورۃ الجاثیہ کی آیات ۲۰ اور ۱۳ بھی اوپر آچکی ہیں کہ انسانی خودی میں آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو مسخر کرنے کی صلاحیت ودیعت کی گئی ہے چنانچہ ان سب کے حصول کے لیے مسلسل اور ان تھک عمل کی ضرورت ہے جو سخت کوش اور مشکل پسند ہو۔

آخر میں علامہ اقبال نے "جاوید نامہ" کی "تمہید زمینی" کے حسبِ ذیل اشعار نقل کر کے خطبۂ ہفتم کو ختم کیا ہے۔

صد جہان باقی ست در قرآن ہنوز   اندر آیاتش یکے خود را بسوز

تمت بالخیر۔۔ الحمد للّٰہ

حواشی

۱۔ سورۃ الدخان کی ان آیتوں کا ترجمہ یہ ہے:

"اور ہم نے نہیں بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل کے طور پر۔ ہم نے انہیں نہیں بنایا مگر حق کے ساتھ لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے۔"

(یہاں "حق کے ساتھ" ایسی مصلحت ہے جس کو مستشرقین نے کبھی سمجھنے کی کوشش نہیں کی)۔

۲۔ جناب مترجم کا خیال ہے کہ یہ آیت علامہ اقبال کے ارشاد پر منطبق نہیں ہوتی۔ دیکھیں صفحہ ۳۵ پر ان کا حاشیہ نمبر ۱۱۲۔

۳۔ وجودیہ حضرات ان آیتوں کو بھی اپنے نظریے کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ لیکن ان سے بھی سوائے تاویل کے کوئی قطعی تائید نہیں ہوتی۔ علامہ اقبال نے محسوسات، اور مدرکات پر مختلف زاویوں سے بحث کر کے ان کے عالم کی حقیقت کا انکشاف کیا ہے۔

۴۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے:

سب اپنے ڈھنگ پر کام کرتے ہیں تو تمہارا رب خوب جانتا ہے کون زیادہ راہ پر ہے۔

۵۔ مولانا سلیمان ندوی نے "سیرۃ النبی" (اعظم گڑھ ۱۹۵۲ء) کی جلد پنجم کے صفحہ ۱۱۲ میں لکھا ہے۔

"ہر انسان ہر روز مختلف قسم کے کاموں میں اپنی عمر کے یہ چوبیس گھنٹے بسر

کرتا ہے۔ صبح کو یہ بیدار ہوتا ہے۔ دوپہر تک کام کر کے تھوڑی دیر سستاتا ہے۔ پھر سہ پہر تک اپنا بقیہ کام سرانجام دیتا ہے اور اس کو تمام کر کے سیر و تفریح اور دلچسپ مشاغل میں دل بہلاتا ہے۔ شام ہوتی ہے تو گھر آ کر خانگی زندگی کا آغاز کرتا ہے اور کھا پی کر تھوڑی دیر کے بعد طویل آرام اور غفلت کی نیند کے لیے تیار ہوتا ہے۔ اسلامی نمازوں کے اوقات پر ایک غائر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے روزانہ کے ان مختلف انسانی مشاغل کے ہر آغاز پر ایک وقت کی نماز رکھی ہے۔ تاکہ پورے اوقات خدا ہی کی یاد میں محسوب ہوں۔"

۶۔ تقدیر سے متعلق خطبہ دوم میں بھی علامہ اقبال نے مفصل بحث کی ہے۔

۷۔ علامہ اقبال نے "مکاتیب"، حصہ اوّل کے مکتوب نمبر ۱۰۳ (ص ۲۰۲ - ۲۰۳) میں لکھا ہے:

"حدود خودی کے تعیین کا نام شریعت ہے اور شریعت کو اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام طریقت ہے۔ جب احکام الٰہی خودی میں اس حد تک سرایت کر جائیں کہ خودی کے پرائیویٹ امیال و عواطف باقی نہ رہیں اور صرف رضائے الٰہی اس کا مقصود ہو جائے تو زندگی کی اس کیفیت کو بعض اکابر صوفیہ اسلام نے فنا کہا ہے۔ بعض نے اس کا نام بقا رکھا ہے۔"

مکتوب نمبر ۳۵ (ص ۸۰ ،۷۹) میں بھی لکھتے ہیں:

"میرا تو عقیدہ ہے کہ غلوفی الزہد اور مسئلہ وجود مسلمانوں میں زیادہ تر بدھ (ہمنیت) مذہب کے اثرات کا نتیجہ ہیں۔ خواجہ نقشبند اور مجدد سرہند کی میرے دل میں بڑی عزت ہے۔ مگر افسوس ہے کہ آج یہ سلسلہ بھی عجمیت

کے رنگ میں رنگ گیا ہے۔ یہی حال سلسلۂ قادریہ کا ہے جس میں میں خود بیعت رکھتا ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔"

۸۔ مولوی اعجاز الحق قدوسی نے اپنی کتاب "شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ" (کراچی ۱۹۶۱ء) کے صفحہ ۳۲۰ میں لطائف قدوسی کے حوالے سے یہ فقرہ نقل کیا ہے۔ سید نذیر نیازی نے اپنے حاشیے میں وضاحت کی ہے کہ چونکہ انہیں اصل عبارت دستیاب نہیں ہو سکی، لہٰذا انگریزی اقتباس کا یہ فارسی ترجمہ قیاسی ہے:

"محمد عربی بر فلک الافلاک رفت و باز آمد۔ واللہ اگر من رفتمے ہرگز باز نیامدے۔"

۹۔ خواجہ محمد پارساؒ (المتوفی ۸۲۲ھ) کا کوئی قول یہاں علامہ اقبال نے نقل نہیں کیا۔ خواجہؒ نے رسالہ "در زمان و مکان" لکھا تھا لیکن وہ اب نایاب ہے۔ ملک محمد اقبال صاحب نے خواجہؒ کا "رسالۂ قدسیہ" مرتب کیا ہے (راولپنڈی ۱۹۷۵ء) اور اس کے مقدمے (پیش گفتار) کے صفحہ ۳۴ میں خواجہؒ کے زمان و مکان کے مسئلے کا تھوڑا سا ذکر کیا ہے کہ وہ زمان و مکان دونوں کو جسمانی بھی اور روحانی بھی قرار دیتے تھے، اور یہ بھی فرماتے تھے کہ "سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم در شبِ معراج از تنگنای زمان و مکان بیروں شد۔" لیکن حضرت مجددِ الفِ ثانی قدس سرہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) نے دفترِ اوّل کے مکتوب ۲۸۳ میں فرمایا ہے کہ "رویت آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام در شبِ معراج در دنیا واقع نہ شدہ است بلکہ در آخرت واقع شدہ۔ زیراکہ آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام دراں شب چوں از دائرۂ مکان و زمان بیروں جست و از تنگیِ مکان بر آمد ازل و ابد را در آنِ واحد یافت و بدایت و نہایت را در یک نقطہ متحد دید۔۔۔۔۔۔"

۱۰۔ دراصل چھٹے خطبے میں صفحہ ۲۵۰ سے آخر تک فقہ اسلامی اور اجتہاد پر مختلف زاویوں سے بحث ہے۔ علامہ اقبال نے مولانا سلیمان ندوی سے اپنے مکتوب مورخہ ۲۸ مارچ

۱۹۲۶ میں اور اس کے بعد کے دو خطوں میں بھی انہی مسائل سے متعلق استفسار کیا ہے۔ اس کے بعد کے خطوں میں زمان سے متعلق بھی استفسارات ہیں۔ دیکھیں "مکاتیب اقبال"، حصۂ اوّل، مکاتیب نمبر ۷۰ تا ۷۳، ۷۶، ۸۰ تا ۸۲۔ مکتوب نمبر ۱۹ بھی دیکھیں۔

۱۱۔ محترم نذیر نیازی نے بھی ترجمہ کے صفحہ ۲۶۲ (حاشیہ ۱۵۱ میں) میں اس پر بحث کی ہے

۱۲۔ "پس چہ باید کرد"، مثنوی کا ایک شعر ہے:

پس تصوف چیست اے والاصفات

شرع را دیدن باعماقِ حیات

۱۳۔ رسالہ "فکر و نظر"، اسلام آباد، اگست ۱۹۷۶ء، صفحہ ۱۱۹۔

"مکاتیب اقبال" (حصۂ اول، مکتوب نمبر ۷) میں بھی ایک لطیف اشارہ ہے کہ: "مسلم جو حامل ہے محمدیت (محمدیت) کا اور وارث ہے موسویت کا اور ابراہیمیت کا، کیونکر کسی شے میں جذب ہو سکتا ہے؟"

۱۴۔ عالمِ خلق کا تعلق مادیت سے اور عالمِ امر کا مجردات سے ہے۔ صوفیہ اس مسئلے کے لیے سورۃ الاعراف کی یہی آیت (۵۴) پیش کرتے ہیں۔ عالمِ امر کے لیے حضرت مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا مکتوب نمبر ۲۵۷ (دفتر اول میں) بھی ملاحظہ فرمائیں۔ علامہ اقبالؒ نے ۱۹۳۲ میں انگلستان میں حضرت مجددؒ پر ایک تقریر کی تھی۔ دیکھیں ان کا مکتوب نمبر ۲۶۵ ("مکاتیب اقبال"، حصۂ اول)۔

۱۹۴۷ء سے ۱۹۸۱ء تک اِقبالیات پر شائع ہونے والی بہترین کِتاب، جِس پر پہلا صدارتی اِنعام دیا گیا۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں پاکستان کے ممتاز محقق، عالمِ دین اور اُردو زبان و ادب کے نامور استاد ہیں۔ آپ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپ نے ناگپور یونیورسٹی، جامعہ کراچی اور سندھ یونیورسٹی میں ایم۔ اے (اُردو) کے نصاب میں اقبالیات کو خصوصی طور پر شامل کرایا۔ علامہ اقبال سے آپ کی ذہنی اور فکری قربتیں اس کتاب کے ہر صفحہ سے عیاں ہیں۔ ڈاکٹر صاحب تمام عمر اقبالیات کے معلّم رہے ہیں۔ اقبالیات کے علاوہ بھی متعدد اہم موضوعات پر آپ کی بہُت سی گراں قدر علمی اور تحقیقی تصنیفات معروف ہیں۔ اقبال اور قرآن کے موضوع پر ایک ایسی جامع صفات کی مالک شخصیت ہی قلم اٹھا سکتی تھی جس کی قرآنِ حکیم اور کلامِ اقبال پر نظر ہو۔ اس کتاب کا مطالعہ گواہی دے گا کہ آپ نے یہ حق بخوبی ادا کر دیا ہے۔

"اقبال اور قرآن" اقبال اکادمی کے لئے بھی باعثِ اعزاز ہے کہ اس کی شائع کردہ کتاب پر یہ اہم ایوارڈ دیا گیا۔





اقبال اکادمی پاکستان